وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

16/23 نومبر 2000ء

ملینیم نمبر

خدا نے روک ظلمت کی اُٹھادی
فَسُبْحانَ الَّذِی اَخْزَی الاَعادِی

(المسیح الموعودؑ)

سُنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے
ستم اب مائلِ ملکِ عدم ہے

(المسیح الموعودؑ)

جماعت احمدیہ برطانیہ کے 35ویں جلسہ سالانہ منعقدہ 28-29-30 جولائی 2000ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ کے سامعین اور مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے توسط سے اکناف عالم میں پھیلے ہوئے 170 ممالک کے احمدی احباب سے خطاب فرماتے ہوئے۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے 35ویں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر 30 جولائی 2000ء کو تقریب عالمی بیعت منعقد ہوئی۔ تقریب عالمی بیعت کا ایک منظر۔ یادرہے کہ دوران سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں چار کروڑ 12 لاکھ افراد کو جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔

جلسہ سالانہ برطانیہ 2000ء کے موقعہ پر افریقہ و یورپ سے تعلق رکھنے والی چند اہم شخصیات کا مکرم افتخار احمد ایاز صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ تعارف کروارہے ہیں۔ جن میں دائیں سے دوسرے اور تیسرے نمبر پر بینن (افریقہ) کے شمال اور جنوب کے احمدیت میں داخل ہونے والے دو بادشاہ قابل ذکر ہیں ان میں بینن کے شمال کے علاقہ کا بادشاہ (تصویر میں دوسرے نمبر پر) سب سے بڑا ہے۔ اُنکے ماتحت دو ملین لوگ ہیں اور جنوبی علاقہ کے بادشاہ (تصویر میں تیسرے نمبر پر) کے تحت ڈیڑھ ملین سے زائد لوگ ہیں یادرہے کہ دوران سال افریقہ کے 39 بادشاہوں کو قبول احمدیت کی سعادت ملی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان
The Weekly BADR Qadian

ایڈیٹر : منیر احمد خادم
نائبین : قریشی محمد فضل اللہ۔ منصور احمد

جلد 49
شمارہ 46/47

شرح چندہ
سالانہ-/200روپے۔
بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک
20پونڈیا40 ڈالر امریکن
بحری ڈاک10پونڈ
شمارہ ہذا-/50روپے

ملینیئم نمبر

Postal Registration No: PB/1023/2000

19/26 شعبان 1421ہجری 16/23نبوت 1379ہش 16/23نومبر 2000ء

طالبو تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں اس مرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن
دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن
(المسیح الموعودؑ)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر۔ نگران بدر بورڈ قادیان

Computrised Composing & Designing By:
Krishan Ahmad.Misbahuddin.E'az Ahmad

ملینئم کا قابلِ فکر پیغام!

عیسوی سنہ کے اعتبار سے ۳۱/دسمبر ۲۰۰۰ء کو عمر دنیا میں پورے ایک ہزار سال اور جڑ جائیں گے۔ یہ دنیا کب سے شروع ہوئی اس کے متعلق معین اعداد و شمار تو خالق کائنات کو ہی معلوم ہیں۔ ہم اور ہمارے معاصرین تو بس اپنی اس خوش قسمتی پر خوش ہی ہو سکتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں کسی ایک ہزاری کی انتہا اور دوسری ہزاری کی ابتداء دیکھنے کی توفیق بخشی۔ پھر آئندہ ملینئم دیکھنے کیلئے کم از کم دس نسلوں کے بعد آنے والے ہمارے تخیل کی کوئی نسل ہی وہ زمانہ دیکھ پائیگی۔ خیر یہ تو ایک ذوقی بات ہے جو خود کو اور اپنے معاصرین کو خوش کرنے کیلئے ہم نے لکھ دی ہے۔

اگرچہ ہجری شمسی اعتبار سے نئے ملینئم کی ابتداء ۶۲۱ سال بعد اور ہجری قمری اعتبار سے ۵۸۰ سال بعد ہوگی لیکن اس وقت عیسوی سنہ کے اعتبار سے اس ملینئم کی انتہا ۳۱/دسمبر ۲۰۰۰ء کو رات بارہ بجے اور نئے ملینئم کا آغاز ٹھیک اس کے بعد ہو جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسائیوں اور غیر احمدی مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر گئے دو ہزار سال مکمل ہو جائیں گے۔ اور یکم جنوری ۲۰۰۱ سے آپ کو آسمان پر جا کر تیسرا ہزار سال شروع ہو جائے گا۔ اور یہی ملینئم احمدی عقیدہ کے مطابق (جو خالص قرآنی اور حدیثی عقیدہ ہے) یہ ثابت کرتا ہے کہ اس ملینئم کی انتہاء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو پورے دو ہزار سال ہو جائیں گے اور اس کے آغاز سے ان کی وفات پر تیسرے ہزار سال کا آغاز ہو جائے گا۔

یہی وہ نزاع ہے جو عیسائیوں / غیر احمدیوں اور احمدی مسلمانوں کے درمیان ہے اور جس کا تصفیہ دراصل اس وجود کے ذریعہ ہونا تھا جس نے پیشگوئیوں کے مطابق چودھویں صدی ہجری کے سر پر تشریف لانا تھا۔ چنانچہ پیشگوئیوں کے عین مطابق سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے چودھویں صدی ہجری کے سر پر یعنی ۱۳۰۶ھ میں اور انیسویں صدی عیسوی کے اخیر پر یعنی ۱۸۹۱ء میں اللہ کے الہام سے یہ اعلان فرمایا کہ:

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وَکَانَ وَعْدُ اللّٰہِ مَفْعُوْلاً"

(تذکرہ صفحہ ۱۸۶-۱۸۷)

اس کے مقابل پر عیسائی اور غیر احمدی مسلمان یہ عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسمانی طور پر چوتھے آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اسی جسم کے ساتھ وہ آسمان سے اُتر کر مسلمانوں اور عیسائیوں اور دیگر اقوام کی اصلاح کریں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو بقول ان کے آسمان پر گئے دو ہزار سال مکمل ہو گئے ہیں اور وہ واپس نہیں آسکے تو پھر کب تک یہ قومیں ویٹنگ روم میں بیٹھی بیٹھی ان کی آمد کا انتظار کرتی رہیں گی۔ اس دوران بالخصوص عیسائیوں کی طرف سے کئی مرتبہ اُن کی آمد کے اعلانات بھی کئے جا چکے ہیں۔ ایک مرتبہ تو وقت کی حد بھی مقرر کی گئی لیکن نہ اُن کو آنا تھا اور نہ وہ آئے۔

جو حالت اس وقت عملی اخلاقی مذہبی تنزل و ادبار کی عیسائیوں مسلمانوں اور دیگر اقوام کی ہو چکی ہے وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جن کے آنے سے ان قوموں کو غلبہ نصیب ہوگا اگر اب نہ آئے تو پھر وہ کونسا وقت ہوگا جب وہ دنیا کی خبر گیری کیلئے آئیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اب جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس دنیا سے گئے دو ہزار سال مکمل ہو چکے ہیں تو اس ملینئم میں بالخصوص عیسائیوں اور

مسلمانوں کیلئے مقام فکر ہے کہ وہ اپنے اخلاقی و مذہبی تنزل و ادبار کی طرف ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آنے والا سچا مامور آچکا ہو اور وہ اس کے انکار و استہزاء کے نتیجہ میں ہی تنزل کی گہری کھائیوں میں اوندھے منہ گرتے چلے جارہے ہوں۔

یہی اس ملینیم کا قابل فکر پیغام ہے جس پر آج کے عیسائیوں اور غیر احمدی مسلمانوں کو ضرور غور کرنا چاہئے امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس ملینیم کے اختتام سے چھ سال قبل جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۴ء کے موقع پر مولویوں اور پادریوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"اُمت محمدیہ کے مسائل کا اصل حل تو مسیح کے نازل ہونے میں ہے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو عالمی غلبہ نصیب ہوگا اس صدی کے گزرنے میں چند سال باقی ہیں۔ مَیں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب مل کر اگر کسی طرح مسیح کو اُتار دو صدی سے پہلے پہلے تو مَیں تم میں سے ہر ایک کو کروڑ روپیہ دونگا۔ سب مولویوں کو دوبارہ چیلنج دیتا ہوں جو یہ دعویٰ کردے کہ میری کوشش سے اترا ہے مَیں بغیر بحث کئے اس کی بات مان جاؤں گا اور ایک ایک کروڑ کی تھیلی ہر ایک کو پہنچائی جائے گی۔ فرمایا ہر مولوی دنیا کے پردے پر جہاں کہیں ہو ہندوستان کا تو خاص طور پر پیش نظر ہے، مسیح کو اتار دے آسمان سے، جو چاہے کر کے۔ فرمایا پھر خیال آیا کہ مسیح تو بہت پاک وجود ہے اُسے کہاں سے اُتار سکتے ہیں، دجّال کے گدھے کو ہی پیدا کردے۔ اگر صدی کے ختم ہونے سے پہلے دجّال کا گدھا ہی بنا کے دکھا دو جس کے آئے بغیر مسیح نے نہیں آنا تو پھر ایک ایک کروڑ روپیہ ہر مولوی کو ملے گا۔ اور یہ دعویٰ میرا آج بھی قائم ہے۔ اب تو اِس قسم کے چیلنجوں کے وقت آگئے ہیں۔ مسیح کو اُتارو اور جھگڑا ختم کرو۔ مَیں اور میری ساری جماعت پہلے ہی مسیح کو مانے ہوئے ہے۔ ایک اور مسیح کو ماننے میں کیا حرج ہے۔

فرمایا آنے والا تو آچکا ہے اب کوئی نہیں آئے گا۔ اب دلیلوں کے وقت نہیں رہے بلکہ ایسے آسمانی نشانات کے وقت ہیں جو متقیوں پر الہام اور کشوف کی صورت میں اُتریں گے۔ مَیں پاکستان کے مولویوں اور اُن بڑے بڑے دعوے داروں کو جو مسیح کے مُردے کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ کہتا ہوں، شوق سے کرو۔ اس کو آسمان سے اُتار کر دکھاؤ، جماعت احمدیہ کے خزانے ختم نہیں ہونگے اور تمہیں کروڑ کروڑ کی تھیلیاں عطا کرتے جائیں گے مگر تمہارے نصیب میں آسمان سے ایک کوڑی کا بھی فیض نہیں" (خلاصہ اختتامی خطاب مطبوعہ بدر ۱۲/۵ جنوری ۱۹۹۵ء)

اس گفتگو، کو ہم سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درج ذیل تحدی آمیز اور پُر شوکت الفاظ پر ختم کرتے ہوئے دُعا گو ہیں کہ اللّٰہ جلّ جلالہٗ نئے ملینیم کے آغاز پر ہی دنیا کو اپنی توحید کی بہار سے پُر کر دے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایمان افروز تصنیف "تذکرۃ الشہادتین" میں نہایت پُر شوکت الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اَولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اَولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائینگے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدے کو چھوڑ دینگے"۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۷)

(منیر احمد خادم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں

ارشاد باری تعالیٰ

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ○ (سورہ النور)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ بجالانے والے مومنوں سے وعدہ کررکھا ہے کہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اس آیت کو بیان کر کے حضرت علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ:۔

"نَزَلَتْ فِى الْمَهْدِىّ " کہ یہ آیت امام مہدیؑ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ مہدی اور اس کی جماعت مراد ہے۔ (بحارالانوار جلد سوم صفحہ ۱۳)

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (سورہ الجمعة ع)

ترجمہ:۔ وہی خدا ہے جس نے ایک ان پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی (وہ اسے بھیجے گا) جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اس کی تشریح خود حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے جو حدیث میں آئے گی۔

هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (سورہ الصف)

ترجمہ:۔ وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جسکی ابتداء میں مَیں ہوں۔۔۔
اور آخر میں مسیح ابن مریم ظاہر ہوں گے

احادیث نبوی ﷺ

☆۔عن ابی هریرة رضی الله عنه قال کنا جلوساً عند النبی صلی الله علیه وسلم انزلت علیه سورة الجمعة واخرین منهم۔ قیل من هم یارسول الله فلم یراجعه حتی سال ثلاثاً وفینا سلمان الفارسی وضع رسول الله صلی الله علیه وسلم یده علیٰ سلمان ثم قال لوکان الایمان عند الثریا لناله رجال اورجل من هولاء۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ صفحہ ۱۲۵)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ پر سورہ جمعہ کی آیت وآخرین منھم نازل ہوئی حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی منھم سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپؐ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ حضورؐ سے تین دفعہ پوچھا گیا۔ اس مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی بیٹھے تھے آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمانؓ پر رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہو گا تو ان (اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص اس کو پالیں گے۔

☆۔ قال رسول الله ﷺ اذامضت الف ومأتان واربعون سنة یبعث الله المهدی۔ (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

ترجمہ:۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک ہزار دو سو چالیس سال گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث کرے گا۔

☆۔ ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها۔ (مشکوٰۃ مطبع نظامی۔ دہلی صفحہ ۱۴)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت کیلئے ہر صدی کے سر پر مجددین مبعوث کرتا رہے گا تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست شائع شدہ ہے۔ علماء امت یہ یقین رکھتے تھے کہ چودھویں صدی کے سر پر آنے والے مجدد امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔

حضرت ابو جعفر بن محمدؒ سے مروی ہے۔

☆۔ قال رسول الله ﷺ کیف تهلک امة انا اولها واثنا عشر من بعدی من السعداء واولی الالباب والمسیح ابن مریم اخرها۔ (اکمال الدین صفحه ۱۵۷)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کی ابتداء میں میں ہوں اور میرے بعد بارہ نیک اور عقلمند شخص ہوں گے اور مسیح ابن مریم اس کے آخر میں ہوں گے۔

☆۔ من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة (مسلم کتاب الامارة)

ترجمہ جو ایسی حالت میں مر گیا کہ اسکی گردن میں کسی کی بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔

سرور کونین حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

☆۔ فاذا رایتموه فبایعوه ولو حبواً علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی (مسند احمد بن حنبل)

اے مسلمانو! پس جب تم اس (امام مہدی) کو دیکھو تو اُس کی بیعت کرو اگر تمہیں برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بل بھی کیوں نہ جانا پڑے تم ضرور اس کے پاس پہنچو وہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ اور اس کی طرف سے ہدایت یافتہ ہے۔

☆۔ الا یات بعد المأتینِ (مشکوٰة مجتبائی صفحه ۲۷۱۰۔ ابن ماجه ومستدرك حاكم عن ابی قتادة۔

ترجمہ:۔ امام مہدی کی نشانیاں دو خاص صدیاں ہجرت نبوی کے بعد ہزار سال چھوڑ کر گذرنے پر ظاہر ہوں گی۔ نشانیوں کا ظاہر ہونا خود امام مہدی کے ظہور کا تعین ہے یعنی تیرھویں صدی ہجری گزرنے پر۔

تبرکات

میرے آنے کے دو مقصد ہیں

مسلمانوں کیلئے یہ کہ اصل تقویٰ و طہارت پر قائم ہو جائیں

عیسائیوں کیلئے کسرِ صلیب اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے

میں خداتعالیٰ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ جو موعود آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں

(ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

"مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اُس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اُس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔ جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اُسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا"۔(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۷،۸ مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

بریلی سے ایک شخص نے حضرت بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ وہی مسیح موعود ہیں جس کی نسبت رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے احادیث میں خبر دی ہے اور خداتعالیٰ کی قسم کھا کر اس کا جواب لکھیں۔ اس پر حضورؑ نے اُسے حلفاً تحریر فرمایا کہ:

"میں نے پہلے بھی اس اقرار مفصّل ذیل کو اپنی کتابوں میں قسم کے ساتھ لوگوں پر ظاہر کیا ہے اور اب بھی اِس پرچہ میں اس خداتعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث صحیحہ میں دی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔

الراقم مرزا غلام احمد عفااللہ عنہ و ایدہ ۱۷/ اگست ۱۸۹۹ء (روحانی خزائن ملفوظات جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۲۶،۳۲۷)

"میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔ اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اَور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کیلئے ایک اَور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔ اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اِس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں"۔ (روحانی خزائن جلد ۳ ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۳)

"یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچادے اور وہ اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا"۔ (روحانی خزائن جلد ۱۱ انجام آتھم صفحہ ۶۴)

"میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کیلئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے

مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ اور عیسائیوں کیلئے کسرِ صلیب ہو اور اُن کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیا اس کو بالکل بھول جاوے۔ خدائے واحد کی عبادت ہو۔

.... جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اُس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کیلئے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو! میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مِٹ جائے گا۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔

مخالفت کی مَیں پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کیلئے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چپ چاپ اُسے قبول کر لیا ہو۔ دنیا کی تو عجیب حالت ہے، انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔ بعض اوقات چار چار پانچ پانچ سو کی فہرستیں آتی ہیں اور دس دس پندرہ پندرہ تو روزانہ درخواستیں بیعت کی آتی رہتی ہیں۔ اور وہ لوگ علیحدہ ہیں جو خود یہاں آکر داخل سلسلہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں۔ اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں (الحکم ۱۷ر جولائی ۱۹۰۵ء

"مسلمانو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دے دی ہے اور مَیں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے اب اس کو سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں اور مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو موعود آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں اور یہ بھی پکّی بات ہے کہ اسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے"۔ (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۵۷)

"اگر کوئی شخص ہماری جماعت سے نفرت کرتا ہے تو کرے۔ لیکن اُسے کم از کم غیرتِ اسلام کے تقاضا سے اور اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ بھی تو ضرور ہے کہ وہ کسی ایسی جماعت کو تلاش کرے اور اُس کا پتہ دے جو حجج و براہین اور خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات اور روشن آیات سے کسرِ صلیب کر رہی ہو۔ مگر مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ خواہ شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کہیں بھی چلے جاؤ اس جماعت کا پتہ بجز میرے نہیں ملے گا۔ اِس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اِس غرض کے واسطے مجھے ہی مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ میرے دعویٰ کو سُن کر نری بدظنی اور بدلگامی سے کام نہ لو بلکہ تمہیں چاہئے کہ اِس پر غور کرو اور منہاجِ نبوّت کے معیار پر اس کی صداقت کو آزماؤ۔ انسان ایک پیسے کا برتن لیتا ہے تو اس کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری باتوں کو سُنتے ہی بغیر فکر کئے گالیاں دینی شروع کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی نامناسب اَمر ہے۔ جو طریق مَیں نے پیش کیا ہے اس طرح پر میرے دعویٰ کو آزماؤ۔ اور پھر اگر اِس طریق سے بھی تم مجھے کاذب پاؤ تو بے شک افسوس کے ساتھ چھوڑ دو۔ لیکن مَیں تمہیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مَیں مفتری نہیں ہوں۔ کاذب نہیں ہوں۔ بلکہ مَیں وہی ہوں جس کا وعدہ نبیوں کی زبانی ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے۔ وہی مسیح موعود ہوں جو چودھویں صدی میں آنے والا تھا اور جو مہدی بھی ہے۔ مجھے وہی قبول کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے۔ اور یہ جماعت اب دن بدن بڑھ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ بڑھے۔ پس یہ بڑھے گی۔ اور ضرور بڑھے گی"۔ (الحکم ۱۰ر جون ۱۹۰۵ء ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۴۵-۱۴۶)

"بالآخر مَیں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کیلئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اَور مَیں اسی لئے آیا ہوں۔ اور مجھے خدا تعالیٰ نے علم قرآن بخشا ہے اور حقائق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں۔ سو میری طرف آؤ تا اِس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کھلی کھلی آفات ہیں ایک مجدد کھلے کھلے دعویٰ کیساتھ آتا۔ سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کرو گے"۔ (برکات الدعا صفحہ ۳۶ روحانی خزائن جلد ۶)
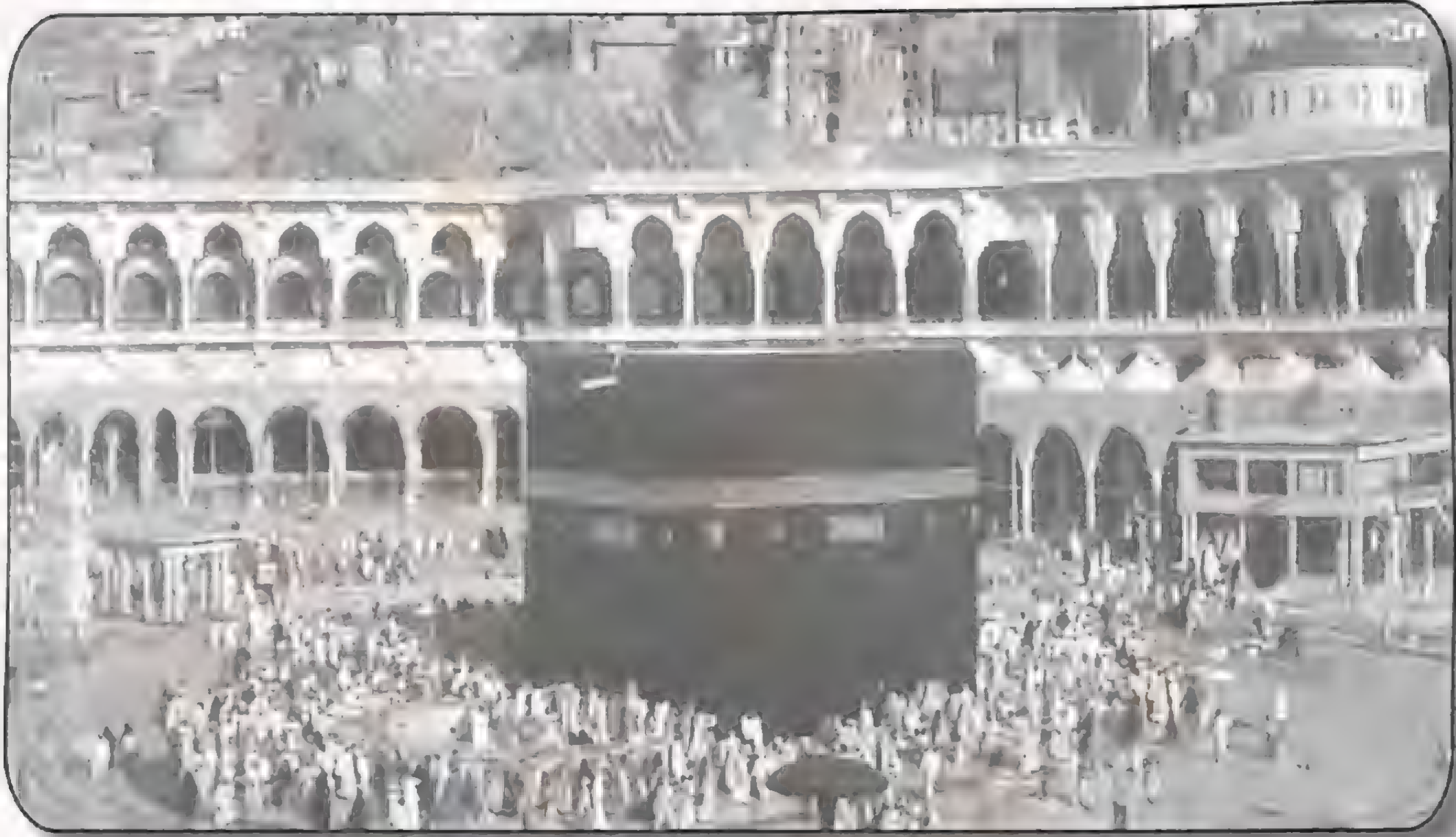
☆☆☆☆☆☆☆☆

کعبۃ اللہ

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (سورۃ آل عمران آیت ۹۷)

سب سے پہلا گھر جو تمام لوگوں کے (فائدہ کے) لئے بنایا گیا تھا وہ ہے جو مکہ میں ہے وہ تمام جہانوں کے لئے برکت والا (مقام) اور (موجب) ہدایت ہے۔

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ربوہ (پاکستان) ۱۹۸۳ء کا ایک منظر اس جلسہ میں بفضلہٖ تعالیٰ تین لاکھ
حکومت پاکستان کی طرف سے اس روحانی اجتماع کے انعقاد پر پابندی ہے۔ جبکہ ایسے جلسے دنیا بھر میں مختلف جگہ

کعبۃ اللہ

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۃ آل عمران آیت ۹۷)
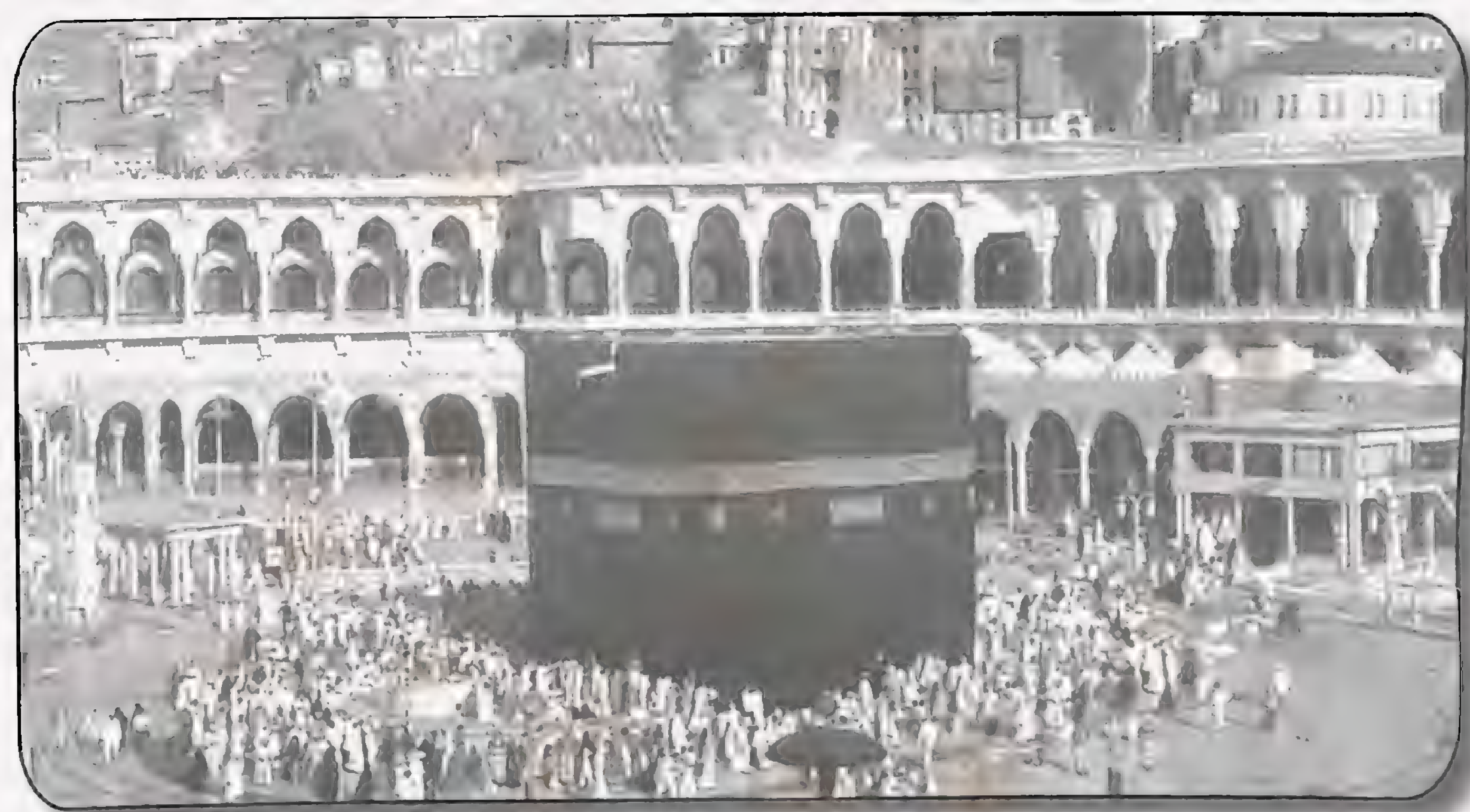
سب سے پہلا گھر جو تمام لوگوں کے (فائدہ کے) لئے بنایا گیا تھا وہ ہے جو مکہ میں ہے وہ تمام جہانوں کے لئے برکت والا (مقام) اور (موجب) ہدایت ہے۔

مسجد نبوی

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ ؕ (سورۃ التوبہ آیت ۱۰۸)

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے کہ تو اس میں (جماعت کرانے کے لئے) کھڑا ہو

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ربوہ (پاکستان) ۱۹۸۳ء کا ایک منظر اس جلسہ میں بفضلہ تعالیٰ تین لاکھ سے زائد احمدیت کے پروانے شریک ہوئے تھے ۱۹۸۴ء کے بعد سے لے کر اب تک حکومت پاکستان کی طرف سے اس روحانی اجتماع کے انعقاد پر پابندی ہے۔ جبکہ ایسے جلسے دنیا بھر میں مختلف جگہوں پر ہر سال منعقد ہو رہے ہیں۔ تصویر میں اوپر ربوہ کی عالیشان مسجد اقصیٰ بھی نظر آ رہی ہے

خانہ کعبہ کے عظیم تاریخی ادوار

مکہ مکرمہ دورِ حاضر میں، خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظ اللہ کی توسیع کے
بعد ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۲ء

مکہ مکرمہ: دورِ عثمانی میں (سنہ ۱۲۱۵ھ بمطابق سنہ ۱۸۰۰ء)
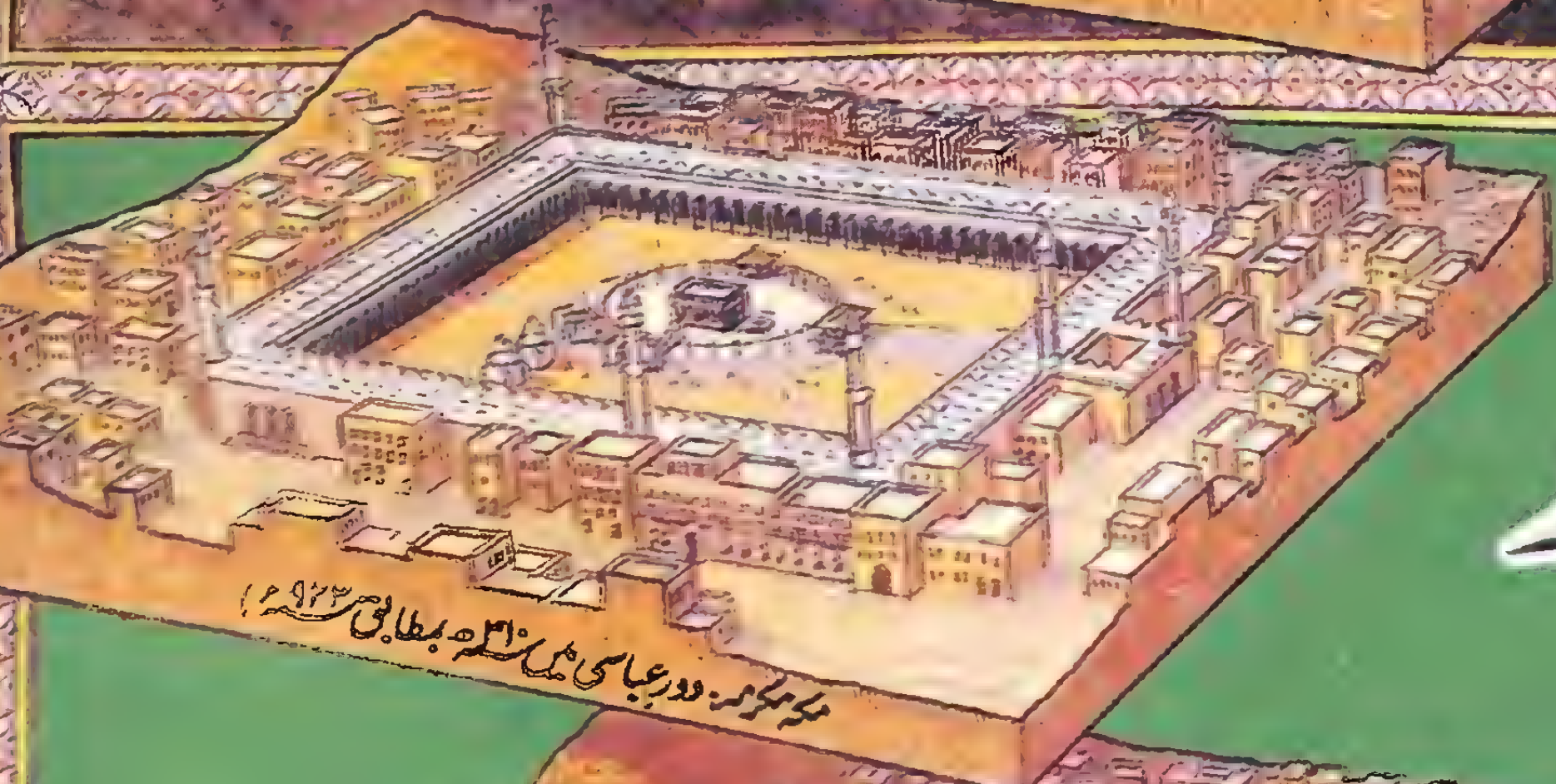
مکہ مکرمہ: دورِ عباسی میں ۳۱۰ھ بمطابق سنہ ۹۲۳ء)

مکہ مکرمہ: دورِ اموی میں سنہ ۹۱ھ بمطابق سنہ ۷۱۰ء

مکہ مکرمہ: آغازِ اسلام میں بہ زمانہ قریش (۱۲ قبل از ہجرت بمطابق ۶۱۰ء

مکہ مکرمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچویں جد امجد قصی کے دور میں تقریباً سنہ ۱۵۰ قبل از ہجرت بمطابق سنہ ۴۷۰ء)

مکہ مکرمہ: حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دور میں (زمانہ قبل از تاریخ)

الناشر:
حاجی اعجاز قریشی المدیر العام
خلفان الحسنی للتجارہ

شبیہ مبارک سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

(1835ء-1908ء)

شبیہ مبارک سیدنا حضرت حافظ حاجی حکیم مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

(1908ء-1914ء)

شبیہ مبارک الحاج سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

(1914ء-1965ء)

شبیہ مبارک سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ
(1965ء-1982ء)

شبیہ مبارک سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

1982ء سے مسند خلافت پر متمکن ہیں اللھم ایدامامنا بروح القدس وبارك لنا فی عمرہٖ امرہٖ

حضور پرنور نے یہ تصویر ادارہ بدر کی درخواست پر ازراہ شفقت مرحمت فرمائی

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رضوان اللہ علیہم اجمعین

(دائیں سے بائیں کھڑے ہوئے) حضرت منشی کرم علی صاحب، مولوی عبداللہ عرب صاحب، مولوی محمد علی صاحب، حضرت میاں معراج الدین صاحب، حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی، حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب، مفتی فضل الرحمٰن صاحب، حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم۔ (کرسیوں پر دائیں سے بائیں) حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت مسیح موعود، گود میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی صاحب حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اور حضرت مولوی ...... (فرش پر بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں) حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی، حضرت حکیم قطب الدین صاحب، حضرت ملک شیر محمد صاحب جموں، حضرت مولوی شیر علی صاحب اور حضرت ......

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رضوان اللہ علیہم اجمعین

(کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں) ۱۔ حضرت شیخ رحمت اللہ ۲۔ حضرت مولوی عبدالکریم ۳۔ حضرت مسیح موعود ۴۔ حضرت مولوی غلام حسن پشاوری ۵۔ حضرت مولوی نورالدین ان کی گود میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد، (کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں) ۱۔ حضرت عبدالحمید ابن شیخ رحمت اللہ، ۲۔ حضرت حکیم فضل الٰہی لاہوری، ۳۔ حضرت منشی تاج الدین، ۴۔ حضرت میر ناصر نواب، ۵۔ حضرت ماسٹر غلام محمد سیالکوٹ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد انتہائی بائیں حضرت میر حامد شاہ۔ (بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں) ۱۔ حضرت خلیفہ رشید الدین ۲۔ حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم ۳۔ حضرت مفتی محمد صادق ۴۔ حضرت مرزا خدا بخش ۵۔ حضرت شیخ مولا بخش، ۶۔ حضرت شیخ عبدالرزاق ابن شیخ عبدالرحمٰن۔

حضرت صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کا تاریخی مکان بمقام لدھیانہ جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۳/مارچ ۱۸۸۹ء کو پہلی بیعت لی۔

مسجد مبارک قادیان

انعامی چیلنج

یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا

عیسیٰؑ کا اِنتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نااُمید اور بدظن ہو کر اِس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایمان افروز تصنیف ''تذکرۃ الشھادتین'' میں نہایت پُر شوکت الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اِس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے اِنتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اِس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا''۔ (تذکرۃ الشھادتین صفحہ ۶۷)

صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کیساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے

۲۰؍ ہزار روپئے کا اِنعامی چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''کتاب البریہ'' میں فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاوراتِ عرب میں مسافر کیلئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اُترے ہیں اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اُترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کرلیں''۔ (کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۲۲۵-۲۲۶)

تَوَفّی کا معنٰی قبضِ روح اور وفات

ایک ہزار روپئے کا اِنعامی چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''ازالہ اوہام'' میں فرماتے ہیں:-

''اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے، یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ تَوَفّی کا لفظ خدائے تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبضِ روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبضِ جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو مَیں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا۔ اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اِقرار کرلوں گا''۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۹)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شکر و سپاس

(کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اے خدا اَے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مِرے پیارے مِرے محسن مِرے پروردگار

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ مَیں آیا پسند !
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمتگزار

آسماں میرے لئے تونے بنایا اِک گواہ
چاند اور سُورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

تُونے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے
تاوہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تُو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرادے کرکے خوار

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضُعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اَے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں!
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اَے رُوبہ زارو نزار

کیوں عجب کرتے ہوگر مَیں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دَم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے
ہورہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آرہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِیْح جَاءَ الْمَسِیْح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار!!

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دِن اور یہ بہار

ساری دنیا میں احمدیت ہی احمدیت نظر آئے گی!

ارشاد سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مخالفین احمدیت خصوصاً اَحرار کو مخاطب کرکے حضورؓ نے فرمایا:-

"ہم اُن سے کہتے ہیں تم کیا، اگر دنیا کی ساری حکومتوں اور ساری قوموں کو بلا کر بھی اپنے ساتھ لے آؤ پھر بھی تم جیت جاؤ تو ہم جھوٹے۔ اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس چیز سے ٹکراتے ہیں۔ اگر اُنہوں نے ہم پر حملہ کیا تو چکنا چور ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم نے اُن پر حملہ کیا تو بھی وہ چکنا چور ہو جائیں گے۔ یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے اور یہ اُس کی مشیّت اور ارادہ ہے کہ اسے کامیاب کرے۔ اس کے خلاف کوئی اِنسانی طاقت کچھ نہیں کر سکتی۔ بیشک ہم کمزور ہیں، ضعیف ہیں۔ اِس کا ہمیں اقرار ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ پر ہمیں یقین ہے اور اس کے متعلق ہم کوئی ضُعف نہیں دکھا سکتے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اُن کو کُچل دیں گے۔ مگر یہ ضرور، یقیناً اور حتمی طور پر کہتے ہیں کہ خدا اُن کو کُچل دے گا۔ خواہ وہ کتنی بڑی فوجوں کے ساتھ ہمارے خلاف کھڑے ہو جائیں۔ لڑائی کا نام اِسلامی اِصطلاح میں آگ رکھا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ "آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے"۔

پس ہم پر غالب آنے کا خیال اُن کا محض وہم و گمان ہے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک کو قتل کر دیں۔ پھر قتل کر کے جلا دیں۔ اور پھر راکھ کو اُڑا دیں تو بھی دنیا میں احمدیت قائم رہے گی۔ ہر قوم، ہر ملک اور ہر براعظم میں پھیلے گی۔ اور ساری دنیا میں احمدیت ہی احمدیت نظر آئے گی۔ یہ خدا کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اِس کے خلاف جو زبان دراز ہو گی وہ زبان کاٹی جائے گی۔ جو ہاتھ اُٹھے گا وہ ہاتھ گرایا جائے گا۔ جو آواز بلند ہو گی وہ آواز بند کی جائے گی۔ جو قدم اُٹھے گا وہ قدم کاٹا جائے گا۔ اگر انگریز۔ جرمن۔ امریکن۔ فرانسیسی سب مل جائیں تو بھی جس طرح مچھر مَسلا جاتا ہے اسی طرح مسلے جائیں گے۔ اور ساری قومیں احمدیت کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی"۔

(الفضل ۱۰ر جنوری ۱۹۳۲ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۲)

وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال — دِل میں اُٹھتا ہے مرے سوسو اُبال
ابنِ مریمؑ مر گیا حق کی قسم — داخلِ جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر — اُس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے — ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں — یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شُد از کردگارِ بے چگوں — غور کُن در اَنَّهُمْ لَایَرْجِعُوْن
اے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا — موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا
یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں — چل بسے سب انبیاء و راستاں
ہاں نہیں پاتا کوئی اِس سے نجات — یوں ہی باتیں ہیں بنائی واہیات
کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے — ہے یہ دیں یا سیرتِ کفّار ہے
بر خلافِ نص یہ کیا جوش ہے — سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے
کیوں بنایا ابن مریم کو خُدا — سنّت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
کیوں بنایا اس کو باشانِ کبیر — غیب دان و خالق و حیّ و قدیر
مرگئے سب پر وہ مرنے سے بچا — اب تلک آئی نہیں اس پر فنا
ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا — اس خدا دانی پہ تیری مرحبا
مولوی صاحب یہی توحید ہے — سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے
کیا یہی توحید حق کا راز تھا — جس پہ برسوں سے تمہیں اِک ناز تھا
کیا بشر میں ہے خدائی کا نشاں — الاماں ایسے گماں سے الاماں
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں — دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں — خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے — جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا — ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب — کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ملینئم کی موقعہ پر خاص

اشتہار

نور الابصار صداقت آثار عیسائی صاحبوں کی ہدایت کیلئے

یاایہا المتنصرون ماکان عیسیٰ الا عبد من عباداللہ قد مات ود خل فی الموتیٰ فلا تحسبوہ حیًّا۔ بل ھو میت ولا تعبدو ا میتاً وانتم تعلمون۔اے حضرات عیسائی صاحبان! آپ لوگ اگر غور سے اس کتاب ازالہ اوہام کو پڑھیں گے تو آپ پر نہایت واضح دلائل کے ساتھ کھل جائے گا کہ در حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ موجود نہیں ہیں بلکہ وہ فوت ہو چکے اور اپنے فوت شدہ بزرگوں میں جا ملے۔ہاں وہ روحانی زندگی جو ابراہیم کو ملی۔ اسحاق کو ملی۔ یعقوب کو ملی۔ اسمٰعیل کو ملی اور بلحاظ رفع سب سے بڑھ کر ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ وہی زندگی بلا تفاوت حضرت عیسیٰ کو بھی ملی۔ اس بات پر بائبل سے کوئی دلیل نہیں ملتی کہ مسیح ابن مریم کو کوئی انوکھی زندگی ملی۔ بلکہ اس زندگی کے لوازم میں تمام انبیاء شریک مساوی ہیں۔ہاں باعتبار رفع کے اقرب الی اللہ مقام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔سوا ے حضرات عیسائی صاحبان! آپ لوگ اب ناحق کی ضد نہ کریں۔ مسیح ایک عاجز بندہ تھا جو فوت ہو گیا۔اور فوت شدہ لوگوں میں جا ملا۔ آپ لوگوں کیلئے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور ایک عاجز مخلوق کو خدا کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ آپ لوگ ذرہ سوچیں کہ مسیح اس دوسرے عالم میں اوروں سے کس بات میں زیادہ ہے۔ کیا انجیل اس بات کی گواہی نہیں دیتی کہ ابراہیم زندہ ہے؟ بلکہ لعاذر بھی؟ پھر مسیح لعاذر سے اپنی زندگی میں کس بات میں زیادہ ہے۔اگر آپ لوگ تحقیق سے نوشتوں کو دیکھیں تو آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ کسی بات میں زیادہ نہیں۔اگر آپ لوگ اس بارہ میں میرے ساتھ بحث کرنا چاہیں تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بحث میں مغلوب ہونے کی حالت میں حتی الوسع اپنے ہر یک تاوان کو جو آپ لوگ تجویز کریں دینے کو طیار ہوں بلکہ اپنی جان بھی اس راہ میں فدا کرنے کو حاضر ہوں۔ خداوند کریم نے میرے پر کھول دیا ہے کہ در حقیقت عیسیٰ ابن مریم فوت ہو گیا اور اب فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ سو آؤ دین اسلام اختیار کرو۔ وہ دین اختیار کرو جس میں حی لا یموت کی پرستش ہو رہی ہے نہ کسی مردہ کی۔ جس پر کامل طور پر چلنے سے ہر یک محب صادق خود مسیح ابن مریم بن سکتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(المشتہر غلام احمد قادیانی ۳ ستمبر ۱۸۹۱ء)

(از ازالہ اوہام)

ملینیئم کے موقع پر خاص

قرآن شریف کی وہ تیس آیتیں

جن سے مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ازالہ اوہام میں قرآن شریف سے جو تیس آیات وفات مسیحؑ کے ثبوت میں درج کی ہیں پیش خدمت ہیں۔

۱- پہلی آیت۔ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔(آل عمران : ۵۶) یعنی اے عیسٰی میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اُٹھانے والا اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔

۲-دوسری آیت جو مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے یہ ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ (نساء : ۱۵۹) یعنی مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہو کر مردود اور ملعون لوگوں کی موت سے نہیں مرا۔ جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اُٹھالیا۔ جاننا چاہئے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا۔(مریم : ۵۸) یہ آیت حضرت ادریس کے حق میں ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ ہم نے ادریس کو موت دے کر مکان بلند میں پہنچادیا۔ کیونکہ اگر وہ بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے تو پھر بوجہ ضرورت موت جو ایک انسان کیلئے ایک لازمی امر ہے یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ یا تو وہ کسی وقت اوپر ہی فوت ہو جائیں اور یا زمین پر آکر فوت ہوں۔ مگر یہ دونوں شق ممتنع ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جسم خاکی موت کے بعد پھر خاک ہی میں داخل کیا جاتا ہے اور خاک ہی کی طرف عود کرتا ہے۔ اور خاک ہی سے اس کا حشر ہوگا۔ اور ادریس کا پھر زمین پر آنا اور دوبارہ آسمان سے نازل ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ مقربین کیلئے ہوتی ہے کہ بعد موت اُن کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر:۵۶)

۳- تیسری آیت جو حضرت عیسٰی ابن مریم کے مرنے پر کھلی کھلی گواہی دے رہی ہے یہ ہے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ۔(مائدہ:۱۱۸) یعنی جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں توفی کے معنے یہ ہیں کہ روح کو قبض کرنا اور جسم کو بیکار چھوڑ دینا۔ جیسا کہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے کہ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ۔(سجدہ:۱۲) اور پھر فرماتا ہے وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ (یونس:۱۰۵) اور پھر فرماتا ہے کہ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ (نساء:۱۶) اور پھر فرماتا ہے حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ (الجزو نمبر ۸ سورۃ الاعراف) اور پھر فرماتا ہے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔ (انعام:۶۲) ایسا ہی قرآن شریف کے تیئیس مقام میں برابر توفی کے معنے اماتت اور قبض روح ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض علماء نے محض الحاد اور تحریف کی رُو سے اس جگہ تَوَفَّیْتَنِیْ سے مراد رَفَعْتَنِیْ لیا ہے اور اس طرف ذرہ خیال نہیں کیا کہ یہ معنے نہ لغت کے مخالف بلکہ سارے قرآن کے مخالف ہیں۔ پس یہی تو الحاد ہے کہ جن خاص معنوں کا قرآن کریم نے اوّل سے آخر تک التزام کیا ہے ان کو بغیر کسی قرینہ قویہ کے ترک کر دیا گیا ہے۔ تَوَفِّیْ کا لفظ نہ صرف قرآن کریم میں بلکہ جا بجا احادیث نبویہ میں بھی وفات دینے اور قبض روح کے معنوں پر ہی آتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے غور سے صحاح ستہ کو دیکھا تو ہر ایک جگہ جو توفی کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا ہے یا کسی صحابی کے منہ سے تو انہیں معنوں میں محدود پایا گیا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کسی ایک صحیح حدیث میں بھی کوئی ایسا تَوَفِّی کا لفظ نہیں ملے گا جس کے کوئی اور معنے ہوں۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ اسلام میں بطور اصطلاح کے قبض روح کیلئے یہ لفظ مقرر کیا گیا ہے تا روح کی بقاء پر دلالت کرے۔ افسوس کہ بعض علماء جب دیکھتے ہیں کہ توفی کے معنے حقیقت میں وفات دینے کے ہیں تو پھر یہ دوسری تاویل پیش کرتے

ہیں کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں جس توفی کا ذکر ہے وہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد واقع ہوگی۔ لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرّہ بھی شرم نہیں کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے پہلے یہ آیت ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسیٰ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الخ (مائدہ:۱۱۷) اور ظاہر ہے کہ قَالَ کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔ اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ وہ بھی بصیغہ ماضی ہے اور اس قصہ سے پہلے جو بعض دوسرے قصے قرآن کریم میں اسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی انہیں معنوں کے موئد ہیں۔ مثلاً یہ قصہ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ (البقرہ:۳۱) کیا اس کے یہ معنے کرنے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کسی استقبال کے زمانہ میں ملائکہ سے ایسا سوال کرے گا ماسوا اس کے قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور بازپرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔

۴- چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ (النساء:۱۶۰) اور ہم اسی رسالہ میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔

۵- پانچویں یہ آیت ہے مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ (مائدہ:۷۶) یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور اُن کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جیسا کہ کانا کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گذشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے اب ہر یک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم طعام کھانے سے اسی وجہ سے روکی گئی کہ وہ فوت ہو گئی اور چونکہ کانا کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسیٰ بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں لہٰذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ اُن کی موت بھی ماننی پڑی کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکے گئے لیکن حضرت ابن مریم کسی اَور وجہ سے۔ اور جب ہم اس آیت مذکورہ بالا کو اس دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں کہ مَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ (الانبیاء:۹) جس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو۔ تو اس یقینی اور قطعی نتیجہ تک ہم پہنچ جائیں گے کہ فی الواقعہ حضرت مسیح فوت ہو گئے کیونکہ پہلی آیت سے ثابت ہو گیا کہ اب وہ کھانا نہیں کھاتے اور دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ جب تک یہ جسم خاکی زندہ ہے طعام کھانا اس کے لئے ضروری ہے۔ اس سے قطعی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

۶- چھٹی آیت یہ ہے وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ۔ (الانبیاء:۹) اس آیت کا پہلی آیت کے ساتھ ابھی بیان ہو چکا ہے اور درحقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ جبکہ کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا سنت اللہ ہے تو پھر حضرت مسیح کیونکر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں۔ اور اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔ (الاحزاب:۶۳) اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ اُن کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی اُن کو بھی مار چکی ہے۔ بیشک ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ اُن کی بھی کامل زندگی ہے۔ مگر وہ دنیا کی ایک ناقصہ کثیفہ زندگی سے نجات پا گئے ہیں۔ دنیا کی زندگی کیا چیز ہے اور کیا حقیقت۔ ایک جاہل اسی کو بڑی چیز سمجھتا ہے اور ہر یک قسم کی زندگی کو جو قرآن شریف میں مذکور و مندرج ہے اسی کی طرف گھسیٹتا ہوا چلا جاتا ہے۔ وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ دنیوی زندگی تو ایک ادنیٰ درجہ کی زندگی ہے جس کے ارذل حصہ سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پناہ مانگی ہے اور جس کے ساتھ نہایت غلیظ اور مکروہ لوازم لگے ہوئے ہیں۔ اگر ایک انسان کو اس سفلی زندگی سے ایک بہتر زندگی حاصل ہو جائے اور سنت اللہ میں فرق نہ آوے تو اس سے زیادہ اور کونسی خوبی ہے۔

۷- ساتویں آیت یہ ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ (آل عمران:۱۴۵) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک نبی ہیں اُن سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔ اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو اُن کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کیلئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی۔

۸- آٹھویں آیت یہ ہے وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ

فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔(الانبیاء:۳۵) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ پس کیا اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔ اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے بچا نہیں اور نہ آئندہ بچے گا۔ اور لغت کے رُو سے خلود کی مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے۔ کیونکہ تغیّر موت اور زوال کی تمہید ہے پس نفی خلود سے ثابت ہوا۔ کہ زمانہ کی تاثیر سے ہر یک شخص کی موت کی طرف حرکت ہے اور پیرانہ سالی کی طرف رجوع اور اس سے مسیح ابن مریم کا بوجہ امتداد زمانہ اور شیخ فانی ہو جانے کی باعث سے فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔

۹- نویں آیت تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (بقرہ:۱۳۵) یعنی اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا۔ اُن کے اعمال اُن کیلئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ اور اُن کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

۱۰- دسویں آیت وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا۔(مریم:۳۲) اس کی تفصیل ہم اسی رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کیلئے حضرت عیسیٰ کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ ان کی نماز کی حالت میں اُن کے پاس یونہی پڑے رہتے ہیں مُردے جو ہوئے۔ اور جب دنیا میں حضرت عیسیٰ آئیں گے تو بر خلاف اس وصیت کے اُمتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے۔

۱۱- گیارہویں آیت وَسَلَامٌ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔ (مریم:۳۴) اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تھے۔ صرف تین بیان کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقعہ ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔

۱۲- بارہویں آیت وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا۔(الحج:۶) اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں۔ یہاں تک کہ ارذل کی عمر کی طرف ردّ کئے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت بھی مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگر زیادہ عمر پاوے تو دن بدن ارذل عمر کی طرف حرکت کرتا ہے یہاں تک کہ بچے کی طرح نادان محض ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔

۱۳- تیرھویں یہ آیت ہے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔ (بقرہ:۳۷) یعنی تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہو گے یہاں تک اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے۔ یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے کیونکہ لَكُمْ جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اس بات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر جا نہیں سکتا بلکہ زمین سے ہی نکلا اور زمین میں ہی رہے گا اور زمین میں ہی داخل ہو گا۔

۱۴- چودھویں یہ آیت ہے وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ۔ یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو اُلٹا دیتے ہیں۔ یعنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ حواس میں اس کے فرق آ جاتا ہے۔ عقل اس کی زائل ہو جاتی ہے۔ اب اگر مسیح ابن مریم کی نسبت فرض کیا جائے کہ اب تک جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ایک مدت دراز سے اُن کی انسانیت کے قویٰ میں بکلی فرق آ گیا ہو گا اور یہ حالت خود موت کو چاہتی ہے اور یقینی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مدت سے وہ مر گئے ہوں گے۔

۱۵- پندرھویں آیت یہ ہے اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً۔(روم:۵۵) یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دے دی۔ پھر قوت کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔ یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے۔ کہ کوئی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں اور ہر یک مخلوق اس محیط قانون میں داخل ہے کہ زمانہ اُس کی عمر پر اثر کر رہا ہے یہاں تک کہ تاثیر زمانہ کی سے وہ پیر فرتوت ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔

۱۶- سولھویں آیت یہ ہے۔ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ الخ۔(یونس:۲۵) یعنی اس زندگی دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کاٹی جاتی ہے۔ یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے اوّل کمال کی طرف رُخ کرتا ہے پھر اس کا زوال ہو جاتا ہے

کیااس قانون قدرت سے مسیح باہر رکھا گیا ہے۔

۱۷- سترھویں آیت ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ (المومنون:۱۶) یعنی اوّل رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ تم کو کمال تک پہنچاتا ہے اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہاں تک کہ مر جاتے ہو یعنی تمہارے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی قانون قدرت ہے کوئی بشر اس سے باہر نہیں۔اے خداوند قدیر اپنے اس قانون قدرت کے سمجھنے کیلئے اِن لوگوں کو بھی آنکھ بخش جو مسیح ابن مریم کو اس سے باہر سمجھتے ہیں۔

۱۸- اٹھارھویں آیت اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (زمر:۲۲) ان آیات میں بھی مثال کے طور پر یہ ظاہر کیا ہے کہ انسان کھیتی کی طرح رفتہ رفتہ اپنی عمر کو پورا کر لیتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔

۱۹- اُنیسویں آیت یہ ہے وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (الفرقان:۲۱) یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔اور پہلے ہم بہ نص قرآنی ثابت کر چکے ہیں کہ دنیوی حیات کے لوازم میں سے طعام کا کھانا ہے سو چونکہ وہ اب تمام نبی طعام نہیں کھاتے لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب فوت ہو چکے ہیں جن میں بوجہ کلمہ حصر مسیح بھی داخل ہے۔

۲۰- بیسویں آیت یہ ہے وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (سورۃ النحل:۲۱،۲۲)

یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں۔مر چکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ دیکھو یہ آیتیں کس قدر صراحت سے مسیح اور اُن سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر رہی ہیں جن کو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنا معبود ٹھہراتے تھے اور اُن سے دُعائیں مانگتے تھے۔ اگر اب بھی آپ لوگ مسیح ابن مریم کی وفات کے قائل نہیں ہوتے تو سیدھے یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمیں قرآن کریم کے ماننے میں کلام ہے۔ قرآن کریم کی آیتیں سن کر پھر وہیں ٹھہر نہ جانا کیا ایمانداروں کا کام ہے۔

۲۱- اکیسویں آیت یہ ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔(الاحزاب:۴۱) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آ نہیں سکتا۔ کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابقیامت منقطع ہے۔ اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا۔ اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ ہو گیا مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تاہم اس کی رسالت جو اس کیلئے لازم غیر منفک ہے اُسے دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔ ماسوا اس کے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہونا اس قسم کا نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے بلکہ شہداء کی زندگی کے موافق ہے جس میں مراتب قرب و کمال حاصل ہوتے ہیں۔ اس قسم کی حیات کا قرآن کریم میں جابجا بیان کیا ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے یہ آیت قرآن شریف میں درج ہے۔ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ۔(شعراء:۸۲) یعنی وہ خدا جو مجھے مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے۔ اس موت اور حیات سے مراد صرف جسمانی موت اور حیات نہیں بلکہ اس موت اور حیات کی طرف اشارہ ہے جو سالک کو اپنے مقامات و منازل سلوک میں پیش آتی ہے۔ چنانچہ وہ خلق کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور خالق حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اور پھر اپنے رفقاء کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور رفیق اعلیٰ کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر اپنے نفس کی محبت ذاتی سے مارا جاتا ہے اور محبوب حقیقی کی محبت ذاتی کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی موتیں اس پر وارد ہوتی رہتی ہیں اور کئی حیاتیں۔ یہاں تک کہ کامل حیات کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے سو وہ کامل حیات جو اس سفلی دنیا کے چھوڑنے کے بعد ملتی ہے وہ جسم خاکی کی حیات نہیں بلکہ اَور رنگ اور شان کی حیات ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (عنکبوت:۶۵)

۲۲- بائیسویں آیت یہ ہے فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔(نحل:۴۴) یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور اُن کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جاوے۔ سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ

کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو تو وہی آجاتا ہے یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہمشکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کر چکے ہیں اور اُن کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے۔ دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل جو ایلیا کا دوبارہ آسمان سے اُترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرمایا ہے۔

۲۳- تیئیسویں آیت یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔(فجر:۲۸) یعنی اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پھر اس کے بعد میرے اُن بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میرے بہشت کے اندر آ۔ اس آیتؔ سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گزشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنے صحیح میں لکھا ہے۔ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے لہٰذا حسب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا۔ اٰمنا بکتاب اللّٰہ القرآن الکریم و کفرنا بکل مایخالفہٗ ایّھا الناس اتبعوا ما انزل الیکم من ربّکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء۔ قد جاء تکم موعظة من ربّکم وشفاء لّمافی الصدور۔ فاتبعوہ۔ ولا تتبعوالسبل فتفرق بکم عن سبیہ۔

۲۴- چوبیسویں آیت یہ ہے اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ (روم:۴۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں۔ پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے پھر تکمیل اور تربیت کیلئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقسوم اُسے ملتا ہے پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے۔ پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں۔ جس کی رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں حالانکہ قرآن کریم اوّل سے آخر تک یہ التزام رکھتا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے ذکر کرنے کے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فی الفور اس قاعدہ کلیہ سے اس کو باہر نکال لیتا ہے یا اس کے واقعات خاصہ بیان کر دیتا ہے۔

۲۵- پچیسویں آیت یہ ہے کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ وَّیَبۡقٰی وَجۡهُ رَبِّکَ ذُوالۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ (الرحمٰن:۲۷) یعنی ہریک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے یعنی دمبدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے۔ مطلب یہ کہ ہریک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت ہے اور کوئی وقت اس حرکت سے خالی نہیں۔ وہی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بڈھا اور بڈھے کو قبر میں ڈال دیتی ہے اور اس قانون قدرت سے کوئی باہر نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فانٍ کا لفظ اختیار کیا یفنٰی نہیں کہا تا معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں یکدفعہ واقعہ ہو گی بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کیساتھ جس میں بموجب نص صریح کے ہر دم فنا کام کر رہی ہے بلا تغیر وتبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اُس پر اثر نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات الارض سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ اے حضرات مولوی صاحبان کہاں گئی تمہاری توحید اور کہاں گئے وہ لمبے چوڑے دعوے اطاعتِ قرآنِ کریم کے۔ ھل منکم رجل فی قلبہ عظمة القراٰن متقال ذرّة؟

۲۶- چھبیسویں آیت اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ۔(القمر:۵۵) یعنی متقی لوگ جو خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہریک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنّات اور نہر میں ہیں صدق کی نشست گاہ میں بااقتدار بادشاہ کے پاس۔ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے دخول جنّت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ سو اگر رافعک الیّ کے یہی معنے ہیں جو مسیح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا تو بلاشبہ وہ جنت میں بھی داخل ہو گیا جیسا کہ دوسری آیت یعنی ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ جو رَافِعُکَ اِلَیَّ کے ہم معنی ہے بصراحت اسی پر دلالت کر رہی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھائے جانا اور گزشتہ مقربوں کی جماعت میں شامل ہو جانا اور بہشت میں داخل ہو جانا یہ تینوں مفہوم ایک ہی آن میں پورے ہو جاتے ہیں۔ پس اس آیت سے بھی مسیح ابن مریم کا فوت ہونا ہی ثابت ہوا۔ فالحمدللہ الذی احق الحق وابطل الباطل ونصر عبدہ و ایّد ماً مورہ۔

۲۷- ستائیسویں آیت یہ ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَهَا وَهُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ۔ (انبیاء:۱۰۲) یعنی جو لوگ جنتی ہیں اور اُن کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے۔ وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذات میں ہیں۔ اس آیت سے مراد حضرت عزیر اور حضرت مسیح ہیں اور اُن کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے اُن کی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔

۲۸- اٹھائیسویں آیت اَیْنَ مَاتَکُوْنُوا یُدْرِ کْکُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِی بُرُوجٍ مُّشَیَّدَۃٍ۔ (نساء:۷۹) یعنی جس جگہ تم ہو اُسی جگہ موت تمہیں پکڑے گی اگرچہ تم بڑے مرتفع بُرجوں میں بودو باش اختیار کرو۔ اس آیت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر یک جگہ جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں۔ یہی سنّت اللہ ہے اور اس جگہ بھی استثناء کے طور پر کوئی ایسی عبارت بلکہ ایک ایسا کلمہ بھی نہیں لکھا گیا ہے جس سے مسیح باہر رہ جاتا۔ پس بلاشبہ یہ اشارۃ النص بھی مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کر رہے ہیں۔ موت کے تعاقب سے مراد زمانہ کا اثر ہے جو ضعف اور پیری یا امراض و آفات منجرالی الموت تک پہنچاتا ہے۔ اس سے کوئی نفس مخلوق خالی نہیں۔

۲۹- انتیسویں آیت مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا۔ (حشر:۸) یعنی رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ لہٰذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے۔ سو پہلے وہ حدیث سُنو جو مشکوٰۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ یہ ہے۔

وعنه قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم اعمار امتى مابين الستين الى السبعين واقلهم من يجوز ذالك رواه الترمذى وابن ماجه۔ یعنی اکثر عمریں میری اُمّت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی۔ اور ایسے لوگ کمتر ہونگے جو ان سے تجاوز کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امّت کے شمار میں ہی آگئے ہیں۔ پھر اتنا فرق کیونکر ممکن ہے کہ اَور لوگ ستّر برس تک مشکل سے پہنچیں اور اُن کا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گزر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آکر پھر چالیس یا پینتالیس برس زندہ رہیں گے پھر دوسری حدیث مسلم کی ہے جو جابر سے روایت کی گئی ہے اور وہ یہ ہے۔ وعن جابر قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول قبل ان يموت بشهرٍ تسئلونى عن الساعة وانّما علمها عند الله واقسم بالله ماعلى الارض من نفسٍ منفوسة ياتى عليها مائة سنة وهى حية رواه مسلم اور روایت ہے جابر سے کہا سُنا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسی زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گزرے اور وہ زندہ رہے۔ اس حدیث کے معنی ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے کہ تا آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ماعلی الارض میں داخل ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی جسم خاکی زمین پر رہے تو فوت ہو جائے گا اور اگر آسمان پر چلا جائے تو فوت نہیں ہوگا۔ کیونکہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا تو خود بموجب نص قرآن کریم کے ممتنع ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔

۳۰- تیسویں آیت یہ ہے اَوْتَرْقٰی فِی السَّمَآءِ...قُلْ سُبْحَانَ رَبِّی ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلاً۔ (بنی اسرائیل:۹۴) یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لے آویں گے۔ اِن کو کہہ دے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دارالابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھلاوے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں کہ ایک آدمی۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لے جاوے اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر جانا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہر جائے گا اور کلام الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا لہٰذا قطعی اور یقینی یہی امر ہے کہ حضرت مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے ہیں بھلا ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا موت کے بعد حضرت یحییٰ اور حضرت آدم اور حضرت ادریس اور حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف وغیرہ آسمان پر اُٹھائے گئے تھے۔ یا نہیں اگر نہیں اُٹھائے گئے تو پھر کیونکر معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو آسمانوں میں دیکھا اور اگر اُٹھائے گئے تھے تو پھر ناحق مسیح ابن مریم کی رفع کے کیوں اور طور پر معنے کئے جاتے ہیں تعجب کہ توفی کا لفظ جو صریح وفات پر دلالت کرتا ہے جابجا ان کے حق میں موجود ہے اور اُٹھائے جانے کا نمونہ بھی بدیہی طور پر کھلا ہے کیونکہ وہ انہیں فوت شدہ لوگوں میں جا ملے جو ان سے پہلے اُٹھائے گئے تھے اور اگر کہو کہ وہ لوگ اُٹھائے نہیں گئے تو میں کہتا ہوں کہ وہ پھر آسمان میں کیونکر پہنچ گئے آخر اُٹھائے گئے تبھی تو آسمان میں پہنچے کیا تم قرآن شریف میں یہ آیت نہیں پڑھتے۔ ورفعنه مكانا عليا کیا یہ وہی رفع نہیں ہے جو مسیح کے بارہ میں آیا ہے؟ کیا اس کے اُٹھائے جانے کے معنے نہیں ہیں فانی تصرفون۔

ملینئم کے موقع پر خاص

وفات مسیح ناصری

از روئے احادیث و بزرگان اُمّت

از: محترم مولانا قاضی نذیر احمد صاحب مرحوم

احادیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی معیّن عمر ایک سو بیس سال مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوفِّيَ فِيْهِ لِفَاطِمَةَ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً وَاَنَّهُ عَارَضَنِي الْقُرْاٰنَ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ الَّذِيْ قَبْلَهُ وَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَاشَ عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ سَنَةٍ وَلَا اَرَانِيْ اِلَّا ذَاهِبًا عَلٰى رَأْسِ السِّتِّيْنَ۔

(حج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ نیز کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۶۰ روایت فاطمہؓ)

ترجمہ: امّ المومنین حضرت عائشہؓ سے راویت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس مرض میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جبریل ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کریم دہراتے تھے اور اس سال انہوں نے دو دفعہ میرے ساتھ قرآن دہرایا ہے اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر ضرور زندہ رہا ہے اور انہوں نے مجھے یہ بھی خبر دی کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اور میں اپنے آپ کو نہیں سمجھتا مگر صرف ساٹھ سال کی عمر کے سرے پر جانے والا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آکر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّكُمْ تَخَافُوْنَ مَوْتَ نَبِيِّكُمْ هَلْ خَلَدَ نَبِيٌّ قَبْلِيْ فِيْمَنْ بُعِثَ اِلَيْهِ فَاَخْلُدُ فِيْكُمْ۔

(المواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۸)

کہ اے لوگو! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈرتے ہو بتاؤ کیا مجھ سے پہلے کسی نبی نے ہمیشہ کی زندگی ان لوگوں کے درمیان پائی ہے جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے کہ میں تم میں ہمیشہ کی زندگی پاؤں گا"۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَوْكَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔

(الیواقیت والجواہر مصنفہ عبد الوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی اگر موسیٰ اور عیسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

اس حدیث کو ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ پر نقل کیا ہے۔ اور اسی حدیث کو مدّنظر رکھتے ہوئے امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

لَوْكَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهِ۔ (مدارج السالکین مصنفہ امام ابن قیم جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ قلمی)

کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوتے۔

اس حدیث کو اہل سنت کے علماء کے علاوہ شیعہ علماء نے بھی قبول کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"نیز خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است لَوْكَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى فِيْ حَيَاتِهِمَا مَاوَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ یعنی اگر موسیٰ و عیسیٰ در دنیا می بودند ممکن نمی بود ایشاں را مگر آنکہ متابعت من کردند"۔ (رسالہ بشارات احمدیہ مصنفہ علی حائری صفحہ ۲۴)

اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر حاشیہ صفحہ ۱۱۲ (مطبوعہ ۱۹۵۵ء) پر یہ حدیث یوں لکھی ہے۔

لَوْکَانَ عِیْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔

کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

پہلی حدیثوں میں حضرت موسیٰ اور عیسیٰ دونوں نبیوں کے زندہ نہ ہونے کا ذکر ہے اور شرح اکبر مطبوعہ مصر کی حدیث میں صرف عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ نہ ہونے والی حدیث بیان ہوئی ہے۔ علی حائری کا "فِیْ حَیَاتِہِمَا" کا ترجمہ "در دنیا مے بودند"۔ درست نہیں بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں حیات ہیں یعنی زندہ ہوتے تو ان کیلئے میری اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

اختلافِ حُلیتین

صحیح بخاری میں دو احادیث ایسی ہیں جن میں عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

ایک حدیث تو وہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء گزشتہ کو کشفی رنگ میں دیکھا۔ اس میں حضور فرماتے ہیں:

رَأَیْتُ عِیْسٰی وَمُوْسٰی وَاِبْرَاہِیْمَ فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰی فَاٰدَمُ جَسِیْمٌ سَبِطُ الشَّعْرِ کَاَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ وَاَمَّا اِبْرَاہِیْمُ فَانْظُرُوْا اِلٰی صَاحِبِکُمْ۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق)

کہ میں نے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا حضرت عیسیٰ سُرخ رنگ کے اور گھنگریالے بالوں والے اور چوڑے سینے والے تھے اور حضرت موسیٰؑ گندم گوں، جسیم اور سیدھے بالوں والے تھے گویا زط قبیلے کے مردوں میں سے ہوں اور حضرت ابراہیمؑ کو دیکھنا ہو تو اپنے ساتھی کو یعنی مجھے دیکھو۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کشف میں گزشتہ فوت شدہ انبیاء کو دیکھا تھا جن میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے۔

دوسری حدیث میں ایسے کشف کا بیان ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ کے حالات دکھائے گئے اور حضورؐ نے دجال وغیرہ کو دیکھا۔ اس میں حضورؐ نے اُمت میں سے آنے والے مسیح موعود کو بھی دیکھا اور اس کا جو حلیہ بیان فرمایا وہ پہلے حلیہ سے قطعی مختلف ہے اس سے ثابت ہوا کہ آنے والے مسیح موعود کو عیسیٰ بن مریم کا نام شدید مماثلت کی وجہ سے دیا گیا نہ یہ کہ پہلا مسیح اور وہ ایک ہی شخصیت ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبِطُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا ھٰذَا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ۔ (صحیح بخاری باب ذکر الدجال)

کہ اس حالت میں کہ میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں، ایک آدمی گندم گوں، سیدھے بالوں والا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ عیسیٰ بن مریم ہے۔

اسی حدیث میں آگے چل کر ذکر ہے کہ آنحضرتؐ نے دجال کو بھی دیکھا جس سے واضح ہے کہ یہ حلیہ آنے والے مسیح کا ہے جیسا کہ واقعات نے ثابت بھی کر دیا۔

اجماعِ اُمّت

اہل اسلام کا یہ متفق عقیدہ ہے کہ قرآن کریم سنتِ نبوی اور حدیث کے بعد چوتھے درجہ پر اجماع ایک شرعی حجت ہے جس کا ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات صحابہؓ کے لئے ایک ناقابل برداشت صدمہ تھا اور ان میں سے بعض فرطِ محبت سے اس حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ ان صحابہ میں سے تھے جو آنحضرتؐ کو وفات یافتہ تصور ہی نہیں کر پائے تھے چنانچہ لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یَمُوْتُ حَتّٰی یَقْتُلَ اللّٰہُ الْمُنَافِقِیْنَ۔ (در منثور الامام جلال الدین السیوطی جلد ۴ صفحہ ۳۱۸)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور اس وقت تک وفات نہیں پائینگے جب تک اللہ تعالیٰ منافقین کو قتل نہیں کر دیتا۔

اس نازک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا آپؓ نے تمام غمزدہ صحابہ کرامؓ کو ایک جگہ جمع فرمایا، منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور صحابہؓ کرام کو عموماً اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خصوصاً مخاطب کر کے فرمایا۔

اَیُّھَا الرَّجُلُ ارْبَعْ عَلٰی نَفْسِکَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْمَاتَ اَلَمْ تَسْمَعْ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ وَقَالَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِتَّ

فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ ثُمَّ تَلَا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۳۱۸)

ترجمہ: اے شخص! اپنے آپ پر قابو رکھ۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے ہیں کیا تم نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں سُنی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ (کہ تو بھی مرنے والا ہے اور یہ بھی مرنے والے ہیں) اور اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تُو تو وفات پائے اور وہ ہمیشہ (زندہ) رہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ الخ۔ کہ محمدؐ صرف اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں۔ اگر آپؐ وفات پائیں۔ یا قتل ہوں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟

اور بخاری شریف میں اس واقعہ کا ذکر یوں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَمَّا بَعْدُ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَایَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ -الخ۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

کہ تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے تو وہ سن لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پاگئے ہیں اور جو تم میں سے اللہ کی عبادت کرتے تھے تو اللہ زندہ ہے اور وہ نہیں مرتا۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسول ان سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں۔

بخاری میں آتا ہے کہ یہ آیت جب حضرت عمرؓ اور صحابہؓ نے سنی تو انہیں یوں محسوس ہوا کہ یہ آج نازل ہوئی ہے اور انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بشر تھے، ایک رسول تھے اور بشری تقاضے کے ماتحت آج تک جتنے رسول آئے وہ جب وفات پاگئے تو آنحضرت کیوں فوت نہیں ہو سکتے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اس آیت سے استدلال کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک تمام انبیاء گزشتہ بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں اگر واقعہ یہ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود محض رسول ہونے کے اس وقت تک زندہ ہوتے یا صحابہ کرامؓ انہیں زندہ سمجھتے تو ان کے سامنے یہ آیت قابل استدلال ہی نہ ہوتی اور وہ صحابہؓ جو آنحضرتؐ کی وفات کے صدمہ سے زخمی تھے وہ ضرور بول اُٹھتے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام رسول ہو کر اب تک زندہ ہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات پانا کیونکر ضروری ٹھہرا۔ مگر کسی صحابی کا اعتراض مروی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ دلیل جو حضرت ابو بکرؓ نے تمام گزشتہ نبیوں کی وفات پر پیش کی کسی صحابی سے اس کا انکار مروی نہیں۔ حالانکہ اس وقت سب صحابی موجود تھے اور سب سُن کر خاموش ہو گئے۔ اس سے ثابت ہے کہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا اور صحابہ کا اجماع حجّت ہے جو کبھی ضلالت پر نہیں ہوتا“۔ (تریاق القلوب صفحہ ۲۸۵ حاشیہ)

یہ صحابہ کرامؓ کا پہلا اجماع ہے جو اس بات پر ہوا کہ رسول کریم صلعم سے پہلے تمام انبیاء وفات پاگئے ہیں۔ سو رسول کریم صلعم بھی وفات پاچکے ہیں۔ نہ کہ ان پر کوئی خاص حالت زندگی میں طاری ہے جس سے ان کی وفات پانے کا شبہ ہو سکتا ہے۔

وفات مسیحؑ اور بزرگانِ اُمّت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ:

آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ قُبِضَ اللَّیْلَةَ رَجُلٌ لَمْ یَسْبِقْهُ الْاَوَّلُوْنَ وَلَا یُدْرِکُهُ الْاٰخِرُوْنَ... وَلَقَدْ قُبِضَ فِی اللَّیْلَةِ الَّتِیْ عُرِجَ فِیْهَا بِرُوحِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ لَیْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ مِنْ رَمَضَانَ۔ (طبقات کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶)

ترجمہ: لوگو! آج رات ایک ایسے شخص کی روح قبض کی گئی ہے جس سے پہلے بھی آگے نہ بڑھ سکے اور پچھلے بھی اس کے مقام کو نہ پاسکیں گے ... اور آپ کی روح اس رات قبض کی گئی ہے جس رات عیسیٰ بن مریم کی روح اُٹھائی گئی یعنی رمضان کی ستائیسویں رات کو۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ عقیدہ رکھتے تھے ستائیسویں رمضان کو عیسیٰ علیہ السلام مع جسم آسمان پر نہیں چڑھائے گئے، بلکہ صرف آپ کی روح کو اٹھایا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ

آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ

کی تفسیر میں لکھا ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْنَاهُ اِنِّیْ مُمِیْتُکَ (تفسیر خازن مصنفہ علامہ علاء الدین علی بن محمد جلد ا صفحہ ۲۸۵)

نیز بخاری کتاب التفسیر میں لکھا ہے مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ میں تجھے مار دینے والا ہوں۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ

کے متعلق لکھا ہے۔

وَالْاَکْثَرُ اَنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَقَالَ مَالِکٌ مَاتَ (مجمع البحار)

کہ اکثر کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے وفات نہیں پائی، لیکن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وہ فوت ہوگئے ہیں۔

حضرت امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ

کا مذہب یوں لکھا ہے:

تَمَسَّکَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْاٰیَةِ وَقَالَ بِمَوْتِهٖ۔ (جلالین حاشیہ زیر آیت فلما توفیتنی)

علامہ ابن حزمؒ نے آیت کے ظاہری معنوں کو اختیار کیا ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل تھے۔

حافظ ابن القیّم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَاَمَّا مَا یُذْکَرُ عَنِ الْمَسِیْحِ اَنَّهٗ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ وَلَهٗ ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُوْنَ سَنَةً فَهٰذَا لَایُعْرَفُ لَهٗ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ یَجِبُ الْمَصِیْرُ اِلَیْهِ۔

(زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۲۰ مطبوعہ مطبعۃ یمنیۃ مصر۔ نیز دیکھئے فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹ مولفہ صدیق بن حسن القنوجی)

"کہ یہ جو حضرت مسیح کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے اور ان کی عمر ۳۳ سال تھی اس کی کوئی متصل سند ایسی نہیں ملتی جس کی طرف رجوع واجب ہو"۔

نیز آپ زاد المعاد مصری جلد ا صفحہ ۳۰۴ پر تحریر فرماتے ہیں:-

لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَقَامِ خَرْقِ الْعَوَائِدِ حَتّٰی شُقَّ بَطْنُهٗ وَهُوَ حَیٌّ لَایَتَاَلَّمُ بِذٰلِکَ عُرِجَ بِذَاتِ رُوْحِهِ الْمُقَدَّسَةِ حَقِیْقَةً مِنْ غَیْرِ اِمَاتَةٍ وَمَنْ سِوَاهُ لَایَنَالُ بِذَاتِ رُوْحِهِ الصُّعُوْدَ اِلَی السَّمَاءِ اِلَّا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْمُفَارَقَةِ فَالْاَنْبِیَاءُ اِنَّمَا اسْتَقَرَّتْ اَرْوَاحُهُمْ هُنَاكَ بَعْدَمُفَارَقَةِ الْاَبْدَانِ وَرُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَتْ اِلٰی هُنَاكَ فِیْ حَالِ الْحَیَاةِ ثُمَّ عَادَتْ وَبَعْدَ وَفَاتِهٖ اسْتَقَرَّتْ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی مَعَ اَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ۔

چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرقِ عادات کے مقام پر تھے یہاں تک کہ آپ کا پیٹ پھاڑا گیا اس حال میں کہ آپؐ زندہ رہے اور اس سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی اور پھر حضورؐ کو اپنی مقدس روح کے ساتھ حقیقتاً موت کے بغیر معراج ہوا اور آپؐ کے سوا کوئی اور شخص اپنی روح کے ساتھ آسمان کی طرف صعود صرف موت اور مفارقتِ بدن کے بعد ہی حاصل کرتا ہے۔ پس تمام انبیاء کی ارواح نے آسمان پر موت اور مفارقتِ بدن کے بعد ہی قرار پکڑا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح نے زندگی کے عالم میں ہی آسمان پر صعود کیا۔ پھر واپس آئی اور آپ کی وفات کے بعد رفیق اعلیٰ میں نبیوں کی روحوں کیساتھ متمکن ہوگئی۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ

زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ لکھتے ہیں:

قِیْلَ هٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ تَوَفَّاهُ قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَهٗ (فتح القدیر قلمی صفحہ ۴)

کہا گیا ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع کرنے سے پہلے انہیں وفات دیدی تھی۔

ابو عبد اللہ محمد بن یوسف

زیر آیت ہذا لکھتے ہیں:

قَالَ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ تَوَفَّاهُ وَفَاتَ الْمَوْتِ قَبْلَ اَنْ یَّرْفَعَهٗ۔ (بحر محیط جزء ۴ صفحہ ۶۱)

انہوں نے کہا کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے انہیں موت والی وفات ان کا رفع کرنے سے پہلے دی۔

علامہ جبائی

مشہور شیعہ مفسر زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ لکھتے ہیں:

وَفِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ دَلَالَةٌ اَنَّهٗ اَمَاتَ عِیْسٰی وَتَوَفَّاهُ ثُمَّ رَفَعَهٗ اِلَیْهِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اوّل زیر آیت ہذا)

اس آیت میں یہ دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو موت دی اور پھر ان کا رفع اپنی طرف کیا۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

رَفْعُ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اتِّصَالُ رُوْحِهٖ عِنْدَ الْمُفَارَقَةِ عَنِ الْعَالَمِ السِّفْلِیِّ بِالْعَالَمِ الْعُلْوِیِّ

وَكَوْنُهُ فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ إِشَارَةٌ اَنَّ مَصْدَرَ فَيْضَانِ رُوْحِهِ رُوْحَانِيَّةُ فَلَكِ الشَّمْسِ الَّذِيْ هُوَ بِمَثَابَةِ قَلْبِ الْعَالَمِ وَمَرْجِعُهُ اِلَيْهِ وَ تِلْكَ الرُّوْحَانِيَّةُ نُوْرٌ يُحَرِّكُ ذٰلِكَ الْفَلَكَ بِمَعْشُوْقِيَّتِهِ وَاِشْرَاقُ اَشِعَّتِهِ عَلٰى نَفْسِهِ الْمُبَاشَرَةِ لِتَحْرِيْكِهِ وَلَمَّا كَانَ مَرْجِعُهُ اِلٰى مَقَرِّهِ الْاَصْلِيِّ وَلَمْ يَصِلْ اِلَى الْكَمَالِ الْحَقِيْقِيِّ وَجَبَ نُزُوْلُهُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهِ بِبَدَنٍ اٰخَرَ"۔(تفسیر حضرت ابن عربیؒ)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا مطلب یہ ہے کہ مفارقت کے وقت آپ کی روح عالم سفلی سے نکل کر عالم علوی سے متصل ہو گئی اور ان کے چوتھے آسمان پر ہونے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی روح کے فیضان کا جائے صدور اس سورج کے آسمان کی روحانیت ہے جو دنیا جہان کے دل سے مشابہ ہے اور آپ کا مرجع بھی اسی کی طرف ہے اور وہ روحانیت ایک نور ہے جو اس آسمان کو اپنے عشق سے منور کرتا ہے اور اس کے نفس پر شعاعوں کا چمکنا اسی کی تحریک سے ہے اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ کا مرجع اس کی اصل جائے قرار کی طرف ہے اور اپنے کمالِ حقیقی تک رسائی نہیں پا سکتا لہٰذا آپ آخری زمانہ میں کسی دوسرے وجود کے ساتھ نزول فرمائیں گے۔

وفاتِ مسیحؑ اور علماءِ مصر

علامہ رشید رضا سابق مفتی مصر و ایڈیٹر رسالہ المنار

اَلْقَوْلُ بِهِجْرَةِ الْمَسِيْحِ اِلَى الْهِنْدِ وَمَوْتِهِ فِيْ بَلْدَةِ سِرِيْنَكَر فِيْ كَشْمِيْر کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

فَفِرَارُهُ اِلَى الْهِنْدِ وَمَوْتُهُ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلْدَةِ لَيْسَ بِبَعِيْدٍ عَقْلاً وَنَقْلاً۔(رسالہ المنار جلد ۵ صفحہ ۹۰۰-۹۰۱)

مسیح کا ہندوستان جانا اور ان کی اس شہر(سرینگر) میں موت عقل و نقل کی رُو سے بعید نہیں۔

علامہ مفتی محمد عبدہٗ

آپ نے آیت اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے معنوں کی تائید میں لکھا ہے:

اَلتَّوَفِّيْ هُوَ الْاِمَاتَةُ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ الْمُتَبَادِرُ (المنار)

کہ یہاں توفی سے موت مراد ہے اور ظاہر اور متبادر الفہم یہی معنی ہیں۔

الاستاذ محمود شلتوت

سابق مفتی مصر وریکٹر الازہر یونیورسٹی۔ قاہرہ نے اپنے فتویٰ میں تفصیلی طور پر وفاتِ مسیح کے تمام پہلوؤں پر بحث کی ہے اور بڑی وضاحت سے لکھا ہے کہ وفاتِ مسیح کے قائل مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا قطعاً جائز نہیں۔ بحث کے آخر پر لکھتے ہیں:

۱- اِنَّهُ لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ وَلَا فِي السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مُسْتَنَدٌ يَصْلُحُ لِتَكْوِيْنِ عَقِيْدَةٍ يَطْمَئِنُّ اِلَيْهَا الْقَلْبُ بِاَنَّ عِيْسٰى رُفِعَ بِجَسَدِهِ اِلَى السَّمَاءِ وَاَنَّهُ اِلَى الْاٰنَ فِيْهَا۔

۲- اِنَّ كُلَّ مَاتُفِيْدُ الْاٰيَاتُ الْوَارِدَةُ فِيْ هٰذَا الشَّانِ هُوَ وَعْدُ اللّٰهِ عِيْسٰى بِاَنَّهُ مُتَوَفِّيْهِ اَجَلَهُ وَرَافِعُهُ اِلَيْهِ وَعَاصِمُهُ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاَنَّ هٰذَا الْوَعْدَ قَدْ تَحَقَّقَ فَلَمْ يَقْتُلْهُ اَعْدَاءُهُ وَلَمْ يَصْلُبُوْهُ وَلٰكِنْ وَفَّاهُ اللّٰهُ اَجَلَهُ وَرَفَعَهُ اِلَيْهِ۔

(یہ فتویٰ سب سے پہلے الرسالۃ ۱۵ مئی ۱۹۴۲ء جلد ا صفحہ ۶۴۲ میں شائع ہوا اور بعد میں الفتاویٰ کے نام سے مجموعہ فتاویٰ علامہ شلتوت میں الادارۃ العامۃ للثقافۃ الاسلامیۃ بالازہر کے زیر اہتمام شائع ہوا۔)

ترجمہ :۱- قرآن کریم اور سنّت مطہرہ میں کوئی ایسی مستند نص نہیں ہے جو اس عقیدہ کی بنیاد بن سکے اور جس پر دل مطمئن ہو سکے کہ عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے جسم کے آسمان پر اُٹھائے گئے اور وہ اب تک وہاں موجود ہیں۔

۲-اس بارے میں جتنی آیات (قرآن کریم میں) وارد ہیں ان کا مفاد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ تھا کہ وہ خود ان کی عمر پوری کر کے وفات دیگا اور ان کا اپنی طرف رفع کریگا اور انہیں ان کے منکرین سے محفوظ رکھے گا اور یہ وعدہ پورا ہو چکا ہے چنانچہ ان کے دشمنوں نے انہیں نہ قتل کیا نہ صلیب دے سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مقدر عمر پوری کی اور پھر ان کا رفع اپنی طرف کیا۔

نوٹ:اس فتویٰ کے علاوہ علامہ موصوف نے مسیح علیہ السلام کی وفات اور رفع کے متعلق ایک مبسوط مضمون ازہر یونیورسٹی کے رسالہ مجلّۃ الازہر فروری ۱۹۶۰ء کے انگریزی حصہ میں The Ascension of Jesus کے عنوان سے شائع کروایا تھا۔ جس کا ترجمہ نظارت اصلاح وارشاد نے "رفع عیسیٰ" کے نام سے شائع کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انعامی چیلنج

ہر مولوی جو دنیا کے پردے پر جہاں کہیں بھی ہو اگر صدی سے قبل مسیحؑ کو آسمان سے اُتار دے

تو

مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر ایسے مولوی کو ایک کروڑ روپیہ دونگا

مسیحؑ کو اُتار دو اور جھگڑا ختم کرو مَیں اور میری ساری جماعت پہلے ہی مسیحؑ کو مانے ہوئے ہے ایک اور مسیح کو ماننے میں کیا حرج ہے

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۴ء کے اِختتامی خطاب میں تمام دنیا کے مولویان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اُمتِ محمدیہ کے مسائل کا اصل حل تو مسیحؑ کے نازل ہونے میں ہے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو عالمی غلبہ نصیب ہوگا اس صدی کے گزرنے میں چند سال باقی ہیں۔ مَیں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب مل کر اگر کسی طرح مسیح کو اُتار دو صدی سے پہلے پہلے تو مَیں تم میں سے ہر ایک کو کروڑ روپیہ دوں گا۔ سب مولویوں کو دوبارہ چیلنج دیتا ہوں جو یہ دعویٰ کردے کہ میری کوشش سے اُترا ہے مَیں بغیر بحث کئے اس کی بات مان جاؤں گا اور ایک ایک کروڑ کی تھیلی ہر ایک کو پہنچائی جائے گی۔ فرمایا ہر مولوی دنیا کے پردے پر جہاں کہیں ہو ہندوستان کا تو خاص طور پر پیش نظر ہے مسیح کو اُتار دے آسمان سے جو چاہے کر کے۔ فرمایا پھر خیال آیا کہ مسیحؑ تو بہت پاک وجود ہے اُسے کہاں سے اُتار سکتے ہیں، دجّال کے گدھے کو ہی پیدا کردے۔ اگر صدی کے ختم ہونے سے پہلے دجال کا گدھا ہی بنا کے دکھا دو جس کے آئے بغیر مسیح نے نہیں آنا تو پھر ایک ایک کروڑ روپیہ ہر مولوی کو ملے گا۔ اور یہ دعویٰ میرا آج بھی قائم ہے۔ اب تو اِس قسم کے چیلنجوں کے وقت آگئے ہیں۔ مسیح کو اُتارو اور جھگڑا ختم کرو۔ مَیں اور میری ساری جماعت پہلے ہی مسیح کو مانے ہوئے ہے۔ ایک اور مسیح کو ماننے میں کیا حرج ہے۔ فرمایا آنے والا تو آچکا ہے اب کوئی نہیں آئے گا اب دلیلوں کے وقت نہیں رہے بلکہ ایسے آسمانی نشانات کے وقت ہیں جو متقیوں پر الہام اور کشوف کی صورت میں اُتریں گے۔ فرمایا یہ چیلنج ہے جو ہندوستان کے اس مناظرے سے میرے دل میں پیدا ہوا اور مَیں پاکستان کے مولویوں اور اُن بڑے بڑے دعوے داروں کو جو مسیح کے مُردے کو زندہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں، یہ کہتا ہوں، شوق سے کرو۔ اس کو آسمان سے اُتار کر دکھاؤ، جماعت احمدیہ کے خزانے ختم نہیں ہونگے اور تمہیں کروڑ کروڑ کی تھیلیاں عطا کرتے جائیں گے مگر تمہارے نصیب میں آسمان سے ایک کوڑی کا بھی فیض نہیں"۔ (خلاصہ اختتامی خطاب مطبوعہ بدر ۵/ ۱۲ جنوری ۱۹۹۵ء)

ایک زندہ جاوید پیغام

جماعت احمدیہ کی پہلی صدی کے اختتام اور دوسری صدی کے آغاز پر

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ عالمگیر کا رُوح پرور پیغام

جماعت احمدیہ عالمگیر کی پہلی صدی کے اختتام اور دوسری صدی کے آغاز (۱۹۸۹ء-۱۸۸۹ء) پر سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو رُوح پرور پیغام دیا تھا وہ قارئین کے ازدیاد علم کیلئے ہم اس ملینیئم نمبر میں برکت کے طور پر درج کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا

انا فتحنا لک فتحا مبینا

بنصر من اللہ ببدر و انتم اذلۃ

خلیفۃ المسیح الرابع

امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ و علی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

ملک ہند میں مشرقی پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں آج سے ایک سو سال پہلے ایک عجیب ماجرا گزرا، جسے آئندہ بنی نوع انسان کیلئے ایک عظیم عہد آفریں واقعہ بننا تھا۔ وہاں ایک ایسا مذہبی راہنما مبعوث ہوا جس نے خدا کے اِذن سے دورِ آخر میں ظاہر ہونے والے آسمانی مصلح ہونے کا دعویٰ کیا۔ یوں تو دنیا میں ایسے سینکڑوں دعویدار پیدا ہوئے اور آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے لیکن اُس کے دعویٰ میں ایک ایسی بات تھی جو سب سے الگ اور سب سے عجیب تھی۔ اُس نے ایک ایسا دعویٰ کیا جس نے ایک نئے انداز میں اقوامِ عالم کے اتحاد کی بناء ڈالی اور توحید باری تعالیٰ کی ایک ایسی تفسیر کی جس نے دَورِ آخر میں ظاہر ہونے والے متفرق مصلحین کے پراگندہ تصور کو وحدت کا جامہ پہنایا۔

وہ انقلاب آفریں اعلان کیا تھا جس نے اِس دور کی مذہبی دنیا میں ایک ہیجان برپا کر دیا۔ اور جس کا ارتعاش زمین کے کناروں تک محسوس کیا گیا۔ یہ وہ دَور تھا جسے ہم بالعموم دَورِ انتظار کہہ سکتے ہیں۔ تمام دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے پیروکار کیا یہودی اور کیا عیسائی، کیا مسلمان اور کیا ہندو، کیا بدھ اور کیا زرتشتی اور کیا کنفیوشس کے ماننے والے سبھی اپنے اپنے مذہب کی راہ پر آخری زمانہ کے موعود مُصلح کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ یہود کو بھی ایک مسیح کی انتظار تھی جس نے دورِ آخر میں ظاہر ہونا تھا۔ اور عیسائیوں کو بھی ایک مسیح کی آمد کا انتظار تھا۔ مسلمان بھی ایک موعود مسیح کی آمد کے منتظر تھے اور ایک مہدیٔ معہود کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ہندو کرشن کی آمد ثانی کے منتظر اور بدھ مت کے ماننے والے بدھا کے نئے روپ میں ظاہر ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر مذہب میں ایسی قطعی اور واضح پیشگوئیاں موجود تھیں کہ آخری زمانے میں سچائی کے عالمگیر غلبہ کی خاطر خدا تعالیٰ کسی مصلح کو ضرور بھیجے گا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ ہر مذہب اِس ظاہر ہونے والے مصلح کو الگ الگ ناموں سے یاد کر رہا تھا۔

بانیٔ جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ راز سمجھایا کہ مختلف مذاہب میں جو مختلف ناموں سے آخری موعود عالم کی پیشگوئیاں ملتی ہیں اگرچہ وہ سب بنیادی طور پر درست ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ خدائے واحد ویگانہ نے ہر مذہب میں الگ الگ مصلح بھیجنا تھا بلکہ مراد یہ تھی کہ ایک ہی مذہب میں جسے خدا تعالیٰ اپنے جلوۂ توحید کیلئے اختیار فرماتا، ایک ایسے موعود عالم کو مبعوث فرمانا تھا جو تمام مذاہب کے موعود مصلحین کی بھی نمائندگی کرتا تا بنی آدم کو ایک عالمی وحدت کی لڑی میں پرو کر توحید خالق کا ایک روح پرور نظارہ توحیدِ خَلق کے آئینہ میں دکھایا جاوے آپ نے اذن الٰہی کے تابع یہ اعلان کیا کہ وہ مذہبِ اسلام ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنی توحید کے عالمگیر جلوہ کیلئے اختیار فرمایا ہے اور محمد عربی احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم وہ آخری صاحب قانون رسول ہیں جو سب جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور جن کی غلامی میں وہ مصلح عالم پیدا ہونا تھا جس کا مختلف ناموں کے ساتھ مختلف لبادوں میں مختلف مذاہب میں ذکر ملتا ہے بہت عجیب یہ دعویٰ تھا اور وہ یکّاو تنہا آواز جو ہندوستان کی ایک چھوٹی سی گمنام بستی سے بلند ہوئی تھی بظاہر کوئی ایسی اہمیت نہ رکھتی تھی کہ قابل توجہ اور قابل پذیرائی سمجھی جاتی لیکن تعجب ہے کہ دنیا نے اِس آواز کی طرف بڑی سنجیدگی سے توجہ کی اور جہاں آپ کی تائید میں دنیا کے مختلف ممالک سے بعض آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں، وہاں مخالفت کا بھی ایک ایسا شور برپا

ہوا کہ جس کی نظیر انسانی تاریخ میں شاذ شاذ ملتی ہے۔ اور ایسے تاریخ ساز اَدوار کی یاد دلاتی ہے جب خدا تعالیٰ اپنی نمائندگی میں اپنے بعض کمزور بندوں کو پیغام حق کیلئے کھڑا کرتا ہے اور باوجود اس کے کہ تمام دنیوی طاقتیں اُن کی مخالف ہو جاتی ہیں پھر بھی وہ اُن کی پشت پناہی کرتا، ہر لحظہ اُن کی حفاظت کے سامان فرماتا اور قدم بقدم اُن کی کمزوری کو طاقت میں تبدیل فرماتا چلا جاتا ہے۔ پس یہی معاملہ اس دعویدار اور اس کی جماعت کے ساتھ کیا گیا۔

دنیا نے آپ کی مخالفت کو انتہاء تک پہنچا دیا۔ آپ کے خلاف کفر والحاد کے فتاویٰ صادر کئے گئے۔ جھوٹے مقدموں میں ملوث کیا گیا۔ قتل کے منصوبے باندھے گئے۔ آپ کے متبعین کو ہر لحاظ سے ستایا گیا۔ اُن کی مذہبی آزادی کو پائمال کیا گیا۔ اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ اُن کے نفوس واموال کو مباح قرار دیکر اُنکو واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ ظالمانہ طور پر وہ شہید کئے گئے۔ اذیتناک جسمانی سزائیں دی گئیں۔ دکانیں لوٹی گئیں۔ تجارتیں برباد کر دی گئیں۔ اور گھر جلا دیئے گئے حتیٰ کہ بارہا مساجد بھی منہدم کر دی گئیں۔ غرضیکہ مخالفت کا ہر وہ ذریعہ اختیار کیا گیا جس کا مقصد آپ کے پیغام اور آپ کی جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا تھا لیکن دشمنی اور عناد کا یہ طوفان اِس آواز کو دبا نہ سکا اور مخالفت کی ہر لہر سے جماعتِ احمدیہ پہلے سے قوی تر اور بلند تر ہو کر اُبھری۔ پس جماعت احمدیہ کے قیام سے لیکر ایک سو سال تک بلا شبہ اِس نحیف اور کمزور جماعت کو قادر و توانا خدا کی تائید اور پشت پناہی حاصل تھی اور ہر لحہ اُس کا دستِ قدرت اُس کی حفاظت فرما رہا تھا۔

اِن بے شمار فضلوں اور پیہم نوازشات پر اپنے محسن خدا کا ذکر بلند کرنے اور اظہار تشکر کی خاطر جماعت احمدیہ ۱۹۸۹ء کا سال صد سالہ جشن تشکر کے طور پر منا رہی ہے۔ اِس مبارک موقعہ پر بڑے خلوص اور عجز کے ساتھ مَیں اپنے تمام انسان بھائیوں کو جماعتِ احمدیہ مسلمہ میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں اور عالم الغیب والشہادۃ خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ یہ ایک سچی اور مخلص جماعت ہے جو اسلام کو دینِ حق تسلیم کرتی ہے اور ایمان رکھتی ہے کہ آج بنی نوع انسان کی نجات اسلام ہی کے دامن سے وابستہ ہے۔ اسلام تمام بنی آدم کو وحدت اور امن کا پیغام دیتا ہے۔ اور اپنی اشاعت کیلئے کسی قسم کے جبر و تشدد کے ذرائع کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور انسانی آزادئ ضمیر کا علمبردار ہے۔ اسلام انسان کو ہوائے نفس کی غلامی سے نجات بخشتا ہے اور ایک سادہ مگر انتہائی ترقی یافتہ نظام عطا کرتا ہے۔ جو اس کے تمام اقتصادی، تمدنی اور معاشرتی مسائل کا مؤثر حل اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسلام ایک ایسا سیاسی نظریہ دنیا کو عطا کرتا ہے جس میں جھوٹ اور فریب دہی کی کوئی گنجائش نہیں اور ایسے کامل عدل کی تعلیم دیتا ہے جو انفرادی، قومی اور گروہی مصالح سے بالاتر ہے۔ اور دوست دشمن کے حقوق کو مساوی میزان سے تولتا ہے۔ جماعت احمدیہ ایمان رکھتی ہے کہ یہی دین ہے جو صلاحیت رکھتا ہے کہ آج تمام اقوامِ عالم کو ایک ہاتھ پر جمع کرے اور توحید کی لڑی میں پرو دے۔ پس مَیں اِس اہم اور مبارک موقعہ پر بحیثیتِ امام جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر روئے زمین پر بسنے والے اپنے تمام انسان بھائیوں کو اسی دینِ امن اور دین توحید کی طرف دِل کی گہرائی اور پُر خلوص جذبہ اخوت کے ساتھ بلاتا ہوں۔ ہر چند کہ احمدیت بادیٔ النظر میں ابھی ایک ایسی قوت کے طور پر نہیں اُبھری جو ایک عالمی انقلاب برپا کرنے کی قدرت رکھتی ہو۔ لیکن ہر صاحب بصیرت یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ گزشتہ ایک سو سال میں شدید مخالفتوں کے باوجود اس جماعت کی حیرت انگیز عالمی ترقی کوئی ایسا معمولی واقعہ نہیں جسے نظر انداز کیا جا سکے اس عرصہ میں جماعتِ احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے ۱۲۰[1] ممالک میں قائم اور مستحکم ہو چکی ہے۔ اور اس کی ترقی کی رفتار لحظہ بہ لحظہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور اِس جماعت کے حق میں وہ سب کچھ رونما ہو رہا ہے، جس کا ایک سو سال پہلے انسانی تخمینوں کے لحاظ سے کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پس یقیناً وہ خدا کی ہی آواز تھی جس نے اِس جماعت کے مستقبل کے بارہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اِن الفاظ میں خبر دی:-

"مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤنگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔...... "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔

انہی الٰہی بشارات سے روشنی اور قوت پاکر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بنی نوع انسان کو یہ عظیم خبر دی کہ:

"قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کیلئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔ اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اِس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں، عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ زندہ ہے جس کو اِس آسمانی صدا کا احساس نہیں"۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۰۳)

سعید بخت ہے وہ انسان جو آسمانی آواز پر کان دھرے اور خدا کے قائم کردہ امام کی دعوت پر لبیک کہنے کی سعادت پائے۔

والسلام خاکسار

[دستخط]

مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع

[1] اب اللہ کے فضل سے ۱۷۰ ممالک میں پھیل چکی ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمی فیضان

﴿از سلطان البیان حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ﴾

انسانی دماغ بھی اللہ تعالیٰ نے عجیب قسم کا بنایا ہے کئی کئی حالتوں میں سے گزرتا ہے۔ ایک وقت فلسفہ کے دلائل اسے الجھا رہے ہوتے ہیں۔ تو دوسرے وقت وجدان کی ہوائیں اسے اڑا رہی ہوتی ہیں۔ ایک وقت علم کے غوامض اسے نیچے کی طرف کھینچ رہے ہوتے ہیں، تو دوسرے وقت عشق کی بلندیاں اسے اوپر کو اُٹھا رہی ہوتی ہیں۔ انہی حالتوں میں سے ایک حالت مجھ پر طاری تھی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر غور کر رہا تھا۔ میری عقل اس کی حد بندی کرنا چاہتی تھی کہ میرا دِل میرے ہاتھوں سے نکلنے لگا۔ اس بحر ناپیدا کنار کی شناوری نے میری فکر کو سب قیود سے آزاد کر دیا۔ اور وہ زمانہ اور مکان کی قید سے آزاد ہو کر اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر پرواز کرنے لگا۔

آسمان کیلئے رحمت

میری نگاہ آسمانوں کی طرف گئی اور میں نے روشن سورج اور چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھا وہ کیسے خوش منظر تھے وہ کیسے دِل لبھانے والے تھے ان کی ہر ہر شعاع محبت کی چمک سے درخشاں تھی۔ یُوں معلوم ہوتا تھا، جیسے جھلملیوں سے کوئی معشوق محو نظارہ ہے۔ میرا دِل اس نظارہ کو دیکھ کر بیتاب ہو گیا۔ مجھے اس روشنی میں کسی کی صورت نظر آتی تھی۔ کسی ازلی ابدی معشوق کی۔ جو سب حُسنوں کی کان ہے۔ مجھ پر بالکل اسی کی سی حالت طاری تھی۔ جس نے کہا ہے۔ ـ

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

نہ معلوم میں اس خیال میں کب تک محو رہتا کہ میں نے عالم خیال میں دیکھا۔ سورج کی روشنی زرد، دھیمی پڑنے لگی۔ چاند اور ستارے مٹتے ہوئے معلوم ہونے لگے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ وجود جو اُن کی چمک دمک کا باعث تھا ناراض ہو کر پیچھے ہٹ گیا ہے۔ اور جھروکہ جھانکنے والے کے چہرہ کے نور سے محروم ہو گیا ہے۔ وہ زندہ نظر آنے والے کُرّے بے جان مٹی کے ڈھیر نظر آنے لگے۔ میں نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ یہ کیا ہونے لگا ہے؟ کہ میری نظر نیچے کی گہرائیوں میں اپنے ہم جنس انسانوں پر پڑی۔ مَیں نے دیکھا ہزاروں لاکھوں بظاہر عقلمند نظر آنے والے انسان سر کے بل گرے ہوئے یا گھٹنے ٹیک کر بیٹھے ہوئے گڑگڑا، گڑ گڑا کر اور رو، رو کر دُعائیں کر رہے ہیں کوئی کہتا ہے، اے سورج دیوتا! مجھ پر نظر کر۔ میرے اندھیرے گھر کو اپنی شعاعوں سے منور کر، میری بیوی کی بے اولاد گود کو اولاد سے بھر دے۔ اور میرے دشمنوں کو تباہ کر۔ کوئی کہتا ہے، اے چندر ماتا! میری تاریکی کی گھڑیوں کو اپنے نور سے روشن کر۔ اور غموں اور رنجوں کو ہمارے گھر سے دُور کر۔ کوئی کہتا اے ستارو! تم خوشیوں کا موجب اور میری راحتوں کا منبع ہو، اے زہرہ! تو محبت سے ہمارے گھروں کو بھر دے۔ اور ہمارے پیاروں کے دِل ہماری طرف پھیر دے۔ اور اے مریخ! تو ہم پر ناراض نہ ہو، اور مصیبتوں کی گھڑیاں ہم پر نہ لا۔ اپنا غصہ ہمارے دشمنوں کی طرف پھیر دے۔

میرا دِل اس گھناؤنے نظارہ کو دیکھ کر سخت گھبرا گیا۔ اور میں نے کہا۔ انسان نے کیسی خوبصورت چیزوں کو کیسا گھناؤنا بنا دیا ہے۔ جب عاشق محبوب کے چہرے کی بجائے اس کی نقاب سے عشق کرنے لگتا ہے جب اس کے حقیقی حُسن کو بھلا کر وہ اس کے لباس کی زیبائش پر فریفتہ ہونے لگتا ہے۔ تو محبوب اس لباس سے نکل جاتا ہے اور خالی لباس عاشق کی طرف پھینک دیتا ہے۔ کہ جا اور اسے دیکھا کر۔ مگر وہی لباس جو معشوق کے جسم پر خوبصورتیوں کا مجموعہ نظر آتا تھا۔ اب کیسا بُرا، کیسا بھدا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا، یہی حال آسمان کے اجسام کا ہے۔ جب تک ان میں ازلی، ابدی محبوب کا چہرہ دیکھا جائے۔ وہ کیسے خوبصورت نظر آتے ہیں۔ کیسے شاندار، کیسے باعظمت اور جب خود ان کی ذات مقصود ہو جائے۔ ان کی عظمت کس طرح برباد ہو جاتی ہے۔ ہیئت داں کس طرح بے رحمی سے ان کو چیر پھاڑ کر ایک دھاتوں کا تودہ، ایک گیسوں کا مجموعہ ثابت کر دیتے ہیں۔ میں نے اس خیال کے پیدا ہونے پر پہلے تو حسرت سے آسمانوں کی طرف اور ان کے کھوئے ہوئے حسن کی طرف دیکھا۔ اور پھر انسان اور اس کی گم شدہ عقل کی طرف نظر کی، میں اسی حال میں تھا۔ کہ ایک نہایت دلکش نہایت سریلی آواز دلوں کو محسور کر دینے والی افکار کو اپنا لینے والی میرے کانوں میں پڑی اس نے پُر جلال اور شاندار لہجہ سے کہا، نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ صرف اللہ کو جو ایک ہی ہے۔ اور جس کا قبضہ ان سب فلکی اجرام پر، دوسری چیزوں پر ہے سجدہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اس نے سورج کو بھی پیدا کیا اور چاند کو بھی۔ اور ستاروں کو بھی اور یہ سب اسی کے ایک ادنیٰ اشارے کے تابع اور خادم ہیں اور یاد رکھو کہ وہی پیدا کرتا ہے۔ اور اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ آواز کیسی مؤثر کیسی موہ لینے والی تھی۔ زمین کی حالت یوں معلوم ہوئی جیسے کسی پر تشریرہ آجاتا ہے۔

انسان یوں معلوم ہوا جیسے سوتے ہوئے جاگ پڑتے ہیں۔ ندامت، شرمندگی، اور حیا کے ساتھ کھاتے ہوئے چہروں کے ساتھ، لوگ اُٹھے، اور اپنے پیدا کرنے والے کے آگے جھک گئے۔ آسمان پھر خوبصورت نظر آنے لگا۔ ازلی ابدی معشوق نے پھر سورج، چاند اور ستاروں کی جھلملیوں میں سے دنیا کو جھانکنا شروع کیا پھر دنیا کا ذرّہ ذرّہ جلال الٰہی کا مظہر بن گیا۔ ہیئت دانوں کے سب استدلال اور سب دلیلیں حقیر نظر آنے لگیں۔ صاحبِ دل بول اُٹھے تم اپنی گیسوں اور دھاتوں کے نظریوں کو اپنے گھر لے جاؤ تم چھلکے کو تو دیکھتے ہو۔ مغز پر نگاہ نہیں ڈالتے۔ تم ان دھاتوں کے طوماروں اور گیسوں کے مجموعوں کے پیچھے نہیں دیکھتے۔ کس کا حسن چمک رہا ہے؟ کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے؟ میں نے دیکھا چاند کی وہ بے نور مٹی بھی جسے ہیئت دان کہتے تھے کہ ہزاروں سال کے تغیرات کے ماتحت مردہ ہو چکی ہے۔ خوشی سے چمک رہی تھی۔ اسے اس سے کیا کہ وہ سرد ہے یا گرم۔ مردہ ہے یا زندہ۔ اس کا ذرّہ ذرّہ تو اس خوشی سے چمک دمک رہا تھا کہ وہ اب سے اٰیۃٌ مِّنْ اٰیٰتِ اللّٰہ کہلائے گا۔ کسی چیز نے میرے دل میں ایک چٹکی لی۔ اور میں نے ایک آہ بھری۔ پھر میں نے کہا۔ یہ آواز تو اِن اجرامِ فلکی کیلئے ایک رحمت ثابت ہوئی۔

فرشتوں کیلئے رحمت

پھر میری نظر اور بھی بلند ہوئی۔ اور میں نے عالمِ خیال میں اُوپر آسمانوں پر ایک مخلوق دیکھی جو نہایت خوبصورت اور نہایت پاکیزہ تھی۔ ان کے چہرے میں نے عالمِ کشف اور رویاء میں دیکھے ہوئے تھے۔ میں نے عالمِ خیال میں بھی ان کی ویسی ہی شکل دیکھی وہ مجھے نہایت بھولے بھالے وجود نظر آئے۔ لطیف اجسام کے جن کو صرف روحانی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ پاکیزہ صورت اور پاکیزہ سیرت۔ محنتی اور کام کرنے والے ایسے کہ ان کو وقت کے آنے جانے کا کچھ علم ہی نہ ہوتا۔ ان کا ہر لحظہ آقا کی خدمت کیلئے رہن تھا۔ وہ مشینیں تھیں جو قدرت کے اشارہ پر چلتی ہیں۔ مگر میں نے اپنے فکر کی آنکھ سے دیکھا۔ کہ ان کے خوبصورت چہروں پر افسردگی کے آثار تھے۔ ان کی تازگی میں بھی ایک جھلک پژمردگی کی تھی۔ میں نے اس کے سبب کی تلاش کی۔ مگر آسمان پر کوئی بات مجھے نظر نہ آئی۔ جو اس کا موجب ہوتی۔ ان کا آقا ان سے خوش تھا اور وہ اپنے آقا سے خوش پھر ان کی افسردگی کا کیا باعث تھا؟ میں نے پھر زمین پر نظر کی۔ اور ایک دِل دہلانے والا نظارہ دیکھا۔ میں نے بلند عمارتیں دیکھیں۔ جو ان فرمانبردار، روحوں کے نام پر بنائی گئی تھیں۔ میں نے ان میں ان کے مجسّے دیکھے، جن کی لوگ پوجا کر رہے تھے۔ میں نے بھاری بھرکم جسموں والے بڑے بڑے جبّوں والے لوگ دیکھے، جو نہایت سنجیدہ شکل بنائے ہوئے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ گویا سب دنیا کا علم سمٹ کر ان کے دماغوں میں جمع ہو گیا ہے۔ اپنے گرد و پیش بیٹھے ہوئے لوگوں کو اس لہجہ میں کہ گویا وہ ایک بڑے راز کی بات انہیں بتا رہے ہیں۔ ایسی بات کہ جسے دوسرے لوگ عمر بھر کی جستجو اور بیسیوں سال کی تپسیا کے بعد بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ کہہ رہے تھے کہ فرشتے اصل میں خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اور جو کام خدا تعالیٰ سے کرانا ہو۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ ان خدا کی بیٹیوں کو قابو کیا جائے۔ اور وہ بزعم خود ایسی عبادتیں جن سے فرشتے قابو آتے ہیں۔ لوگوں کو بتا رہے تھے۔ لوگوں کے چہرے خوشی سے جگمگا رہے تھے۔ اور ان کے دِل اُن علمِ روحانی کا خزانہ لٹانے والوں پر قربان ہو رہے تھے۔

پھر میری ایک اور طرف نگاہ پڑی۔ میں نے دیکھا۔ ویسے ہی جبّوں والے کچھ اور لوگ اپنے عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں ایک کنوئیں کے پاس کھڑے ہوئے کچھ راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ وہ انہیں بتا رہے تھے۔ جس طرح ایک گہرا راز بتایا جاتا ہے کہ اس کنوئیں میں ہاروت ماروت دو فرشتے ایک فاحشہ سے عشق کرنے کے جرم میں قید کیے گئے تھے۔ کچھ جبہ پوش تو اصرار کر رہے تھے کہ وہ اب بھی اس جگہ قید ہیں۔ اور بعض تو یہاں تک کہتے تھے کہ ان کے کسی اُستاد نے ان کو اُلٹا لٹکے ہوئے دیکھا بھی ہے۔ جسے سُن کر کئی عقیدت مندوں کے جسم پر پھریری آجاتی تھی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ انسانی گناہ نے فرشتوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ میں اِسی حیرت میں تھا کہ میں نے پھر وہی آواز دلکش، مؤثر شیریں آواز محبت اور جلال کی ایک عجیب آمیزش کے ساتھ بلند ہوتی ہوئی سُنی۔ اُس نے کہا کہ فرشتے خدا کے بندے ہیں، نہ کہ بیٹیاں، اور وہ پوری طرح اس کے فرمانبردار ہیں۔ کبھی بھی اس کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے۔ لوگوں میں پھر بیداری پیدا ہوئی۔ بہت سے لوگ خوابِ غفلت سے چونکے۔ اور اپنے پہلے عقائد پر شرمندہ اور نادم ہوئے کئی اُونچی عمارتیں جو خدا کی بیٹیوں کے نام سے کھڑی کی گئی تھیں۔ گرادی گئیں۔ اور ان کی جگہ خدائے واحد و قہار کی عبادت گاہیں کھڑی کی گئیں۔ وہ کنوئیں جو فرشتوں کے گناہوں کی یادگار تھے، اُجاڑ ہو گئے۔ زائرین نے ان کی زیارت ترک کر دی۔ میں نے دیکھا فرشتے خوش تھے۔ گویا ان کے لباسوں پر گندے چھینٹے پڑ گئے تھے۔ جسے دھونے والے نے دھو دیا۔ میرے دِل سے پھر ایک آہ نکلی۔ اور میں نے کہا یہ آواز ان فرشتوں کیلئے بھی ایک رحمت ثابت ہوئی۔

زمانہ کیلئے رحمت

میری نظر یہاں سے اُٹھ کر زمانہ کی طرف گئی۔ میں نے کہا۔ وقت کتنا لمبا ہے؟ کب سے یہ فرشتے کام کر رہے ہیں۔ کب سے سورج اور اس کے ساتھ سیارے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں؟ کون بتا سکتا ہے۔ کہ زمانہ جو کچھ بھی ہے۔ اس نے کس قدر تغیرات دیکھے ہیں۔ کس طرح اور کب سے یہ خوشی اور غم کا پیمانہ بنا رہا ہے۔ اگر وہ جاندار شے ہوتا تو ایک بے اندازہ زمانہ تک اللہ کی مخلوق کی خدمت میں لگا رہنے پر اسے کس قدر فخر ہوتا؟ میں اسی خیال میں تھا کہ مجھے زمانہ کے چہرہ پر بھی دو داغ نظر

آئے۔ مجھے کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے سنائی دیئے کہ زمانہ غیر فانی ہے۔ زمانہ خداتعالیٰ کی طرح ازلی ابدی ہے اور کچھ لوگ یہ کہتے سنائی دیئے۔ کہ زمانہ ظالم ہے۔ اس نے میرا فلاں رشتہ دار مار دیا۔ زمانہ بُرا ہے۔ اس نے مجھ پر فلاں تباہی وارد کی، میں نے کہا، اگر زمانہ زندہ شے ہوتی۔ تو وہ ان باتوں کو سن کر ضرور ملول ہوتا۔ مگر معاً وہی آواز پھر بلند ہوئی۔ اس نے کہا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ ہمارے آدمیوں کو مارتا ہے اور تباہ کرتا ہے۔ یا وہ خدا ہے۔ غلط کہتے ہیں۔ انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں۔ مارنا اور جلانا تو خداتعالیٰ کا کام ہے۔ وہ جب تک کسی چیز کو عمر دیتا ہے وہ قائم رہتی ہے اور زمانہ اس کے ساتھ بمنزلہ ایک کیفیت کے رہتا ہے۔ اور پھر اس نے کہا زمانہ کیا ہے؟ خداتعالیٰ کی صفات کا ایک ظہور ہے پس تم جو اسے گالیاں دیتے ہو۔ درحقیقت خداتعالیٰ کو گالیاں دیتے ہو۔ میرا دل اس آواز والے کے اور بھی قریب ہو گیا اور میں نے محبت بھرے دِل سے کہا۔ یہ آواز تو زمانہ کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

زمین کیلئے رحمت

زمانہ سے ہٹ کر میری نگاہ کرۂ ارض پر پڑی۔ میں نے کہا، ہماری دنیا دوسرے کرّوں سے کچھ کم خوبصورت نہیں۔ بلکہ بظاہر زیادہ ہے۔ کیونکہ وہاں سے تو صرف روشنی آتی ہے اور یہاں روشنی کے علاوہ قسم قسم کے سبزے اور رنگ رنگ کے نظارے اور پھولوں سے ڈھکی ہوئی بلند پہاڑیاں اور کلیلیں کرتی ہوئی ندیاں اور اچھلتے ہوئے چشمے اور سایہ دار وادیاں اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت اور پھولوں سے اَٹی ہوئی جھاڑیاں اور لہلہاتے ہوئے کھیت اور غلوں سے بھرے ہوئے کھلیان اور چہچہاتے ہوئے، پرندے۔ اور نازو رعنائی سے بھاگتے ہوئے چوپائے۔ اور نہ معلوم کیا کیا بھرا پڑا ہے مجھے اس وقت زمین کچھ ایسی خوبصورت نظر آئی کہ درندوں اور وحوش اور سانپوں اور بچھوؤں اور دوسرے زہریلے کیڑوں اور مچھروں اور طاعون کے چوہوں تک میں، مجھے خوب صورتی نظر آنے لگی۔ میں نے خیال کیا۔ کہ شیر بے شک وحشی جانور ہے۔ اور کبھی کبھی انسانوں کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے۔ لیکن اگر شیر نہ ہوتا تو شیر افگن کہاں سے پیدا ہوتے۔ اگر بہادر شیر انسان کی بہادری کی آزمائش کیلئے نہ ہوتا۔ تو بہادری کی آزمائش کا یہی ذریعہ رہ جاتا کہ لوگ بنی نوع انسان پر حملہ کر کے اپنی شجاعت کی آزمائش کرتے۔ اور یہ جانور تو زندہ ہی نہیں مر کر بھی ہمارے کام آتا ہے۔ اس کی چربی اور اس کے ناخن اور اس کی کھال علاجوں اور زینت و زیبائش میں کیسی کار آمد ثابت ہوتی ہے۔ مجھے سانپ کے زہر سے زیادہ اس کے گوشت کے فوائد نظر آنے لگے، اور میں نے کہا کہ اگر سانپ نہ ہوتا تو ہمارے اطباء قرص افعی کہاں سے ایجاد کرتے؟ اور اگر بچھو نہ ہوتا تو، یہ گردوں کی پتھریوں کے مریض آپریشن کے بغیر کس طرح آرام پاتے؟ میں نے مچھر کو صرف کثرت رطوبت کا ایک الارم پایا۔ بے چارہ چھوٹا سا جانور کس طرح رات دن ہمیں بیدار کرتا ہے، اور بتاتا ہے کہ گھر میں نالیاں گندی رہتی ہیں۔ شہر کی بدروئیں میلے سے بھری رہتی ہیں۔ لوگ پانی جیسی نعمت یونہی ضائع کر دیتے ہیں۔ غرض رات دن ہمیں اپنے فرض سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ جب ہم ہوشیار ہی نہیں ہوتے۔ اور سُستی کا دامن نہیں چھوڑتے، تو بیچارہ غصہ میں آکر کاٹتا ہے۔ بیماری اتنی مچھر سے تو پیدا نہیں ہوتی جتنی کثرتِ رطوبت سے جتنی گندی نالیوں کے تعفن سے، بدروؤں کی غلاظت اور بے احتیاطی سے پھینکے ہوئے پانیوں سے۔ غرض مجھے ہر شے میں اس کے پیدا کرنے والے کا حسن نظر آنے لگا۔ ہر ذرّہ میں ازلی ابدی محبوب کی شکل نظر آنے لگی۔ مگر ناگاہ میری نظر آبادیوں کی طرف اُٹھ گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ لوگ پہاڑیوں ۔ درختوں۔ پتھروں، دریاؤں، جانوروں کے آگے سجدے کر رہے ہیں۔ اور مغز کو بھول کر چھلکے پر فدا ہو رہے ہیں۔ میری طبیعت منغص ہو گئی۔ اور میرا دل متنفر ہو گیا۔ اور مجھے شیر۔ سانپ بچھو تو الگ رہا۔ مصفّٰی پانی میں بھی لاکھوں کیڑے نظر آنے لگے اور سبزہ زار مرغزاروں سے بھی سڑے ہوئے سبزے کی دماغ سوز بُو آنے لگی۔ اور میں نے دیکھا کہ یہ زمین تو ایک دن رہنے کے قابل نہیں۔ مجھے یوں معلوم ہوا، گویا یہاں کی ہر شے مُردہ ہے اور اس کے نظارے ایک بدکار بڑھیا کی مانند ہیں۔ کہ باوجود ہزاروں بناوٹوں اور تزئینوں کے اس کی بدصورتی بدسیرتی چھپ نہیں سکتی۔ مگر میں اسی حالت میں تھا۔ کہ پھر وہی آواز بلند ہوئی۔ پھر وہی شیریں دِل میں چُبھ جانے والی آواز اونچی ہوئی اور اُس نے کہا یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے۔ سب کچھ انسان کے نفع کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے پہاڑ اور اس کے چرند اور اس کے پرند اور اس کے میوے اور اس کے غلّے سب کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے اعمال میں تنوع پیدا ہو۔ اور وہ ان امانتوں کے بہترین استعمال سے اپنے پیدا کرنے والے کا قرب حاصل کرے اس زمین کی اچھی نظر آنے والی اور بظاہر بُری نظر آنے والی سب اشیاء انسان کیلئے آزمائش ہیں۔ پس مبارک ہے۔ وہ جو ان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ یوں معلوم ہوا گویا اس دنیا کے ذرّہ ذرّہ کے سر پر سے بوجھ اُتر گیا۔ یہی جہاں ایک جنّت نظر آنے لگا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگلے جہان کی جنّت، اس جنّت کا ایک تسلسل ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ بہت سے لوگ جنہوں نے اس آواز کو سُنا اپنی غلطیوں سے پشیمان ہو کر شرک، بدعت سے توبہ کر کے اپنے پیدا کرنیوالے کی طرف دوڑ پڑے۔ پھر دنیا خدا کے جلال کا ظہور گاہ بن گئی۔ پھر کیسی تجلیاں اس میں نظر آنے لگ گئیں۔ اور میں نے ایک آہ بھر کر کہا۔ کہ یہ آواز ہماری زمین کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

انسانیت کیلئے رحمت

جب میں نے تمام مخلوقات میں سے انسان کی

عبادتوں کو دیکھا اَور اس کی غلطیوں کے ساتھ اس کی توبہ پر نظر کی۔ اَور اس کی ناکامیوں کے ساتھ اس کی متواتر جدو جہد کا معائنہ کیا تو میرا دِل خوشی سے اچھل پڑا۔ اَور میں نے کہا اس خوبصورت دنیا میں ایسی اچھی مخلوق کیسی بھلی معلوم دیتی ہے، کس طرح دِل کھینچتی ہے۔ مگر جب میں اس سرور سے متکیف ہو رہا تھا۔ یکدم میری نگاہ چند لوگوں پر پڑی جنہوں نے سیاہ جُبّے پہن رکھے تھے۔ جن کی بڑی بڑی داڑھیاں اَور موٹی، موٹی تسبیحیں اَور سنجیدہ شکلیں، انہیں مذہبی علماء ثابت کر رہی تھیں ان کے گرد ایک جھمگٹا تھا۔ کثرت سے لوگ ان کی باتوں کو سنتے اَور ان سے متاثر ہوتے تھے۔ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کے اکثر لوگ ان کی توجہ کا شکار ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ان کے چہروں سے علم کے آثار ظاہر تھے۔ اَور ان کی باتوں سے درد اَور محبت کی بو آتی تھی، انہوں نے لوگوں کو مخاطب کیا اَور کہا کہ اے بدبخت انسانو! تم کیوں خوش ہو؟ آخر کس امید پر تم جی رہے ہو؟ کیا تم کو اس جہنم کے گڑھے کی خبر نہیں۔ جو تمہارے آباء نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے۔ وہ نہ بجھنے والی آگ جو گندھک سے بھڑک رہی ہے۔ وہ تاریکی جس کے سامنے اس دنیا کی تاریکیاں روشنی معلوم ہوتی ہیں تمہارا انتظار کر رہی ہے پھر کیوں خوش ہو تم کس منہ سے نجات کے طالب ہو اور تمہارا دِل کس طرح اس کی تمنا کر سکتا ہے۔ تم نہیں سمجھتے کہ پاک اَور ناپاک کا جوڑ نہیں اَور ماضی کا بدلنا کسی کے اختیار میں نہیں۔ تم میں سے کون ہے کہ جو کہے کہ وہ پاک ہے؟ اَور خدا تعالیٰ سے ملنے کا مستحق ہے۔ اَور تم میں سے کون ہے۔ کہ جو کہے کہ وہ پاک ہو سکتا ہے؟ کیونکہ شریعت پاک نہیں ناپاک کرتی ہے۔ حکم فرمانبردار نہیں۔ نافرمان بناتا ہے۔ کون ہے جو تمام حکموں پر عمل کر سکتا ہے۔ اور جس نے ایک ادنیٰ سے حکم کی بھی نافرمانی کی۔ وہ باغی بن گیا۔ کیا عمدہ سے عمدہ شے کو ایک قطرہ ناپاکی کا ناپاک نہیں کر دیتا؟ پھر تم کس طرح خیال کر سکتے ہو کہ تم پاک ہو اور پاک ہو سکتے ہو؟ کیا تم کو یاد نہیں کہ تمہارے باپ آدم نے گناہ کیا اَور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو بھول گیا۔ اور شیطان نے اس کو اور اس کی بیوی حوا کو جو تمہاری ماں تھی ورغلایا اور گناہ گار کر دیا؟ تم جو ان کی اولاد ہو کس طرح خیال کر سکتے ہو کہ ان کے گناہ کے ورثہ سے حصہ نہ لو گے؟ کیا تم امید کرتے ہو کہ ان کی دولت پر تو تم قابض ہو جاؤ اور ان کے قرضے ادا نہ کرو؟ ان کی نیکیاں تو تم کو مل جائیں اور ان کے گناہ میں تم حصہ دار نہ بنو؟ اور جب تم کو گناہ ورثہ میں ملا ہے، تو تم اس ورثہ کی لعنت سے بچ کیونکر سکتے ہو؟ تم خیال کرتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم کو معاف کر دے گا؟ نادانو! تم کو یاد نہیں کہ وہ رحم کرنے والا بھی ہے اور عدل کرنیوالا بھی؟ اس کا رحم اس کے عدل کے مخالف نہیں چل سکتا۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری خاطر اپنے عدل کو بھول جائے۔ میں نے دیکھا۔ ان کی تقریروں میں مایوسی کی لہر اس قدر زبردست تھی کہ امیدوں کے پہاڑوں کو اڑا کر لے گئی جو چہرے خوشیوں سے تمتما رہے تھے حرمان و یاس سے پژمردہ ہو گئے دنیا اَور اس کے باشندے ایک کھلونا اَور وہ بھی شکستہ کھلونا نظر آنے لگے۔ مگر ذرا سانس لیکر اُن علماء نے پھر گرج کر لوگوں کو مخاطب کیا۔ اَور کہا، مگر تم مایوس نہ ہو اور جہاں تمہاری امیدوں کو توڑا گیا وہاں ان کے جوڑنے کا بھی انتظام موجود ہے۔ اور جہاں ڈرایا گیا ہے، وہاں بشارت بھی مہیا کی گئی ہے۔ خدا کے عدل نے تم کو سزا دینی چاہی تھی۔ مگر اس کے رحم نے تم کو بچا لیا اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا۔ کہ تا وہ بے گناہ ہو کر صلیب پر لٹکایا جائے۔ اَور سچا ہو کر جھوٹا قرار پائے۔ چنانچہ وہ مسیح کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوا اور یہود نے اسے بلا کسی گناہ کے صلیب پر لٹکا دیا اور وہ تمام ایمان لانے والوں کے گناہ اُٹھا کر ان کی نجات کا موجب ہوا۔ پس تم اس پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہارے گناہ اُٹھالے گا۔ اس طرح خدا کا عدل بھی پورا ہو گا اور رحم بھی۔ اَور دنیا نجات پا جائے گی، میں نے دیکھا۔ کہ مایوسی پھر دُور ہو گئی۔ اور لوگ خوشیوں سے اچھلنے لگے۔ اور ساری دنیا نے ایسی خوشی کی۔ جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اور لوگ آئے اور صلیب کو جو ان کی نجات کا موجب ہوئی روتے ہوئے چمٹ گئے وہ بیتاب ہو کر کبھی اس کو بوسہ دیتے اَور کبھی اس کو سینہ سے لگاتے اور ایک دیوانگی کے جوش سے انہوں نے اس چیز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اس جوش کے سرد ہونے پر بعض لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے اَور آپس میں کہتے تھے کہ یہ تو بے شک معلوم ہوتا ہے۔ کہ گناہ سے انسان نہیں بچ سکتا لیکن امید کا پیغام کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر خدا کیلئے عادل ہونا ضروری ہے تو اس کا بیٹا بھی ضرور عادل ہو گا۔ اَور اگر گناہ گار کے گناہ کو معاف کرنا عدل کے خلاف ہے۔ تو بے گناہ کو سزا دینا بھی تو عدل کے خلاف ہے۔ پھر کس طرح ہوا کہ خدا کے بیٹے نے دوسروں کے گناہ اپنے سر پر لے لئے اَور خدا نے اس بیگناہ کو پکڑ کر سزا دیدی؟ پھر انہوں نے کہا کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ موت کو تو گناہ کی سزا بتایا گیا تھا جب گناہ نہ رہا تو موت کیونکر رہ گئی؟ گناہ کے معاف ہونے پر موت بھی تو موقوف ہو جانی چاہئے تھی۔ پھر بعض لوگوں نے کہا، کہ ہم سے تو اب بھی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں اگر ورثہ کا گناہ دور ہو گیا تھا تو گناہ ہم سے باوجود بچنے کی کوشش کے کیوں ہو جاتا ہے۔ جب بعض دوسروں نے انکو دلیری سے یہ کہتے سنا، تو انہوں نے کہا کہ ہم سے بھی اَور ہم سے بھی؟

پھر مَیں نے عالم خیال میں دیکھا کہ اُن لوگوں نے کہا کہ خدا نے ہم کو کیوں پیدا کیا؟ انسانیت جو اس قدر اعلیٰ شے سمجھی جاتی تھی۔ کیسی ناپاک ہے؟ کِس طرح گناہ سے اس کا بیج پڑا اور گناہ میں اس نے پرورش پائی۔ اور گناہ ہی اس کی خوراک بنی۔ اور گناہ ہی اسکا اوڑھنا اور بچھونا ہوا۔ ایسی ناپاک شئے کو وجود میں لانے کا مقصد کیا تھا؟ یہ جنت کیا شئے ہے اور کس کیلئے ہے؟ کیونکہ ہم کو تو سوائے مایوسی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ اور دوزخ کے سوا کسی شئے کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی وہ انہی فکروں میں تھے کہ پھر وہی

شیریں اور مست کر دینے والی آواز جو کئی بار پہلے
بھی دنیا کے عقدے حل کر چکی تھی، بلند ہوئی پھر
اس آواز کی صداؤں سے پُر کیف نغمے پیدا ہو کر دنیا
پر چھاگئے۔ پھر ہر شخص گوش بآواز ہو گیا۔ پھر ہر دل
رجاء وامید کے جذبات سے دھڑکنے لگا۔ وہ آواز بلند
ہوئی اُور اس نے دنیا کو اس بارے میں ایک طویل
پیغام دیا جس کے مطلب اور مفہوم کو مَیں اپنے الفاظ
میں اور اپنی تمثیلات سے ادا کرتا ہوں۔ اس نے کہا
جو کسی کے دل میں ناامیدی پیدا کرتا ہے۔ وہ اس کے
ہلاک کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ایمان کی کیفیت خوف و
امید کی چاردیواری کے اندر ہی پیدا ہو سکتی ہے اُور
وہ بھی تب جب امید کا پہلو خوف پر غالب ہو، پس جو
امید کو دور کرتا ہے۔ وہ گناہ کو مٹاتا نہیں بڑھاتا ہے۔
اور خطرہ کو کم نہیں زیادہ کرتا ہے۔ آدم نے بے
شک خطا کی۔ لیکن وہ ایک بھول تھی۔ دیدہ و دانستہ
گناہ نہ تھا، لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ باپ جو کچھ
کرے بیٹے کو اس کا ورثہ ملے۔ اگر یہ ہوتا تو جاہل ماں
باپ کے لڑکے ہمیشہ جاہل رہتے اُور عالموں کے
عالم مسلول ماں باپ کے بچے ہمیشہ مسلول نہیں
ہوتے نہ کوڑھیوں کے بچے ہمیشہ کوڑھی ہوتے
ہیں۔ بعض باتوں میں ورثہ ہے۔ اُور بعض میں ورثہ
نہیں۔ اور جہاں ورثہ ہے۔ وہاں بھی خدا تعالیٰ نے
ورثہ سے بچنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ اگر ورثہ سے
بچنے کے سامان نہ ہوتے۔ تو تبلیغ اُور تعلیم کا مقصد
کیا رہ جاتا؟ کافروں کے بچوں کا ایمان لے آنا بتاتا
ہے کہ ایمان کے معاملہ میں خدا تعالیٰ نے ورثہ کا
قانون جاری نہیں کیا، اگر اس میں بھی ورثہ کا،
قانون جاری ہوتا تو مسیح کی آمد ہی بے کار ہو جاتی۔
اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو نیک طاقتیں
دیکر پیدا کیا ہے۔ پھر بعض انسان ان حالتوں کو ترقی
دیتے ہیں، اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اُور بعض ان کو
پاؤں میں روند دیتے ہیں، اور نامراد ہو جاتے ہیں،
قانون شریعت بیشک سب کا سب قابلِ عمل ہے
لیکن نجات کی بنیاد عمل پر نہیں ایمان پر ہے۔ جو
فضل کو جذب کرتا ہے۔ عمل اس کی تکمیل کا ذریعہ
ہے اور نہایت ضروری۔ لیکن پھر بھی وہ تکمیل کا
ذریعہ ہے اور ذریعہ کی کمی سے چیز کا فقدان نہیں
ہوتا، بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے، لیکن پانی سے وہ
بڑھتا ہے، ایمان بیج ہے اُور عمل پانی، جو اسے اوپر
اُٹھاتا ہے خالی پانی سے درخت نہیں اُگ سکتا۔ لیکن
بیج ناقص ہو، اور پانی میں کسی قدر کمی ہو جائے۔ تب
بھی درخت اُگ آتا ہے۔ کسان ہمیشہ پانی دینے میں
غلطیاں کر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے کھیت مارے
نہیں جاتے۔ جب تک بہت زیادہ غلطی نہ ہو جائے۔
انسانی عمل ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ اُور اس کی کمی اس
میں نقص پیدا کرتی ہے لیکن اس کی ایسی کمی جو
شرارت اور بغاوت کا رنگ نہ رکھتی ہے اُور حد سے
بڑھنے والی نہ ہو۔ ایمان کی کھیتی کو تباہ نہیں کر سکتی اور
شرارت و بغاوت بھی ہو۔ تو خدا کا عدل توبہ کے
راستہ میں روک نہیں عدل اس کو نہیں کہتے۔ کہ
ضرور سزا دی جائے، بلکہ اس کو کہتے ہیں۔ کہ بیگناہ کو
سزا نہ دی جائے۔ پس گناہ گار کو رحم کر کے بخشنا۔ اللہ
تعالیٰ کی صفتِ عدل کے مخالف نہیں۔ عین مطابق
ہے اگر عدل کے معنی یہ ہوں۔ کہ ہر عمل کی ٹھیک
کے برابر جزا ملے تو بخشش اُور نجات کے معنی ہی کیا
ہوئے؟ اس طرح تو نہ صرف گناہ کا بخشنا عدل کے
خلاف ہوگا، کیونکہ عدل کے معنی برابر کے ہیں۔ اور
اگر یہ صحیح ہو تو کسی شخص کو اس کی عمر کے برابر ایّام
کیلئے ہی نجات دی جا سکتی ہے اور وہ بھی اس کے
اعمال کے وزن کے برابر۔ مگر اسے کوئی بھی تسلیم
نہیں کرتا پھر نہ معلوم خدا تعالیٰ کی رحمت کو اس
مسئلہ سے کیوں محدود کیا جاتا ہے؟ اس نے کہا خدا
مالک ہے۔ اُور مالک کے لئے انعام اُور بخشش میں
کوئی حد بندی نہیں۔ وہ بے شک وزن کرتا ہے۔
لیکن اس کا وزن اِس لئے ہوتا ہے کہ کسی کو اس کے
حق سے کم نہ ملے۔ نہ اس لئے کہ اس کے حق سے
زیادہ نہ ملے۔ مسیحؑ بے شک بے گناہ انسان اُور خدا کا
رسول تھا۔ لیکن یہ کہنا درست نہیں۔ کہ وہ
دوسروں کا بوجھ اُٹھالے گا۔ قیامت کے دن ہر شخص
کو اپنی صلیب خود ہی اُٹھانی ہوگی۔ اُور خود اپنی
صلیب نہ اُٹھا سکے گا، وہ نجات بھی نہ پا سکے گا۔
سوائے اس کے کہ خدا کے فضل کے ماتحت اس کی
بخشش ہو اُور خدا تعالیٰ خود کسی کا بوجھ اٹھالے، پس یہ
مت کہو، کہ انسان فطرتاً ناپاک ہے۔ ہاں وہ جو خدا کی
دی ہوئی خلعت کو خراب کر دے، وہ ناپاک ہے۔
ورنہ خدا کے بندے اس کے قرب کے مستحق ہیں۔
اُور قرب پا کر رہیں گے۔

میں نے دیکھا اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ دلوں کی
کھڑکیاں کھل گئیں۔ خالق اور مخلوق کے تعلقات
روشن ہوگئے اُور مایوسیاں امید سے بدل گئیں لیکن
ساتھ ہی خشیتِ الٰہی امید کے ہم پہلو آکر بیٹھ گئی۔
اُور ہر غلط اتکال اُور نامناسب استغنا کا دروازہ بند
ہو گیا۔ جو ہمت ہار بیٹھے تھے، وہ ازسرِ نو شیطان سے
آزادی کی جدوجہد میں لگ گئے۔ اُور جو حد سے زیادہ
امید لگائے بیٹھے تھے اور دوسروں پر اپنا بوجھ لادنے
کی فکر میں تھے، انہوں نے دوڑ کر اپنے بوجھ اپنے
کاندھوں پر رکھ لئے۔ دنیا کی بے چینی دُور ہو گئی اُور
اطمینان دلوں میں خیمہ زن ہو گیا۔ اور اپنی روحانی
آنکھوں سے دیکھا کہ انسانیت خوشی سے اچھل رہی
تھی۔ میرے دل سے پھر اِک آہ نکلی ویسی ہی جیسے
ایک معشوق سے دور پڑے ہوئے عاشق کے سینہ
سے نکلتی ہے۔ میں نے دور افق میں بعد زمانی کی غیر
متناہی روکوں کو دیکھا۔ اور حسرت سے سر نیچے ڈال
دیا۔ پھر جذبات سے بھرے ہوئے دل سے میری
زبان سے نکلا۔ یہ آواز انسانیت کیلئے بھی رحمت
ثابت ہوئی۔

نسل انسانی کیلئے رحمت

میرے دل میں خیال گذرا کہ جس طرح یہ
آواز انسانیت کیلئے رحمت ثابت ہوئی ہے۔ کیا
انسانوں کیلئے بھی رحمت ہے؟ کیا انسان جسمانی لحاظ
سے بھی اس سے کوئی نفع حاصل کر سکتا ہے اور اسکا
محتاج ہے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ میں نے دیکھا
کچھ لوگ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار اُلٹے لٹکے
ہوئے ہیں۔ اور رات اور دن اسی حالت میں عبادت

کرتے ہیں۔ اور میں نے کچھ اَور کو دیکھا کہ سخت سردی میں، سرد پانیوں میں کھڑے ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اَور ایک اَور جماعت کو میں نے گرمی میں بڑے بڑے الاؤ جلا کر ان میں بیٹھے ہوئے یاد محبوب میں ہوش وحواس سے گم پایا۔ اَور بعض کو میں نے دیکھا۔ کہ انہوں نے عہد کر لیا کہ ہم شادیاں نہیں کرینگے۔ اور عورت خاوند اَور مرد بیوی کا منہ نہ دیکھے گا۔ اَور بعض نے کہا۔ وہ اچھی چیزیں نہیں کھائینگے۔ بلکہ ہر سال اپنی مرغوب اشیاء میں سے بعض کو ترک کرتے چلے جائینگے۔ میں نے ان لوگوں کو اس حال میں دیکھا۔ اَور میرا دل تردّد میں پڑ گیا۔ ایک طرف ان کی شاندار قربانی مجھے اُن کی قدردانی پر مائل کرتی تھی اَور دوسری طرف میرا دل سوال کرتا تھا کہ کیا خداتعالیٰ نے تمام حسن اَور خوبی اسلئے پیدا کی ہے کہ اس سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔ اَور اسے ترک کیا جائے؟ اَور کیا اس سے خود اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہیں آتا کہ اس نے سب کچھ سلبی فائدے کیلئے پیدا کیا ہے؟ اَور حقیقی فائدے کیلئے کچھ بھی نہیں۔ مَیں اسی فکر میں تھا کہ مَیں نے پھر وہی آواز بلند ہوتی سُنی مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے اس آواز کے مالک کی نگاہ دلوں کی گہرائیوں تک پہنچتی ہے۔ اَور انسانی فطرت کی گہرائیاں اس پر روشن ہو جاتی ہیں۔ یا جیسے کوئی دلوں کی واقف اَور انسانی خواہشات سے آگاہ ہستی سب کچھ دیکھ کر اسے بتاتی جاتی ہے۔ اَور میں نے اس آواز کو جس کی شیرینی کو کوئی شیرینی نہیں پہنچ سکتی اَور جس کی دلکشی کے بالمقابل دنیا کے سارے راگ بے لطف نظر آتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے سنا کہ نادانو! تمہارے ظاہری تقدس تمہارے کام نہیں آسکتے۔ تقدس یہ نہیں کہ تم اپنے جسم کو تکلیف دو تقدس یہ ہے کہ تمہارے دِل صاف ہوں۔ اَور بہادر وہ نہیں جو مخالفت سے خائف ہو کر بھاگ جائے۔ بہادر وہ ہے جو مخالفت کے میدان میں کھڑا ہو کر دُشمن کی بات تسلیم نہ کرے۔ خدا نے جس چیز کو پاک بنایا ہے۔ اس سے گناہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ گناہ تو خدا کے بتائے ہوئے حدود کو توڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اَور اے نادانو! کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ خداتعالیٰ نے صرف تم پر اپنے ہی حق تو مقرر نہیں فرمائے۔ جب اس نے تم کو مدنی الطبع بنایا ہے تو اس نے تم پر اپنے دوستوں کے بھی حق رکھے ہیں۔ اَور اپنے ہمسایوں کے بھی اَور اپنی قوم کے بھی بلکہ اپنے نفس کے بھی حق رکھے ہیں۔ تم ان سب حقوق کو چھوڑ کر اگر رہبانیت کی زندگی بسر کرتے ہو۔ تو تم ایک نیکی کے ارادے سے دس بدیوں کے مرتکب ہوتے ہو اور گناہ کی دلدل سے نکلنے کی بجائے اس میں اَور بھی پھنس جاتے ہو۔ تمہارا شادیاں نہ کرنا تم میں عفت نہیں پیدا کرتا۔ اگر نسلِ انسانی کے فنا کا ہی نام نیکی ہوتا۔ تو خداتعالیٰ انسان کو پیدا ہی کیوں کرتا؟ کیا تم اس میں نقص نکالتے ہو۔ جو خداتعالیٰ نے کیا؟ اَور اس کی پیدائش میں تغیّر کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ نیکی یہ نہیں کہ تم نفس کو بلاوجہ دُکھ دو۔ اَور دروازوں کی موجودگی میں دیواریں پھاند پھاند کر آؤ۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی بتائی ہوئی حد بندیوں کے اندر استعمال کرو۔ تا تمہارے اندر صالح خون پیدا ہو۔ اَور تم نیک اعمال پر قادر ہو جاؤ۔

میں نے دیکھا۔ یہ بات اس قدر خوبصورت اور یہ نصیحت ایسی پاکیزہ تھی۔ کہ انسانوں کے مرجھائے ہوئے چہروں پر رونق آگئی اَور وہ وحشت زدہ مخلوق جو اپنے سایوں سے ڈر کر بھاگتی تھی۔ اس نے پھر انسانیت کا جامہ پہن لیا۔ اور خدا کی بنائی ہوئی خوبصورتی کو ایک نئی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا۔ وہ جو ہر شے کو اپنا دُشمن سمجھتے تھے اور ہر حسن مَیں شیطان کا ہاتھ پوشیدہ دیکھتے تھے اور دنیا کو دشمنوں سے گھرا ہوا خیال کرتے تھے۔ اَور اپنے آپ کو تن تنہا سمجھتے ہوئے بھوکھلائے ہوئے پھرتے تھے۔ مَیں نے دیکھا۔ ان کے چہروں پر اطمینان ظاہر ہونے لگا۔ بجائے ہر چیز کو زہر خیال کرنے کے تریاق کی خوبیاں بھی انہیں نظر آنے لگیں۔ اَور بجائے اپنے آپ کو دشمنوں میں گھرا ہو محسوس کرنے کے وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر ان کے مددگار پیدا کیے ہیں۔ اور ہر پڑاؤ پر ان کی راہنمائی کیلئے علامتیں لگائی ہیں۔ تب انہوں نے اپنی جلد بازیوں پر ندامت کا اظہار کیا۔ اَور اپنی بے وقوفیوں پر افسوس کا اور خداتعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے۔ کہ اس نے دنیا کو ہمارے دشمنوں سے نہیں بھرا۔ بلکہ دوستوں سے معمور کیا ہے اَور شکر وامتنان کے جذبہ سے متاثر ہو کر اپنے مربی اور اپنے ہادی کے آگے سجدہ میں گر گئے۔ میرے دِل سے اس پر پھر ایک آہ نکلی۔ اَور میں نے کہا کہ یہ آواز نسلِ انسانی کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

گذشتہ انبیاء کیلئے رحمت

جب مَیں نے محسوس کر لیا۔ کہ انسان فطرۃً نیک ہے۔ اَور اس میں اعلیٰ ترقیات کے جو ہر مخفی ہیں اَور خداتعالیٰ کے قرب کی راہیں غیر محدود ہیں۔ تو مَیں نے کہا کہ آؤ دیکھیں انسان نے کیسے کیسے باکمال وجود پیدا کئے ہیں۔ اور نسل انسانی کے اعلیٰ نمونوں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں۔ انہوں نے کن کن کمالات کو حاصل کیا ہے۔ اَور کن بلندیوں تک پرواز کی ہے۔ اَور میں عالمِ خیال میں ہندوؤں کی طرف مخاطب ہوا۔ اَور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ سب سے قدیم قوم ہیں۔ اَور آپ کا مذہب سب سے پُرانا ہے۔ کیا آپ کے مذہب میں کوئی باکمال لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں؟ مجھے یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ ہندو قوم میں بڑے بڑے باکمال لوگ گذرے ہیں میرے سامنے انہوں نے ویدوں کے رشیوں کی تعریف کی۔ منوجی کی خبر دی۔ بیاس جی سے آشنا کیا۔ کرشن جی کے حالات سنائے۔ رام چندر جی کے واقعات سے آگاہ کیا۔ اور میرا دل ان کی باتوں کو سُن کر اوران کی دنیا کو نیک بنانے کی جدوجہد کو معلوم کر کے بہت ہی لطف میں آیا۔ تب میں نے ان سے سوال کیا۔ آپ کے سایہ میں بدھ مت والے بستے ہیں۔ کچھ ان کے بانی کی نسبت بھی مجھے خبر دیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو ایک

تثلیث کے گڑھ لندن میں ۱۹۲۴ء میں
جماعت احمدیہ کی طرف سے خانۂ خدا کی تعمیر
کی گئی جو کہ انگلینڈ میں پہلی اسلامی مسجد تھی
جہاں اب مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ
پوری دنیا میں صدائے توحید بلند ہو رہی ہے۔
زیر نظر تصویر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صد سالہ احمدیہ
جشن تشکر کے موقعہ پر ۲۳؍مارچ ۱۹۸۹ء کو
مسجد فضل لندن کے سامنے لوائے احمدیت
لہرا رہے ہیں۔

۱۹۷۸ء میں عیسائیت کے گڑھ لندن میں جماعت
احمدیہ کی طرف سے بین الاقوامی کسر صلیب
کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اُس موقعہ پر محترم
صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب خطاب فرما رہے
ہیں۔ سٹیج پر حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان
صاحبؓ رونق افروز ہیں
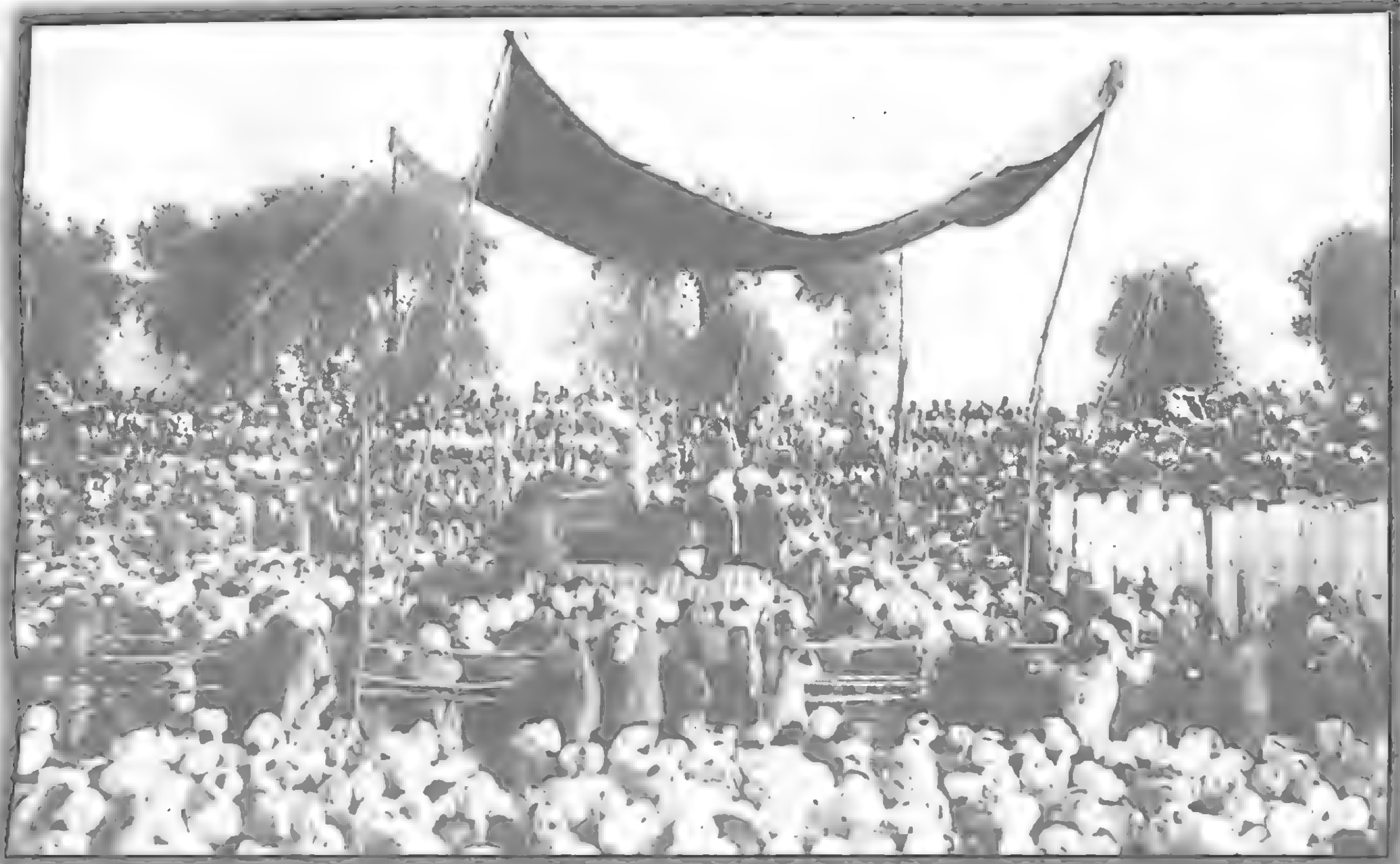
جلسہ سالانہ قادیان سنہ ۱۹۴۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خطاب فرما رہے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سفر یورپ پر روانہ ہونے سے قبل شرکاء قافلہ اور احباب جماعت لاہور و امرتسر کے ہمراہ (امرتسر ۱۲؍جولائی ۱۹۲۴ء)

"محبتوں کا سفیر"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد البشارت پیڈرو آباد سپین کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب کے موقعہ پر

۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش ہونے والا جماعت احمدیہ کا وفد (دائیں سے بائیں: مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت، مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری، حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ محمد احمد مظہر صاحب ایڈووکیٹ، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)

جماعت احمدیہ کی نامور شخصیات
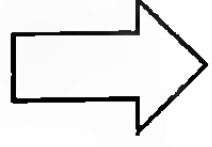
حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ (1893-1985)
آپ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ تھے اور 1970ء میں عالمی عدالت انصاف کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ 1962-1963 میں یونائیٹڈ نیشنز جنرل اسمبلی کے صدر بھی رہے۔
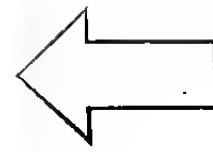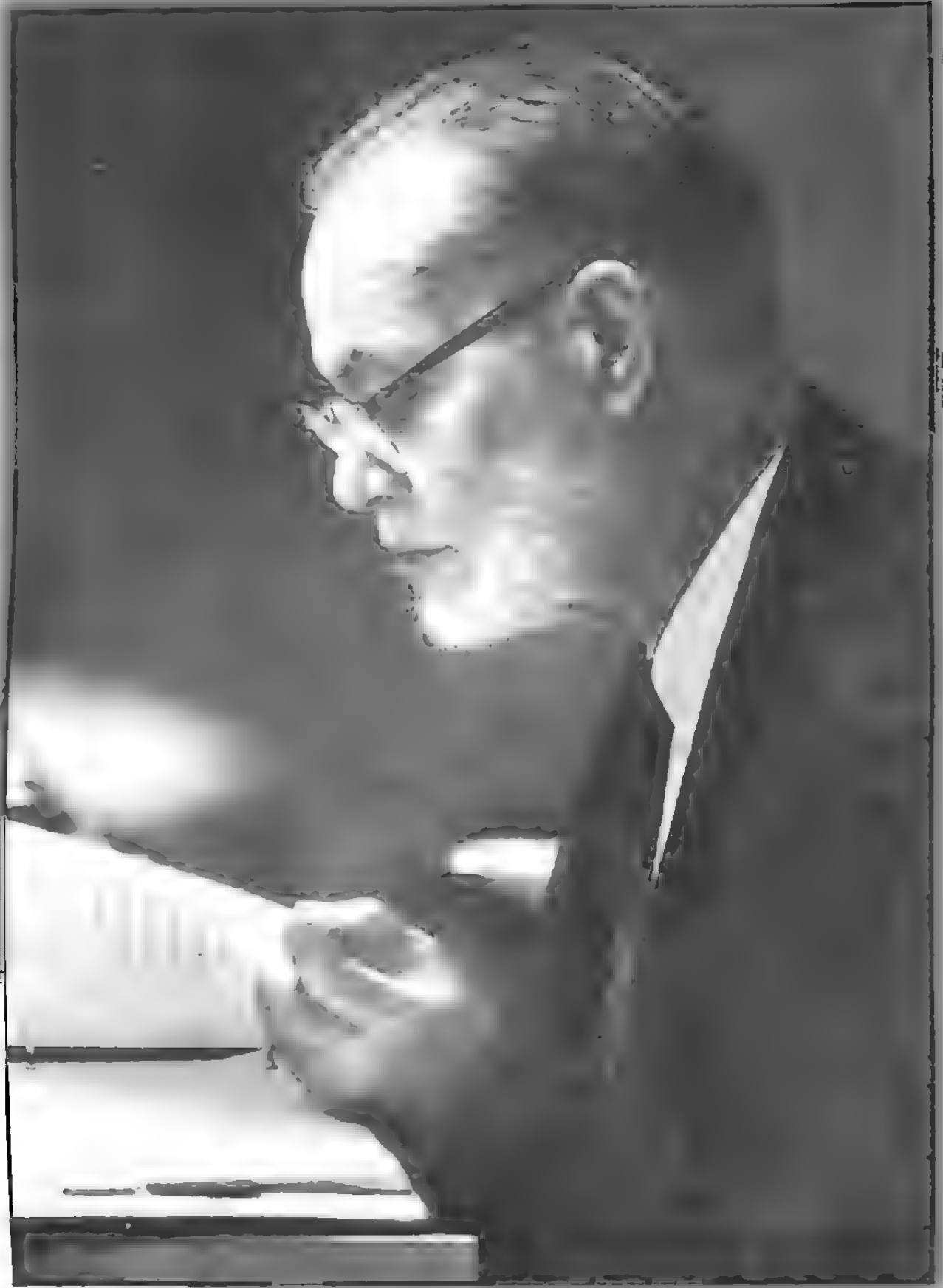
نوبل انعام یافتہ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب مرحوم (1926-1996ء) پہلے مسلمان احمدی سائنسدان

دھوکا خوردہ انسان تھے کچھ ایسے خدا رسیدہ آدمی نہ تھے۔ میں نے کہا کسی اَور قوم کے بزرگ کا حال بتائیں۔ انہوں نے یہی کہا کہ ہمارا مذہب سب سے قدیم ہے۔ اَور خدا تعالیٰ نے سب ہدایت ہمارے بزرگوں کی معرفت دنیا کو دے دی ہے۔ اس کے بعد اسے کسی اَور الہام کے بھیجنے اور معرفت کا راستہ بتانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تب میں بدھ مت والوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان سے اس مذہب کے بانی کے حالات پوچھے۔ انہوں نے بدھ جی کے جو حالات سنائے وہ ایسے دل کش اور مؤثر تھے کہ میرا دل بھر آیا۔ اور ان کی محبت میرے دِل میں آگئی۔ اَور میں نے کہا۔ کہ آپ کے مذہب کے بانی واقعی میں بڑے آدمی تھے کہ انہوں نے خود دُکھ برداشت کئے اَور دوسروں کو سکھ دیئے خود تکالیف برداشت کیں اور دوسروں کو آرام پہنچایا۔ اپنی زندگی کی ہر گھڑی کو بنی نوع انسان کی خیر خواہی میں صرف کیا۔ ان کے حالات بالکل کرشن جی اور رام چندر جی کی طرح کے ہیں۔ اور وہ بھی انہی کی طرح آسمان روحانیت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ پھر نہ معلوم ہندو لوگ ان کو کیوں اچھا نہیں سمجھتے اَور ان کے حسن کی قدر نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو غلطی لگی ہے۔ ہمارے گوتما بدھ اَور رام چندر جی اَور کرشن چندر جی میں کوئی مناسبت نہیں۔ آپ جو کچھ کرشن جی اَور رام چندر جی کی نسبت سنتے ہیں وہ تو قصے اَور کہانیاں ہیں ہندوؤں کے بزرگ ہمارے مذہب کے بانی کی حقیقت تک کہاں پہنچ سکتے تھے؟ مَیں نے ہر چند اصرار کیا کہ دونوں قوموں کے بزرگوں کے حالات آپس میں مشابہ ہیں اور ان کے مخالفوں کے بھی۔ لیکن بدھ مت کے لوگ نہ مانے۔ اور نہ مانے۔ اَور مَیں زرتشتیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان سے پوچھا کہ کیا ان میں بھی کوئی بزرگ گذرا ہے؟ زرتشتیوں نے اپنے بزرگ زرتشت کے احوال سنائے۔ جن کو سُن کر میرے دل کی کلی کھِل گئی۔ اَور میرا سینہ خوشی سے بھر گیا۔ کیونکہ اس مرد نیک سیرت کی زندگی ایک اعلیٰ درجہ کا سبق تھی۔ بدی کے خلاف اس کی جدو جہد۔ نیکی کے قیام کیلئے اسکی مساعی بندوں کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیر لانے کیلئے اس کی تگ ودَو کچھ ایسی شاندار تھی۔ کہ منجمد خون میں بھی حرارت پیدا ہوتی تھی۔ ساکن دل بھی حرکت کرنے لگتا تھا۔ میں نے ان کے احوال معلوم کئے۔ اَور بہت ہی فائدہ حاصل کیا۔ مَیں نے کہا وہ بالکل کرشن۔ رام چندر۔ بدھ کا نمونہ تھے اَور واقعہ میں اس قابل کہ ان کے نمونہ سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ اَور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب ان کے ماننے والوں نے اس بات کو بہت ہی بُرا مانا۔ اس قول میں اپنے بزرگ سردار کی ہتک محسوس کی اَور کہا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ ہندوؤں کا تعلق تو بدارواح سے ہے۔ آپ نے نہیں سُنا کہ ان کا تعلق دیو سے ہے اور اِندر سے اور اگر آپ ہماری کتب پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ یہ بدارواح کے نام ہیں۔ پھر آپ نے کس طرح ان لوگوں کے بزرگوں کو ہمارے آقا سے مشابہت دی۔ میری حیرت جو دوسری اقوام کے رویہ سے پہلے ہی ترقی پر تھیں اَور بھی بڑھ گئی اَور میں تعجب و حیرت سے دوسری قوموں کی طرف متوجہ ہوا۔ مَیں نے یہود کو مخاطب کیا۔ اَور ان سے ان کے بزرگوں کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے ایک لمبا سلسلہ بزرگوں کا پیش کیا۔ انہوں نے دنیا کی ابتداء آدمؑ سے بیان کی اَور نوحؑ کے طوفان اَور اس کی فتوحات کا ذکر کیا۔ پھر ابراہیمؑ اَور اسکی کامیابیوں اَور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اَور یوسفؑ اَور موسیٰؑ اَور ہارونؑ اَور داؤد اور یسعیاہؑ اور عزراؑ اَور ان کے علاوہ بیسیوں اور بزرگوں کے کارناموں کا ذکر کیا۔ انہوں نے خصوصیت سے موسیٰؑ کا ذکر کیا کہ وہ بہت بڑے نبی تھے۔ اور ان کے ذریعہ سے دنیا میں شریعت تکمیل کو پہنچی۔ اَور انہوں نے کہا کہ ان کی شریعت کے احکام ایسے کامل ہیں۔ کہ جب تک زمین اَور آسمان قائم ہیں کوئی شخص ان کا ایک شعشہ بھی نہیں مٹا سکتا۔ مَیں نے دیکھا اس سلسلہ میں ابراہیمؑ اَور موسیٰؑ اَور داؤدؑ خاص شان کے انسان تھے۔ ابراہیمؑ کے حالات تو ایسے تھے کہ دِل محبت اَور پیار کے جذبات سے لبریز ہو جاتا تھا۔ اَور موسیٰؑ کی قومی تربیت کی جدو جہد اَور اللہ تعالیٰ کی طرف ایک بچہ کی سی سادگی کے ساتھ رجوع ایسا دل کش نظارہ تھا کہ وہاں سے ہٹنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ مگر داؤدؑ کا عشق بھی کچھ کم ولولہ انگیز نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ داؤدؑ کے ہر ذرّہ میں محبت کی بجلی سرایت کر گئی تھی۔ اَور ان کی آواز کی ہر لہر میں موسیقی کی روح ناچتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ان کے دردانگیز نوحے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کی گہرائیوں کا پتہ دیتے تھے۔ بلکہ ان کے عشقیہ گیتوں میں ایک ایسے معشوق کی محبت کا بھی اظہار تھا جو ابھی دنیا میں پیدا نہ ہوا تھا۔ مگر اہل بصیرت لوگوں کو اس کی انتظار تھی۔ اَور وہ اپنی روحانی آنکھوں سے ہی دیکھ کر اس کے عاشق ہو رہے تھے۔ مجھے موسیٰؑ کی باتوں میں بھی یہ جھلک نظر آئی۔ مگر وہاں ایک فلسفی بولتا ہوا مجھے دکھلائی دیا۔ اَور داؤدؑ کے نغموں میں عشق کا ترنّم اَور محبت کا سوز پایا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ داؤد نے ایک ہی وقت میں سورج چاند کو دیکھا۔ کبھی ایک کے جلال کو دیکھتے اَور کبھی دوسرے کے جلال کو۔ وہ ایک کی قوتِ عاکسہ پر عش عش کرتے تو دوسرے کی قوت منعکسہ پر۔

میری روح یہود کے بزرگوں کے حالات معلوم کرکے بے حد مسرور ہوئی۔ اَور اس نے خیال کیا یہاں سے مجھے میری بے چینی کا علاج ملے گا۔ اَور اس نے ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کا خیال ہندوؤں اَور بدھوں اَور زرتشتیوں کے بزرگوں کے متعلق کیا ہے؟ میری حیرت کی حد نہ رہی جب انہوں نے بھی مجھے یہ جواب دیا۔ کہ آپ ان لوگوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ وہ سب گمراہ لوگ تھے۔ الہام تو صرف عبرانی میں ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی

زبان بھی عبرانی ہے۔ اُور جنت کی زبان بھی عبرانی۔ اُور فرشتے بھی عبرانی زبان بولتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا دعویٰ تو سنسکرت اُور پراکرت اُور پہلوی زبانوں میں الہام کا ہے۔ اِن کے دعوے تو بالبداہت غلط ہیں۔ بعض لوگوں نے احتجاج کیا کہ شیطان کی زبان بھی تو آپ کے نزدیک عبرانی تھی۔ پھر جب شیطان سنسکرت، پراکرت اور پہلوی جاننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈال لیتا تھا تو فرشتے نیک باتیں کیوں نہیں ڈال سکتے تھے۔ اُور جب کہ وہ لوگ بھی خداتعالیٰ کی مخلوق تھے۔ تو ان کیلئے خداتعالیٰ نے کیا کیا؟ مگر انہوں نے ان باتوں کی طرف توجہ نہ کی اُور کہا۔ سب مخلوق ایک سی نہیں ہوتی۔ ہم خدا کی چنندہ قوم ہیں۔ ہم اور دوسرے برابر نہیں ہو سکتے۔ میرا دل پھر اندر ہی اندر بیٹھنے لگا۔ مجھے پھر نور غائب ہوتا ہوا اور تاریکی پھیلتی ہوئی نظر آئی۔ اُور میں افسردہ دلی سے مسیحیوں کی طرف مخاطب ہوا میں نے عالم خیال میں ان سے بھی مسیح کے متعلق سوال کیا۔ اُور انہوں نے جو حالات ان کے سنائے۔ وہ ایسے دردناک تھے کہ میری آنکھوں میں بار بار آنسو آجاتے تھے۔ میں نے کہا، بیشک یہ بزرگ بھی بالکل دوسری اقوام کے بزرگوں کی طرح بہت بڑے پایہ کے تھے۔ مگر میری اس بات سے خوش ہونے کی بجائے، وہ لوگ ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ آپ دوسرے بزرگوں کا ذکر نہ کریں۔ یہود سے باہر تو کوئی بزرگ ہوا ہی نہیں اُور یہود کے بزرگ بھی گو خداتعالیٰ کی طرف سے تھے۔ مگر سب کے سب گناہ گار تھے۔ آدمؑ سے لیکر ملاکیؑ تک بلکہ یحییٰؑ تک ایک بھی پاک نفس نہیں گزرا۔ پاکیزگی صرف خداتعالیٰ کے بیٹے کو حاصل ہے۔ جو مسیحؑ کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ میں نے کہا اور باقی تو میں؟ انہوں نے کہا۔ وہ مسیحؑ پر ایمان لاکر بچ سکتی ہیں۔ مئیں نے کہا مسیحؑ کے بعد کے لوگ تو اس طرح بچ سکتے ہیں۔ پہلے لوگ کرشنؑ۔ رام چندر بدھ اُور زرتشت جیسے لوگ؟ وہ نیکیوں کے مجسمے وہ تقویٰ کی جیتی جاگتی تصویریں ان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے افسوس سے سر ہلایا۔ اُور کہا کوئی ہو نجات وہی پائے گا۔ جو مسیحؑ کی بے گناہ موت پر ایمان لاتا ہے۔ چونکہ مسیحؑ کی قوم آخری قوم تھی۔ میرا دل مایوسی سے بھر گیا اُور مئیں نے کہا خدایا یہ کیا بات ہے۔ تو نے حسن ہر جگہ پیدا کیا ہے۔ لیکن ہر جگہ کی قوم دوسری جگہ کے حسن کو نہیں دیکھ سکتی۔ کیا یہ حسن ہی نہیں جسے مئیں حسن سمجھ رہا ہوں۔ یا لوگوں کی نظروں کو کچھ ہو گیا؟ میں اسی خیال میں تھا کہ پھر مجھے وہی پیاری آواز، وہ مشکل کُشا آواز، وہ سیدھا راستہ دکھانے والی آواز بلند ہوتی سنائی دی اس نے کہا۔ سنو، اے دنیا کے بھولے ہوئے لوگو! دنیا کی کوئی قوم نہیں۔ جس میں خداتعالیٰ کی طرف سے نبی نہ آئے ہوں۔ خدا تعالیٰ رب العالمین ہے۔ کسی خاص قوم کا رب نہیں وہ ظالم نہیں، اور ہوشیار کرنے کے بغیر سزا نہیں دیتا۔ پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس کے عذاب تو ہر ملک میں آتے۔ لیکن نبی ہر ملک میں نہ آتے؟ خدا تعالیٰ کی کوئی زبان نہیں وہ زبانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کا الہام بندوں کی زبان میں نازل ہوتا ہے۔ جس قوم کو وہ مخاطب کرتا ہے اسی کی زبان میں وہ کلام کرتا ہے۔ کہ لوگ اس کی نازل کردہ ہدایتوں کو سمجھیں خدا کے سب نبی برگزیدہ اُور پاک تھے۔ ان میں تمہارے لئے نمونہ ہے جو ان میں سے ایک کا بھی انکار کرتا ہے۔ خداتعالیٰ کی درگاہ سے راندہ جاتا ہے۔ اُور جو ان کے نقشِ قدم پر چلتا ہے برکت پاتا ہے اُور ہدایت حاصل کرتا ہے۔ میری روح اس آواز کو سُن کر خداتعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئی۔ اُور میں نے کہا اے پیارے مالک! اگر یہ آواز تیری طرف سے بلند نہ ہوتی تو میں تباہ ہو جاتا۔ مجھے تو نے حسن کو پہچاننے کا مادہ دیا ہے۔ اندھا حسن سے بے خبر رہ کر دنیا کی اس کیفیت سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا تھا۔ جو میں نے دیکھی لیکن میں جسے تو نے آنکھ دی تھی اگر اس آواز کو نہ سنتا۔ دیوانہ ہو جاتا۔ پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاتا۔ مجھے تو کرشنؑ، رام چندرؑ، بدھؑ، زرتشتؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ میرے لئے یہ عقدہ لاینحل تھا کہ حسن موجود ہے لیکن لوگ اسے نہیں دیکھتے۔ مگر تیرا شکر اور احسان ہے کہ تو نے اس آواز کو بلند کیا۔ میرا دل اس وقت اس آواز والے کی محبت سے بھی اس قدر لبریز ہوا کہ مئیں نے سمجھا۔ میرے صبر کا پیالہ ابھی چھلک جائے گا۔ میرے سینہ سے پھر ایک آہ نکلی۔ اُور مئیں نے کہا کہ یہ آواز تو سب دنیا کے بزرگوں کیلئے ایک رحمت ثابت ہوئی۔ اُور میں نے بیتاب ہو کر اس آواز کے مالک کے دامن کو پکڑنا چاہا۔ لیکن میرے اُور اس کے درمیان تیرہ صدیوں کا پردہ حائل تھا۔ ایک قابو میں نہ آنے والا ماضی۔ ایک بے بس کر دینے والا گذشتہ زمانہ۔ آہ! اے عزیزو، مئیں تم کو کیا بتاؤں اس وقت میرا کیا حال تھا۔ ایک پیاس سے مرنے والے آدمی کے منہ سے پانی کا گلاس لگا کر جس طرح کوئی روک لے، وہ اس کی خنکی کو تو محسوس کرے۔ لیکن اس کی تراوٹ اس کے حلق کو نہ پہنچے۔ بالکل میرا یہی حال تھا۔ مجھے یوں معلوم ہوتا تھا۔ اس آواز کا صاحب بالکل میرے پاس ہے۔ اُور باوجود اس کے کہ، اس کے اُور میرے درمیان تیرہ صدیوں کا لمبا بُعد تھا۔ مئیں اس کے دامن کو چھوتا تھا۔ مگر پھر بھی پکڑ نہیں سکتا تھا اس وقت میرا دل چاہتا تھا کہ اگر مجھے داؤدؑ نبی مل جائیں تو مئیں انہیں پکڑ کر گلے لگا لوں۔ پھر خوب روؤں وہ مستقبل کے گلے کریں اُور مئیں ماضی کے شکوے۔ کیونکہ انہیں اس امر کا شکوہ تھا کہ وہ اس محبوبؐ سے تیرہ سو سال پہلے کیوں پیدا ہو گئے۔ اُور مجھے اس کا افسوس ہے۔ کہ میں تیرہ سو سال بعد میں کیوں پیدا ہوا۔

پہلی کتب کیلئے رحمت

میں نے بزرگانِ دین کی طرف توجہ کرنے کے بعد پہلی کتب کی طرف نگاہ کی۔ اُور میں نے خیال کیا کہ بزرگ فوت ہو چکے۔ ان کے کارنامے لوگوں

کے سامنے نہیں۔ اور شاید انسان، انسان سے حسد بھی کرتا ہے۔ ممکن ہے حسد اور بغض کی وجہ سے لوگوں نے ان بزرگوں کی قدر نہ کی ہو۔ اور چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کی باتوں میں آگئے ہوں۔ اس لئے آؤ ہم ان کتب پر نظر ڈالیں، جو آسمانی کہلاتی ہیں۔ اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگائیں۔ مَیں نے ویدوں پر نگاہ کی اور ان میں بعض ایسے شاندار خیالات دیکھے۔ ایسے پاکیزہ جواہر پارے دریافت کئے۔ کہ میرے دل نے تسلیم کر لیا کہ ان کو پیش کرنے والے رشی، منی خدا تعالیٰ سے ہی سیکھ کر یہ باتیں پیش کرتے تھے۔ اس کے کئی حصے میرے سمجھ میں نہیں آئے لیکن میں نے سمجھا اتنے لمبے عرصہ میں انسانی دست برد بھی کتابوں کو کچھ کا کچھ بنا دیتی ہے بہر حال ان میں مندرج خیالات کی عام رو نہایت پاکیزہ تھی۔ پھر مَیں نے گوتم بدھ کی پیش کردہ تعلیم کو دیکھا تو اصولی طور پر اس کو بہت سے حسن سے پُر پایا۔ اگر ویدوں میں محبت الٰہی کے جلوے نظر آرہے تھے۔ تو بدھ کی تعلیم میں خدا تعالیٰ پر اتکال اور اخلاقِ فاضلہ کے خوبصورت اصول نظر آئے۔ بیشک ان کی تعلیم میں بھی بہت سی باتیں میری عقل کے خلاف تھیں مگر اصولی طور پر مَیں اس امر کو سمجھ سکتا تھا۔ کہ وہ تعلیم آسمانی منبع سے ہی نکلی ہے۔ اور انسانی عقل اس کا سرچشمہ نہیں۔ گو یہ حق ہے کہ انسان نے بعد میں کتر بیونت سے اس کے حسن کو کم کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ اس کے بعد میں زرتشت کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں مَیں نے نہ صرف اخلاق کی اعلیٰ تعلیم پائی بلکہ تدبیر کا پہلو نہایت روشن طور پر کام کرتا ہوا نظر آیا۔ بدھ میں صوفیت کی روح کام کر رہی تھی لیکن زرتشت میں ایک معلم کی جو ایک بچہ کی کمزوریاں دیکھ کر اس کو تفصیلی ہدایت دیتا ہے۔ جن سے اس کیلئے اپنا کام عمدگی سے پورا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ مَیں نے اس میں دوسری تعلیمات کے مقابلہ میں مبدا کی نسبت معاد پر زیادہ زور پایا۔ اور اس میں یہ روح کام کرتی ہوئی۔ دیکھی کہ زیادہ اس خیال میں نہ پڑو۔ کہ تم کس طرح پیدا ہوئے۔ تم کدھر جا رہے ہو اور مستقبل میں تم سے کیا پیش آنے والا ہے۔ اس کا زیادہ خیال کرو۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ تعلیم جنت اور دوزخ اور عالم برزخ اور حساب اور توبہ اور گناہ کی فلاسفی وغیرہ کے خیالات سے لبریز تھی۔ اور گو اس میں بھی انسانی دست اندازی کے اثر ہویدا تھے لیکن یہ امر بھی بالبداہت ثابت ہوتا تھا کہ اس کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اور زرتشت ایک عمدہ گویتے نہ تھے۔ جو فطرت کے رازوں کو ظاہر کر رہے ہوں۔ بلکہ خود ایک نَے تھے۔ جس میں دوسرا شخص اپنی آواز ڈالتا۔ اور جس سُر کے اظہار کیلئے چاہتا ہے کام میں لاتا ہے۔ پھر مَیں نے تورات اور اس کے ساتھ کی کتب پر نگاہ کی۔ اور انہیں خدا تعالیٰ کے جلال کے اظہار اور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات کے خیالات سے پُر پایا میں نے دیکھا کہ ان کتب میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر حکومت اور ان کی مشکلات میں ان کی راہنمائی پر خاص زور تھا۔ اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا تھا۔ گویا خدا تعالیٰ کوئی الگ بیٹھی ہوئی ہستی نہیں۔ بلکہ وہ ایسا بادشاہ ہے۔ جو روزمرّہ اپنے بندوں کے کام کا جائزہ لیتا ہے۔ اور شریر کو سزا دیتا ہے۔ اور نیک کو انعام دیتا ہے۔ اور انکی غلطیوں پر تنبیہ کرنے کیلئے تازہ بتازہ احکام بھیجتا رہتا ہے۔ مَیں نے اس مجموعہ میں یہ نیا امر دیکھا کہ جہاں گذشتہ کتب تعلیم پر زیادہ زور دیتی تھیں۔ اور معلم کو نظر انداز کر دیتی تھیں۔ وہاں اس مجموعہ میں معلموں کی شخصیتیں نہایت نمایاں نظر آتی تھیں۔ اور تعلیم سے کم معلم کی شخصیت پر زور نہ تھا۔ اور اسی اصل کے ماتحت اس کتاب میں ایک یا دو معلموں کے ذکر پر بس نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ معلموں کی ایک لمبی صف تھی جو ہر وقت تعلیم کے صحیح مفہوم کو سمجھانے کیلئے استادہ نظر آتی تھی۔ اس شریعت میں بھی زرتشتی کتاب کی طرح تفصیلات تعلیم پر خاص زور تھا۔ اور گو اس میں بھی انسانی ہاتھ کی دخل اندازی صاف ظاہر تھی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ آسمانی نور کی روشنی اس قدر درخشاں تھی کہ کوئی نابینا ہی اس کے دیکھنے سے قاصر رہے تو رہے۔ پھر مَیں نے انجیل کی طرف نگاہ کی اور اُسے گو مَیں ایک کتاب تو نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مسیحؑ کے اقوال اور تعلیمیں اس میں بہت ہی کم نقل تھیں۔ زیادہ تر اس کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ لیکن پھر بھی اس میں روحانیت کی جھلک تھی اور جو تھوڑی سی تعلیم مسیحؑ کی طرف منسوب کر کے اس میں لکھی گئی تھی۔ وہ نہایت اعلیٰ اور دلکش تھی۔ اس کتاب میں سزا اور جزا کی جگہ محبت اور رحم پر زیادہ زور تھا اور انسان کی ذاتی تکمیل کی جگہ آسمانی امداد پر انحصار رکھا گیا تھا۔ بدھ کی طرح توکل کا مظاہرہ تو نہ تھا۔ لیکن مشکلات کے وقت خدا تعالیٰ کی امداد پر ضرور زور دیا گیا تھا۔ اس کتاب سے خود ہی ظاہر تھا کہ مسیحؑ گو ایک ملہم من اللہ تھے۔ لیکن شریعت جدیدہ کے حامل نہ تھے۔ اور گو ان کے الہامات اس میں مذکور نہ تھے لیکن جو کچھ الہامات کا اس میں مذکور تھا وہ لطیف اور اللہ تعالیٰ کی شان کا ظاہر کرنے والا تھا۔ اور ایک ادنیٰ نظر سے اس کے الہامی ہونے کا علم حاصل کیا جا سکتا تھا۔ مَیں نے ایک خوشی کا سانس لیا۔ اور کہا جس طرح خدا تعالیٰ کا مجازی نور اس کے مادی عالم کی ہر شے سے ظاہر ہے اسی طرح اس کا حقیقی نور اس کے روحانی عالم کی ہر شے سے ظاہر ہے۔ مَیں نے کہا گو نبی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر یہ کتب اپنے حسن دلکش کی وجہ سے ضرور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہونگی اور یہ باغ روحانی کے مختلف پودے ضرور یکجا جمع ہو کر دنیا کی روحانی کوفت کو دور کرتے اور اس کی اخلاقی افسردگی کو مٹاتے ہونگے۔ مگر میری حیرت کی حد نہ رہی جب مَیں نے دیکھا کہ باوجود آنکھوں کے سامنے ان روحانی جواہرات کی موجودگی کے ہر ایک یہی شور مچا رہا تھا کہ میرے پاس تو قیمتی ہیرے ہیں، اور دوسروں کے پاس صرف بے قیمتی پتھر مَیں نے کہا،

خدایا! ان عقل کے اندھوں کو کیا ہو گیا کہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ کیا دنیا سے انصاف مٹ گیا ہے۔ کیا انسان اپنی روحانیت کی نمائش گذشتہ ایام میں کر چکا اور اب بالکل کھوکھلا ہو گیا ہے کیا یہ دنیا جو کسی وقت خدا کا تخت گاہ کہلاتی تھی اب محض شیطان کی چوگان بازی کیلئے رہ گئی ہے۔ میں اسی فکر میں تھا کہ پھر وہی دلوں کو پاک اور دماغوں کو منور کر دینے والی آواز بلند ہوئی۔ اور اس نے کہا ہمارا یہ مسلک نہیں کہ دوسروں کی قبروں پر اپنا محل بنائیں۔ جو حسن کو نہیں دیکھتا۔ وہ اندھا ہے۔ بے شک گذشتہ کتب میں انسانی دست برد نے تغیر کر دیا۔ لیکن پھر بھی ان کا منبع الٰہی علم ہے۔ اور ہماری آواز ان کی مصداق ہے۔ اور ان کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے علاوہ اور مقاصد کے اس مقصد کیلئے بھی مبعوث فرمایا ہے کہ ہم تمام خدا تعالیٰ کی کتب کی تصدیق کریں۔ اور ان کی سچائی کو ثابت کریں۔ تا اللہ تعالیٰ پر ظلم کا الزام نہ لگے۔ اور تا حسن کو دیکھ کر اس کا انکار کرنے والے روحانی نابینائی کے مرض میں مبتلا نہ کئے جاویں۔ نادان انسان ان کتب کی صداقت کا کس طرح انکار کر سکتا ہے۔ جو غیب پر مشتمل ہیں۔ اور جن کی صداقت پر آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں کر کے اور خصوصاً ہمارے زمانہ کی خبر دے کر خدا تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔ کوئی انسان نہیں جس کو غیب کا علم ہو اور یہ کتب تو غیب کے خزانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی تو دیکھو کہ باوجود اس کے کہ ان میں انسانی ملاوٹ ہے۔ وہ توحید کی تعلیم کو خاص طور پر پیش کرتی ہیں حالانکہ شیطانی کلام خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم نہیں کیا کرتا۔ اس آواز کو سُن کر میرے دل کی گرہیں کھل گئیں۔ میری پریشانی دُور ہو گئی۔ اور میرے دِل سے ایک آہ نکلی۔ اور میں نے کہا۔ یہ آواز گذشتہ کتب کیلئے رحمت ثابت ہوئی۔

انسانی ضمیر کیلئے رحمت

جب میں نے دیکھا کہ سب قوموں میں نبی گزرے ہیں۔ اور سب ہی کے پاس شمع ہدایت موجود ہے جس کے ذریعہ سے۔ اگر وہ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کا کامل نور پا سکتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ باوجود اس حسد اور بغض کے جو مختلف قوموں کو دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور کتب سے ہے۔ پھر بھی وہ اشتراک اور وہ مناسبت جو ایک دوسرے کے مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ اور ان اعلیٰ تعلیمات کی وجہ سے جو اُن کی کتب میں بھری پڑی ہیں۔ دنیا میں صلح اور امن کی تو ایک بنیاد قائم ہو گئی ہے۔ گو غیرت اور غیرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے بزرگوں کو تسلیم نہ کریں۔ لیکن کم سے کم اس اتحاد نے دنیا کو لڑائی اور جھگڑوں سے تو ضرور بچا لیا ہو گا۔ لیکن میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کو مار پیٹ رہے تھے اور طرح طرح سے دکھ دے رہے تھے۔ کہ تم کیوں اپنا عقیدہ چھوڑ کر ہمارے عقیدے کو قبول نہیں کر لیتے؟ میں نے دیکھا بعض کو گالیاں دی جا رہی تھیں۔ بعض کو پیٹا جا رہا تھا اور بعض کا بائیکاٹ کیا جا رہا تھا۔ بعض پر تمدنی دباؤ ڈالا جا رہا تھا۔ اور بعض پر اقتصادی۔ لیاقت تو موجود ہوتی لیکن ملازمت نہ دی جاتی۔ اچھا مال تو فروخت کرنے کیلئے ان کے پاس ہوتا لیکن ان سے خرید و فروخت نہ کی جاتی عدالتوں میں بلاوجہ اور بلا قصور ان کو کھینچا جاتا۔ بعض کو تو جلاوطن کیا جاتا۔ اور بعض کو تلوار سے ڈرا کر اپنا مذہب چھوڑنے کیلئے کہا جاتا۔

میں نے دیکھا کہ بعض دفعہ جس پر جبر کیا جاتا تھا۔ اس کا عقیدہ جبر کرنے والے سے سینکڑوں گنے زیادہ اچھا ہوتا۔ بعض دفعہ جبر کرنے والے کے اعمال نہایت گندے ہوتے ہیں اور جبر کے تختہ مشق کے اعمال نہایت پاکیزہ ہوتے۔ میں حیران ہو کر دیکھتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جب بعض لوگ ان جابروں سے پوچھتے کہ آخر یہ کیا ظلم ہے۔ اور ان لوگوں کو کیوں دکھ دیا جا رہا ہے۔ تو لوگ جواب میں کہتے کہ آپ اپنے کام سے کام رکھیں ہم لوگ انصاف کر رہے ہیں اور ظلم نہیں بلکہ حقیقی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ اگر مادی طور پر ہم نے کچھ سختی کر لی۔ تو اسکا حرج کیا ہے؟ جب کہ ان کی روح کو ہم نجات دلا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ ظلم ترقی کرتے کرتے اس قدر بڑھ گیا کہ بعض لوگوں کو صرف اس جرم پر آزار پہنچائے جانے لگے کہ کیوں اپنے رب کی آواز کو سنتے ہیں۔ اور بعض کو اس لئے کہ کیوں خدا تعالیٰ کیطرف ظلم اور کمزوری منسوب نہیں کرتے۔ اور میں نے لوگوں کو اس لئے بھی دوسروں پر جبر کرتے دیکھا کہ وہ کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔ آہ یہ ایک بھیانک نظارہ تھا جسے دیکھ کر میری روح کانپ گئی اور میں نے کہا۔ آخر ان نبیوں کے آنے کا کیا فائدہ ہوا۔ یہ شریعتیں کس مصرف کی ہیں۔ کہ ان کے باوجود یہ ظلم ہو رہے ہیں۔ اور میں ابھی اسی سلوک پر حیرت کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا بعض لوگ عبادت کیلئے عبادت گاہوں کی طرف آنا چاہتے تھے۔ کہ بعض دوسرے لوگوں نے ان کو روکا اور کہا کہ تم کو کس نے کہا ہے کہ ان مقدس مقامات کو ناپاک کرو۔ اور کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ جب کہ تم عُشائے ربانی میں فطیری کی جگہ خمیری روٹی استعمال کرتے ہو۔ یا مقدس اشیاء کو دستانے پہن کر پکڑ لیتے ہو۔ تم ہماری عبادت گاہوں میں داخل ہو کر انہیں نجس کرنا چاہتے ہو۔ غرض اس قسم کی باتیں تھیں جن پر میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کو عبادت گاہوں سے روک رہے تھے۔ اور نتیجہ یہ تھا کہ لوگوں کی توجہ عبادت سے ہی ہٹ رہی تھی۔

پھر میں نے دیکھا کہ بعض لوگ اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے ثواب کا سب سے بڑا کام یہ سمجھا کہ جہاں موقعہ ملا دوسروں کی عبادت گاہ گرا دی یہود مسیحیوں کی عبادت گاہیں اور مسیحی،

یہودیوں کی اُور بدھ، ہندوؤں کی اُور ہندو، بدھوں کی عبادت گاہیں گرارہے تھے۔ اُور اپنے اعمال پر فخر کررہے تھے۔ اُور ہر ایک شخص یہ خیال کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کا پیمانہ اس کیلئے دوسری اقوام کی عبادت گاہوں کے گرانے کے کام کے مطابق وسیع ہوگا۔ آہ یہ مقدس جذبات کی بے حرمتی کا ایک حیا سوز نظارہ تھا ایک دِل دہلا دینے والا منظر تھا۔ مَیں نے کہا۔ کیا یہ ترقی ہے؟ جو دنیا نے ان ہزاروں سالوں میں کی ہے۔ جن میں قریباً ہر صدی نے ایک نبی پیدا کیا ہے۔ کیا یہ ارتقاء ہے جسے علمائے سائنس ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مَیں شاید نبیوں کے کاموں کی پائیداری کا قائل ہی نہ رہتا۔ اگر وہی پاکیزہ آواز مقدس آواز جو پہلے میرے شبہات کا ازالہ کرتی رہی تھی۔ پھر بلند نہ ہوتی۔ پھر میں اسے دنیا کی آوازوں کو دباتے ہوئے نہ پاتا۔ پھر اسے جلالی انداز میں یہ کہتے نہ سنتا ”حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ باطل تو بھاگا ہی کرتا ہے۔ دین کے معاملہ میں جبر ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی میں کامل فرق کرکے دکھا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک ضروری امر کو کھول دیا ہے۔ اُور بقدر ضرورت جسمانی پانی کی طرح وہ مختلف ممالک میں روحانی پانی برساتا رہا ہے۔ ان کے اختلافات اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ پانی پاک نہیں۔ بلکہ صرف مختلف ممالک اور مختلف زمانوں کے لوگوں کی طبائع اُور ضرورتوں کے فرق پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کو جب اُور جو ضرورت ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے ضرورت کے مطابق سامانِ ہدایت پیدا کردیئے۔ پس ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو اور اگر کوئی ناحق پر بھی ہو۔ تب بھی اسے جبر سے نہ منواؤ۔ کہ خدا تعالیٰ کا معاملہ دِل کی حالت کے مطابق ہے۔ نہ کہ زبان کے قول کے مطابق خدا تعالیٰ کو تمہاری باتیں اُور تمہارے، ظاہری اعمال نہیں پہنچتے۔ بلکہ اس کے حضور میں تمہارے دِل کی کیفیت پہنچتی ہے جو جبر سے نہیں پیدا ہوسکتی۔ ایک دوسرے کو عبادت گاہوں میں عبادت کرنے سے نہ روکو۔ کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ جو خدا کا نام لینا چاہتا ہے۔ خواہ کسی طریق پر نام لے۔ اسے اجازت دو۔ تا لوگوں کی عبادت کی طرف توجہ ہو۔ اُور لا مذہبی ترقی نہ کرے۔ لوگوں کی عبادت گاہوں کو نہ گراؤ۔ خواہ آپس میں کس قدر ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سے ظلم اُور فتنہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے اُور امن کا قائم ہونا لمبے زمانہ تک ناممکن ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی حکومت کو تباہ کر دیگا۔ اُور نئی قومیں پیدا کریگا۔ جو اس کے حکم کے ماتحت عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گی“۔ اس آواز نے میرے خدشات کو دُور کر دیا۔ میرے خیالات کو مجتمع کردیا۔ اُور مَیں نے پھر آزادی کا سانس لیا جس میں ایک طرف تسلی اور دوسری طرف درد ملا ہوا تھا۔ تسلی اس لئے کہ مَیں نے دیکھا کہ دنیا کی اصلاح کا دن آگیا۔ ظلم مٹایا جائے گا اُور درد اس لئے کہ اس آواز کے مالک کی طرف میرا دل زیادہ سے زیادہ کھینچا جارہا تھا۔ مگر تیرہ سو سال کا زمانہ پوری ناقابلِ قدر صدیاں میرے اُور اس کے درمیان میں حائل تھیں مگر بہر حال میرے دل سے پھر ایک آہ نکلی۔ اُور شکر و امتنان سے بھرے ہوئے دل سے مَیں نے کہا کہ یہ آواز انسانی ضمیر کیلئے بھی ایک رحمت ثابت ہوئی۔

معذوروں کیلئے رحمت

اس کے بعد میری نگاہ انسانوں میں سے معذوروں پر پڑی۔ میں نے دیکھا کہ انسانوں میں سے کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے ناکارہ اُور بے مصرف نظر آتے ہیں۔ ان میں سے اندھے ہیں بہرے ہیں۔ اور گونگے ہیں اور لنگڑے ہیں اُور اپاہج ہیں اُور مفلوج ہیں۔ اُور کمزور جسموں والے ہیں اور بیمار ہیں اور بوڑھے ہیں یا چھوٹے ہیں۔ بے کار ہیں اور بے سر و سامان ہیں۔ اور بے یار و مددگار ہیں۔ مَیں نے دیکھا یہ مخلوق خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ دلچسپ مخلوق تھی۔ مَیں نے ان میں سے ایسے لوگ دیکھے کہ باوجود اپاہج ہونے کے ان کے دل شرارت سے لبریز تھے۔ اگر کسی کے ہاتھ نہ تھے تو وہ پاؤں سے چوری کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور اگر پاؤں نہ تھے تو وہ گھسٹ کر بدی کے مقام پر جانا چاہتا تھا۔ اور اگر آنکھیں نہ تھیں تو وہ کانوں سے بدنظری کا مرتکب ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ یا ہاتھوں سے چھو کر اپنے بدخیالات کو پورا کرنے کی سعی کرتا تھا۔ بے یار و مددگار لوگوں کو میں نے دیکھا۔ ان کے چہروں پر بادشاہوں سے زیادہ نخوت کے آثار تھے۔ بیکسوں کو دیکھا کہ اپنی بے کسی کی حالت میں ہی وہ دوسروں کو گرانے کیلئے کوشاں تھے۔ مگر میں نے انہی لوگوں میں ایسے لوگ دیکھے جن کے دل خدا کے نور سے پُر تھے۔ ان کی آنکھیں نہ تھیں۔ مگر وہ بینا لوگوں سے زیادہ تیز نظر رکھتے تھے۔ ظاہری کان نہ تھے۔ مگر ان کی سماعت غضب کی تیز تھی۔ ہاتھ نہ تھے مگر جس نیکی کو پکڑتے تھے، چھوڑنے کا نام نہ لیتے پاؤں نہ تھے، مگر نیکی کی راہوں پر اس طرح چلتے تھے۔ جس طرح تیز گھوڑا دوڑتا ہے۔ مگر باوجود ان کے اچھے ارادوں اور میسر شدہ سامانوں کے مطابق کوشش کرنے کے پھر بھی وہ اس قسم کے عمل نہیں کرسکتے تھے۔ جو تندرست اُور طاقت رکھنے والے لوگ کر سکتے ہیں اُور اس لحاظ سے وہ ظاہر بینوں کی نگاہ میں نکمے اُور ناکارہ نظر آتے تھے۔ مَیں نے دیکھا ان کو ہاتھوں کے نہ ہونے کا اس قدر صدمہ نہ تھا جس قدر اس کا کہ وہ ان نیک کاموں کو بجا نہیں لاسکتے کہ جن میں ہاتھ کام آتے ہیں، انہیں آنکھوں کے جانے کا اس قدر صدمہ نہ تھا جس قدر اس کا کہ وہ ان نیک کاموں سے محروم ہیں۔ جن میں آنکھیں کام آتی ہیں۔ غرض ہر کمزوری جو ان میں پائی جاتی تھی۔ خود اس کمزوری کا ان کو احساس نہ تھا۔ لیکن اس کمزوری کے نتیجہ میں جس قسم کی نیکیوں سے وہ محروم رہتے تھے۔ ان کا ان کو بہت احساس تھا۔ میں نے ان لوگوں

کو ہزار بدصورتیوں کے باوجود خوبصورت پایا۔ اَور ہزار عیبوں کے باوجود کامل دیکھا، اَور میں جوش سے کہہ اُٹھا کہ باوجود مذاہب کے اختلاف کے اس میں تو کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نہایت خوبصورت مخلوق ہے۔ ان کے عیب پر ہزار کمال قربان ہورہا ہے۔ اَور یہ لوگ ثابت کررہے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ فضل کرے تو مَیلے کے ڈھیر پر بھی پاکیزہ روئیدگی پیدا ہوسکتی ہے مگر میری حیرت کی حد نہ رہی۔ کہ جب ایک جماعت مجھ سے اس بارے میں بھی اختلاف پر تیار ہوگئی اور بعض نے کہا کہ ایسے ناپاک لوگوں کو آپ اچھا کہتے ہیں۔ ان سے تو الگ رہنے کا حکم ہے۔ اَور ان کے ساتھ مل کر کھانا تک ناجائز ہے۔ اَور نہ اِن سے چھونا درست ہے ایک اَور جماعت بولی یہ اپنے گذشتہ اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے پیارے کس طرح ہوگئے۔ بلکہ انہوں نے ان کے گناہ تک گنائے کہ گذشتہ زندگی میں فلاں گناہ کرکے آنکھیں ضائع ہوگئیں۔ فلاں گناہ کرکے کان ضائع ہوئے۔ وغیرہ۔ اَور بعض نے ہنس کر کہا کہ خیر یہ تو بے وقوفی کی باتیں ہیں۔ اصل میں ان پر دیو سوار ہیں ہمارے خداوند ان دیوں کو نکالا کرتے تھے۔ اَور ان کے بعد ان کے شاگرد۔ مگر اب ایسے لوگ ہم میں موجود نہیں رہے۔ میں نے کہا، الٰہی! دنیا کو کیا ہوگیا ہے۔ یہ دل کے اندھے، آنکھوں کے اندھوں پر اور دِل کے بہرے کانوں کے بہروں پر ہنستے ہیں یہ بدصورت اَور کریہہ منظر لوگ ان اپاہجوں کے حسن کو کیا جانیں۔ جن کے دِل تیرے نور سے منور اَور جن کے سینے تیری محبت کے پھولوں سے رشک صد مرغزار بن رہے ہیں۔ آہ میں کس طرح مانوں کہ تو بھی بنیوں کی طرح یہ دیکھتا ہے۔ کہ کسی کی تھیلی میں کیا ہے اَور یہ نہیں دیکھتا کہ کسی کے دل میں کیا ہے۔ مگر میرے خیالات کی رَو کو پھر اسی عقدہ کشا آواز نے روک دیا۔ وہ نازو رعنائی سے بلند ہوئی اس ناز سے کہ کسی معشوق کو کب نصیب ہوا ہوگا۔ اس شان سے کہ کسی بادشاہ کو خواب میں بھی حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔ اور اس نے کہا کہ اے کام کرنے والو! اے خدا کی راہ میں جانیں قربان کرنے والو مت خیال کرو کہ خدا کے حضور میں تم ہی مقبول ہو۔ اَور اس کے انعامات کے تم ہی وارث ہو۔ یاد رکھو کہ کچھ تمہارے ایسے بھی بھائی ہیں کہ جو بظاہر ان عمل کی وادیوں کو طے نہیں کررہے۔ جن کو تم طے کررہے ہو۔ اِن کٹھن منزلوں میں سے نہیں گزرے، جن میں سے تم گزر رہے ہو۔ لیکن پھر بھی وہ تمہارے ساتھ ہیں تمہارے شریک ہیں تمہارے ثوابوں کے حصہ دار ہیں۔ اَور خدا تعالیٰ کے ایسے ہی مقرب ہیں جیسے کہ تم۔ مَیں نے دیکھا۔ نیکوکاروں کی وادی میں ایک عظیم الشان ہلچل پیدا ہوئی اَور سب بے اختیار چلا اُٹھے کہ کیوں، ایسا کیوں ہے؟ اس مقدس آواز نے جواب دیا اس لئے کہ گو ان کے ہاتھ پاؤں بوجہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ معذوریوں کے تمہارے ساتھ شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ مگر ان کے دل تمہارے ساتھ ہیں۔ جب تم عمل کی لذتوں سے مسرور ہورہے ہوتے ہو۔ وہ غم اور حرماں کے تلخ پیالے پی رہے ہوتے ہیں بے شک جام مختلف ہیں۔ بے شک شراب جدا جدا ہے۔ لیکن کیفیت میں کوئی فرق نہیں۔ نتیجہ ایک ہی ہے۔ تم جس مقام کو پاؤں سے چل کر پہنچتے ہو۔ وہ دل کے پروں سے اُڑ کر جا پہنچتے ہیں۔ ان کو ناپاک مت کہو۔ جو اِن میں سے نیک ہیں وہ تم میں سے پاکیزگی میں کم نہیں۔ میری روح وجد میں آگئی۔ میرا دل خوشی سے ناچنے لگا۔ میں نے کہا صَدَقْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ انصاف اس کا نام ہے۔ عدل اس کو کہتے ہیں میرے دل سے پھر ایک آہ نکل گئی۔ اَور میں نے کہا۔ طاقتور کے ساتھی تو سب ہوتے ہیں مگر یہ آواز معذوروں کیلئے رحمت ثابت ہوئی۔

آئندہ نسلوں کیلئے رحمت

میں کہاں کہاں تم کو اپنے ساتھ لئے پھروں۔ مَیں نے اس عالم خیال میں بیسیوں اَور مقامات کی سیر کی۔ لیکن اگر میں ان کیفیات کو بیان کروں۔ تو یہ مضمون بہت لمبا ہوجائے گا۔ اسلئے اب میں صرف ایک اَور نظارہ کو بیان کرکے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ میرے دِل میں خیال آیا کہ یہ غیبی آواز ماضی کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔ اَور حال کیلئے بھی۔ مگر اس کا معاملہ مستقبل کے ساتھ کیسا ہے، مَیں نے کہا، آئندہ نسلیں لوگوں کو اپنی جانوں سے کم پیاری نہیں ہوتیں۔ ماں باپ خود فنا ہونے کو تیار ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کی اولاد بچ جائے۔ بلکہ سچ پوچھو۔ تو وہ ہر روز اپنے آپ کو اولاد کی خاطر تباہی میں ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر ماضی اَور حال کسی کو کب تسلی دے سکتے ہیں۔ جبکہ مستقبل تاریک نظر آتا ہو۔ جبکہ آئندہ نسلیں فلاح و کامیابی کی راہوں پر چلنے سے روک دی گئی ہوں۔ مَیں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ کوئی اپنی نسلوں کی تباہی پر راضی ہوجائے۔ اس لئے مستقبل کے متعلق تو ضرور سب مذاہب متحد ہونگے۔ اور اس مقدس وجود سے ان کو اختلاف نہ ہوگا جو دوسرے امور میں ان سے اختلاف کرتا رہا اور ان کیلئے صحیح عقیدہ یا صحیح عمل پیش کرتا رہا ہے۔ تب میں نے عالم خیال میں ہندو بزرگوں سے سوال کیا کہ آئندہ نسلوں کیلئے آپ میں کیا وعدے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وید آخری اَور اوّل کتاب ہے۔ اس کے بعد اَور کوئی کتاب نہیں۔ مَیں نے کہا میں تو کتاب کے متعلق سوال نہیں کرتا۔ میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ جو پہلوں نے دیکھا کیا آئندہ نسلوں کے بھی اس کے دیکھنے کا امکان ہے۔ وید دوبارہ نہ نازل ہوں۔ لیکن ویدوں نے جو عجائبات پہلے لوگوں کو دکھائے کیا ویسے ہی عجائبات پھر بھی دنیا کے لوگ دیکھیں گے۔ اَور اپنے ایمانوں کو تازہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ افسوس ایسا نہیں ہوسکتا۔ آخر ویدوں کے زمانہ جیسا زمانہ اب دنیا کو کس طرح مل سکتا ہے۔ میں نے بدھوں سے سوال کیا۔ انہوں نے

بھی کوئی ایسی امید نہ دلائی۔ زر تشتی لوگوں نے بھی اس پرانے اچھے۔ زمانہ کا وعدہ اپنی اولادوں کیلئے نہ دیا۔ یہود نے کہاذ کریا تک تو خداتعالیٰ کا کلام لوگوں پر اُترتا رہا۔ اور اس کے معجزات لوگوں کے ایمان تازہ کرتے رہے۔ لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ مسیحیوں نے کہا۔ حواریوں تک تو روح القدس اُترا کرتا تھا۔ مگر اب اس نے یہ کام ترک کر دیا ہے۔ مَیں نے کہا، آئندہ نسلیں؟ کیا اب وہ محروم رہینگی۔ کیا اب ان کے ایمانوں کو تازہ کرنے کیلئے کوئی سامان نہیں؟ انہوں نے کہا کہ افسوس اس رنگ میں اب کچھ نہیں ہو سکتا مَیں حیران تھا کہ لوگ کس طرح اپنی اولادوں کو محروم کرنے پر رضامند ہو گئے اور کیوں وہ خداتعالیٰ کے آگے نہ چلائے کہ اگر اولاد کی محبت دی ہے۔ تو تو ان کی ترقی کے سامانوں کے وعدے بھی تو کر مگر مَیں نے دیکھا کہ ان لوگوں میں کوئی حس نہ تھی۔ وہ اس پر خوش تھے۔ کہ خدا کا کلام اور اس کے معجزات پرانے زمانہ میں ختم ہو گئے۔ گویا خدا کا کلام نعوذ باللہ کوئی لعنت تھا، کہ شکر ہے اس سے ان کی اولادوں کو نجات ملی۔ میں دلگیر وافسردہ ہو کر ان لوگوں کی طرف سے ہٹا اور میں نے کہا۔ وہ نور بھی کیا۔ جس کی روشنی بند ہو جائے اور وہ خدا ہی کیا جس کی جلوہ گری ماضی میں ہی ختم ہو جائے کہ پھر مَیں نے اس موہنی پیاری دلکش آواز کو بلند ہوتے ہوئے پایا۔ پھر اسے ایک اندازِ دلربائی سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ جو نعمت ہم نے پائی۔ اسے اپنے تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ ہمیشہ کیلئے بنی نوع انسان میں تقسیم کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی نعمتیں ماضی سے تعلق نہیں رکھتیں۔ بلکہ وہ اسی طرح مستقبل کا بھی رب ہے۔ جس طرح ماضی کا۔ جو کوئی بھی اس سے سچا تعلق رکھے گا اس کا کلام اس پر نازل ہوگا۔ اس کے نشانات اس کیلئے ظاہر ہونگے۔ اس کی محبت محدود نہیں کہ وہ اسے گذشتہ لوگوں پر تقسیم کر چکا۔ وہ ایک غیر محدود خزانہ ہے جس سے ہر زمانہ کے لوگ علیٰ قدر مراتب حصہ لینگے ہر ایک جو سچے دل سے کہے گا کہ اللہ میرا رب ہے۔ اور اس تعلق پر سچے عاشقوں کی طرح قائم ہو جائے گا۔ خدا کے فرشتے اس پر نازل ہونگے۔ اور اس کے رب کا پیغام اس کو آکر دیں گے۔ اور اس کی محبت بھری باتیں اس کے کان میں ڈالیں گے اور غموں اور فکروں کے وقت اس کے دوش بدوش کھڑے ہونگے۔ اور بشارت دیں گے کہ اللہ تمہارا دوست اور تمہارا مددگار ہے۔ پس کچھ فکر نہ کرو۔ اور غم نہ کرو۔ اور الہام الٰہی کا دروازہ ہمیشہ ان کیلئے کھلا رہے گا۔ اور ان کے عشق کو رد نہ کیا جائے گا۔ بلکہ قبول کیا جائے گا۔ اور وہ سب درجے جو پہلوں کو ملے ہیں۔ ان کو بھی ملیں گے۔ میں نے یہ بشارت سُن کر بے اختیار کہا اللہ اکبر۔ یہ آواز تو آئندہ نسلوں کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔ اگر آئندہ کیلئے آسمانی نعمتوں کا دروازہ بند ہو جاتا۔ تو عاشق تو جیتے جی ہی مر جاتے۔ جن کے دل میں عشق الٰہی کی چنگاری سلگ رہی ہے۔ انہیں جنت بھی اسی لئے اچھی لگتی ہے کہ اس میں معشوق ازلی کا قرب نصیب ہوگا۔ ورنہ انار اور انگور ان کیلئے کوئی دلکشی کا سامان نہیں رکھتے۔ اگر قرب سے ہی ان کو محروم کیا جانا تھا جیسے کہ دوسرے لوگ کہتے ہیں۔ تو ان لوگوں کیلئے پیدا ہونا یا نہ ہونا برابر تھا۔ پس مبارک وہ جس نے آئندہ نسلوں کو بھی اُمید سے محروم نہ کیا۔ اور عاشقوں کو معشوق کے وصال کی خوشخبری سنا کر ہمیشہ کیلئے اپنا دُعا گو بنا لیا۔ مگر اب تو میرے دل سے ایک بہت ہی درد بھری آہ نکلی۔ اور مَیں نے کہا کیا ان تیرہ صدیوں، نا قابل گزر تیرہ صدیوں کیلئے جن کو ماضی کی مہر نے بالکل ہی عبور کے قابل نہیں چھوڑا۔ طے کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ کیا میرے اور میرے محبوب کے درمیان ایسی سدِ سکندری حائل ہے۔ جس کو توڑنا بالکل ناممکن ہے؟ کیا اس مایوسی کی تاریکی کو امید کی کوئی کرن بھی نہیں پھاڑتی۔

میں انتہائی کرب میں تھا کہ مجھے ایک اور آواز سنائی دی، ایسی قریب کہ اس کے قرب کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ میری رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب تھی اور اُس نے کہا "افسوس نہ کر۔ میری طرف دیکھ جو چیز تیرے لئے ماضی ہے میرے لئے حال۔ بے شک کمزور انسان ماضی کو ناقابلِ وصول سمجھتا ہے۔ اور سمجھتا رہا۔ لیکن میرے سامنے ماضی اور مستقبل سب ایک سے ہیں جس وجود کو تو دیکھنا چاہتا ہے۔ مَیں نے اس کے ماضی کو مستقبل سے بدل دیا ہے۔ میری طرف سیدھا چلا آ۔ تو اس کو میرے قرب میں، میری جنت کے اعلیٰ مقامات میں میرے کوثر کے کنارے پر اس طرح میری نعمتیں تقسیم کرتا ہوا پائے گا۔ جس طرح تیرہ صدیاں گزریں دنیا کے لوگوں نے اسے ہر قسم کی نعمتیں تقسیم کرتے ہوئے پایا تھا۔ کیوں وہ سب کیلئے رحمت نہ ہو کہ میں نے اسے پیدا ہی تقسیم کے کام کیلئے کیا تھا تبھی تو وہ ابو القاسم کہلایا۔ اور تبھی تو اس نے منع کیا کہ کوئی شخص اس کی کنیت کو اختیار نہ کرے۔

میں نے کہا کہ اے میرے دِل میں بولنے والے، مَیں تیرے ازلی حسن پر قربان بے شک میرا محمدؐ رحمۃ للعالمین ہے۔ لیکن تو رب العالمین ہے۔ تیری رحمت کے قربان ماضی کے ایک منٹ کو کوئی واپس نہیں لا سکتا۔ لیکن تو نے تیرہ صدیوں کے ماضی کو مستقبل بنا دیا اور وہ جسے ہم خیال کرتے تھے کہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ اس کی آئندہ ملاقات کا وعدہ دلایا اے میرے محمدؐ کے معشوق آ۔ میرے دل میں بھی گھر کر لے۔ تیرا حسن سب سے بالا ہے تیری شان سب سے نرالی ہے۔

اور یہ کہتے ہوئے میری ایک آنکھ سے ایک آنسو نکل پڑا وہ میرے رخسار پر ڈھلکا ہی تھا کہ میری ایک بیوی میرے کمرہ میں داخل ہوئی۔ مَیں نے عشق کا راز فاش ہونے کے خوف سے جھٹ وہ آنسو پونچھ دیا۔ ورنہ نہ معلوم اس کے کتنے اور ساتھی اس کے پیچھے چلے آتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دورِ حاضر کے متعلق قرآن مجید کی عظیم الشان عالمگیر پیشگوئیاں

حافظ صالح محمد الہ دین صاحب
سابق پروفیسر اسٹرونومی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے اور ہر ایک چیز کا تفصیلی علم اسے حاصل ہے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے جو بھی علم انسان حاصل کرتا ہے خواہ وہ علم روحانی امور کے بارے میں ہو یا جسمانی امور کے بارے میں۔ خواہ وہ علم الہام کے ذریعہ حاصل ہو یا سائنس کی تحقیقات کے ذریعہ بغیر الہام کی مدد سے حاصل ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (البقرۃ ۲:۲۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے کسی حصہ کو بھی پا نہیں سکتے۔

اللہ تعالیٰ کے علم کا زبردست ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعہ ایسے علوم دنیا میں ظاہر کرتا ہے جس سے اس وقت کی دنیا ناواقف ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی پہلی وحی میں ہی فرمایا تھا کہ

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (العلق ۹۶:۶)

یعنی اللہ نے انسان کو وہ کچھ سکھایا ہے جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔ آنحضرت ﷺ پر قرآن مجید آج سے چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا۔ قرآن مجید میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا انکشاف بعد میں ہوا ہے۔ امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی عظیم الشان کتاب Revelation, Rationality, Knowledge and Truth (Islam International Publicationed 1998) میں قرآن مجید کی ایسی کئی ایمان افروز باتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ خاکسار اپنی تقریر میں دورِ حاضرہ کی بعض باتوں کا ذکر کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ۷۲:۲۷،۲۸)

یعنی اللہ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا سوائے ایسے رسول کے جس کو وہ اس کام کیلئے پسند کر لیتا ہے۔ یعنی وہ اس کو کثرت سے علوم غیبیہ بخشتا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی کتاب میں صفحہ ۲۷۵۔۲۷۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی کے سوا کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رؤیا کشف اور الہام نہیں ہوتا بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے سوا کسی دوسرے کو غیب کے علم پر غالب نہیں کرتا۔ ایک نبی کو جو علم غیب خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے وہ ایسے کمال کا ہوتا ہے کہ نبی کے علم غیب میں اور دوسرے نیک لوگوں کے علم غیب میں اس قدر نمایاں فرق ہوتا ہے کہ ایک نبی کو دوسرے تمام لوگوں پر غیر معمولی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ نبی کو جو علم غیب عطا کیا جاتا ہے وہ زیادہ تر روحانی امور اور مرنے کے بعد کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے لیکن ضمناً دنیوی امور کے بارے میں بھی علم غیب دیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کے ایمان میں اضافہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تو نبیوں کے سردار تھے۔ آپ کو جو علم غیب اللہ تعالیٰ نے دیا وہ بے نظیر ہے۔

تاریکی کے زمانہ کے بارے میں پیشگوئی

جس طرح جسمانی زندگی میں دن کے بعد رات آتی ہے اور رات کے بعد دن آتا ہے اسی طرح روحانی زندگی میں بھی دن اور رات کا سلسلہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا رسول دنیا میں آتا ہے تو روحانی تاریکی دور ہو جاتی ہے اور لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ پھر ایک عرصہ گزرنے کے بعد لوگ خدا سے دور ہو جاتے ہیں اور دوبارہ تاریکی ہو جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ذریعہ عظیم الشان روشنی کا زمانہ آیا تھا۔ لیکن قرآن مجید نے بتایا تھا کہ ایک زمانہ کے بعد پھر تاریکی آجائے گی جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (السجدہ ۳۲:۶۔۷)

یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین تک اپنے حکم کو اپنی تدبیر کے مطابق قائم کرے گا۔ پھر وہ اس کی طرف ایک ایسے وقت میں جس کی مقدار ایسے ہزار سال کی ہے جس کے مطابق تم دنیا میں گنتی کرتے ہو چڑھنا شروع کرے گا۔ یہ غیب اور حاضر کا جاننے والا خدا ہے جو بار بار رحم کرنے والا ہے۔ ان

آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایک ہزار سال تک مسلمان دنیا میں کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔
آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ

خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ (بخاری)

یعنی میری امت کا بہتر دور میری صدی ہے اور اس کے بعد کی صدی کے لوگ اور پھر ان کے بعد کے لوگ۔ گویا آغازِ اسلام کی تین صدیاں خیر و برکت والی تھیں۔ جس کے بعد دین آسمان کی طرف چڑھ جانے والا تھا۔ ان تین صدیوں میں ایک ہزار سال تنزل کے ملا دیں تو تیرہ سو سال بنتے ہیں اس کے بعد امام مہدی و مسیح موعود کا ظہور مقدر تھا اور آنحضرت ﷺ نے یہ خوشخبری دی تھی کہ اگر ایمان ثریا تک بھی چلا جائے گا تو وہ وہاں سے بھی اُسے لے آئیں گے۔ ہمارے اعتقاد کے مطابق یہ پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ پوری ہوئی ہے۔
آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ الایات بعد المائتین (مشکوۃ مجتبائی صفحہ ۴۷۱، ابن ماجہ مستدرک حاکم عن ابی قتادہؓ)

یعنی امام مہدی کی نشانیاں دو خاص صدیاں (ہجرت نبوی کے بعد ہزار سال چھوڑ کر) گزرنے پر ظاہر ہوں گی۔

دجال کے متعلق پیشگوئی

آخری زمانہ میں دو وجودوں کا ذکر خاص طور پر حدیثوں میں آتا ہے ایک دجال کا اور دوسرے یاجوج ماجوج کا دجال کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی امت کو دجال سے ہوشیار نہ کیا ہو۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اُس سے ہوشیار کیا اور میں بھی اس کی خبر دیتا ہوں اور قوم کو ہوشیار رہنے کی تلقین کرتا ہوں۔
(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۵ ابوداؤد و ترمذی)

دجال کے معنے ہوتے ہیں ملمع ساز فریب کرنے والا، حدیث شریف میں آتا ہے کہ دجال کے فتنے سے بچنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنے کیلئے امت کو ہدایت فرمائی ہے۔

سورہ کہف کی ابتدائی آیات میں ان لوگوں کو ڈرایا گیا ہے جنہوں نے خدا کا بیٹا قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال سے مراد عیسائی قوم ہے سورہ کہف کے آخری رکوع میں ان کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ اُن کی تمام تر کوششیں دنیا کی خاطر وقف ہیں اور اس کے ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کی یہ تشریح آئی ہے کہ دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی بائیں آنکھ ستارہ کی طرح روشن ہوگی۔ اس سے مراد دین کی آنکھ کی محرومی اور دنیا کی آنکھ تیز ہونا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں دجال کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے سوائے بزرگو! دجال معہود یہی ہے جو آچکا ہے مگر تم نے اسے شناخت نہیں کیا۔ ہاتھ میں ترازو لو اور وزن کر کے دیکھو کہ کیا ان سے بڑھ کر اور کوئی ایسا دجال آنا ممکن ہے جو فریبوں میں اُن سے زیادہ ہو۔ اس دجال کے لئے جو تمہارے وہم میں ہے تم لوگ بار بار یہ حدیث پیش کرتے ہو کہ اس قدر اس کا بڑا فتنہ ہوگا کہ ستر ہزار مسلمان اس کا معتقد ہو جائے گا۔ لیکن اس جگہ تو لاکھوں آدمی دین اسلام کو چھوڑ گئے اور چھوڑتے جاتے ہیں۔ تمہاری عورتیں تمہارے بچے تمہارے پیارے دوست تمہارے بڑے بڑے بزرگوں اور ولیوں کی اولاد۔ تمہارے بڑے بڑے خاندانوں کے آدمی اس دجالی مذہب میں داخل ہوتے جاتے ہیں کیا یہ اسلام کیلئے سخت ماتم کی جگہ نہیں سوچ کر دیکھو کہ کس قدر ان لوگوں کے فتنہ نے دامن پھیلا رکھا ہے اور کس قدر ان کی کوششیں انتہا تک پہنچ گئی ہیں۔ کیا کوئی ایسا بھی دقیقہ فریب اور مکر کا ہے جو انہوں نے رہزنی کیلئے استعمال نہیں کیا۔ کروڑہا کتابیں اس غرض سے لوگوں میں پھیلائیں۔ ہزارہا واعظ اور منّاد اس غرض کیلئے جابجا چھوڑ دئے کروڑہا روپیہ اسی راہ میں خرچ ہو رہا ہے"
(ازالہ اوہام حصہ دوم روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶۶)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسیح موعود دجال کو قتل کرے گا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیت کے غلط عقائد کی پرزور تردید کی آپ نے عقلاً بھی اور انجیل سے بھی تثلیث کے عقیدہ کا بطلان ثابت کیا نیز آپ نے انجیل سے بھی اور تاریخ سے بھی ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں فوت ہوئے آپ نے تاریخی دلائل سے ثابت کیا کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ ہجرت کر کے کشمیر تشریف لائے اور سرینگر محلہ خانیار میں آپ کی قبر بھی ثابت کردی۔ الحمدللہ۔

یاجوج ماجوج کے متعلق پیشگوئی

قرآن مجید میں یاجوج ماجوج کا ذکر اس طرح آتا ہے۔

حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ (الانبیاء ۹۶)

یعنی جب یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ ہر پہاڑی اور ہر سمندر کی لہر سے پھلانگتے ہوئے دنیا میں پھیل جائیں گے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں اس طرح ذکر ہے:۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ○ (الکہف ۹۹)

یعنی قومیں ایک دوسرے کے خلاف اٹھیں گی اور اس وقت ایک صور پھونکا جائے گا جو اُن سب کو جمع کرلے گا۔

ان آیات کی تشریح میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب تبلیغ ہدایت میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اب جاننا چاہئے کہ یاجوج اور ماجوج سے

انگریز اور روس مراد ہیں جیسا کہ بائیبل میں صراحت کے ساتھ ان کا ذکر پایا جاتا ہے اور علامات ماثورہ بھی اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور انگریزوں کے ساتھ شمالی امریکہ کے لوگ بھی شامل ہیں کیونکہ وہ دراصل انہی کا حصہ ہیں۔ پہلے یہ قومیں کمزور حالت میں تھیں لیکن پھر خدا نے ان کو ترقی دی اور انہوں نے دنیا کے بیشتر حصہ کو گھیر لیا اور بہت طاقت پکڑ گئے اور ان کی یہ ساری ترقی موجودہ زمانہ میں ہوئی ہے۔ پہلے یہ حالت نہ تھی اور اُن کا اور دوسری قوموں کا ایک دوسرے کے خلاف اٹھنا تو ایک بدیہی بات ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اور نُفِخَ فِی الصُّوْرِ سے مسیح موعود کی بعثت مراد ہے کیونکہ خدا کے مرسلین بھی ایک صور یعنی بگل کی طرح ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ خدا دنیا میں اپنی آواز کو بلند کرتا ہے اور پھر اُن کے ذریعہ لوگوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔

سورۃ الکہف میں یاجوج ماجوج کے ذکر کے بعد اگلے رکوع میں یہ آیت آتی ہے۔

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○(آیت ۱۰۴)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام ترکوشش اس ورلی زندگی میں ہی غائب ہوگئی ہے اور اس کے ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

لہٰذا یاجوج ماجوج کی بھی یہی صفت بتائی گئی ہے کہ اُن کی تمام کوششیں دنیا کی خاطر وقف ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یاجوج ماجوج کے بارے میں اپنی کتاب ایام الصلح میں یہ وضاحت فرماتے ہیں۔

"اجیج آگ کو کہتے ہیں جن سے یاجوج وماجوج کا لفظ مشتق ہے۔ اس لئے جیسا کہ خدا نے مجھے سمجھایا ہے یاجوج و ماجوج وہ قوم ہے جو تمام قوموں سے زیادہ دنیا میں آگ سے کام لینے میں استاد بلکہ اس کام کی موجد ہے اور ان ناموں میں یہ اشارہ ہے کہ اُن کے جہاز اُن کی ریلیں۔ اُن کی کلیں آگ کے ذریعہ چلیں گی اور ان کی لڑائیاں آگ کے ذریعہ سے ہوں گی اور وہ آگ سے خدمت لینے کے فن میں تمام دنیا کی قوموں سے فائق ہوں گے۔ اس وجہ سے وہ یاجوج ماجوج کہلائیں گے۔ سو وہ یورپ کی قومیں ہیں"۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ ایام الصلح صفحہ ۴۲۲)

نیز آپؑ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:۔

"ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روسی ہیں"

(روحانی خزائن جلد ۳ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۳۷۳)

لیکچر سیالکوٹ میں آپ فرماتے ہیں:۔

"یاجوج وماجوج دو قومیں ہیں جن کا پہلی کتابوں میں ذکر ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے یعنی وہ اجیج سے یعنی آگ سے بہت کام لیں گے۔ اور زمین پر ان کا بہت غلبہ ہو جائے گا اور ہر ایک بلندی کی مالک ہو جائیں گی۔ تب اُس زمانہ میں آسمان سے ایک بڑی تبدیلی کا انتظام ہوگا۔ اور صلح اور آشتی کے دن ظاہر ہوں گے۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۴)

سورۃ التکویر میں دورِ حاضر کا نقشہ

قرآن مجید نے آخری زمانہ کا جس میں دجال نے ظاہر ہونا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لانا تھا واضح نقشہ کھینچا ہے اور بتایا ہے کہ اس زمانہ میں ایسی زبردست ایجادات دنیا میں ہوں گی کہ ایک بڑا انقلاب دنیا میں رونما ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس انقلاب کو لانے میں برطانیہ۔ یورپ۔ روس اور امریکہ نے نمایاں حصہ لیا ہے۔

سورۃ التکویر کی ابتداء میں اس زمانہ کی روحانی تاریکی کا ذکر ہے پہلی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ

اذا الشمس کورت ○ (التکویر ۸۱:۲)

یعنی جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔ قرآن مجید نے ہمارے پیارے آقا آنحضرت ﷺ کو "سراجا منیرا" یعنی چمکتا ہوا سورج قرار دیا ہے لہٰذا اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی عظمت دلوں میں کم ہو جائے گی۔ نیز فرمایا

واذا النجوم انکدرت (التکویر ۸۱:۳)

یعنی اور جب ستارے دھندلے ہو جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ لہٰذا اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں صحابہ کی خوبیاں اور ان کے کمالات عمل کے لحاظ سے مٹ جائیں گے صحابہ کی شاندار روایات مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گی۔

الغرض سورۃ التکویر کی ابتدائی دو آیات میں مسلمانوں کے روحانی تنزل کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں اس کی یہ تشریح آئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اسلام کا محض نام باقی رہ جائے گا۔ اور قرآن کے محض الفاظ رہ جائیں گے (یعنی عمل جاتا رہے گا) اس زمانہ کے لوگوں کی مساجد تو بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اور ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے ہی فتنہ پیدا ہوگا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

۱۸۷۹ء میں مولانا حالی نے اس حالت زار کا نقشہ یوں کھینچا تھا۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
فقط اسلام کا رہ گیا نام باقی

اس کے بعد کی آیات میں اس مادی انقلاب کا ذکر آتا ہے جو یاجوج ماجوج کی کارروائیوں کے نتیجہ میں برپا ہوا۔ فرمایا

واذا الجبال سیرت (التکویر ۸۱:۴)

یعنی اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اس کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ جب پہاڑ اپنی جگہ سے چلائے جائیں گے یعنی پہاڑوں کو اڑا اڑا کر رستے بنائے جائیں گے پہاڑوں کے نیچے Dynamite رکھ دیتے ہیں اور وہ فوراً ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں موجودہ زمانے میں بڑی کثرت سے پہاڑ اڑائے گئے ہیں اور رستے بنائے گئے ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں پہاڑوں سے مراد بڑی عالمی طاقتیں بھی ہیں اس لحاظ سے پہاڑوں کے چلنے

سے یہ مراد ہے کہ طاقتور حکومتیں نہ صرف ابھریں گی بلکہ ان کا بہت اثر ورسوخ دنیا میں پھیلے گا اور اُن کے ماتحت ایک ملک کے بعد دوسرا ملک آجائے گا۔ اس کے بعد سورۃ التکویر میں آخری زمانہ کی یہ خصوصیت بتائی گئی ہے کہ واذاالعشار عطلت۔ (التکویر ۸۱:۵)

یعنی اس زمانہ میں دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں آوارہ چھوڑدی جائیں گی۔ اس میں اشارہ ہے کہ نئی قسم کی سواریاں نکل آئیں گی جس کی وجہ سے اونٹوں پر سفر کرنے کی ضرورت بہت کم ہو جائے گی۔ دس مہینے کی گابھن ہو تو اس کے بچے کے انتظار میں اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور تبھی اسے چھوڑا جاسکتا ہے جب اونٹ کی ضرورت باقی نہ رہے۔ چنانچہ ریل اور موٹر اور ہوائی جہاز نے اس پیشگوئی کو پورا کردیاہے۔ اس کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے لیترکن القلاص فلایسعیٰ علیھا۔ (مسلم باب نزول عیسیٰ)

یعنی اونٹنیاں چھوڑدی جائیں گی۔ اوران پر تیز سفر نہیں کیا جائے گا۔ یہ پیشگوئی اس زمانہ میں اس صفائی کے ساتھ پوری ہو چکی ہے کہ کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس حدیث نے یہ بھی واضح کردیاہے کہ قرآن مجید کی آیت واذا العشار عطلت زمانہ مسیح موعود کے متعلق ہے کیونکہ یترکن القلاص والی حدیث صریح طور پر مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق ہے۔

حدیث شریف میں دجال کی ایک علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ دجال ایک چمکدار گدھے پر سوار ہوگا اور وہ گدھا ایسا ہوگا کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ ہوگا۔ اس کے ماتھے پر چاند ہوگا سر پر دھوئیں کا پہاڑ ہوگا یہ گدھا دن رات چلے گا۔ صبح و شام سواری کیلئے بلائے گا میلوں تک اُس کی آواز جائے گی۔ مہینوں کا سفر ہفتوں میں اور ہفتوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کرے گا چھ چھ کوس پر اس کا قدم پڑے گا۔ وہ لوگوں کو گھیرے گا اوران کو کھا جائے گا یعنی پیٹ میں رکھ لیگا وہ لوگوں کو سمندر پر ڈال دے گا۔ وہ آگ اور پانی کو قید کر کے چلے گا۔

(کنزالعمال)

اس گدھے میں چراغ اور کھڑکیاں لگی ہوں گی۔ (مجمع بحارالانوار)

دجال کے گدھے کی جملہ علامات ریل گاڑی میں پائی جاتی ہیں ریل گاڑی میں دو کان یعنی دو آلاتِ شنوائی ہیں۔ کیونکہ کان سننے کا آلہ ہے ہر دو آلات (یعنی کانوں) میں ستر باز کا فاصلہ بھی ہے۔ ایک کان ڈرائیور کے پاس ہے اور دوسرا گارڈ کے پاس ریل گاڑی کے ماتھے پر چاند یعنی head light ہوتی ہے سر پر دھواں ہوتا ہے یہ گاڑی دن رات چلتی ہے چھ چھ کوس پر اس کا قدم یعنی سٹیشن ہوتا ہے۔ ریل گاڑی لوگوں کو اپنے پیٹ میں رکھ لیتی ہے اور لوگوں کو سمندر پر یعنی بندرگاہوں تک پہنچا آتی ہے۔ وہ آگ اور پانی کو قید کر کے چلتی ہے یعنی بھاپ سے سوچو تو سہی چودہ سو سال پہلے لوگوں کو کیسے سمجھایا جاسکتا تھا کہ ریل گاڑی کیسی ہوگی جو کچھ حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے اس سے بہتر طریقہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر ریل گاڑی ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہمارے پیارے آقا آنحضرت ﷺ کی عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوگئی۔ (اس موضوع پر مزید تفصیل کیلئے دیکھیں مضمون دجال و یاجوج ماجوج کی حقیقت اور حضرت امام جماعت احمدیہ کا انعامی چیلنج از مکرم مولوی عبد الوکیل صاحب نیاز قادیان جو بدر سال ۱۹۹۵ء کے مسیح موعود نمبر میں شائع ہوا ہے)

جس صدی میں ریل گاڑی ایجاد ہوئی اس صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ ریل گاڑی کی ایجاد برطانیہ میں ہوئی ۱۸۲۵ء میں پہلی گاڑی پبلک کے استعمال میں آئی اور Stockton اور Darlington کے درمیان برطانیہ میں چلی ۔ اس کے موجد George Stephenson تھے۔ ۱۸۳۰ء میں Liverpool اور manchester کے درمیان چلی 1836 میں لندن میں ریل گاڑی شروع ہوئی۔ ہندوستان کی سب سے پہلی ریل گاڑی 1853 میں بمبئی سے تھانہ تک چلی اور یہ 34 کلو میٹر کا فاصلہ سوا گھنٹہ میں طے کیا۔ پھر اتنی ترقی ہوئی کہ 1910 تک ہندوستان میں 32000 میل کی لائن بن گئی۔ (New Encyclopeadia Brittanica1992 p 365)

آنحضرت ﷺ سے لیکر اب تک چودہ صدیاں گذری ہیں ریل گاڑی کا عین اس صدی میں آنا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صدی تھی قابل توجہ ہے کیونکہ کوئی علم خدا تعالیٰ کی مرضی کے بغیر دنیا میں نہیں آتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں فرماتے ہیں:۔

اور منجملہ ان دلائل کے جو میرے مسیح موعود ہونے پر دلالت کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے وہ دو نشان ہیں جو دنیا کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ یعنی ایک وہ نشان جو آسمان میں ظاہر ہوا اور دوسرا وہ نشان جو زمین نے ظاہر کیا۔ آسمان کا نشان خسوف کسوف ہے جو ٹھیک ٹھیک آیت کریمہ و جمع الشمس والقمر اور نیز دار قطنی کی حدیث کے موافق رمضان میں واقع ہوا اور زمین کا نشان وہ ہے جس کی طرف یہ آیت کریمہ قرآن شریف کی یعنی واذا العشار عطلت اشارہ کرتی ہے جس کی تصدیق میں مسلم میں یہ حدیث موجود ہے کہ ویترك القلاص فلا یسعی علیھا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۷ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۴)

نیز اسی کتاب میں فرماتے ہیں "جس شخص کو عرب کی پرانی تاریخ سے کچھ واقفیت ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اونٹ اہل عرب کا بہت پرانا رفیق ہے اور عربی زبان میں ہزار کے قریب اونٹ کا نام ہے اور اونٹ سے اس قدر قدیم تعلقات اہل عرب کے پائے جاتے ہیں کہ میرے خیال میں بیس ہزار کے قریب عربی زبان میں ایسا شعر ہوگا جس میں اونٹ کا ذکر ہے۔ اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ پیشگوئی میں اونٹوں کے ایسے انقلاب عظیم کا ذکر کرنا اس سے بڑھ کر اہل عرب کے دلوں پر اثر ڈالنے کیلئے اور پیشگوئی کی عظمت اُن کی طبیعتوں میں بٹھانے کیلئے اور کوئی راہ نہیں اس وجہ سے یہ عظیم الشان پیشگوئی قرآن شریف میں ذکر کی گئی

ہے جس سے ہر ایک مومن کو خوشی سے اچھلنا چاہیئے کہ خدا نے قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت جو مسیح موعود اور یاجوج ماجوج اور دجال کا زمانہ ہے یہ خبر دی ہے کہ اُس زمانہ میں یہ رفیق قدیم عرب کا یعنی اونٹ جس پر وہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے اور بلادِ شام کی طرف تجارت کرتے تھے ہمیشہ کیلئے ان سے الگ ہو جائے گا۔ سبحان اللہ کس قدر روشن پیشگوئی ہے یہاں تک کہ دل چاہتا ہے کہ خوشی سے نعرے ماریں کیونکہ ہماری پیاری کتاب قرآن شریف کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کیلئے یہ ایک ایسا نشان دنیا میں ظاہر ہو گیا ہے کہ نہ توریت میں ایسی بزرگ اور کھلی کھلی پیشگوئی پائی جاتی ہے اور نہ انجیل میں اور نہ دنیا کی کسی اور کتاب میں"۔

(روحانی خزائن جلد ۱۷ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اللھم صل علی محمد و علیٰ الِ محمد۔

اس کے بعد سورۃ التکویر میں آتا ہے۔

واذا الوحوش حشرت (التکویر ۸۱:۶)

یعنی اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔

اس آیت میں چڑیا گھر بنائے جانے کی پیشگوئی ہے جس میں مختلف قسم کے وحشی جانوروں کو جمع کیا جاتا ہے۔ نئی سواریوں کے ذکر کے ساتھ چڑیا گھروں کے بنائے جانے کا یہ تعلق ہے کہ وحشی جانوروں کو ایک جگہ جمع کرنے کیلئے مناسب سواریوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ پیشگوئی بھی ہمارے زمانہ میں واضح طور پر پوری ہو چکی ہے۔ پہلے زمانہ میں شاید ساری دنیا میں بھی کوئی مقام ایسا نہیں مل سکتا تھا جہاں اس طرح جانور اکٹھے کئے گئے ہوں۔ مگر اب شاید کوئی ملک ایسا نہیں جس میں کوئی چڑیا گھر نہ ہو۔ علاوہ ازیں عجائب گھروں میں یعنی Museums میں مردہ جانوروں کی کھالوں میں بھوسہ بھر بھر کر اُن کو رکھا جاتا ہے تا کہ لوگ اُن کو دیکھ کر اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔ الغرض جس طرح موجودہ زمانہ میں وحشی جانوروں کو زندہ یا مردہ اکٹھا کیا گیا ہے اس کی مثال پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔

(تفسیر کبیر تفسیر سورۃ التکویر)

اس کے بعد سورۃ التکویر میں آتا ہے۔

واذا البحار سجرت۔ (التکویر ۸۱:۷)

یعنی اور جب دریاؤں کو بہایا جائے گا یعنی جب دریاؤں کے پانیوں کو نکال کر دوسرے دریاؤں میں یا نہروں میں ملایا جائے گا۔ قرآن مجید میں دریاؤں کے ملائے جانے کا ذکر دوسری جگہ سورہ رحمٰن میں تفصیل سے اس طرح آتا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ۔ (الرحمٰن ۵۵:۲۰،۲۱)

یعنی اس نے دو سمندروں کو اس طرح چلایا ہے کہ وہ یک وقت مل جائیں گے۔

سر دست ان کے درمیان ایک پردہ ہے جسکی وجہ سے وہ ایک دوسرے میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اس واقعہ کے ساتھ سورہ رحمٰن میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب یہ دو دریا ملائے جائیں گے تو اس میں پہاڑوں جیسے جہاز چلیں گے۔

یہ پیشگوئی Suez canel کے بننے سے 1859-1869 میں پوری ہو گئی ہے۔ یہ کینیل بحر احمر اور بحر المتوسط Red Sea Mediterraneen Sea کو ملاتی ہے یہ 1869 میں کھولی گئی۔ دوسری جگہ سورہ فرقان میں آتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔

(الفرقان ۲۵:۵۴)

یعنی اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو چلایا ہے جس میں سے ایک تو خوش ذائقہ میٹھا ہے اور دوسرا نمکین اور کڑوا ہے اور اس اللہ نے ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل اور روک ڈالی ہوئی ہے یعنی اس وقت وہ سمندر ایسے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو پرے رکھتے ہیں اور ملنے نہیں دیتے۔

یہ دو سمندروں کے ملنے کی پیشگوئی Panama Canal کے بننے کے ذریعہ 1903-1914 کے دوران پوری ہو گئی ہے۔ یہ کینیل PAcific Ocean اور Atlantic Ocean کو ملاتی ہے۔

ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 25 جنوری 1998 کو اپنے درس القرآن میں یہ فرمایا تھا کہ نہر پانامہ وسطی امریکہ کے جنوب میں واقع Costa Rica کے ایک علاقہ پانامہ سے گزرتی ہے قرآن کریم کی آیات بعینہ اس جگہ کی نشاندہی کر رہی ہیں۔۔۔یاد رہے کہ بحر الکاہل یعنی Pacific Ocean کا پانی سب سمندروں سے مقابلۃً میٹھا ہے۔ مگر یہ نشان دہی کافی نہیں۔ فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان بہت بڑی روک ہے مگر جب یہ Merge کر رہے ہوتے ہیں تو میٹھا اور کڑوا پانی مل رہا ہوتا ہے۔

دنیا کے سمندروں میں پانامہ کے سوا کوئی جگہ نہیں جہاں سمندر کے کڑوے پانی کو دوسرے سمندر کے ملنے سے پہلے میٹھا بنایا جاتا ہے۔ بحر الکاہل اور بحر اوقیانوس کے درمیان 82 کلو میٹر کی برزخ تھی جسے نہر پانامہ کے ذریعہ ملا دیا گیا۔ اس کا آغاز 1881 میں فرانسیسیوں نے کیا لیکن پھر چھوڑ دیا 1889 میں پھر شروع کی پھر ناکامی ہوئی

1903ء میں امریکہ نے یہ مہم اپنے ذمہ لی...... اور 1914 میں اسے باقاعدہ کھول دیا۔ 1978 سے 1999 تک اس کے حقوق UNO کے پاس ہیں۔ اس میں خاص توجہ کے لائق اس کا میٹھا پانی ہے اور سمندر کو دوسرے سمندر سے ملنے کی اجازت نہیں جب تک کہ وہ وہاں سے گذر کر میٹھا نہ ہو جائے۔ حضور نے فرمایا اس آیت کا اطلاق سوائے پانامہ کے کسی اور پر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ میٹھا اور وہ کڑوا اور ان دونوں کے درمیان 82 کلو میٹر کی جدائی اس کو کہتے ہیں شانِ نزول کہ مستقبل کی باتوں کو اس طرح بیان کرے کہ کوئی شک و شبہ نہ رہے۔

(منقول از الفضل انٹر نیشنل 13.2.98)

قرآن مجید کے نزول کے وقت تو امریکہ کا بھی پتہ نہیں تھا۔ شمالی اور جنوبی امریکہ کے درمیان Canal بنائے جانے کا سوال بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ الحمد للہ۔

سورۃ التکویر میں پھر فرمایا وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ (التکویر ۸۱،۸)

یعنی اور مختلف نفوس جمع کیے جائیں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اس زمانہ میں میل جول کی کثرت ہو گی چنانچہ اب مختلف ملکوں کے لوگ تیز سواریوں کی وجہ سے آسانی سے ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں ایک ریل کے ڈبہ میں ہی کتنے مختلف علاقوں کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر ڈاکخانہ۔ تار، ریڈیو۔ ٹیلیویژن۔ ٹیلیفون یہ سب ایسی چیزیں ہیں جس نے ساری دنیا کے لوگوں کو آپس میں ملا دیا ہے اور ساری دنیا کو ایک ملک کی طرح کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں بڑی اہم ایجادات گذشتہ صدی میں اور اس صدی میں ہوئی ہیں اور یورپ اور امریکہ کے لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے جیسا کہ یاجوج ماجوج کے الفاظ میں اشارہ ہے۔ اس کی وضاحت کیلئے چند نام اور سن ایجاد پیش کرتا ہوں۔

Bicycle کی ایجاد 1840-1838 میں برطانیہ کے Kirkpatrick Macmillan نے کی Motorcycle کی ایجاد 1885 میں جرمنی کے Deimler نے کی پٹرول سے چلنے والی Car کی ایجاد 1888 میں جرمنی کے Karl Benz نے کی اس سے پہلے Car بھاپ سے چلتی تھی۔ Aeroplane کی ایجاد 1903 میں Orvilleord Wilbur Wright نے کی Telephone کی ابتداء 1849 میں اٹلی کے Antonio Meucci نے کی اور اس کی تکمیل 1876 میں امریکہ کے Alexander Graham Bell نے کی دنیا کی پہلی ڈاک ٹکٹ 1840 میں برطانیہ نے جاری کی تھی۔ Gramophone کی ایجاد 1871 میں امریکہ کے Thoms Elva Edison نے کی (Source: Manorama Year Book 1999 Page 233)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام 1835 میں پیدا ہوئے تھے اور آپ کا وصال 1908 میں ہوا تھا لہٰذا یہ ساری اہم ایجادات جن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے آپ کی زندگی میں ہوئی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ محض اتفاق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی میں فرمایا ہے کہ جو بھی علم آتا ہے وہ اس کی مرضی سے آتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے سے پہلے سائیکل بھی نہیں چل رہی تھی اور آپ کی وفات سے پہلے ہوائی جہاز بھی اڑنے لگ گئے تھے۔ الحمدللہ۔

ٹیلی ویژن کی ایجاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے بعد 1926 میں برطانیہ کے John Logic Baird اور 1927 میں امریکہ کے P.T Farnsworth نے کی تھی۔

اس صدی کے شروع میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام موجود تھے۔ 20 نومبر 1901 کو قادیان میں فونوگراف کی ریکارڈنگ کی بابرکت تقریب منعقد ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقعہ کیلئے ایک نظم تحریر فرمائی۔

آواز آرہی ہے فونو گراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

اب اس صدی کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چوتھے خلیفہ ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت خلافت میں وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ کی پیشگوئی کا ایک بہت ایمان افروز ظہور M.T.A یعنی Muslim Television Ahmadiyya International کے ذریعہ ہوا ہے۔ یہ مسلم ٹی وی احمدیہ لندن سے روزانہ 24 گھنٹے جاری ہے اور اس کے ذریعہ اسلام کا پیغام ساری دنیا میں پہنچایا جا رہا ہے۔ ہم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے اپنے پیارے امام کے دیدار کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ان کے روح پرور خطبات اور کلمات سنتے ہیں الحمدللہ۔ دور دور ہونے والے دینی جلسوں کی کاروائیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں گویا ایک رنگ میں ان میں شریک ہو جاتے ہیں الحمدللہ۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ کی پیشگوئی اس طرح بھی پوری ہوئی ہے کہ ہم خیال لوگوں نے اکٹھے ہو کر اپنی اپنی سوسائٹیاں بنالی ہیں۔ اس وقت دنیا میں بکثرت مختلف سوسائٹیاں پائی جاتی ہیں اور بہت سی سوسائٹیاں بین الاقوامی نوعیت کی ہیں۔

سورۃ التکویر میں پھر فرمایا:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۔ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (التکویر ۸۱،۹،۱۰)

یعنی اور جب زندہ گاڑی جانے والی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ آخر کس گناہ کے بدلے اسے قتل کیا گیا تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں بعض عرب لوگ بیٹی کی پیدائش پر ایسی شرمندگی محسوس کرتے تھے کہ انہیں زندہ گاڑ دیتے تھے ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ جبکہ ایسا کرنا قانوناً منع ہو گا اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اُسے سزا دی جائے گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں چنانچہ 1872 میں ایسا قانون حکومت انگریزی نے جاری کر دیا۔ اور اس طرح یہ علامت بھی جو آخری زمانہ سے تعلق رکھتی تھی پوری ہو گئی۔ (تفسیر سورۃ التکویر)

اس آیت میں اشارہ ہے کہ قانون کا دَور ہو گا اور دنیا آپس میں قانون سے باندھی جائے گی عورتوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے گا۔

پھر فرمایا وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر ۸۱،۱۱)

یعنی اور جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی کثرت سے موجودہ زمانہ میں کتابیں اور اخبارات دنیا بھر میں شائع ہو رہے ہیں۔ یہ بڑی علمی ترقی کا زمانہ ہے۔ بڑی بڑی لائبریریاں کھل گئی ہیں سکول اور کالج اور یونیورسٹیاں دنیا میں پھیل گئی ہیں بڑی تحقیقات اور ریسرچ کا زمانہ ہے ہر علم نے بڑی ترقی کی ہے۔

اس کے بعد سورۃ التکویر میں علم ہیئت کی ترقی کا خاص طور پر اس طرح ذکر آتا ہے کہ

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ۔ (التکویر ۸۱:۱۲)

یعنی اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی چنانچہ موجودہ زمانہ میں علم ہیئت نے بہت ترقی کی

ہے اس زمانہ میں سیر نجوم اور وسعت عالم اور خلق عالم اور اجرام فلکی وغیرہ کے بارے میں غیر معمولی علم کا اضافہ ہوا ہے جو گذشتہ ہزاروں سال میں بھی نہ ہوا تھا۔ بڑی بڑی دور بینیں بن گئی ہیں نہ صرف زمین کی سطح پر بلکہ فضا میں بھی دور بینیں چکر لگا رہی ہیں۔

ایسے آلے نکل آئے ہیں جن سے شعاعوں کو پھاڑ کر بتادیا جاتا ہے کہ وہ شعاعیں جن ستاروں سے نکل رہی ہیں ان میں کون کون سا مادہ ہے اور ان ستاروں کی درجہ حرارت کیا ہے وغیرہ۔

1838 میں پہلی دفعہ ایک تارے کا فاصلہ ناپا گیا تھا جو دس نوری سال نکلا یہ تارا 61 Cygni کہلاتا ہے اور فاصلے معلوم کرنے والے کا نام F.W. Bessel ہے۔ یہ تارا سورج سے کوئی دس لاکھ گنا زیادہ دور ہے۔ اور اب تو ہم اتنی دور دور کے تاروں اور کہکشاؤں کے فاصلوں کو معلوم کرتے ہیں جہاں سے روشنی کو ہم تک پہنچنے کیلئے اربوں سال لگتے ہیں۔ گویا اربوں سال پہلے کائنات کیسی تھی اس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔

اب یہ مسئلہ خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ کہاں کہاں آبادی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تو 1896 میں ہی قرآن مجید کی روشنی میں اپنے مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی میں بتایا تھا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے اور وہ لوگ بھی خدا کی ہدایتوں کے پابند ہیں۔ اور ہمارے موجودہ امام نے اپنی کتاب میں اس موضوع پر مزید قابل قدر وضاحت فرمائی ہے۔

Space Travel یعنی خلا میں سفر کرنے کا اس آیت میں اشارہ ہے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۔ (الذریات ۵۱:۸)

یعنی قسم ہے رستوں والے آسمان کی۔

4 اکتوبر 1957 کو روس نے اپنا خلائی جہاز Sputnik-1 خلا میں بھیجا۔ اس کے بعد اپریل 1961 میں روس کے Yuri Gagarin خلائی جہاز میں زمین کے گرد گھومنے والے پہلے انسان بنے۔ اس کے بعد ترقی ہوتے ہوتے جولائی 1969 کو امریکہ کے ذریعہ انسان اپنے قدم چاند پر رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ امریکہ کے Neil Armstrong اور Edwin Aldrin چاند پر جانے والے پہلے انسان بنے۔ کائنات عالم بہت وسیع ہے۔ انسان اپنے جسم کے ساتھ ایک حد تک ہی خلائی سفر کر سکتا ہے چاند کے سوا کسی اور آسمانی کرہ تک انسان اب تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں خلائی سفر کا اس طرح ذکر ہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔ (الرحمٰن ۵۵:۳۴)

یعنی اے جن وانس کے گروہ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو نکل کر دکھادو۔ تم دلیل کے بغیر ہرگز نہیں نکل سکتے۔

یہاں پر جن اور انس سے مراد بڑے لوگ اور عوام ہیں اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تم کائنات عالم کے حدود سے اپنے جسمانی وجود کے ساتھ نکل نہیں سکتے البتہ علمی لحاظ سے Powerful Logical deduction (یہ الفاظ حضور نے استعمال فرمائے ہیں) یعنی زبردست منطقی استنباط کے ذریعہ حدود کائنات سے نکل سکتے ہو۔

پھر سورۃ التکویر میں آتا ہے۔

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ۔ (التکویر ۸۱:۱۲)

یعنی اور جب جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اس زمانہ میں گناہ بہت بڑھ جائے گا اور گناہوں کے بڑھنے کی وجہ سے دوزخ انسان کے قریب آجائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے۔

جہنم کے بھڑکائے جانے کی پیشگوئی ایسے بھی پوری ہوئی ہے کہ ایسی ہولناک جنگیں ہوئی ہیں جو جہنم کا نمونہ تھیں چنانچہ پہلی عالمی جنگ 1914-1918 میں ہوئی اور بہت تباہی ہوئی تھی اس کے بعد دوسری جنگ عظیم 1939-1945 میں ہوئی جس میں تباہی اور زیادہ ہوئی۔ بالآخر ایٹم بم استعمال میں آیا جس کے ذریعہ انسان نے نہایت ہی تکلیف دہ جہنم کا نمونہ دیکھا اور دو ایٹم بموں میں ہی جنگ ختم ہو گئی۔ پہلا بم جاپان کے شہر ہیروشیما میں 6 اگست کو ڈالا گیا جس سے فوراً ستر ہزار لوگ مر گئے۔ دوسرا ایٹم بم ناگاساکی پر ڈالا گیا جس سے فوراً چالیس ہزار لوگ مر گئے اس کے علاوہ بہت سے لوگ بری طرح زخمی ہو گئے۔ ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا گیا تو بعد میں جاپانی ریڈیو نے بیان کیا کہ اس بم سے ایسی خطرناک تباہی واقع ہوئی کہ انسان کے گوشت کے لوتھڑے میلوں میل تک پھیلے ہوئے پائے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر سورۃ الزلزال) پھر جلد ہی جاپان کے بادشاہ Hirohito نے ہتھیار ڈال دیا اور جنگ ختم ہوئی۔ اندازہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں ساڑھے پانچ کروڑ لوگ ہلاک ہوئے تھے اب تیسری جنگ عظیم کا خطرہ رہتا ہے۔ جو زیادہ تباہ کن اور ہولناک ہوگی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی خلافت میں اس خطرے سے متنبہ فرماتے رہتے تھے اور اب ہمارے موجودہ امام متنبہ فرما رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔

”وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ اُس وقت خدا تعالیٰ کا ایک نبی آئے گا جس کی مخالفت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھیگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل) ہم اس وقت تک لوگوں پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اپنا رسول بھیج کر ان پر حجت تمام نہ کرلیں۔ پس اس آیت میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ کا ایک مامور آئے گا کیونکہ جب اُس کی طرف سے کوئی مامور آتا ہے تو اس کے آنے کے ساتھ جہاں مومنوں کیلئے رحمت کے دروازے کھلتے ہیں وہاں کفار کے لئے عذاب کے دروازے بھی کھول دئے جاتے ہیں۔

پھر فرمایا وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ (التکویر ۸۱:۱۳)

یعنی اور جب جنت کو قریب کر دیا جائے گا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مامور من اللہ کی بیعت کی وجہ سے جنت کا پانا اُن سے پہلے لوگوں کی نسبت آسان ہو جائے گا۔ نیز یہ کہ مذہب کی حکمتیں اس طرح کھول کر بیان کی جائیں گی کہ لوگوں کیلئے ان کا ماننا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا۔

چنانچہ دورِ حاضر کا سب سے زیادہ عظیم الشان واقعہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود اور امام مہدی اور موعود اقوام عالم کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ جمعہ کی پیشگوئی وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے مطابق دنیا کی اصلاح کیلئے بھیجا۔ آپ نے لوگوں کو الٰہی نشانات کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اور یہ ایمان افروز مژدہ سنایا کہ

اے سونے والو جاگو کہ وقت بہار ہے
اب دیکھو آکے در پہ ہمارے وہ یار ہے
کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اس سے ہیں جدا

نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خلافت علیٰ منہاج نبوت کی عظیم الشان نعمت دنیا کو دوبارہ ملی۔

سورۃ التکویر میں اس کے بعد کی آیت ہے

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ۔

(التکویر ۱۴۔۸۱)

یعنی اس دن ہر جان جو کچھ حاضر کیا ہے جان لیگی اس میں شک نہیں کہ مرنے کے بعد قیامت ہو گی اور مکمل جزا سزا ہو گی لیکن ایک حد تک جزا سزا دنیا میں بھی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت کرنے والے اس دنیا میں ہلاک ہو گئے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

"اس دن تقدیر الٰہی خاص طور پر جاری ہو گی اور نتائج اعمال خاص طور پر نکلنے شروع ہوں گے۔

مطلب یہ کہ عام زمانہ میں فردی محاسبہ ہوتا ہے لیکن انبیاء کے زمانہ میں قومی محاسبہ ہوتا ہے جیسا کہ آیت وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل) سے ظاہر ہے اور قومی محاسبہ بڑا سخت ہوتا ہے فردی محاسبہ نظر نہیں آتا کیونکہ اس کا تعلق انفرادی طور پر الگ الگ لوگوں سے ہوتا ہے لیکن قومی محاسبہ ایسی چیز ہے جو سب کو نظر آجاتی ہے کیونکہ اس کا تعلق تمام لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ زلازل اور جنگوں کی کثرت سے اس قومی محاسبہ کے دن کا اب اظہار ہو رہا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زلازل سے زمین اس طرح ہلائی جائے گی کہ انسان پکار اٹھے گا مَالَھَا (سورہ زلزال) زمین کو کیا ہو گیا ہے کہ عذاب پر عذاب اور تباہی پر تباہی آتی جا رہی ہے"۔

سورۃ التکویر میں آگے آتا ہے۔

وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ۔

یعنی اور رات کو شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں جب وہ خاتمہ کو پہنچ جاتی ہے اور صبح کو جب وہ سانس لینے لگتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ رات کا جانا اور صبح کا آنا تنزل کے دور کے خاتمہ اور ترقی کے نئے دور کے ظہور پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس طرف اس آیت میں اشارہ ہے اسلام کے اس دورِ تنزل پر اللہ تعالیٰ خاموش نہیں رہے گا۔ بلکہ اس کے دور کرنے کے سامان کرے گا۔

ایٹمی دھماکہ کا خطرہ

قرآن کریم کی ان پیشگوئیوں میں جو موجودہ زمانہ کے حالات اور ایجادات سے تعلق رکھتی ہیں بعض ایسی ہیں بہت اہمیت اور عالمگیر حیثیت رکھتی ہیں ان میں سے ایک ایٹمی دھماکہ کا خطرہ ہے۔ یہ پیشگوئی ایسے وقت میں کی گئی تھی جب کہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایٹمی دھماکہ کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں ایسی آیات ہیں جن میں واضح طور پر یہ بیان ہے کہ ایک ننھے سے بے حقیقت ذرہ میں بڑی توانائی کا ایک ذخیرہ پایا جاتا ہے گویا ایک جہنم کی آگ کو اس میں بند کر دیا گیا ہے قرآن مجید میں سورۃ الھمزہ میں اس کا ذکر ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی کتاب میں اس کی ایمان افروز تشریح بیان فرمائی ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ۞ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ۞ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ ۞ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ۞ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْحُطَمَۃُ ۞ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ ۞ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ ۞ اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ ۞ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ۞

(الھمزہ ۱۰۔۲۔۱۰۴)

یعنی ہر غیبت کرنے والے عیب چینی کرنے والے پر ہلاکت ہے جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو شمار کرتا رہتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس (کے نام) کو باقی رکھے گا۔ ہر گز ایسا نہیں۔ وہ یقیناً حطمہ میں پھینکا جائے گا۔ اور تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ حطمہ کیا شے ہے؟ یہ حطمہ اللہ کی خوب بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں تک جا پہنچے گی یقیناً وہ ان پر کواڑ بند کی ہوئی ہو گی۔ لمبے ستونوں میں۔

ایک زاویہ سے دیکھیں تو یہ سورۃ اخروی زندگی پر چسپاں ہوتی ہے۔ اور دوسرے زاویہ سے دیکھیں تو اس میں ایٹم بم کے بارے میں پیشگوئی ہے۔

اس چھوٹی سی سورہ میں ایسی حیرت انگیز باتیں پائی جاتی ہیں جن کی پہنچ اس زمانہ کے لوگوں کو نہ تھی کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں کہ بعض گنہگاروں کو حطمہ میں ڈال دیا جائے گا۔ جو باریک ترین ذرات ہوں گے۔

عربی لفظ حُطَمہ کے دو Roots ہیں ایک تو حِطَمہ جس کے معنے ہیں کہ پیس کے چھوٹے سے چھوٹے ذرات بنا دینا اور دوسرا root حطمہ ہے جس کے معنے ہیں چھوٹے سے چھوٹا بے حقیقت ذرہ الغرض جب کسی چیز کو توڑ توڑ کر اس کی چھوٹی سے چھوٹی بناوٹ تک لایا جائے اس حطمہ کہتے ہیں۔

لہذا حطمہ میں Atom کا تصور پنہاں ہے۔ لفظ حطمہ سننے میں بھی Atom سے ملتا جلتا ہے پھر قرآن مجید بتاتا ہے کہ اس حطمہ کے اندر

ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی اور لمبے ستونوں میں مقید ہوگی۔ اور جب انسان کو اس میں ڈالا جائے گا تو وہ سیدھا اس کے دل تک پہنچ جائے گی۔ عام طور پر آگ پہلے جسم کو جلاتی ہے اور پھر اس کا اثر دل پر ہوتا ہے۔ لیکن یہاں پر بالکل مختلف قسم کی آگ کا ذکر ہے جو جسم کو جلانے سے پہلے دل کو ختم کردے گی۔

یہاں پر ایک آدمی کی ہلاکت کا ذکر نہیں ہے بلکہ عمومی رنگ میں تباہی کا ذکر ہے موجودہ زمانہ میں اس تباہی کا تصور کرنا ممکن ہے کیونکہ انسان نے اب Atoms کے راز کو معلوم کرلیا ہے اور اس کو یہ معلوم ہوگیا ہے کہ Atom کے اندر سے کس قدر توانائی حاصل کی جاسکتی ہے یہ وہ زمانہ ہے جب کہ آگ باریک ترین ذرات میں بند ہے وہ ہزاروں مربع میل کے علاقوں کو اپنے لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

الغرض قرآن مجید کی وہ باتیں جو چودہ سو سال پہلے سمجھ میں نہیں آسکتی تھیں وہ اب سمجھ میں آرہی ہیں چودہ سو سال پہلے لوگ یہی سمجھتے ہوں گے کہ اس سورۃ میں جو آگ کا نقشہ کھینچا گیا ہے وہ صرف مرنے کے بعد کی دوزخ ہے اور اس دنیا سے اس کا تعلق نہیں ہے لیکن موجودہ زمانہ کا علم ہمیں بتلاتا ہے کہ اس میں موجودہ زمانہ کے ایٹمی دھماکہ کا نقشہ ہے۔ جو لوگ اس علم میں مہارت رکھتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ دھماکہ سے پہلے مادہ لمبا ہوجاتا ہے ۔ قرآن مجید نے لمبے ستون کا ذکر کیا ہے اس کے بعد ایک ہولناک دھماکہ کی صورت میں پھٹتا ہے دھماکہ کے وقت بہت سے Neutrons Gammarays اور X-rays ایٹم سے نکلتے ہیں X-rays کے ذریعہ شدید گرمی پھیلتی ہے جو جلادیتی ہے لیکن اس حرارت سے زیادہ تیز رفتار سے Ga mma rays پھیلتے ہیں اور وہ اپنے Vibrations سے یعنی اپنی حرکت سے دل کو ہلاک کردیتے ہیں لہٰذا موت Xrays کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی شدید گرمی سے نہیں آتی بلکہ Gamma rays کی شدید توانائی سے آتی ہے جو دل پر حملہ کردیتی ہے الغرض قرآن مجید کا بیان نہایت بصیرت افروز ہے۔

سورۃ الدخان میں ہلاک کر دینے والے دھواں کا ذکر ہے ۔ قرآن مجید فرماتا ہے

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ. يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ.

(الدخان ۱۲،۱۱،۴۴)

یعنی پس تو اس دن کا انتظار کر جس دن آسمان پر ایک کھلا کھلا دھواں ظاہر ہوگا۔ جو لوگوں پر چھا جائے گا یہ دردناک عذاب ہوگا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر صغیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ اس آیت میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کا ذکر ہے جس کے پھینکنے پر تمام جوّ میں دھواں پھیل جاتا ہے اور ان بموں کو اس وقت سائنسدان قیامت کا پیش خیمہ بھی بتا رہے ہیں۔

اس کے بعد کی آیات یہ ہیں۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ. اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ. ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ.

(الدخان ۱۵،۱۳۔۴۴)

یعنی (لوگ اُس کو دیکھ کر کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب ٹلادے۔ ہم ایمان لے آتے ہیں۔ اُس دن ایمان لانے کی توفیق ان کو کہاں سے ملے گی حالانکہ ان کے پاس ایک حقیقت کو کھول کر بیان کرنے والا رسول آچکا ہے (جس کو انہوں نے نہیں مانا) اور اس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے اور کہنے لگے کہ یہ کس کا سکھایا ہوا پاگل ہے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

مصیبت کے وقت انسان خدا کی طرف توجہ کرے گا لیکن معافی طلب کرنے اور بچنے کا وقت گذر چکا ہوگا۔ اس وقت ایٹمی دھماکہ کی تباہی سر پر کھڑی ہے لیکن انسان برابر غور نہیں کر رہا ہے کہ اس کی حقیقی وجہ کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان کے بد اعمال کی وجہ سے یہ عذاب ہے ایک سائینسدان محض مادی وجوہات کو دیکھتا ہے لیکن قرآن مجید اخلاقی اور روحانی امور کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ قرآن مجید سائینس کی باتوں کو صحیح طور پر پیش کرتا ہے لیکن اس کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ سائنس سکھائے۔ بلکہ وہ اس کے ساتھ تنبیہ کرتا ہے وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ اس تباہی کا کیوں ہم کو سامنا ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ اس تباہی کے سامنے کے ہم خود ذمہ دار ہیں اگر انسان بچنا چاہے تو وہ اپنی اصلاح کرے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اپنے کردار میں تبدیلی پیدا کرے جس سے کہ ایسا معاشرہ پیدا ہو جس میں عدل اور انصاف ہو۔ بنیادی انسانی قدروں کو دوبارہ قائم کرنے کی ضرورت ہے جیسے سچائی۔ امانت۔ عدل وانصاف۔ ہمدردی۔ دوسروں کی تکلیف کا احساس اور ان سے حسن سلوک۔ اگر ان اقدار کو قائم نہیں کیا جائے گا تو تباہی آجائے گی۔

سورۃ القمر میں ذکر ہے کہ سابقہ قوموں نے اس تنبیہ کی پرواہ نہ کی جو خدا تعالیٰ کے رسولوں کے ذریعہ اُن کو دی گئی تھی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر عذاب آگیا اور وقت گذر جانے کے بعد توبہ کرنا فائدہ مند نہ رہا۔

قرآن مجید فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَافِيْهِ مُزْدَجَرٌ. حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ.

(القمر ۶،۵،۵۴)

یعنی اور ان کے پاس ایسے حالات پہنچ چکے ہیں جس میں تنبیہ کا سامان موجود تھا۔ نیز ایسی حکمت کی باتیں بھی تھیں جو اثر کرنے والی تھیں۔ لیکن افسوس کہ (ڈرانے والے) نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا"۔

ایٹمی تباہی کے نتائج کا ذکر سورۃ طٰہٰ میں بھی ہے سورہ طٰہٰ کی آیات سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں دنیا کی بڑی طاقتیں جو پہاڑوں کی طرح ہیں ان کے کبر اور گھمنڈ ٹوٹ جائیں گے لیکن بنی نوع انسان کا خاتمہ نہیں ہوگا۔

قرآن مجید فرماتا ہے:۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا. فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا. لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا. يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ

وَخَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا (طٰهٰ ۱۰۹:۱۰۴)

یعنی اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ ان کو میرا رب اکھاڑ کر پھینک دے گا اور ان کو ایسے چٹیل میدان کی صورت میں چھوڑ دے گا کہ نہ تو ان میں سے کوئی موڑ دیکھے گا اور نہ کوئی اونچائی اس دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے چل پڑیں گے جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہ ہوگی اور رحمٰن خدا کی آواز کے مقابلہ میں انسانوں کی آوازیں دب جائیں گی پس تو سوائے کھسر پھسر کے کچھ نہ سنے گا۔

ان آیات کے تعلق سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر صغیر میں یہ نوٹ دیا ہے۔

"جب دوسری قوموں پر تباہی آنی شروع ہوگی اور پہاڑ جیسی مضبوط قومیں تباہ ہو کر زمین سے لگ جائیں گی تب لوگ اس نبی کو ماننے لگ جائیں گے۔ جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہ ہوگی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ قرآن کریم میں قرآنی تعلیم کی بار بار یہی تعریف آئی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرے گا۔ پہاڑ کا لفظ بطور استعارہ ہے اور اس سے مراد طاقتور حکومتیں اور اقوام ہیں قرآن مجید بتاتا ہے کہ اُن کے کبر ٹوٹنے کے بعد وہ اس بات کے لائق ہو جائیں گے کہ آنحضرت ﷺ کی دعوت کو قبول کریں۔ آنحضرت ﷺ وہ داعی الی اللہ ہیں جن میں کوئی کجی نہیں ایسی بڑی تباہی بڑے شدید ایٹمی دھماکوں کے نتیجہ میں ہو سکتی ہے اس سخت تنبیہ کے ساتھ یہ امید افزا پیغام بھی ہے کہ نوع انسان کا خاتمہ نہیں ہوگا اور پھر سے ایک نیا دور آئے گا جو نور کا دور ہوگا۔ اگر انسان نے اپنی اصلاح پہلے نہیں کی تو پھر بعد میں اپنی غلطیوں کا کچھ نتیجہ بھگتنے کے بعد وہ اپنی اصلاح کرنا سیکھے گا۔

اس ضمن میں یہ اہم بات یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اور عذاب کے بارے میں پیشگوئی خواہ وہ کتنی ہی واضح کیوں نہ ہو توبہ سے ٹل سکتی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے نمونہ کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ندامت سے توبہ کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو باوجود عذاب کی پیشگوئی کے عذاب سے بچالیا تھا گو موجودہ صورتِ حال میں انسان کی اخلاقی قدروں کے مسلسل زوال کی وجہ سے بچنے کی صورت نظر نہیں آرہی لیکن اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ بچالے اگر ہم اس کے حضور دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عذابوں سے ڈراتے ہوئے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں۔

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گے۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اُس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں اُن کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہوگئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا

(بنی اسرائیل ۱۷:۶)

اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اس سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کے امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔

(روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۹-۲۶۸ حقیقۃ الوحی)

ہمیشہ سلسلہ کے کاموں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو

﴿ارشادات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾

”تم جو چاہو کر لو لیکن یاد رکھو وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کیلئے اپنے نمائندے بھجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی کہ ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو۔ لیکن کہنے والا انہیں کہے گا کہ جاؤ تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔ جب شوریٰ نہیں تھی تب بھی کام چلتا تھا اور اب شوریٰ بلائی جاتی ہے تو تب بھی کام چل رہا ہے۔ پس تم حصہ لو یا نہ لو سلسلہ کا کام تو چلتا رہے گا۔ ہاں اگر تم اس وقت جماعتی کاموں میں حصہ نہیں لیتے اور انہیں اپنے لئے موجب عزت خیال نہیں کرتے تو تمہاری اولادیں آئندہ انعامات سے محروم ہو جائیں گی۔ لوگ اپنی زندگیوں میں اپنی اولادوں کیلئے ہزاروں ہزار روپیہ کی جائیدادیں بنا جاتے ہیں تا ان کے کام آئیں تم بھی اگر سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے رہے تو تمہارا ایسا کرنا تمہاری اولاد کیلئے ایک بھاری جائیداد ثابت ہوگا۔ یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کسی کو سلسلہ کے کسی کام کیلئے مقرر کیا جائے تو اس کا اس سے بھاگنا سخت غلطی ہے۔ تم سلسلہ کے کام کی سرانجام دہی میں ہرگز کوتاہی نہ کرو بلکہ اسے اپنی عزت کا موجب سمجھو۔ اگر تم سلسلہ کے کاموں کو عزت والا قرار دو گے تو خدا تعالیٰ بھی تمہیں عزت والا بنا دے گا۔ گو اس وقت جماعت کے پاس دولت نہیں، اسے دنیا میں کوئی اہمیت حاصل نہیں لیکن تھوڑے عرصہ میں ہی احمدیت دنیا پر غالب آنے والی ہے اور اس کے آثار خدا تعالیٰ کے فضل سے نظر آرہے ہیں۔ بڑے بڑے لوگوں کی توجہ احمدیت کی طرف ہو رہی ہے۔ یہ بڑے بڑے لوگ جس علاقہ سے بھی آئیں گے وہ احمدیت کو زیادہ معزز سمجھیں گے اور احمدیت کی وجہ سے انہیں اور عزت حاصل ہو گی لیکن جو لوگ سلسلہ کے کاموں میں شریک ہونے کو ذلت اور وقت کا ضیاع سمجھیں گے ان کے علاقہ میں عزت دیر سے آئے گی اور اگر وہ عزت آگئی تو جن لوگوں نے اپنے وقت میں سلسلہ کی خدمت میں کوتاہی کی ہوگی ان کی اولادیں اس عزت سے محروم ہو جائیں گی۔ پس آئندہ کیلئے احتیاط کرو اور ہمیشہ سلسلہ کے کاموں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو۔ تم میں سے کسی کو سلسلہ کے کسی کام پر مقرر کیا جائے تو وہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ نے اسے بہت بڑے خطاب سے نوازا ہے۔ (رپورٹ: مجلس مشاورت ۱۹۵۶ء صفحہ ۲۴-۲۵)

تم ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو

اے دوستو میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں بھی اونچا کرے اور اس جہان میں بھی اونچا کرے۔ تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو اور میری اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کو بھی ان کے خاندان کے عہد یاد دلاتے رہو۔ احمدیت کے مبلغ، اسلام کے سچے سپاہی ہوں اور اس دنیا میں خدائے قدوس کے کارندے بنیں“۔ (الفضل ۲۰ رمئی ۱۹۵۹ء)

ملینیم کے موقعہ پر خاص

نئے عیسوی ملینیم کے آغاز پر
عیسائی بھائیوں کیلئے چند ضروری گزارشات

مکرم مولوی محمد عبد اللہ صاحب
اُستاد مدرسۃ المعلمین قادیان

عیسائی صاحبان کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر گئے دو ہزار سال کا عرصہ ہو گیا ہے اور وہ آج تک اُن کے انتظار میں ہیں اور ان کی طرف ظلم سے ایسے ایسے عقائد منسوب کر رہے ہیں جن کا نہ تو رات میں ذکر ہے اور نہ ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کو بیان کیا۔ یہ سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کا عیسائی دنیا پر ایک عظیم احسان ہے کہ آپ نے عقل و نقل کے ذریعہ اپنے مفوضہ فریضہ کسر صلیب کو نہایت شان کے ساتھ پورا فرماتے ہوئے نہایت مدلل رنگ میں عیسائیوں کے عقائد باطلہ کی طرف توجہ دلا کر انہیں سچا مذہب اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ ذیل میں عیسائیوں کے بعض عقائد باطلہ کو بادلائل ثابت کیا جاتا ہے۔

تردید الوہیت مسیحؑ

موجودہ دور میں مسیحی صاحبان حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو نظر انداز کر کے انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بیان کرتے اور اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتے ہیں حالانکہ چاروں اناجیل میں کوئی ایک آیت بھی اس کے ثبوت میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ اس کے برعکس بہت سی عقلی اور نقلی دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے ان کی خدائی کی تردید ہوتی ہے اگر آپ کو ان صفات الٰہیہ پر جانچا جائے جو مقدس بائبل نے خدا تعالیٰ کی بیان کی ہیں تو الوہیت مسیح کی کوئی بھی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ بائبل مقدس میں خدا تعالیٰ کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اُس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ حضرت یرمیاہ علیہ السلام کے صحیفہ میں یہ صفت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ:۔

۱۔ خدا ہمیشہ زندہ ہے:۔

اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا۔ (صحیفہ یرمیاہ ۲۳/۳۶) صحیفہ دانی ایل میں اس طرح لکھا ہے کہ "وہی زندہ خدا ہے اور ہمیشہ قائم ہے اور اس کی سلطنت لازوال ہے۔ اور اس کی مملکت ابد تک رہے گی۔ (دانی ایل ۶:۲۶)

ان دونوں حوالہ جات میں خدا تعالیٰ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اُس پر موت وارد نہیں ہوتی۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے سرکہ میں بھگوئے ہوئے سپنج کو زوفے کی شاخ پر رکھ کر اس کے منہ سے لگایا پس یسوع نے جب وہ سرکہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دے دی (یوحنا ۱۹/۲۹۔۳۰) اگر انجیل کا یہ بیان درست ہے تو حضرت مسیح کی الوہیت بالکل باطل ثابت ہوتی ہے کیونکہ خدا ہمیشہ زندہ ہے مگر حضرت مسیح صلیب پر بقول مسیحیوں کے فوت ہو گئے اس لئے وہ ہرگز خدا نہیں۔

۲۔ خدا قوی اور قادر ہے:۔

زبور شریف میں خداوند تعالیٰ کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قوی اور قادر ہے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "خداوند جو قوی اور قادر ہے زبور ۲۴/۸ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی خستہ حالی ملاحظہ فرمائیے کہ "یسوع کے آنسو بہنے لگے (کتاب حالات و تعلیمات مسیح صفحہ ۴۶) ایک شخص نے جو پاس کھڑا تھا یسوع کے طمانچہ مار کر کہا تو سردار کاہن کو ایسا جواب دیتا ہے۔ پس حنا نے اسے بندھا ہوا سردار کاہن کائفہ کے پاس بھیج دیا (یوحنا ۱۸/۲۲۔۲۴) سردار کاہن اور فقیہہ کھڑے ہوئے زور شور سے اُس پر الزام لگاتے رہے۔ پھر "ہیرودیس نے اپنے سپاہیوں سمیت اُسے ذلیل کیا اور ٹھٹھوں میں اڑایا" اور چمکدار پوشاک پہنا کر اس کو پلاطس کے پاس بھیجا (لوقا ۲۳/۱۰۔۱۱) جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھوں میں اڑاتے اور مارنے لگے۔ اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے کہ نبوت کی راہ سے بتا تجھے کس نے مارا (لوقا ۲۲/۶۳۔۶۴) اور انہوں نے اسے ارغوانی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور اسے سلام کرنے لگے اے یہودیوں کے بادشاہ آداب اور وہ اس کے سر پر سرکنڈے مارتے اور اس پر تھوکتے اور گھٹنے ٹیک ٹیک کر اُسے سجدہ کرتے رہے (مرقس ۱۶/۱۷ تا ۲۰) وغیرہ وغیرہ دلازار اور خدا کا غصہ بھڑکانے والی باتیں کہتے رہے

اور تیسرے پہر کو یسوع بڑی آواز سے چلایا۔ کہ ایلوہی۔ الوہی لما شبقتنی جس کا ترجمہ ہے اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (مرقس ۱۵/۳۴) ان تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ ایک عاجز انسان تھے اور قدرت اور جلال والی ذات باری تعالیٰ کی صفات ان میں رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں پائی جاتی تھیں۔ پس ایسے عاجز اور کمزور اور بے بس انسان کو ہر گز خدا نہیں مانا جا سکتا۔ جو عاجزی اور بے بسی کی تصویر تھا ہاں یہ سب کچھ آپ نے اپنے محبوب خدا کی خاطر بڑی ہمت اور استقلال سے برداشت کیا اور دشمن کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے یہ آپ کی رسالت و نبوت کی دلیل تو ہے اور زبردست دلیل ہے مگر خدا تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم کہ یہ ان کی خدائی کی ہر گز دلیل نہیں۔ آپ صرف خدا تعالیٰ کے ایک عاجز اور اس کے عاشق صادق اور اس کی راہ میں فنا تھے بس۔ ایک عاجز بے بس انسان کو خدا کہنا خدا تعالیٰ کی ذات سے تمسخر اور ٹھٹھا کرنے والی بات ہے۔

۳۔ خدا اونگھ اور نیند سے پاک ہے۔

زبور شریف میں خدا تعالیٰ کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اونگھ اور نیند سے پاک ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ”تیرا محافظ اونگھنے کا نہیں۔ دیکھ اسرائیل کا محافظ نہ اونگھے گا نہ سوئے گا (زبور ۱۲۱/۳-۴) لیکن حضرت مسیح علیہ السلام میں یہ صفت بھی موجود نہیں تھی اس کے برعکس انجیل شریف میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ ”جب وہ کشتی پر چڑھا تو اس کے شاگرد اس کے ساتھ ہو لئے اور دیکھ جھیل میں ایسا بڑا طوفان آیا کہ کشتی نہروں میں چھپ گئی مگر وہ (حضرت مسیح) سوتا تھا“ یہ آیت بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی کی تردید کر رہی ہے۔ اور اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ آپ اگر واقعی خدا تھے تو پھر تمام انسانوں کی مانند کیوں سو رہے تھے جبکہ ذات باری تعالیٰ نیند اور اونگھ سے پاک ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہے کہ آپ صرف انسان تھے جو کہ ان چیزوں کے محتاج تھے ہر گز خدا نہیں تھے۔

۴۔ خدا عالم الغیب ہے

اسی طرح بائیبل شریف میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت عالم الغیب لکھی ہے ”فقط تو ہی بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے (سلاطین ۸/۳۹) انجیل شریف سے یہ بات بھی ہمارے سامنے آتی ہے کہ علم غیب کی الٰہی صفت بھی آپ میں نہیں پائی جاتی تھی چنانچہ فرماتے ہیں کہ ”اس دن (یعنی آمد ثانی) یا اس گھڑی (کے بارے میں) کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ (مرقس ۲۳/۲۳) اگر آپ خدائی صفات سے متصف ہوتے تو یہ ہر گز نہ فرماتے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ میری دوسری آمد کب ہو گی ظاہر ہے کہ اگر آپ خدا ہوتے تو آپ کو علم غیب ہوتا۔ نبی کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا خدا وحی کے ذریعہ اس پر ظاہر کرتا ہے یہ آیت آپ کی خدائی کی تردید کرتی اور آپ کو ایک انسان اور بشر ثابت کرتی ہے۔ اسی طرح ایک موقعہ پر آپ کو بھوک لگی تو دور سے ایک انجیر کا درخت دیکھ کر اس کے پاس گئے تا کہ اس کا پھل کھا کر پیٹ کی آگ یعنی بھوک مٹائیں۔ مگر پاس جا کر دیکھا تو اس پیڑ میں پھل نہیں تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ”اور جب صبح کو پھر شہر کو جا رہا تھا (تو) اسے بھوک لگی اور راہ کے کنارے انجیر کا ایک درخت دیکھ کر اس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پا کر اس سے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا (متی ۱۹-۱۸/۲۱)

(مرقس ۱۴-۱۲/۱۱)

تردید کفارہ

لفظ کفارہ کے معنی ڈھانپ لینے کے ہیں اور مراد اس سے یہ لی جاتی ہے کہ حضرت مسیح کی صلیبی موت پر ایمان لانے کی وجہ سے خدا نے ہمارے گناہ ڈھانپ دیئے اور خدا تعالیٰ ہمارے گناہوں کی اب سزا ہمیں نہیں دے گا۔ اور اس طرح ہمیں اپنے گناہوں سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ اور مسیحی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح دنیا میں اسی غرض سے تشریف لائے تھے کہ وہ بنی نوع انسان کو گناہوں سے نجات دلائیں اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ قربانی تب مانی جاتی ہے جبکہ انسان خود اپنی مرضی سے جانور قربان کرے ایسا ہر گز نہیں ہوتا کہ کوئی دشمن زبردستی کسی کا جانور پکڑ کر ذبح کر دے اور مالک شور مچا دے کہ میں نے لوگوں کے گناہوں کے فدیہ میں جانور قربان کر دیا ہے۔ اگر پہلے دن ہی حضرت مسیح صلیب چڑھ جاتے اور کہتے کہ میں آیا ہی صلیب پر چڑھ کر بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ دینے ہوں مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ یہود نے ان کی مرضی کے خلاف زبردستی ان کو صلیب پر چڑھا دیا اور عیسائی صاحبان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ حضرت مسیحؑ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھنا نہیں چاہتے تھے اور صلیبی موت سے بچنے کیلئے دعائیں کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے یہ دعا کی تھی اے باپ ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے (متی ۲۶/۴۶) اسی طرح صلیب پر آپ نے دعا مانگی کہ الوہی الوہی۔ لما سبقتنی اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (متی ۲۷/۴۵) اس طرح یہودہ اسکریوتی جس نے آپ کو پکڑوایا تھا آپکو گنہگار مانتے ہیں اس آدمی پر افسوس جس کے وسیلہ سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے کیلئے اچھا ہوتا (متی ۲۶/۳۴) اسی طرح دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی

آپ فرماتے ہیں کہ دیکھو وقت آپہنچا ہے کہ ابن آدم گنہگاروں کے حوالہ کیا جاتا ہے"۔

یہودہ اسکریوتی مرتد کے بارے میں صاف لکھا ہے کہ "جس نے مجھے تیرے حوالہ کیا اس کا گناہ زیادہ ہے (یوحنا ۱۱/۱۹) پھر لکھا ہے کہ انہوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ اُن کے ہاتھ سے نکل گیا (یوحنا ۱۰/۳۹) یہ تمام حوالہ جات ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب پر چڑھ کر کفارہ ہونے کیلئے نہیں آئے تھے بلکہ انہوں نے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی یہاں تک کہ صلیبی ابتلاء سے بچنے کیلئے رات رات بھر خداتعالیٰ کے حضور سجدہ میں روتے اور دعائیں کرتے تھے اور صلیب پر چڑھانے اور پکڑوانے والوں کو گنہگار کہنا ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیح اس کو بہت بڑا ظلم قرار دیتے ہیں اس کے برعکس حضرت مسیح کا صلیب پر مرنا ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل بنتا ہے کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ "جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔ (استثنا ۲۱/۲۳)

یہ تمام حوالہ جات ثابت کرتے ہیں کہ آپ ایک عاجز اور بیکس انسان تھے جو خالق کائنات کو اپنی مدد کیلئے پکار رہے تھے اور اس کے رحم و کرم اور فضل کے محتاج تھے کیا ایسا وجود خدائے ذوالجلال والاکرام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ یہودی اپنی شریعت کے رو سے صلیب پر لٹکا کر اور اس پر لعنتی موت مار کر آپ کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے تھے اور اس طرح آپ کو اپنے مشن میں ناکام کر کے آپ کے سلسلہ کو ہمیشہ کیلئے صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ توریت شریف میں لکھا ہے کہ "اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور تو اسے مار کر درخت (پر) سے ٹانگ دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اُسے دفن کر دینا کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے" (استثنا ۲۱/۲۲،۲۳) پس حضرت مسیح علیہ السلام اس لعنتی موت سے بچنے اور اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے صلیب سے زندہ اترنے کی دعا مانگ رہے تھے اور جب صلیب پر چڑھے تو دوبارہ ایک اور دعا مانگی الوہی الوہی لما شبقتنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور پیارے نبی کی ان دردناک دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ بیہوشی کی حالت میں زندہ آپ کو صلیب سے اتار کر اپنا سچا نبی ثابت کر دیا۔ ہم کسی صورت بھی ایک لمحہ کیلئے بھی اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہیں کہ نعوذ باللہ آپ خداتعالیٰ سے روگردان اور باغی ہو کر مغضوب ہو چکے تھے خدا کی قسم ہم ہزاروں موتیں مر سکتے ہیں ہم خداتعالیٰ کے سچے اور پاک نبی کو ایک لمحہ کیلئے بھی ملعون نہیں مان سکتے افسوس عیسائیوں پر کہ کس طرح ایک برگزیدہ اور خداتعالیٰ کی محبوب ترین ہستی سے محبت کا اظہار کر کے اور خدا کا حقیقی بیٹا اور مجسم خدا مانتے ہوئے اسے خدا کا نافرمان اور باغی اور ملعون بھی مانتے ہیں افسوس کہ آپ جہنم میں جانا پسند کرتے مگر اپنے نبی کی ایسی بیعزتی اور بے حرمتی نہ کرتے تو خدا کی خوشنودی تمہیں حاصل ہو جاتی افسوس کہ تم لوگوں نے دوست بن کر اپنے رسول اور محسن آقا کی ایسی بے عزتی کی کہ آج تک کسی قوم نے اپنے نبی کی ایسی بے عزتی نہیں کی پس توبہ کرو اور صدق دل سے اس بات پر ایمان لاؤ کہ آپ زندہ صلیب پر سے اترے تھے اور خدا کی ہزاروں برکتیں آپ کے پاک وجود پر نازل ہوئی تھیں اس باطل اور گندے عقیدے سے آپ لوگوں کو تبھی چھٹکارہ مل سکتا ہے جب کہ انجیل مقدس کی پیشگوئی کو سچا تسلیم کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مقدس اور بابرکت وجود پر صدق دل سے ایمان لا کر اس کے جان نثاروں میں شامل ہو جاؤ جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو تمام الزامات سے پاک ثابت کر کے آپ کا اصل مرتبہ اور مقام دنیا کے سامنے پیش کیا اور خدا کا سچا اور پاک رسول ثابت کر کے تمام دنیا کو آپ کے مبارک قدموں میں جھکا دیا۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار
ہم فرض اپنا دوستو کر چکے ادا
اب بھی نہ سمجھو گے تو سمجھائے گا خدا

اگر بائیبل مقدس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو پھل کھانے کی یہ سزا لکھی ہوئی ملی کہ زمین تیرے سبب لعنتی ہوئی مشقت کے ساتھ تو عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا تو اپنے منہ کے پسینہ کی روٹی کھائے گا جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے اس لئے کہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائے گا (پیدائش ۱۹۔۱۸/۳) اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے آدم اور اس کی نسل کے گناہوں کا کفارہ دے دیا تھا تو چاہئے تھا کہ آپ کی لعنتی قربانی پر ایمان لانے والے مسیحی بغیر محنت و مشقت کے روزی پاتے مگر ہم دیکھتے ہیں مسیحیوں کو بھی دوسروں کی طرح مشقت اور محنت سے اپنی روزی کمانی اور حاصل کرنی پڑتی ہے لیکن دوسرے لوگوں کی طرح یہی سزا مسیحیوں کو بھی مل رہی ہے تو معلوم ہوا کہ کفارہ ہرگز قبول نہیں ہوا۔ ورنہ اس کا اثر ظاہر ہونا چاہئے تھا۔ آپ کے عقیدہ کی رو سے جب کفارہ ہو چکا تو گناہوں کی سزا کیوں معاف نہیں ہوئی۔ پس واضح ہے کہ اگر یہ سزا ہوتی تو ضرور کفارہ سے معافی ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہوا پس پھر کفارہ کس چیز کا ہوا کیوں پھر قانون قدرت کو نہیں مان لیتے کہ اس باطل عقیدہ سے نجات مل جائے۔

درد سے بچے جننا

درد سے بچے جننا اگر حضرت حوا کے گناہوں کی سزا ہوتی تو کفارہ پر ایمان لانے کے بعد اب یہ سزا ختم ہو جانی چاہئے تھی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے کے باوجود مسیحی عورتیں دوسری عورتوں کی طرح درد سے بچے جنتی ہیں اور تکلیف اٹھاتی ہیں اور بعض ایسی حالت میں فوت بھی ہو جاتی ہیں اگر یہ سزا ہے تو چاہئے تھا کہ تمام عورتوں کو یہ سزا ملتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض عورتیں عمر بھر بانجھ رہتی ہیں اور ان کے ہاں پوری عمر اولاد نہیں ہوتی۔ اور دردِ زہ بھر ان، کو نہیں ہوتا ایسا کیوں ؟ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بعض عورتیں شادی سے پہلے ہی فوت ہو جاتی ہیں اور دردزہ اور تکلیف سے دوچار نہیں ہوتیں۔ اور بعض عورتوں کو بچہ جننے کے وقت بالکل تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم جانوروں اور چرندوں پرندوں پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہیں اسی طرح درد اور تکلیف ہوتی ہے جیسی کہ عورتوں کو۔ تو ہمیں بتایا جائے کہ گائے بھینسوں اور دوسروں جانوروں اور چوپایوں اور مرغیوں اور دوسرے پرندوں کی ماداؤں کو بھی بچہ جننے اور انڈے دیتے ہوئے اسی طرح تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ آخر ان حیوانوں اور دوسرے جانوروں کو کس بناء پر یہ سزا مل رہی ہے کیا حضرت حوا کی طرح ان کی بھی کسی دادی نانی نے پھل کھایا اور خدا کی نافرمانی کی تھی ؟ اے حضرات آپ کیوں نہیں مان لیتے کہ یہ اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے کسی گناہ کی سزا نہیں غرضیکہ کسی زاویے سے بھی غور کرو کفارہ کا عقیدہ۔ بالکل باطل اور غلط ثابت ہوتا ہے جو کہ کسی طرح بھی درست ثابت نہیں ہوتا۔

اسی طرح جب ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ انسانی فطرت کے ہی خلاف ہے کیونکہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر ادنیٰ چیز اعلیٰ چیز پر قربان ہوتی ہے میدان جنگ میں افسروں کو بچانے کیلئے ادنیٰ سپاہی قربان ہو جاتے ہیں اور بڑے بڑے جرنیلوں کو بچانے کی خاطر ادنیٰ افسر قربان ہو جاتے ہیں اور سپہ سالار کو بچانے کی خاطر بڑے بڑے جرنیل کرنیل قربان ہو جاتے ہیں اور جب بادشاہ کی جان کو خطرہ ہو تو سپہ سالار قربان ہو کر بادشاہ کی جان بچاتے ہیں مگر یہاں معاملہ ہی اس کے برعکس ہے کیونکہ بقول مسیحیوں کے حضرت مسیح خدا کے بیٹے اور خود خدا ہونے کی وجہ سے اعلیٰ ہیں انسان مخلوق ہونے کی وجہ سے ادنیٰ ہے۔ اور ہر ادنیٰ چیز اعلیٰ پر قربان ہوتی ہے نہ کہ اعلیٰ چیز ادنیٰ پر۔ پس حضرت مسیح اعلیٰ ہونے کی وجہ سے کس طرح مخلوق پر یعنی بنی نوع انسان پر قربان ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس کفارہ ہرگز ثابت نہیں تو موجودہ مسیحیت باطل ثابت ہوتی ہے۔

جب ہم مقدس بائیبل پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ ”جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔ صادق کی صداقت اسی کیلئے ہوگی اور شریر کی۔ شرارت شریر کیلئے (حزقی ایل ۱۸/۲۰،۲۱) پس یہ آیات واضح طور پر کفارہ کے غلط اور باطل عقیدہ کی جڑ ہی کاٹ دیتی ہیں اور یہی انسانی فطرت اور عدل کا تقاضا ہے کہ جس نے گناہ کیا سزا بھی اس کو ملے گی کسی دوسرے کو ہرگز نہیں۔ پس یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہرگز کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھایا۔ ورنہ خود بائیبل کی اپنی تعلیم کے خلاف یہ مسئلہ پڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف ظلم منسوب کرنا پڑتا ہے جو کہ ہرگز درست نہیں اور خدا کے ایک معصوم اور سچے نبی کو نعوذ باللہ جھوٹا ماننا پڑتا ہے جو کسی صورۃ بھی ممکن نہیں ہے اور یہی ثابت کرنا ہمارے اس مضمون کا مقصد ہے۔

حقیقی نجات

جب ہم آگے بڑھ کر دیکھتے ہیں کہ آخر نجات کا ذریعہ خدا تعالیٰ نے اور کیا بیان کیا ہے تو مندرجہ ذیل آیات ہمارے سامنے آتی ہیں جو کوئی خداوند کا نام لے گا۔ نجات پائے گا (رومیوں ۱۰/۱۳) یعنی نجات موقوف ہے خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے پر عبادت کے دو جزو ہیں ایمان اور عمل یعنی خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کرنا اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا یعنی خدا اور اس کے رسولوں کی تعلیمات پر ایمان لانا اور پھر اس پر عمل کر کے خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا۔ یہی مضمون ہے جو کہ خود حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے بھی بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ کی زندگی (یعنی راہ نجات صراط مستقیم) یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یوحنا ۱۷/۳) اس آیت میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور پھر ان کی تعلیم کے سانچے میں ڈھل کر ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں فنا ہو کر نئی اور روحانی اور پاکیزہ زندگی اختیار کرنا ہی راہ نجات بیان کیا گیا ہے اور خود حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے ہی اپنی پاک تعلیم میں کفارہ کو خلاف عقل خلاف نقل خلاف فطرت خلاف کتب سماویہ قرار دیکر باطل قرار دے دیا ہے کہاں ہیں بڑے بڑے جبہ پوش پادری صاحبان جو دن رات کفارہ مسیح کے راگ الاپتے رہتے ہیں وہ اس آئینہ میں اپنے اس عقیدہ باطل کو دیکھیں اور ہمیشہ کے لئے اس باطل عقیدے کو ترک کر کے حضرت مسیح ناصریؑ کی صحیح اور سچی توحید سے بھرپور تعلیم کو اپنا کر خدا تعالیٰ کو راضی کریں یہی اس دوسرے ملینیم کا مسیحیوں کیلئے خصوصی پیغام ہے۔

☆ ☆ ☆

بیسویں صدی میں

خلافتِ احمدیہ کے ذریعہ پیدا کردہ روحانی انقلاب

محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب ناظم دارالقضاء قادیان

اُنیسویں صدی کے آخر میں خدا تعالیٰ نے قرآن ، حدیث اور دیگر آسمانی کتب میں بیان فرمودہ وعدوں کے مطابق حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کامل خاتم الخلفاء، اُمتی نبی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو تجدید دین اور احیائے اسلام کی خاطر مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ مذہب اسلام کیلئے مقدر ہے کہ وہ آہستہ آہستہ سارے نظاموں کو مغلوب کر کے ساری دنیا پر محیط ہو جائے۔ یہ نظام ملکی اور قومی حدود میں مقید نہیں۔ بلکہ اپنے نبی متبوع کی طرح تمام ملکوں۔ سب قوموں اور سارے زمانوں کیلئے وسیع ہے۔ آپ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ (۱) اوّل خدا تعالیٰ کے ساتھ بندوں کا تعلق ایک نئی بنیاد پر قائم ہو۔ جس میں خدا تعالیٰ کا وجود ایک خیالی فلسفہ نہ ہو بلکہ ایک زندہ حقیقت اختیار کرے اور انسان کا اپنے خالق و مالک کے ساتھ سچّا پیوند ہو جائے۔ (۲) دوسرا یہ کہ بنی نوع انسان کا باہمی تعلق ایک نئے قانون کے ماتحت نیا رنگ اختیار کر لے۔ جس میں حقیقی مساوات اور انصاف اور تعاون اور ہمدردی کی روح قائم ہو۔ اور یہ تبدیلی اسلامی تعلیم کے ماتحت اور اُسی کے مطابق عمل میں آئے۔ مگر اس کا اجراء اُسی رنگ میں ہو جس طرح کہ تمام الٰہی سلسلوں میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اِس بعثت کا اِن الفاظ میں ذکر موجود ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ علی الدین کلہٖ وَلَو کَرِہَ الْمُشْرِکُوْن (سورہ صف رکوع ۱)

یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اِس کو تمام دینوں پر غالب کرے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

حضرت خاتم الخلفاء مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو ماموریت کا پہلا الہام مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا تھا۔ ۸۸ء کے آخر میں خدا سے حکم پاکر آپ نے بیعت کا اعلان فرمایا۔ پہلے دن کی بیعت مارچ ۸۹ کو لدھیانہ میں ہوئی۔ اُس وقت آپ کے ہاتھ پر ۴۰ افراد نے بیعت کی یہ سارے وہ لوگ تھے جو ایک عرصہ سے آپ کے اثر کے ماتحت آکر آپ کی صداقت اور روحانی کمال کے قائل ہو چکے تھے اِس کے بعد یہ بیعت کا سلسلہ آہستہ آہستہ جاری رہا۔ حتّٰی کہ ۱۸۹۶ء میں جو فہرست آپ نے شائع فرمائی وہ ۳۱۳ افراد کی تھی۔ اِس تعداد میں بعض استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر عورتوں اور بچوں کے نام شامل نہیں تھے۔ آخر ۱۸۹۶ء تک جماعت کی مجموعی تعداد ڈیڑھ ہزار سمجھی جا سکتی ہے یہ زمانہ جماعت کی تاسیس کا زمانہ تھا جو بہت سخت مخالفت کا زمانہ تھا جسے ایک اونچے پہاڑ کی چڑھائی سے مشابہت دی جا سکتی ہے۔ بیشک جماعت کی ترقی کا قدم کبھی نہیں رُکا۔ انبیاء علیہم السلام کی سنّت کے مطابق جماعت کی مخالفت ہوئی اور جواب تک جاری ہے۔ گو رفتار بہت دھیمی رہی جماعت کی یہ رینگنے والی چال آپ کی بجلی کی طرح اڑنے والی روح کو بیتاب کر رہی تھی مگر آپ جانتے تھے کہ ہر نبی کے زمانہ میں یہی ہوا کرتا ہے۔ غرض اُنیسویں صدی کے انتہاء اور بیسویں کے آغاز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے اندازے کے مطابق جماعت کی تعداد تیس ہزار کے قریب پہنچ چکی تھی۔

مغربی ممالک میں آپ کے نشانات، پیشگوئیوں اور رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کے ذریعہ مضامین سے تبلیغ ہوئی۔ جب مخالفین کی مخالفت اپنی انتہا کو پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق کہ میں بڑے زور آور حملوں کے ساتھ تیری سچائی ظاہر کر دونگا۔ مرض طاعون کا نشان جماعت کی تائید میں ظاہر فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ نے ان ایام میں آپ پر ظاہر فرمایا کہ یہ طاعون آپ کیلئے ایک خدائی نشان ہے اور اس کے ذریعہ خدا آپ کے ماننے والوں اور انکار کرنے والوں میں ایک امتیاز پیدا کر دے گا۔ چنانچہ اُن ایام میں جو الہام اس بارہ میں آپ پر نازل ہوا۔ وہ یہ تھا تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا۔ اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا۔ وہ سب طاعون سے بچائے جائینگے۔ اور ان آخری دنوں میں یہ خدا کا نشان ہوگا۔ تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلادے۔ لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا۔ وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اور اُس کیلئے دلگیر

مت ہو۔ قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی۔ وہ تمام لوگ اِس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں۔ مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ جو خدا نے فرمایا ہے کہ جو بھی تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے۔ میں اُسے طاعون سے محفوظ رکھوں گا۔ اِس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس جگہ گھر سے مُراد صرف خاک و خشت کا گھر ہے۔ بلکہ گھر کا لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جس کے مفہوم میں ظاہری گھر کے علاوہ روحانی گھر بھی شامل ہے۔ پس آپ نے لکھا کہ میری کامل پیروی کرنے والا بھی اُسی طرح طاعون سے محفوظ رہے گا جس طرح میرے ظاہری گھر کے اندر رہنے والے محفوظ رہیں گے اِس کے بعد طاعون نے زور پکڑا۔ پنجاب کے کچھ حصوں میں اس قدر تباہی مچائی کہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے قیامت کا نمونہ آگیا۔ ہزاروں دیہات ویران ہوگئے۔ سیکڑوں شہروں اور قصبوں کے محلوں کے محلے خالی ہوگئے۔ بعض جگہ ایسی تباہی آئی کہ مُردوں کو دفن کرنے کیلئے کوئی آدمی نہیں ملتا تھا۔ اور لاشیں گلیوں اور سڑکوں میں پڑی ہوئی سڑتی تھیں۔ ۱۹۰۳ء سے لے کر ۱۹۰۷ء تک اس کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس عرصہ میں جماعت احمدیہ نے حیرت انگیز رنگ میں ترقی کی۔ بعض اوقات ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی بیعت کے خطوط پہنچتے تھے اور دنیا گھبرا کر خدا کے مسیح کا دامن پکڑنے کیلئے ٹوٹی پڑتی تھی لوگوں کا یہ غیر معمولی رجوع کسی وہم کی بناء پر نہیں تھا بلکہ ہر غیر متعصب آدمی کو نظر آرہا تھا کہ اِس عذاب کے پیچھے خدا کا ہاتھ مخفی ہے۔ جو اپنی قدیم سنت کے مطابق ماننے والوں اور انکار کرنے والوں میں امتیاز کرتا چلا جارہا ہے غرض لوگوں کا یہ رجوع بصیرت پر مبنی تھا۔ ان ایام میں جماعت احمدیہ نے نہایت خارق عادت رنگ میں ترقی کی اور پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ اُس زمانہ میں لوگوں کے رجوع کو بعض اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسکرا کر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کے بہت سے لوگ طاعونی احمدی ہیں کہ جب لوگوں نے دوسرے دلائل سے نہیں مانا تو خدا تعالیٰ نے انہیں عذاب کا طمانچہ دکھا کر منوایا۔ اس زمانہ میں بعض نامور مخالفوں نے آپ کی پیشگوئی کی تکذیب کے طور پر مقابلہ میں پیشگوئیاں کیں۔ ان لوگوں کو چُن چُن کر خدا نے ہلاک کیا۔ ان میں ایک رُسُل بابا امرتسری ہیں جو پنجاب کے حنفیوں کا سر کردہ تھا۔ طاعون سے ہلاک ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی تعداد آپ کی وفات کے وقت چار لاکھ سے زائد تھی۔ جہاں تک اُن میں پاک تبدیلی کا تعلق ہے۔ اِس کے بارہ میں خدا کے فرستادہ سے بڑھ کر کسی کی فراست نہیں ہو سکتی۔ حضور کی اپنی شہادت اُن کے متعلق حسب ذیل ہے۔ فرماتے ہیں۔

"میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ اُن کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروں سے جو اُن کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار ہادرجہ اُن کو بہتر خیال کرتا ہوں اور اُن کے چہرہ پر صحابہؓ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں ہاں شاذونادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذونادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج اُن کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ۔ تو وہ دست بردار ہونے کیلئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کیلئے ترغیب دیتا ہوں اور اُن کی نیکیاں اُنکو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں"۔ (سلسلہ عالیہ احمدیہ صفحہ ۲۹۹)

اسی طرح آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں کہ۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

نیز فرماتے ہیں: "میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُسے روک سکے" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵)

حضرت خاتم الخلفاء مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نہایت خیر و خوبی سے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیکر اپنے مولیٰ کے حضور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حاضر ہوگئے۔ خدا تعالیٰ کی ان پر بیشمار رحمتیں ہوں۔ آمین

حضور کی وفات پر متعدد اخبارات نے آپ نے جو اسلام کی جلیل القدر خدمات سر انجام دیں اُن کا شاندار الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ بطور نمونہ صرف ایک غیر احمدی اخبار وکیل امرتسر کا ریویو ایڈیٹر کے الفاظ میں تحریر ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔ "وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کیلئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔ (خالی ہاتھ مت کہو وہ رحمت کے پھول لایا تھا اور درود کا گلدستہ لے کر گیا (مولف)... مرزا غلام احمد صاحب کی رحلت

اِس قابل نہیں کہ اُس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں.... آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اِس شان کا شخص پیدا ہو"۔

انقلاب آفریں نظام خلافت کے بارہ میں آپ کی رہنمائی

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ نبی کے ہاتھ سے صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اِس تخم ریزی کو انجام تک پہنچانے کیلئے نبی کی وفات کے بعد اُس کی جماعت جو اُس کے ہاتھ سے تربیت پا کر خلافت کے قیام کی شرائط کے مطابق تیار ہو چکی ہوتی ہے۔ اُس جماعت کے قابل اور اہل لوگوں میں سے یکے بعد دیگرے اُس کے جانشین یعنی خلیفہ بنا کر اُس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے اس سے خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے گمراہی کو مٹا کر دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے۔ جس کیلئے ظاہری اسباب کے مطابق لمبے نظام اور مسلسل جدو جہد کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ نبی کی عمر محدود ہوتی ہے۔ اِس لئے اُس کی روحانی زندگی کو ممتد کرتے ہوئے اُس کی تکمیل اُس کے خلفاء سے کرواتا ہے۔ اِسی خدا تعالیٰ کی سنت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے... وہ اِس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا۔ ہمیشہ اِس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے.... اور جس راست بازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اُس کی تخم ریزی اُنہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اُن کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں اُن کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے... ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے.... خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے.... جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا.... سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے... سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے" (الوصیت صفحہ ۴ تا ۶)

جماعت احمدیہ میں پہلے خلیفہ کا انتخاب

۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء کو قادیان میں جماعت کے موجود افراد نے جن میں قادیان اور بیرون قادیان۔ صدر انجمن کے جملہ ممبران اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ افراد تھے متفقہ طور پر حضرت حکیم حافظ حاجی الحرمین مولوی نورالدین صاحب بھیرویؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے آپ کے ہاتھ پر اطاعت و اتحاد کا عہد باندھا اور اس طرح جماعت احمدیہ کا یہ پہلا اجماع خلافت کی تائید میں ہوا۔

اسلام میں خلافت کا نظام اور اُس کی امتیازی خصوصیات

اسلام میں نظام خلافت ایک نہایت عدیم المثال نظام ہے۔ یہ نظام نہ تو موجودہ دور کی سیاسیات میں پوری طرح جمہوریت کے نظام سے مطابق ہے اور نہ ہی ڈکٹیٹر شپ کے نظام سے اِسے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جمہوریت میں صدر حکومت بہت سی باتوں میں لوگوں کے مشورہ کا پابند ہوتا ہے۔ مگر اسلام میں خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم تو بے شک ہے۔ مگر وہ اُس مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں۔ بلکہ مصلحت عامہ کے تحت اُسے رد کر کے دوسرا طریق اختیار کر سکتا ہے۔ یہ ڈکٹیٹر شپ سے بھی مختلف نظام ہے۔ ڈکٹیٹر کو کلی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ پرانے قانون کو بدل کر نیا قانون جاری کر سکتا ہے۔ مگر نظام خلافت میں خلیفہ کے اختیارات بہر صورت شریعت اسلامی اور نبی متبوع کی ہدایات کی قیود کے اندر محدود ہیں۔ ڈکٹیٹر مشورہ لینے کا پابند نہیں۔ مگر خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم ہے۔ اِس میں اور دوسرے جملہ نظاموں میں وہ حقیقی فرق جو اسے جملہ نظاموں سے بالکل جدا اور ممتاز کر دیتا ہے وہ اس کا دینی منصب ہے۔ وہ ایک انتظامی افسر ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ نبی کا قائمقام ہونے کی وجہ سے اُسے ایک روحانی مقام بھی حاصل ہوتا ہے۔ وہ نبی کی جماعت کی روحانی اور دینی تربیت کا نگران ہوتا ہے۔ اور لوگوں کیلئے اُسے عملی نمونہ بننا پڑتا ہے اور اُس کی سنّت سند قرار پاتی ہے پس منصب خلافت کا ہر پہلو نہ صرف اُسے دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کر دیتا ہے بلکہ اس قسم کے روحانی نظام میں میعادی تقرر کا سوال ہی نہیں اُٹھ

سکتا گو بظاہر خلیفہ کا تقرر مومنوں کے انتخاب سے ہوتا ہے۔ مگر دراصل اسلامی تعلیم کے ماتحت خلیفہ خدا بناتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بابرکت دور میں جماعتی ترقی کے کارنامے

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے زمانہ میں قادیان آنے والوں میں خاصہ اضافہ ہوا اِس زمانہ میں قادیان دینی و دنیاوی علوم کا گہوارہ اور طب کا ایک اہم مرکز تھا اور سب سے بڑی خصوصیت جو اِس پاک بستی کو حاصل تھی وہ اِس کا خالص اسلامی ماحول تھا۔ جو دنیا بھر میں صرف اِسی کی فضا کو میسّر تھا۔ ایک جنّت تھی جو اِس خطہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسی اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے دستِ تربیت سے اُبھر آئی تھی اور جس سے کوئی بیرونی شخص بھی خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کا زمانہ صحابہؓ کے زمانہ کی یاد دلاتا تھا۔ قرآن کریم۔ حدیث شریف اور دوسرے دینی علوم کے پڑھانے کا جماعت میں ایک زبردست ولولہ تھا۔ جو بے نظیر عشقِ دین حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے دل میں موجزن تھا اُس نے اہلِ قادیان کے دلوں میں ایک چنگاری روشن کر رکھی تھی اور اِس کا ایک زبردست اثر بیرونجات کی جماعتوں پر بھی تھا۔ قادیان اور قادیان سے باہر کے لوگ برابر دین کا علم سیکھنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور یہ بات بالخصوص قادیان کی رونق اور نیک شہرت کا باعث تھی۔ آپ کے دور خلافت میں ایک غیر احمدی صحافی امرتسر سے قادیان تشریف لائے قادیان میں چند دن قیام کر کے واپس گئے۔ اُنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اور جماعت کا قریب سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنے تاثرات پر تفصیلی بیان دیا ہے۔ جس کے بعض اقتباسات درج ذیل ہیں۔

”اسلام کی خطرناک تباہ انگیز مایوسیوں نے مجھے اِس اصول پر قادیان جانے پر مجبور کیا کہ احمدی جماعت جو بہت عرصہ سے یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ وہ دنیا کو تحریری و تقریری جنگ سے مغلوب کر کے اسلام کا حلقہ بگوش بنائے گی۔ آیا وہ ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ جو بوجہ حضرت مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اِس وقت احمدی جماعت کے مسلمہ پیشوا ہیں۔ جہاں تک میں نے دو دن اُن کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کے اُن کے کام کے متعلق غور کیا ہے۔ مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصۃً للہ کے اصول پر نظر آیا۔ کیونکہ مولوی صاحب کا طرز عمل قطعاً ریا و منافقت سے پاک ہے اور اُن کے آئینۂ دل میں صداقتِ اسلام کا ایسا زبردست جوش ہے جو معرفت توحید کے شفاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیات کی تفسیر کے ذریعہ ہر وقت اُن کے بے ریا سینے سے اُبل اُبل کر تشنگانِ معرفتِ توحید کو فیضیاب کر رہا ہے۔ اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں میں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی۔ یہ نہیں کہ وہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ نہیں بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان ہیں اور نہایت ہی زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قرآن مجید کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے.... مجھے زیادہ ترحیرت اِس بات سے ہوئی کہ ایک اسی سالہ بوڑھا آدمی صبح سویرے سے لے کر شام تک جس طرح لگاتار کام کرتا رہتا ہے وہ متحدہ طور پر آج کل کے تندرست و توی ہیکل دو تین نوجوانوں سے بھی ہونا مشکل ہے۔ مولوی صاحب کے تمام حرکات و سکنات میں صحابہؓ جیسی اسلام کی سادگی اور بے تکلفی کی شان پائی جاتی ہے۔ اِس لئے نہ اپنے لئے کوئی تمیزی نشان مجلس میں قائم رکھا ہے نہ کسی امیر و غریب کیلئے اور نہ تسلیم و کورنش اور قدم بوسی جیسی پیر پرستی کی لعنت کو وہاں جگہ دی گئی ہے... احمدی جماعت قابل مبارکباد ہے... انگریزی اسلامی سکولوں کالجوں پر قادیان کے ہائی سکول کو اسلامی پہلو سے وہ برتری حاصل ہے کہ جس کی گرد کو بھی باقی اسلامی انگریزی سکول و کالج نہیں پہنچ سکتے... عام طور پر قادیان کی احمدی جماعت کے افراد کو دیکھا گیا تو انفرادی طور پر ہر ایک کو توحید کے نشہ میں سرشار پایا گیا اور قرآن مجید کے متعلق جس قدر صادقانہ محبت اِس جماعت میں میں نے دیکھی کہیں نہیں دیکھی صبح کی نماز منہ اندھیرے چھوٹی مسجد میں پڑھنے کے بعد جو میں نے گشت کی تو تمام احمدیوں کو میں نے بلاتمیز بوڑھے بچے اور نوجوان کو لیمپ کے آگے قرآن مجید پڑھتے دیکھا۔ دونوں احمدی مسجدوں میں دو بڑے گروہوں اور سکول کے بورڈنگ میں سیکڑوں لڑکوں کی قرآن خوانی کا مؤثر نظارہ مجھے عمر بھر یاد رہے گا۔ حتی کہ احمدی جماعت کے تاجروں کا صبح سویرے اپنی اپنی دکانوں اور احمدی مسافر مقیم احمدی مسافر خانے کی قرآن خوانی بھی ایک نہایت پاکیزہ منظر پیدا کر رہی تھی گویا صبح کو مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ قدسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اُتر کر قرآن مجید کی تلاوت کر کے بنی نوع انسان پر قرآن مجید کی عظمت کا سکہ بٹھانے آتے ہیں۔ غرض احمدی قادیان میں مجھے قرآن ہی قرآن نظر آیا.... جو کچھ میں نے احمدی قادیان میں دیکھا وہ خالص اور بے ریا توحید پرستی تھی۔ اور جس طرف نظر اُٹھتی تھی قرآن ہی قرآن نظر آتا تھا۔ غرض قادیان کی احمدی جماعت کو عملی صورت میں اپنے اِس دعویٰ میں میں نے بڑی حد تک سچا ہی سچا پایا کہ وہ دنیا میں اسلام کو پُرامن صلح کے طریقوں سے تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ ترقی دینے کے اہل ہیں۔

(تاریخ احمدیت صفحہ ۴۷۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا یہ عظیم الشان سنہری کارنامہ جو ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ کہ آپ نے جملہ مسائل متنازع فیہ مثلاً نبوت مسیح موعود، مسئلہ خلافت وغیرہ کے سلسلہ میں ناطق فیصلے کئے اور جماعت ہمیشہ کیلئے مستحکم عقائد پر قائم ہوگئی۔

بیرونی ممالک میں جماعتیں

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے دورِ خلافت میں بیرونی ممالک کے مندرجہ ذیل مقامات پر مختصر سی جماعتیں موجود تھیں۔

نیروبی، کسموں، ممباسہ (افریقہ)، رنگون، برما، لنڈن، آسٹریلیا، چین، ہانگ کانگ، سنگاپور، ٹرکی، طرابلس، طائف، بغداد، جدہ، مصر اور ماریشس میں بھی احمدی پائے جاتے تھے۔

دور خلافت اولیٰ میں رونما ہونے والے فتنے اور اُن کا عبرت ناک انجام

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد میں اندرونی اور بیرونی فتنے اُٹھے۔ مثلاً مخالفین احمدیت کا فتنہ، انکار خلافت کا فتنہ، جھوٹے مدعیوں کا فتنہ، مگران طوفانوں میں بھی جماعت آپ کی قیادت میں روز بروز بڑھتی چلی گئی فالحمدللہ۔ اور یہ فتنے نظام خلافت کو متزلزل کرنے میں یکسر ناکام رہے۔ غرضیکہ آپ کا سات سالہ دورِ خلافت، اپنوں بیگانوں کی مزاحمتوں اور مخالفتوں کے باوجود ایسی شاندار فتوحات اور عظیم الشان کارناموں سے بھرا ہوا ہے کہ سچ مچ خلافت صدیقی کا روح پرور نظارہ ۱۴۰۰ سال بعد پھر آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

اللھم صل علیٰ محمدٍ وّاٰلِ محمدٍ و بارک وسلم انک حمید مجید۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو جمعہ کے دن سوا دو بجے بعد دوپہر تقریباً ۷۸ سال کی عمر میں۔ اِس جہانِ فانی سے کوچ کر کے اپنے محبوب حقیقی کے پاس حاضر ہوگئے۔ اللّٰھم ارحمہ و ارفع مقامہٗ۔ آمین

اور خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۱۴؍ مارچ ۱۹۱۴ء کو بروز ہفتہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

شانِ خلافت ثانیہ

خلافتِ ثانیہ جس طور پر خدا تعالیٰ کے زبردست دستِ قدرت سے قائم ہوئی۔ یہ حقائق اِسی خلافت سے مختص تھے۔ تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ اِس خلافت کی پیشگوئیاں قرآن و حدیث۔ صحفِ سابقہ اور اُمّت کے خواص کے ذریعہ دنیا میں شائع و متعارف ہو چکی تھیں۔ مگر اس کا متحقق ہونا اس طور سے ہوا کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی طرف سے دنیا کو پہلے نشان نمائی کی دعوت دی گئی۔ جس کی تمام دنیا خوب تشہیر ہوئی۔ پھر مقامی ہندو معززین کے ایک وفد نے اِس نشان سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھانے کے وعدہ پر یکطرفہ نشان دکھانے کی درخواست کی جسے حضور انور نے قبول فرمایا اور خدا تعالیٰ کی رہنمائی سے اِس کے ظہور کیلئے ہوشیار پور میں دُعائے خاص کیلئے چلہّ کشی فرما کر بارگاہِ ربّ العزت سے اِس کی قبولیت کی بشارت پائی۔ جسے بذریعہ اشتہار دنیا میں مشتہر کیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے اِس کی میعاد ۹ سال مقرر فرمائی۔ اِس پیشگوئی کی نہ صرف معاندین نے مخالفت کی بلکہ اِس کی تکذیب کرتے ہوئے مقابلہ میں پیشگوئی شائع کی۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنی بشارتوں اور انسانی بناوٹ وافترا میں خوب فرق کر کے دکھایا۔

جب اِس نشان کی تکذیب انتہا کو پہنچی تو خدا کے شیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نشان ظاہر ہوگا اور ضرور ظاہر ہوگا۔ بالفرض اگر اِس کے ظہور میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو وہ دن غروب نہیں ہوگا جب تک کہ یہ نشان ظاہر نہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ پیشگوئی کے مطابق وقت مقررہ پر ظاہر ہوا اور حق کا بول بالا ہوا۔ اِس طور پر آسمان کے نیچے کوئی بڑے سے بڑا کسی مذہب کا پیروکار یا اُن کا نامی گرامی لیڈر مقابلہ میں نشان دکھانے کی نہ صرف جرأت نہ کر سکا بلکہ یکطرفہ نشان نے اُن کا منہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا۔ اِسے کہتے ہیں کہ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔ غرض یہ خدا تعالیٰ کا ایسا زندہ نشان ظاہر ہوا کہ لوگوں نے اِس پیشگوئی کو سنا۔ یاد رکھا پھر وہ زندہ رہے۔ اُن کے سامنے یہ وجود پیدا ہوا۔ بڑا ہوا اور باوجود یہ کہ کسی عالمی درسگاہ میں تعلیم نہ پائی۔ مگر خدا تعالیٰ اُس کا معلم بنا۔ اُس نے اُسے اپنے فرشتوں کے ذریعہ تعلیم دی اور نو عمری میں خلافت کے عظیم مقام سے اُسے سرفراز فرمایا۔ اور اُس کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے جو بشارتیں دی تھیں جن میں سے صرف چند کا ذکر اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ اِن پر غور کرنے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ پیشگوئی کے الفاظ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی غیر اس امر پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتا۔ پیشگوئی کے چند الہامی فقرات ذیل میں درج ہیں۔

”تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔... وہ صاحبِ شکوہ و عظمت و دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اُسے

کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا ... فرزند دلبند گرامی ارجمند، مظہر الاوّل والآخر۔ مظہر الحق والعلا کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہے۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ وہ اولو العزم ہوگا۔ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا"۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اس میں شک نہیں کہ آپ نے (یعنی حضرت خلیفہ ثانیؓ نے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی بناء پر قرآن شریف اور بعض کتب احادیث وغیرہ جس حد تک خدا نے چاہا حضرت خلیفہ اوّلؓ سے پڑھیں۔ مگر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے دوسرے طلبہ سے بالکل جداگانہ طریق پر آپ کو پڑھایا۔ اور نصیحت فرمائی کہ کوئی سوال نہ کیا کریں جب کوئی مشکل پیش آئے تو خود سوچ کر اور طبیعت پر زور ڈال کر اُس کا حل نکالا کریں"

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوائے مسیحیت کے اعلان کے بعد آپ کی مخالفت سے مذہبی دنیا کی فضا بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی کڑک سے گونجنے لگ گئی۔ اسی طرح جب آپ کا موعود خلیفہ ثانی مسند خلافت پر بیٹھا تو دنیا نے پھر وہی نظارا دیکھا۔ وہ مخفی فتنہ جو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وفات تک مخفی رہا آپ کے دور خلافت میں کھل کر سامنے آ گیا۔ مگر خلافت حقہ کے ہاتھوں اُس کا پوری طرح استیصال ہوا۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ کی ولادت اور جماعت احمدیہ کا آغاز ایک ہی وقت میں ہوا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ جسمانی اور روحانی رنگ میں یہ دونوں توام ہیں"۔

آغاز خلافت ثانیہ کے موقعہ پر عالمگیر تبلیغی سکیم کا اعلان

فرمایا "پہلا فرض خلیفہ کا تبلیغ ہے.... بچپن ہی سے میری طبیعت میں تبلیغ کا شوق رہا ہے اور تبلیغ سے ایسا اُنس رہا ہے کہ میں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دُعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ جو کام بھی ہو۔ میرے ہی ہاتھ سے ہو..... اور قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ گزرے جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں.... میرے دل میں تبلیغ کیلئے اتنی تڑپ تھی کہ میں حیران تھا اور سامان کے لحاظ سے بالکل قاصر۔ بس میں اُس کے حضور ہی جھکا اور دُعائیں کیں اور میرے پاس تھا ہی کیا۔ میں نے بار بار عرض کی کہ میرے پاس نہ علم ہے نہ دولت نہ کوئی جماعت نہ کچھ اور ہے جس سے میں خدمت کر سکوں۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ اُس نے میری دُعاؤں کو سنا اور آپ ہی سامان کر دیئے اور.... باقی ضروری سامان بھی وہ خود ہی کریگا۔ اور اُن بشارتوں کو عملی رنگ میں دکھا دے گا۔ اور اب میں یقین رکھتا ہوں کہ دنیا کو ہدایت میرے ہی ذریعہ ہوگی اور قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ گزرے گا۔ جس میں میرے شاگرد نہ ہوں گے۔ کیونکہ آپ لوگ جو کام کریں گے۔ وہ میرا ہی کام ہوگا"۔

تبلیغ کے ساتھ ساتھ کامل غلبہ اسلام کے دوسرے پہلو یعنی تعلیم العقائد تعلیم الشرائع، تزکیہ نفس کے بارہ میں بھی آپ نے رہنمائی فرمائی۔ اُس کے بعد.... سب سے پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ جماعت کو ہر طرح کے فتنوں سے پاک کر کے اُسے ایک کامل نظام میں منسلک فرمایا اور اُس کے تمام ضروری شعبے اور کارکردگی کے ضابطے و قواعد کی تدوین، تکمیل و ترویج فرمائی۔

خلافت ثانیہ میں واقعات کا غیر معمولی ہجوم

خلافت پر فائز ہوتے ہی ایک اہم کام آپ کے مدنظر یہ تھا کہ منکرین خلافت جو تعداد میں چند نفوس تھے مگر جماعت میں وسیع اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ جماعت کے ان منتشر دھاگوں کو سمیٹ کر پھر ایک وحدت کی رسّی میں انہیں جمع کر لیا جائے۔ اس پر حضور نے ممکنہ توجہ دی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے منکرین خلافت کے پھیلائے ہوئے اختلافی مسائل کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ماننا ضروری ہے؟ یا غیر ضروری۔ جماعت میں انجمن کا کیا مقام ہے اور خلیفہ وقت کا کیا مقام۔ ان مسائل کو قرآن و حدیث سے واضح طور پر حل فرمایا۔ اس کے بعد ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کا زمانہ دنیا میں جنگ عظیم کا دور تھا اور اس کے اختتام پر مسائل کا اس قدر ہجوم آپ کی خلافت میں ہو گیا کہ ان سب کا تفصیلی ذکر کرنا اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں آپ نے اوّلین وقت میں تمام پیشوایان مذاہب کی تکریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں جن کے دور کئے بغیر ملک میں صحیح معنوں میں امن کی فضاء قائم کرنی ممکن نہ تھی نیز سیرت النبی صلعم کے جلسوں کے انعقاد سے ملک میں امن کا دور دورہ قائم فرمایا۔ ۱۹۱۵ء میں خلافت کا دوسرا سال تھا آپ کی ہدایات اور نگرانی میں قرآن مجید کے پہلے پارہ کی انگریزی اور اُردو تفسیر تیار کرائی گئی تاکہ اُسے جلد دنیا میں پھیلا کر ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاسکے کہ ہر زمانہ کے مسائل

کا حل قرآن مجید میں موجود ہے۔ اِس کی تعلیم کے بغیر دنیا سے گمراہی کو دور نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اس پہلے پارہ کی تفسیر کی اشاعت نے نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ کے علم دوست حلقوں میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ یورپ کے ایک مستشرق نے رسالہ مسلم ورلڈ میں اس پر ریویو لکھا کہ یہ تفسیر احمدیت کے نقطہ نگاہ کو سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے کہ مستقبل میں اسلام اور مسیحیت میں سے کونسا مذہب غالب آئے گا۔ یہ تفسیر حضرت خلیفہ ثانیؓ نے از خود تحریر فرمائی تھی۔ مگر یہ آپ کے نام سے شائع نہیں ہوئی بہر حال آپ کی اِس تصنیف نے لوگوں کو راستہ دکھا دیا کہ قرآنی علوم میں کس قدر خزانے موجود ہیں جن کی زمانہ کو بیحد ضرورت ہے۔ ۲۳-۱۹۲۲ء میں علاقہ ملکانہ یوپی میں فتنہ ارتداد شروع ہوا۔ بعض ہندو تنظیموں مثلاً آریہ سماج نے علاقہ کے اُن مسلمانوں کو جو پس ماندہ تھے۔ اپنے مذہب میں جذب کرنا شروع کر دیا اور اِس تبدیلی مذہب کا نام شدھی رکھا۔ جب حضرت خلیفہ ثانیؓ کو اِس کا علم ہوا تو آپ نے آزمودہ کار مبلغ حضرت چوہدری فتح محمدؓ صاحب سیال کی قیادت میں جماعت کے علماء اور ہر طبقہ کے مخلصین سے کام لے کر دیکھتے ہی دیکھتے اِس فتنہ پر قابو پا لیا بعد میں ان لوگوں نے محسوس کیا کہ یہ سلسلہ جاری رہا تو دھڑا دھڑ علاقہ کے دوسرے ہندو بھی اسلام میں داخل ہونے لگیں گے۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے سلسلہ میں دہلی میں میٹنگیں ہوئیں۔ ایسے موقعہ سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے بعض غیر احمدی زعماء سمجھوتہ کیلئے آگے بڑھے اور کوشش کی کہ جماعت احمدیہ کو اِس میں شامل نہ کیا جائے۔ مگر ہندو لیڈروں نے اُنہیں کہا کہ یہ تو سارا کاروبار احمدیوں کا ہی ہے۔ غرضیکہ اس موقعہ پر پورے ملک میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی دھاک بیٹھ گئی۔

۱۹۲۴ء میں حضور ویمبلے کانفرنس میں شرکت کیلئے انگلستان تشریف لے گئے۔ راستہ میں حسبِ مشورہ آپ کو مصر، شام اور فلسطین میں تھوڑے تھوڑے قیام کا موقعہ ملا۔ فلسطین کے مفتی اعظم نے آپ کے اعزاز میں دعوت دی۔ مگر ایک طبقہ نے دینی لحاظ سے مخالفت بھی کی۔ ایک مشہور ادیب نے آپ سے کہا کہ ہمارے علاقہ میں امید نہ رکھیں کہ کوئی شخص آپ کے خیالات سے متاثر ہوگا۔ ہم عرب نسل کے ہیں۔ عربی ہماری مادری زبان ہے۔ ہندی خواہ کیسا ہی عالم ہو قرآن و حدیث سمجھنے کی عربوں سے زیادہ اہلیت نہیں رکھتا۔ آپ نے اُس ادیب کے خیال کی تردید فرمائی اور ساتھ ہی تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ مبلغ تو ہم نے آہستہ آہستہ ساری دنیا میں بھجوانے ہیں لیکن اب ہندوستان واپس جا کر میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ آپ کے ملک میں مبلغ روانہ کروں اور دیکھوں خدائی جھنڈے کے علمبرداروں کے سامنے آپ کا کیا دم خم ہے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور اب خدا کے فضل سے شام، مصر، فلسطین میں احمدی جماعتیں موجود ہیں اور یہ جماعتیں ترقی کر رہی ہیں۔ فالحمدللہ۔ ویمبلے کانفرنس میں آپ کی تقریر احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے موضوع پر تھی۔ اِس کے ذریعہ ملک بھر میں پیغام احمدیت پہنچا۔ غرضیکہ ۱۹۳۴ء تک جماعت کی مرکزی تنظیم کے تحت دنیا میں کئی احمدی مشن قائم ہوئے۔ ۳۴ء میں احرار کا فتنہ شروع ہوا۔ جنہوں نے بہت بلند بانگ دعاوی احمدیت کے خلاف کئے اور جماعت کے خلاف بہت بڑا محاذ قائم کیا۔ مگر خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ نے ابتداء میں ہی انہیں متنبہ فرمایا کہ میں تمہارے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی دیکھتا ہوں۔ آپ نے نہ صرف خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے احرار کے جملہ ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے القاء سے تحریک جدید کو جماعت میں نافذ فرمایا۔ اِس تحریک کی بنیاد ایسے اصولوں پر مبنی فرمائی جس پر عمل پیرا ہو کر انہیں صحابہؓ کی روش اختیار کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ چنانچہ اُس کے نتیجہ میں ساری جماعت سادہ سے سادہ زندگی اختیار کر کے زیادہ سے زیادہ قربانیوں کے قابل ہو گئی اور اِس تحریک میں حصہ لینے والوں کی ابتدائی تعداد پانچ ہزار تھی اور اس کا کم از کم چندہ سال میں صرف پانچ روپے تھا۔ اِس تحریک کے چندہ کے ذریعہ حضرت خلیفہ ثانیؓ نے ۱۹۴۷ء تک کئی مشن بیرونی ممالک میں قائم فرمائے۔ آپ کے قائم کردہ تمام مشن بفضلہ تعالیٰ بہت کامیاب ثابت ہوئے حتیٰ کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کا قیامت برپا کرنے والا سانحہ جماعت کو پیش آیا اور مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی خلیفہ ثانیؓ کے بارہ میں پوری ہوئی مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی ہجرت تھی جس کے بارہ میں پہلے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی تھی۔ ''داغ ہجرت'' اِس موقعہ پر سیکڑوں مقامات سے ہجرت کر کے احمدی مرد و خواتین اور بچے پاکستان چلے گئے۔ یہ ایسا خطرناک موقعہ تھا کہ دونوں ممالک کے قریہ قریہ میں ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑک رہی تھی اور قتل عام کا بازار گرم تھا۔ ایسے موقعہ پر خلیفہ ثانیؓ نے ایسے طور پر نہ صرف رہنمائی فرمائی بلکہ ایسا انتظام فرمایا کہ آسمان کے نیچے شاید ہی کبھی ایسا معجزہ دیکھنے میں آیا ہو کہ لاکھوں بلکہ ایک کروڑ سے زائد افراد بے گھر ہو کر اِس ملک سے اُس ملک میں گئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اُن کی جانوں کی معجزانہ طور پر پوری پوری حفاظت فرمائی۔ شاذ و نادر کے طور پر چند نفوس لاپتہ ہوئے۔ جنہوں نے نظام سلسلہ

کے تحت ہجرت نہیں کی اور اپنے طور پر ہجرت کر کے خطرات کے بھنور میں معدوم ہو گئے۔ دونوں ملکوں کے احمدیوں نے اِس موقعہ پر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالتے ہوئے۔ ہزاروں ہزار غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کو محض خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے مقدور بھر مدد بہم پہنچائی۔ غرض حضرت خلیفہ ثانی کی زیر قیادت جماعت احمدیہ کا یہ کردار آپ ہی کی تعلیم و تربیت کا ثمرہ تھا۔ خدا تعالیٰ کی آپ پر بیشمار رحمتیں ہوں۔ آمین۔ اِس ہجرت سے قبل خدا تعالیٰ نے علاوہ عام تبلیغ کے حضرت خلیفہ ثانیؓ کو بادشاہوں کو بھی تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

۱- حکومت برطانیہ کے ولی عہد شہزادہ ویلز جب ہندوستان آئے تو انہیں "تحفہ شہزادہ ویلز" کے موضوع پر کتاب لکھ کر شاہی اعزاز کے ساتھ تحفہ میں پیش کی گئی۔

۲- ہندوستان کے حکمران کو تحفہ لارڈ اردن کے نام سے پیغام حق پہنچایا گیا۔

۳- افغانستان کے بادشاہ امان اللہ خان کو "دعوت الامیر" کے عنوان سے جامع کتاب کے ذریعہ سے اتمام حجت کی گئی۔

۴- اسی طرح ریاست حیدر آباد دکن کے حکمران نظام حیدر آباد کو تحفۃ الملوک کے عنوان سے شائع کردہ کتاب پورے اعزاز کے ساتھ بھجوا کر اتمام حجت کی گئی۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا النّاس علیٰ دین ملوکھم کے مقولہ کے مطابق گویا ان بادشاہوں کی تمام رعایا کو فرداً فرداً تبلیغ کی بجائے سربراہوں کو کھلی کھلی تبلیغ ہوئی اور وما علینا الا البلاغ المبین کے ارشاد خداوندی کی تعمیل ہوئی۔

خلافت ثانیہ میں زمین کے کناروں تک جماعت کو شہرت حاصل ہوئی

حضرت خلیفہ ثانیؓ کے بارہ میں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بتایا ہوا تھا کہ جلد جلد بڑھے گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اتنی تیز رفتاری سے خدا تعالیٰ نے آپ سے کام لیا کہ بے شمار قوموں اور ملکوں نے آپ کے فیوض و برکات سے حصہ پایا۔ یہ ایسا کارنامہ ہے جسے مستقبل کے مؤرخین سنہری حروف میں محفوظ رکھیں گے۔ اور آپ کے مبارک دور کی یاد خدا تعالیٰ قائم و دائم و زندہ و تابندہ رکھے گا اور دنیا آپ کے کارناموں سے آگاہ ہو کر دل کی گہرائی سے یہ صدا بلند کرے گی انشاء اللہ تعالیٰ

ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے (آمین۔

خلافتِ ثالثہ اور غلبہ اسلام

حضرت خلیفہ ثالثؒ فرماتے ہیں:

"اپنے شروع زمانہ خلافت سے مجھے اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تدبیر کارفرما نظر آرہی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو تحریک یا منصوبہ بھی میری طرف سے جاری کیا جائے گا غلبہ اسلام کی آسمانی مہم سے اُس کا تعلق ضرور ہوگا"

"سب سے پہلے میری طرف سے فضل عمرؓ فاؤنڈیشن کا منصوبہ پیش ہوا۔ جماعت نے اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق اس میں حصہ لیا۔ اِس کے تحت بعض بنیادی نوعیت کے کام انجام دیئے گئے۔ یہ گویا ابتداء تھی ان منصوبوں کی جو خدا کی تدبیر کے ماتحت غلبہ اسلام کے تعلق میں جاری ہوئے تھے"

۱۹۷۰ء میں نصرت جہاں سکیم کا منصوبہ جاری ہوا۔ اِس کا تعلق مغربی افریقہ کے ممالک میں سکول اور کلینک کھولنے سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کوشش میں اتنی برکت ڈالی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اِس منصوبہ کے تحت آپ لوگوں نے (یعنی جماعت نے) جو قربانی کی وہ ۵۳ لاکھ روپے تھی۔ اِس رقم سے وہاں سکول اور کلینک کھولے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس میں اتنی برکت ڈالی کہ اب ان ملکوں میں نصرت جہاں کا سال کا بجٹ چار کروڑ روپئے کا ہے۔ (حالیہ بجٹ اِس سے بہت زیادہ ہے۔ فالحمدللہ) پہلے ہمارے بچے اور مسلمانوں کے بچے عیسائی سکولوں میں پڑھتے تھے اور وہ انہیں عیسائی بنالیتے تھے۔ مگر اِس سکیم کے ذریعہ سارا کام سنبھال لینے کے بعد غلبہ اسلام کی مہم کو کامیابی سے چلانے کیلئے مضبوط بنیادوں پر اِس کام کو قائم کرنے کی ضرورت تھی۔ جو خدا تعالیٰ نے نصرت جہاں سکیم کے ذریعہ یہ بنیادیں قائم کردیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کا اب وہاں اتنا اثر ہے کہ نائیجیریا میں ساری جماعت کے سالانہ جلسہ میں صدر مملکت نے جس کا تعلق نارتھ سے ہے ہمارے جلسہ میں جو پیغام بھیجا اُس میں جماعت کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھا کہ میں تمام مسلمان فرقوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہیں بھی ملک اور قوم کی اُسی طرح خدمت کرنی چاہئے جس طرح جماعت احمدیہ نائیجیریا میں کررہی ہے"۔

صد سالہ احمدیہ جوبلی کا منصوبہ

فرمایا "تیسرا بڑا منصوبہ جو جماعت میں پیش کیا گیا وہ صد سالہ جوبلی کا منصوبہ ہے اِس کے تحت آپ لوگوں نے دس کروڑ روپئے بطور چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے اِس کا تعلق غلبہ اسلام کی صدی کے شایانِ شان استقبال سے ہے اِس ضمن میں حضور نے اشاعت قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن مجھے بتایا گیا (یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ ناقل) کہ تیرے دورِ خلافت میں پچھلی دو خلافتوں سے زیادہ اشاعت قرآن کریم کا کام ہوگا۔ چنانچہ اب تک میرے زمانہ خلافت میں پچھلی دو خلافتوں کے زمانہ سے قرآن مجید کی دوگنا زیادہ اشاعت ہوچکی ہے۔ فالحمدللہ۔

جماعت کی تعلیمی ترقی کا عظیم منصوبہ اور اُس کی اہمیت

حضور نے اِس عظیم منصوبہ پر روشنی ڈالنے کے بعد بتایا کہ خدا تعالیٰ نے کائناتِ ارضی و سماوی میں جو اُس کی صفات کے جلوے ہر آن ظاہر ہو رہے ہیں انہیں آیات قرار دے کر ان پر غور کرنے والوں کو اولو الالباب قرار دے کر دنیوی علوم کو روحانی علوم کی طرح اہم قرار دیا ہے اور اِن دونوں علوم کو ایک دوسرے کا ممد و معاون ٹھہرایا ہے۔ اِس منصوبہ کی اہمیت یہ ہے کہ افراد جماعت ان علوم سے بتدریج آراستہ ہو کر قرآنی علوم سے بہرہ ور ہونے کی اہلیت پیدا کریں۔ خدا تعالیٰ نے جماعت کو بہت کثرت سے اعلیٰ ذہنوں سے نوازا ہے۔ ابتدائی طور پر جماعت کا ہر فرد کم از کم میٹرک ہو۔ بعد میں ایف اے اور بی اے ہو تا کہ اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ قرآنی حقائق و معارف مسابقت کی روح سے حصہ پا کر علمی اخلاقی روحانی میدانوں میں دنیا میں تفوق و برتری حاصل کر سکیں۔ اس لحاظ سے علمی ترقی کا یہ عظیم منصوبہ خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے اور قرآنی علوم کے اسرار کو سمجھنے کی اہلیت پیدا کرنے کیلئے جاری کیا گیا ہے تا دنیا کے احمدی اس منصوبہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اِس بات کو سمجھ لیں کہ اسلام کا موعود غلبہ ایٹم بم وغیرہ سے نہیں بلکہ علمی تفوق کی بناء پر ظاہر ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت خلیفہ ثالثؒ کو خدا تعالیٰ نے کثیر مالی وسائل عطا فرمانے کے سلسلہ میں وعدہ فرمایا کہ "میں تینوں ایناں دیاں گا کہ توں رج جائیں گا" یعنی میں تجھے اتنا دونگا کہ تو سیر ہو جائے گا آپ کی ساری سکیموں اور منصوبوں میں جو خالص غلبہ اسلام کے بارہ میں تھیں بے حساب برکت عطا فرمائی اور ہر علاقہ میں یہ برکتیں جماعت کے افراد کے ازدیاد ایمان کا موجب بنیں۔ ۳۰ نئے ممالک میں احمدیہ تبلیغی مراکز قائم ہوئے یعنی پہلے تبلیغی مرکز ملا کر ۹۰ ممالک میں احمدیت پھیلی۔ تثلیث کے مرکز انگلستان میں یادگاری کسر صلیب کا شاندار عالمی جلسہ دنیا کے کناروں تک جماعت کی شہرت کا موجب ہوا۔ اور اس کارنامہ سے دجال پر سلسلہ حقہ کا رعب قائم ہوا۔ مختلف برّاعظموں کے متعدد ممالک میں جماعتہائے احمدیہ کی ترقیات و مسائل کا جائزہ لینے، حکومتوں کے بعض سربراہوں اور نمائندگان کو پیغام حق پہنچانے نیز ریڈیو ٹیلی ویژن اور اخبارات کے ذریعہ کروڑوں انسانوں تک احمدیت کا پیغام پہنچانے کی آپ کو خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ سات سو سال کے بعد ملک سپین میں خدا تعالیٰ کا گھر بنانے کے ضمن میں اِس کے سنگِ بنیاد رکھنے کی آپ کو خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ یہ کارنامہ تاریخ احمدیت میں ایک عظیم کارنامہ ہے جو جماعت احمدیہ کو دیگر تمام عالمی فرقوں سے ممتاز کرنے کا موجب ہے۔ جس کی ان میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہِ من یشاء۔ واللہ ذوالفضل العظیم۔

سب سے پہلا حکومت کا سربراہ جنرل سنگھاٹے آپ ہی کے دور خلافت میں احمدی ہوئے اور یہ وہ خوش نصیب بادشاہ ہے جس کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" پوری ہوئی۔ فالحمد للہ۔

خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں

جماعت احمدیہ شاہراہ غلبہ اسلام پر

خلافت ثانیہ کے دور سے پاکستان کے شریر ملاؤں اور اُن کے زیر اثر لوگوں اور اُن کے ووٹوں کے بھوکے سربراہوں نے جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر بغض اور حسد کی آگ میں مبتلا ہو کر طرح طرح کے ظلم و ستم کی کارروائیاں جماعت کے خلاف جاری کیں اور اسمبلیوں میں جماعت کو غیر مسلم قرار دیکر آنحضرت صلعم کی توہین کے مرتکب ہوئے اور احمدیوں کی جان مال اور عزت کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنا بنا کر ہر طرح درپے آزار ہوئے۔ ہزاروں ہزار افراد جماعت جیل خانوں میں بھجوائے گئے۔ خونخوار مکّہ کے مشرکین کے نقش قدم پر چلنے والے نام نہاد مسلمانوں نے طرح طرح کا نقصان پہنچایا سیکڑوں توحید و رسالت آنحضرت صلعم کے فدائی احمدیوں کو پروانہ وار جانی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق ملی۔ یہ سلسلہ خلافت رابعہ میں اور بھی شدت اختیار کر گیا۔ بلکہ یہاں تک بڑھا کہ ایک سربراہ حکومت اپنی کرتوتوں کی سزا میں پھانسی کی سزا ملنے کے بعد دوسرے سربراہ نے اور بھی زیادہ نشہ حکومت میں بپھر کر جماعت کو نقصان پہنچانے کے اعلانات کئے۔ جس کے نتیجے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے لنڈن کی ہجرت اختیار فرمائی اور جماعت کے ہزاروں ہزار افراد کو بھی ہجرتیں کرنی پڑیں اور یہ موذی رسوائے عالم سربراہ، خلیفۂ وقت کی دعائے مباہلہ کے نتیجے میں ھباءً منبثًا کا مصداق بن کر کھلی فضا کے سمندر میں غرق ہوا فاعتبروا یا اولی الابصار انجامکار پاکستانی احمدیوں کی شاندار جانی قربانیاں خدا تعالیٰ کی جناب میں قبول ہوئیں اور خدا تعالیٰ نے آسمان سے تبلیغی دروازے خلافتِ رابعہ کی تائید میں کھول دیئے اور نفخ فی الصور کا قرآنی وعدہ ظہور میں آیا۔ لنڈن کے مرکز سے ساری روئے زمین پر آباد روحوں تک حقیقی اسلام یعنی احمدیت کا پیغام پہنچنے لگا۔ جہاں جہاں بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مراکز قائم تھے اور جماعتیں کام کر رہی تھیں۔ حضور نے

وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا

اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے ۔۔۔۔اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا۔اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں۔اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کر دے وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۸)

بہت سے ایسے علاقوں کے متعدد سفر اختیار فرمائے۔ نئے تقاضوں کے تحت جماعتوں کی تربیت منظم و مستحکم کی اور اس کے بعد عالمی تبلیغ کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ سیٹلائٹ کھول دیا جس کے ذریعہ احمدیت کے پیغام کو ۱۷۰ ممالک میں پہنچاتے ہوئے احمدیہ تبلیغی مراکز کے قیام و توسیع کی آپ نے توفیق پائی جو بدستور بسرعت جاری و ساری ہے۔ اللّٰھم زِد فَزِدْ وبارك فیه ۱۷۰ ممالک میں ہر جگہ یدخلون فی دین اللہ افواجاً کے حسین مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں۔ فالحمدللہ ثم الحمدللہ ہر احمدی اپنے گھر بیٹھے یہ مناظر اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔ حضور انور نے اپنی خلافت کے آغاز میں سرزمین سپین میں ۷۰۰ سال کے بعد بننے والی مسجد کا بنفس نفیس افتتاح فرمایا۔ فالحمدللہ۔ یہ کارنامہ غلبۂ اسلام کے کارناموں میں سے ایک اہم اور معرکتہ الآراء کارنامہ ہے۔ جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کی تقریب پر ۱۰۰ زبانوں میں قرآن مجید، احادیث نبویہ اور تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تراجم منظر عام پر لائے گئے۔ جماعت احمدیہ کی عالمی تبلیغ کیلئے حضور انور کے آغازِ خلافت سے اب تک تمام مقررہ ٹارگٹ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھ چڑھ کر پورے ہوئے ہیں۔ ہم گذشتہ سال دو کروڑ اور اس سال چار کروڑ کی عالمی بیعتوں کا منظر دیکھ چکے ہیں۔ قرآن مجید کے ۵۳ زبانوں میں تراجم عالمی سطح پر شائع ہو کر اشاعت پا چکے ہیں متعدد تراجم عنقریب مکمل ہونے کی اُمید ہے۔ ۱۷۰ ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے فعال تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ فالحمدللہ

خدا تعالیٰ حضور انور کو کامل صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی فعال و بابرکت زندگی عطا فرمائے اور آپ کی زندگی میں جماعت احمدیہ کو کامل غلبہ اسلام اپنے وعدوں کے مطابق عطا فرمائے۔ اور ساری جماعت کو اپنے آقا کی قیادت میں تن من دھن سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے اور اُس کی رضا کے حصول کی کامل توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بدر کے معاونین خاص

ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب (امریکہ)
محمد عارف صاحب قریشی (حیدر آباد)
داؤد احمد الہ دین (سکندر آباد)
(مینیجر بدر قادیان)

ھندوستان کی تاریخ احمدیت میں

بیسویں صدی کے آخری دس سال

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری ناظر اصلاح و ارشاد قادیان

ھندوستان کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ متعدد رشیوں منیوں، نبیوں رسولوں اور ہزاروں صلحاء اور اولیاء نے یہاں جنم لیا اور اس کی فضاؤں کو اپنے انفاسِ قدسیہ سے معطر کیا اور خدا نے اُن کی آخری آرامگاہ کیلئے بھی اسی مقدس سر زمین کو پسند فرمایا۔ اہل سنّت والجماعت کے ایک مشہور ہندوستانی فاضل مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی نے ہندوستان کی فضیلت میں ایک ضخیم کتاب "سُبحۃ المرجان فی اثارِ ہندوستان" کے نام سے ۱۱۷۷ء ہجری میں عربی زبان میں لکھی ہے جس کے پہلے باب میں حضرت آدم۔ حضرت شیث اور حضرت نوح علیہم السلام کا ھندوستان میں مبعوث ہونا، تفاسیر۔احادیث اور روایات سے ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہندوستان، نبوت کا دارالخلافہ ہے۔

اسی طرح حضرت شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر دُرِ منثور میں سورہ احقاف کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ابن حاتم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا ہے کہ:

"بہتر وادی لوگوں میں وادئ مکہ ہے اور دوسرے وہ وادی جہاں ہندوستان میں آدم کا نزول ہوا"۔

مفسرین کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے جزائر سراندیپ میں آدم علیہ السلام کا ورود ہوا تھا۔ اور یہیں سے جاکر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وادی مکہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور پھر کئی مرتبہ وہاں جاکر اس مقدس گھر کا طواف کیا اور حج کے فرائض سر انجام دیئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ تحقیق پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ آپ کی آخری آرامگاہ وادئ کشمیر میں سرینگر کے محلہ خانیار میں موجود ہے۔

اسی طرح شری کرشن جی، شری رامچندر جی اور مہاتما بدھ جیسے خدا کے نبیوں اور اوتاروں نے اس مقدس سرزمین میں جنم لیا اور کروڑوں انسانوں کے دلوں میں ان کی عظمت اور محبت گھر کر گئی۔ پھر اس آخری زمانہ میں تمام مذاہب کے مقدس صحیفوں کی پیشگوئیوں کے مطابق جس موعود اقوامِ عالم نے مبعوث ہونا تھا، اُس کیلئے بھی اِسی ملک ہند کو منتخب کیا گیا۔ چنانچہ شمالی ہند کے صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور میں واقع اِس مقدس بستی قادیان دارالامان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ امام آخرالزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام یہاں پیدا ہوئے۔ یہی آپ کا مسکن رہا اور یہی آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے:

"ھندوستان وہ جگہ ہے جہاں خدا تعالیٰ نے آخرین کا پیغامبر بھیجا۔ جو ہر مذہب کا نمائندہ بن کر آیا۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جریُ اللّٰہ فِی حُلَلِ الأ نبیاء۔ کہ ایک شخص دکھائی دیتا ہے مگر خدا کا پہلوان ہے جو تمام انبیاء کے چوغے اوڑھے ہوئے آیا ہے۔ اسی میں تمہیں کرشن دکھائی دے گا۔ اسی میں تمہیں بدھا دکھائی دے گا۔ یہ مسیح کی تمثیل بھی ہے اور مہدی بن کر بھی آیا ہے۔ انبیاء سے تمام دنیا میں جتنے بھی وعدے کئے گئے تھے وہ آج قادیان کی بستی میں اُس ذات میں پورے ہو رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں نے مامور فرمایا ہے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ جنوری ۱۹۹۲ء)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر اِس مقدس بستی کے متعلق یہ بشارت دی ہے کہ

"ایک دن آنے والا ہے جو قادیان، سورج کی طرح چمک کر دکھلاوے گی کہ وہ ایک سچّے کا مقام ہے"۔ (دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ صفحہ ۲۳۱)

چنانچہ خلافت ثانیہ کے مبارک دَور میں تقسیم ملک سے پہلے تک قادیان کی ظاہری اور باطنی عظمتیں اور برکتیں پورے ہندوستان اور بیرونی ممالک میں بھی پھیلتی رہیں۔ لیکن تقسیم ملک کے وقت جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے ہجرت فرمائی اور جماعت کی بھاری اکثریت بھی اقتصادی تقاضوں کے پیشِ نظر ہمسایہ ملک میں منتقل ہو گئی تو اُس وقت صرف

۳۱۳ درویش یہاں مقاماتِ مقدسہ کی آبادی اور حفاظت کے پیش نظر رکھے گئے تھے۔ اس طرح ۱۹۴۷ء کے بعد قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں سے بکثرت احباب جماعت ہجرت اور رابطوں اور مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے ہندوستان میں جماعتی ترقی غیر معمولی متاثر ہوئی اور ایک لمبے عرصہ تک جمود کی سی کیفیت طاری رہی۔ پھر آہستہ آہستہ ہندوستان کی جماعتوں سے رابطے شروع ہوئے اور اُن کو منظم اور بیدار کرنے کی کوشش کی جاتی رہی حتّی کہ خلافتِ رابعہ کے مبارک دَور میں جب حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۹۸۴ء میں ہجرت کر کے لنڈن تشریف لے گئے تو آپ نے قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں کی بیداری اور ترقی کی طرف غیر معمولی توجہ فرمائی اور اپنے خصوصی نمائندے بھجوا کر راہنمائی فرماتے رہے جس کے نتیجہ میں احباب جماعتہائے احمدیہ ہندوستان میں غیر معمولی بیداری پیدا ہونی شروع ہوئی اور بالخصوص دعوت الی اللہ کی مہم میں تیزی آنی شروع ہوئی۔ حتّی کہ وہ مبارک و مسعود گھڑی آن پہنچی جبکہ خدا نے تقسیم ملک یعنی ۱۹۴۷ء کے ۴۴ سال بعد بیسوی صدی کے آخری دہاکے کی ابتداء یعنی ۱۹۹۱ء میں پہلی مرتبہ خلیفہ وقت کے قادیان دارالامان میں ورودِ مسعود کے سامان فرمائے اور یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا جو اچانک محض جذباتی طور پر ظاہر ہو گیا ہو۔ بلکہ اسکے پیچھے خدا کی تائید و نصرت کار فرما تھی اور ہندوستان کی جماعتوں کی آئندہ ترقیات اِس مبارک سفر سے وابستہ تھیں۔ اسکی تفصیل گو بہت لمبی ہے تاہم اختصار کے ساتھ اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۱ء کے تاریخی افتتاحی خطاب میں یہ فرمایا تھا کہ

”ہندوستان کی احمدی جماعتوں کی بہبود کی طرف خصوصیت سے میری توجہ چند سال پہلے ایک ایسی رؤیا کے نتیجے میں ہوئی جو کسی احمدی دوست نے لکھ کر بھجوائی تھی۔۔۔ وہ رؤیا یہ تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان تشریف لائے ہیں اور اس خواہش کا اظہار فرماتے ہیں کہ میری بگھی کو نکالو۔ مَیں چاہتا ہوں کہ سَیر پہ نکلوں۔ لیکن جب بگھی نکالی گئی تو وہ عدم استعمال کی وجہ سے زنگ آلود ہو چکی تھی اور خستہ حالت میں تھی۔ پس فوری توجہ کی گئی کہ اس بگھی کو اِس قابل بنایا جائے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اس پر سوار ہو کر سیر فرما سکیں۔

اس سے مَیں سمجھا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام بھجوایا گیا ہے کہ ہندوستان میں جماعتوں کو اب تیزی سے سفر اختیار کرنا ہے اُن کے پاس ذرائع میسّر نہیں ہیں عدمِ توجہ کا شکار ہیں اس لئے اُن کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ چنانچہ اِسی وجہ سے قادیانکی جماعتوں سے دور دراز ہر جگہ براہِ راست رابطے پیدا کئے گئے۔ ان کی ضرورتوں کا خیال کیا گیا اور جہاں تک خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی، قادیان کی بھی اور بیرون کی ضرورتوں کو بھی پورا کرنیکی کوشش کی گئی۔

پھر جلسہ سالانہ قادیان سے واپس تشریف لے جانے کے بعد ۲۴؍ جنوری ۱۹۹۲ء کو مسجد فضل لنڈن سے خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے وقف جدید کے عالمگیر چندوں کے ذکر میں فرمایا:

”وقف جدید کا مَیں نے جو نیا اعلان کیا تھا کہ وقف جدید کو باہر کی دنیا میں بھی عام کر دیا جائے۔ اس سے اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ در حقیقت اِس میں اللہ تعالیٰ کی یہی تقدیر تھی کہ قادیان اور ہندوستان کی محصور جماعتوں کیلئے ہمیں باہر سے بہت کچھ کرنا تھا۔ اور اگر یہ تحریک نہ ہوتی تو بہت سے ایسے اہم کام جو سر انجام دینے کی توفیق ملی ہے ان سے ہم محروم رہتے۔۔۔۔ اور وقفِ جدید کا قادیان سے یا ہندوستان کی جماعتوں سے جو گہرا تعلق ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اشارے کی صورت میں اِس طرح بھی ظاہر ہوا کہ مَیں نے قادیان میں جلسہ کے دوران پڑھائے جانے والے جمعہ میں یہ بیان کیا تھا کہ جب وقف جدید کیلئے حضرت مصلح موعودؓ نے ربوہ میں پہلا خطبہ دیا ہے تو وہ ۲۷؍ دسمبر تھی اور جلسہ کا درمیانی دن تھا اور قادیان میں اب جب میں حاضر ہوا تو جلسہ کے عین درمیان میں جمعہ آیا اور وہ ۲۷؍ دسمبر کا دن تھا اور اُسی دن وقفِ جدید کا مجھے بھی اعلان کرنا تھا۔۔۔

تو اُس وقت میری توجہ اِس طرف مبذول کروائی گئی کہ وقفِ جدید کا ایک تعلق تو پاکستان سے تھا جس کا آغاز پاکستان سے کیا گیا لیکن دوسرا تعلق جس کے لئے مَیں نے تحریک کی تھی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا یافتہ فعل ہے خدا کے منشاء اور تائید کے مطابق ہی ایسا ہوا ہے۔ اور قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں کو بھی بیرونی دنیا کے احمدیوں کی غیر معمولی امداد اور قربانی کی ضرورت ہے۔ اور وہ وقفِ جدید کے راستے سے کی جائے۔ چنانچہ اِس وقت تک ایک لاکھ پاؤنڈ کے وعدے ہو چکے ہیں۔ لیکن جہاں تک مَیں نے اندازہ لگایا ہے ہمیں قادیان اور ہندوستان ہر سالانہ کم از کم ایک کروڑ خرچ کرنا ہو گا۔ اور آئندہ کئی سالوں تک اس کو مسلسل بڑھانے کی کوشش کرنی ہوگی کیونکہ جو تفصیلی منصوبے قادیان کی عزت اور احترام کو بحال کرنے کیلئے مَیں نے بنائے ہیں اور جو تفصیلی منصوبے ہندوستان میں جماعت کے وقار اور جماعت کی تعداد اور رعب اور عظمت کو بڑھانے کیلئے بنائے ہیں وہ کروڑہا روپے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ (بحوالہ اخبار بدر ۱۲؍ مارچ ۱۹۹۲ء)

اسی طرح صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۱ء کے اختتام پر ۳؍ جنوری ۱۹۹۲ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

"یہ جلسہ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا تھا نہ صرف ایک تاریخی جلسہ تھا بلکہ تاریخ ساز جلسہ تھا۔ اور تاریخی جلسہ ہے۔ جو لطف ہم نے اُٹھائے وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ زندہ رہیں گے۔ لیکن وہ لُطف اسلئے زندہ نہ رہیں کہ ہم جیسے ایک نشئی ایک نشے کی حالت میں لطف اُٹھاتا ہے، ویسے اِس سے لطف اُٹھاتے رہیں، وہ لطف اسلئے زندہ رہنے چاہئیں تاکہ ہمیشہ ہمیں عمل کے میدان میں آگے بڑھاتے رہیں اور ہماری ذمہ داریاں ہمیں یاد کراتے رہیں اور یاد کرائیں کہ ایک نیا دَور ہے جس میں احمدیت داخل ہو چکی ہے۔ ترقیات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو ہمارے سامنے کھلا پڑا ہے۔ ایسے نئے ایوان کھل رہے ہیں جن میں پہلے احمدیت نے کبھی جھانکا نہیں تھا.... جہاں تک منصوبوں کا تعلق ہے، ان کو تفصیل کے ساتھ سمجھا دیا گیا ہے.... اگرچہ ظاہری طور پر آپ غریب ہیں اور بڑے بڑے امید افزاء اور تمناؤں سے بھرپور منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن کھلے دل کے ساتھ خوب منصوبے بنائیں اور بالکل پرواہ نہ کریں کہ ان پر کیا خرچ آتا ہے۔ عالمگیر جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے غریب نہیں ہے اور ساری عالمگیر جماعت احمدیہ آپ کی پُشت پر کھڑی ہے تمام عالمگیر جماعت احمدیہ ہمیشہ قادیان کی ممنونِ احسان رہے گی اور ان درویشوں کی ممنون احسان رہے گی جنہوں نے بڑی عظمت کے ساتھ بڑے صبر کے ساتھ، بڑی وفا کے ساتھ اس امانت کا حق ادا کیا جو اُن کے سپرد کی گئی تھی اور لمبی قربانیاں پیش کیں۔ اسلئے آپ کو کوئی خوف نہیں۔ آپ کو کوئی کمی نہیں۔ اللہ کے فضل کے ساتھ جتنے مفید کار آمد منصوبے آپ بنا سکتے ہیں اور ان پر عمل کر سکتے ہیں، انشاء اللہ ان کی تمام ضرورتیں عالمگیر جماعتیں پوری کریں گی.... کیونکہ جو اہلیت اور صلاحیت ہندوستان میں جماعت احمدیہ کی نشوونما کی ہے وہ شاید ہی دنیا کے کسی اَور ملک میں ہو۔"

پھر اس تاریخی سفر سے واپس جا کر مسجد فضل لنڈن میں مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۹۲ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور نے فرمایا

"یہ جلسہ بہت مبارک تھا بہت سی برکتیں لے کر آیا اور بہت سی برکتیں حاصل کرنے والا تھا۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اِس جلسہ کی برکات اور اس کے بعد اُترنے والے اللہ کے فضل ہماری اگلی صدی کے گھروں کو بھر دیں گے اور اس کے بہت دُور رس نتائج ظاہر ہونگے۔ (بدر ۱۳ر۲۰ فروری ۱۹۹۲ء صفحہ ۸)

نیز فرمایا:-"جہاں تک آئندہ زمانہ کے حالات کا تعلق ہے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ جلسہ ایک تاریخ ساز جلسہ تھا محض تاریخی جلسہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت سی پیشگوئیاں اس جلسہ کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان پیشگوئیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلسہ کے بعد خدا تعالیٰ اپنے فضلوں کی ہوا چلائے گا۔ اور ہر طرف غیر معمولی ترقی کے سامان پیدا ہونگے۔" (ایضاً صفحہ ۸)

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں کی ضروریات اور ترقیات کو وقف جدید کی عالمی تحریک کے ساتھ وابستہ کیا گیا تھا۔ اِس ضمن میں ایک اَور ایمان افروز رؤیا کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس کا ذکر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورۂ ماریشس کے دوران مورخہ ۳۱-۱۲-۹۳ کے خطبہ جمعہ میں وقفِ جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

"اِس ضمن میں یہ عجیب اتفاق ہے یا اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ ماریشس کی سرزمین سے مَیں نے وقفِ جدید کے اگلے سال کا اعلان کرنا تھا اور ماریشس کے ہی ایک مخلص نوجوان جو واقفِ زندگی ہیں، یعنی عبدالغنی جہانگیر، ان کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں وقفِ جدید کے متعلق ہی کچھ دکھایا اور تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے اُنہوں نے بڑے تعجب سے مجھے یہ رؤیا لکھا جو بہت معنی خیز ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک رؤیا دیکھا جس کا دل پر گہرا اثر ہے لیکن سمجھ نہیں آرہی کہ کیا مطلب ہے؟ مَیں نے دیکھا کہ جماعت احمدیہ ایک میز کی طرح ہے جس کی ٹانگیں بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہیں لیکن وقفِ جدید کی اور تحریک جدید کی دو ٹانگیں باقی ٹانگوں سے زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ یہاں تک کہ دیکھتے دیکھتے وقفِ جدید کی ٹانگ بہت ہی زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھنی شروع ہو گئی۔ تحریک جدید کی ٹانگ نے پوری کوشش کی کہ ساتھ مقابلہ کرے لیکن نہ کر سکی تو اچانک مَیں نے دیکھا کہ تحریک جدید کی ٹانگ میں بولنے کی طاقت پیدا ہوئی اور اُس نے کہا۔ بس بس! اب مَیں اِس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔ تم بڑھنا کم کردو۔ ہلکا کردو۔ وقفِ جدید کی ٹانگ نے جواب دیا یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ مَیں اپنے اختیار سے نہیں بڑھ رہی۔ مجھے بڑھنا ہی بڑھنا ہے اس کی تعبیر کچھ تو چندوں کی شکل میں نظر آرہی ہے۔ جس تیز رفتاری کے ساتھ وقفِ جدید کے چندے گزشتہ سال کے مقابل پر بڑھ رہے ہیں اتنا تیز اضافہ تحریک جدید میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ برکت والی تعبیر کے متعلق امید رکھتا ہوں کہ وہ تعبیر پوری ہوگی۔ اور وہ یہ ہے کہ وقفِ جدید کے عمل کا میدان ہندوستان بنگلہ دیش اور پاکستان ہیں۔ اِس وقت یہ صورت ہے کہ تحریک جدید کے تابع جو دوسری جماعتیں ہیں وہ بہت زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں، اس لئے مجھے امید ہے اور میری دُعا ہے کہ جہانگیر صاحب کی یہ خواب اِن معنوں میں پوری ہو کہ اچانک دیکھتے دیکھتے بنگلہ دیش، ہندوستان اور

پاکستان کی جماعتیں، اِس تیزی سے آگے بڑھنے لگیں کہ باہر کی جماعتوں سے آگے نکلنے لگیں اور وہ احتجاجاً کہیں کہ تم بڑھنا کچھ کم کردو اور وہ یہ جواب دیں کہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ ہمارے رب کی تقدیر ہے جسے ہم بدل نہیں سکتیں۔اور خدا کرے کہ میری یہ تعبیر سچی نکلے۔ اور اس کو سچا ثابت کردکھلانے میں ان جماعتوں کو جو محنت کرنی ہے، جو دُعا کرنی ہے، جس اخلاص سے خدمت کرنی ہے۔ ہم سب مِلکر ان کیلئے دُعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق بخشے اور واقعۃً یہ نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں.... اور خدا کرے جن معنوں میں مَیں نے اس کی تعبیر سوچی ہے۔ اللہ انہی معنوں میں ہماری توقعات سے بڑھ کر اس کی تعبیر کو پورا فرمائے"۔(بحوالہ اخبار بدر ۱۰ر مارچ ۱۹۹۴ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید عالمگیر کے چندوں میں غیر معمولی اضافوں کے لحاظ سے بھی اور وقفِ جدید عالمگیر کے انتظام کے تحت ہندوستان کی جماعتوں میں جو غیر معمولی ترقی ہورہی ہے اور ہر پہلوں سے جو برکتیں ظاہر ہورہی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعجاز کا رنگ رکھتی ہیں۔

چنانچہ وقف جدید عالمگیر کے چندوں کا بجٹ ۱۹۹۱ء میں صرف ایک لاکھ پاؤنڈ کا تھا۔ اللہ کے فضل سے نو سال کے عرصہ میں اس چندہ کی وصولی دس گنا سے بھی بڑھ گئی ہے۔چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سال ۷ر جنوری ۲۰۰۰ء کے خطبہ جمعہ میں وقفِ جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے یہ خوشخبری جماعت کو سنائی تھی کہ اِس وقت تک کی موصولہ رپورٹوں کے مطابق وقفِ جدید کی کل وصولی دس لاکھ چوہتر ہزار پانچ سو پاؤنڈ بنتی ہے۔گویا کہ وقفِ جدید کا کُل چندہ جو ۱۹۹۱ء میں صرف ستّر لاکھ روپے کے قریب تھا۔ ۲۰۰۰ء میں آٹھ کروڑ روپے کے قریب پہنچ چکا ہے۔

لیکن جو برکت کا پہلو ہے وہ ہر شعبہ میں ایسی بہار دکھارہا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر ہر شعبہ کی برکات پر صادق آتا نظر آرہا ہے کہ۔

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

چنانچہ اِن دس سالوں کے عرصہ میں ہندوستان کی جماعتوں نے دینی و دنیاوی تعلیم اور وقفِ زندگی کے لحاظ سے مالی قربانیوں کے لحاظ سے۔ مساجد و دیار التبلیغ کی تعمیر کے لحاظ سے خدمت خلق کے لحاظ سے اور اسلام واحمدیت کی تبلیغ و اشاعت کے لحاظ سے ایسی نمایاں ترقی حاصل کی ہے جو تقسیم ملک سے لیکر ۱۹۹۱ء تک ۴۵ سال کے عرصہ میں حاصل نہیں کر سکی تھی۔ وذٰلک فضل اللّٰہ ولا فخر ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلیّ العظیم۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کا ایک مختصر جائزہ آپ کی خدمت میں اس مختصر سے وقت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ سب سے پہلے مَیں ہندوستانی جماعتوں کی مالی قربانی میں نمایاں پیش رفت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔اگرچہ ہندوستان میں جو غیر معمولی تبلیغ واشاعت اور خدمت خلق اور تعمیرات وغیرہ کے جو کام ہورہے ہیں وہ زیادہ تر وقفِ جدید عالمگیر کے چندے سے ہورہے ہیں لیکن ہندوستان کی جماعتیں بھی اپنے بڑھتے کاموں کے پیش نظر اپنے وسائل کے مطابق جس رنگ میں مالی قربانی میں آگے بڑھ رہی ہیں وہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی توجہ، راہنمائی اور دُعاؤں کی مرہونِ منت ہیں۔

چنانچہ حضور انور کی قادیان تشریف آوری سے قبل ۹۱-۹۰ء میں ہندوستان کی جماعتوں کے لازمی چندہ جات کا بجٹ کُل اڑتالیس لاکھ چھیالیس ہزار روپے تھا۔ حضور انور کی تشریف آوری کے بعد سال بہ سال اِس بجٹ میں اضافہ ہوتا چلاگیا۔ حتّٰی کہ ۲۰۰۰-۹۹ء کے سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آمد کا بجٹ ایک کروڑ ستاون لاکھ تیس ہزار تین سو پانچ روپے تک پہنچ گیا اور اب ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء کا متوقعہ بجٹ ایک کروڑ اُناسی لاکھ نو ہزار نو سو پندرہ روپے منظور ہوا ہے۔

گویا ان دس سالوں میں لازمی چندوں کا بجٹ بفضلہٖ تعالیٰ ساڑھے تین گنا سے بھی زائد ہو چکا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

یہی حال تحریک جدید اور وقفِ جدید بھارت کے چندوں میں اضافے کا بھی ہے۔ چنانچہ تحریک جدید کا بجٹ سال ۹۱-۹۰ء میں سات لاکھ تیس ہزار روپے تھا جو قریباً تین گناہ اضافہ کے ساتھ رواں سال ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء میں بیس لاکھ روپے کا ہو چکا ہے۔

اور وقفِ جدید کا بجٹ جو سال ۹۱-۹۰ء میں ۷۸۱۰۰۰ روپے تھا اب ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء میں تین گناہ سے زائد ہو کر ۲۴۴۸۵۶۰ روپے ہو چکا ہے۔ جبکہ چندہ دینے والوں کی تعداد میں بھی غیر معمولی طور پر اضافہ ہو چکا ہے۔

صرف مرکزی انجمنوں کے بجٹ اور لازمی چندہ جات ہی میں اضافے نہیں ہورہے بلکہ ذیلی تنظیموں خدام الاحمدیہ۔ انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے بجٹس میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو چکا ہے۔

☆- چنانچہ مجلس انصار اللہ بھارت کا بجٹ جو ۱۹۹۱ء میں ۶۰۰۰۰،ا روپے کا تھا اب ۲۰۰۰ء میں قریباً چار گنا اضافہ کے ساتھ ۵،۵۰۰۰۰ روپے ہو چکا ہے اور مجالس کی تعداد ۱۴۰ تھی جو بڑھ کر اب ۲۳۱ ہو چکی ہے۔ اور اِس عرصہ میں مجلس انصار اللہ کا اپنا نیا دفتر اور گیسٹ ہاؤس ۲۰ لاکھ روپے کے صَرفہ سے تعمیر ہو چکا ہے۔ فنشنگ کا

کام جاری ہے۔

☆- لجنہ اماء اللہ بھارت کا بجٹ جو ۹۲-۱۹۹۱ء میں ۹۲۰۰۰ روپئے کا تھا دس سال کے عرصہ میں تین گناہ سے زائد بڑھ کر ۲۰۰۰ء میں ۲،۵۷۸۰۰ روپئے ہو چکا ہے اور یہ تمام تر آمد ممبرات کے چندہ جات کی ہے۔ لجنات کی تعداد جو ۱۴۸ تھی بڑھ کر اب ۲۳۳ ہو گئی ہے۔

☆- مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا بجٹ جو ۹۲-۹۱ء میں ۱،۶۹۰۰۰ روپئے کا تھا اب ۲۰۰۰ء میں پانچ گناہ سے زائد اضافے کے ساتھ ۸،۷۰۰۰۰ روپئے ہو چکا ہے اور مجالس کی تعداد جو ۹۲-۹۱ء میں صرف ۱۸۵ تھی اب ۲۰۰۰ء میں ۵۹۶ ہو گئی ہے۔ ایوان خدمت میں مخزن علم کے نام سے ایک لائبریری قائم کی گئی ہے خدام کی صحت کو بہتر اور مضبوط بنانے کیلئے افزاءِ صحت خدام کلب قائم کر کے ورزش کے جدید آلات فراہم کئے گئے ہیں۔

ایوان خدمت میں کمپیوٹر سیکشن بھی قائم کر دیا گیا ہے اور دفتر خدام الاحمدیہ مقامی کی تعمیر کے منصوبہ کی بھی حضور انور نے منظوری مرحمت فرمادی ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ نے ۹۴ء میں جیپ بھی خریدی تھی اور اب ۲۰۰۰ء میں اس کو فروخت کر کے نئی جیپ خریدی ہے۔ اور دعوت الی اللہ کے علاوہ خدمت خلق کے کاموں میں بھی آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اللّٰھم زِدفَزِدْ

قادیان اور ہندوستان کی جماعتیں

تعلیم کے میدان میں

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۹۱ء میں قادیان تشریف آوری پر بچوں اور بچیوں سے ملاقاتیں فرما کر محسوس فرمایا کہ ماحول کی تنگی اور وسائل کی کمی کی وجہ سے یہاں کے بچے تعلیمی میدان میں کچھ زیادہ ترقی نہیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بھی حضور انور نے خصوصی توجہ فرمائی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں جماعت کے زیر انتظام چل رہے لڑکوں کے ہائی سکول اور لڑکیوں کے ہائی سکول اور لڑکیوں کے کالج کے معیار کو بہتر کرنے کی مسلسل کوشش جاری ہے۔ وسائل میں بھی غیر معمولی اضافہ فرما دیا گیا ہے چنانچہ اِس موازنہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اِن مدارس کیلئے عملہ وسائر کا کُل بجٹ سال ۹۱-۹۰ء میں تیرہ لاکھ روپئے کا تھا۔ جو اب سالِ رواں ۲۰۰۱ء-۲۰۰۰ء میں چھیالیس لاکھ روپئے سے زائد کا ہو چکا ہے۔

نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان کی زیر نگرانی قادیان میں مذکورہ سکولز کے علاوہ کیرلہ اور کشمیر اور بنگال و آسام اور یوپی میں ۱۶ سکول جماعت کی طرف سے چلائے جا رہے ہیں۔ جن کو سال ۹۴-۹۳ء میں ۲۱۸۰۰۰ روپئے کی مرکزی گرانٹ فراہم کی گئی تھی اور گزشتہ سال ۲۰۰۰-۹۹ء میں یہ گرانٹ چھ گنا اضافے کے ساتھ ۱۵۵۴۰۰۰ روپئے کر دی گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان دس سالوں میں ان سکولوں کو مجموعی طور پر -/۵۱،۵۵۴۰۰ روپئے کی مرکزی گرانٹ فراہم کی گئی۔

اس کے علاوہ ذہین اور مستحق طلباء کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے ان دس سالوں میں امداد اور قرض کی صورت میں جو سہولت فراہم کی گئی اور کی جا رہی ہے اگر اُس کا شمار کیا جائے تو یہ رقم کروڑوں روپئے تک پہنچ جاتی ہے۔

پھر دینی تعلیم کیلئے قادیان میں دو مدرسے قائم ہیں۔ ایک مدرسہ احمدیہ کے نام سے وہ مدرسہ ہے جس کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں ہی پڑ چکی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد یہ مدرسہ بھی جمود کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ۱۹۵۱ء سے دوبارہ شروع کر دیا گیا اور ہندوستان کی مختلف جماعتوں سے دینی تعلیم کے حصول کیلئے نوجوان قادیان آنا شروع ہو گئے پھر سال بہ سال اس میں ترقی ہوتی رہی۔ اس مدرسہ میں میٹرک کے بعد بچوں کو سات سالہ دینی نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ سال ۹۲-۹۱ء میں اس مدرسہ میں ۹۲ طلباء زیر تعلیم تھے۔ حضور انور کی قادیان تشریف آوری کے بعد نوجوانوں میں وقفِ زندگی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے چنانچہ سال ۲۰۰۰-۹۹ء میں طلباء کی تعداد ۱۴۲ ہو گئی تھی۔ اور اِس وقت بفضلہٖ تعالیٰ کشمیر سے کنیا کماری تک کے مختلف صوبوں سے آئے ہوئے ۲۰۵ طلباء زیر تعلیم ہیں۔ اور نو سال کے عرصے میں ۸۳ طلباء فارغ التحصیل ہو کر میدان عمل میں خدمت بجا لا رہے ہیں۔

اس مدرسہ کے علمی معیار کو بلند کرنے کی غرض سے چند سال قبل تین اساتذہ کو عربی۔ حدیث اور فقہ کے مضمون میں تخصص کروایا گیا اور دو نوجوانوں کو سنسکرت میں تخصص کروایا جا رہا ہے۔ نیز حضور انور نے چار نوجوانوں کو عربی زبان کا ماہر بنانے کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ اسی طرح طلباء کی ذہنی جسمانی، اخلاقی اور علمی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کیلئے سالانہ ٹورنامنٹ اور اس میں علمی اور ورزشی مقابلے کروانے اور انعامی مقالے لکھوانے کے علاوہ آخری کلاسوں کے طلباء کیلئے ہائی کنگ اور "سِیرُوا فِی الارض" کے تحت مختلف تاریخی مقامات کی سیر کی غرض سے ہر سال خاطر خواہ بجٹ رکھا جا رہا ہے اور بورڈنگ میں رہائش پذیر طلباء کیلئے صفائی اور خورد نوش وغیرہ کیلئے بہتر سے بہتر سہولتیں فراہم ہو چکی ہیں۔ چنانچہ مدرسہ احمدیہ و بورڈنگ کے سٹاف اور طلباء کے وظائف کا سالانہ خرچ جو ۹۲-۹۱ء میں ۸،۸۷۰۰۰ روپئے تھا۔ ۲۰۰۰-۹۹ء میں تین گنا بڑھ کر ۲۴۲۵۰۰۰ روپئے ہو چکا ہے۔

پھر ہندوستان کی جماعتوں اور لاکھوں کی تعداد میں جو نئے احباب جماعت میں شامل

ہو رہے ہیں اُن کی تعلیم و تربیت کیلئے مربیان اور معلمین کی غیر معمولی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ جس کیلئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۹۱ء ہی میں ایک مختصر دینی نصاب کے ذریعہ ٹریننگ دے کر زیادہ سے زیادہ معلمین کو تیار کرنے کے منصوبے کی طرف راہنمائی فرمائی تھی۔ چنانچہ ۱۹۹۲ء سے اِس مدرسہ کی باقاعدہ شروعات کی گئی۔ مختلف صوبوں سے ابتداء میں ۳۵ طلباء داخل ہوئے۔ مختلف جگہوں پر ان کی رہائش کا انتظام کیا گیا اور مسجد اقصیٰ میں ان کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر سال بہ سال طلباء کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہونے لگا۔ اور حضور انور کی منظوری سے گیسٹ ہاؤسز میں ان کی رہائش اور کلاسوں کا انتظام کیا گیا۔ اور باقاعدہ تین سالہ نصاب پڑھایا جانے لگا۔ اس کے علاوہ نو مبائعین علماء کی ٹریننگ کیلئے چھ ماہ کا نصاب بھی شروع کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مدرسۃ المعلمین کے طلباء کی تعداد گزشتہ سال ۲۵۰ تک پہنچ گئی تھی۔ اور اس سال یہ صورتحال ہے کہ صرف بنگال و آسام ہی سے ۲۵۰ کے قریب نو مبائعین ٹریننگ کیلئے اِس مدرسہ میں داخل ہوئے ہیں اور مجموعی طور پر طلباء کی تعداد اب ۷۰۰ ہو چکی ہے۔

اس کے علاوہ نو مبائعین کے علاقوں سے چھوٹی عمر کے بچوں کو بھی مرکز سلسلہ میں رہتے ہوئے دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھجوایا جا رہا ہے۔ کیونکہ اُنہیں نظر آرہا ہے کہ اُن کے بچوں کی دینی و دنیوی ترقیات اب محض جماعت احمدیہ ہی سے وابستہ ہو چکی ہیں۔ اور ہندوستان کے طول و عرض سے مختلف زبانیں بولنے والے طلباء کے علاوہ سکم بھوٹان اور نیپال سے بھی طلباء اس مدرسہ میں داخل ہو کر دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں طلباء کو سنبھالنے کیلئے چاروں گیسٹ ہاؤسز بھی ناکافی ہو گئے ہیں چنانچہ اب ۵۰ لاکھ روپے کے صرفہ سے دو منزلہ وسیع عمارت ہوسٹل کیلئے تعمیر ہو چکی ہے۔ لیکن طلباء کی موجودہ تعداد کے پیش نظر نئی تعمیر شدہ یہ بلڈنگ بھی ناکافی ہو چکی ہے۔ بہر حال اِن طلباء کی رہائش کے ساتھ ساتھ ان کے خورونوش اور دیگر ضروریات کی مناسب رنگ میں فراہمی کا انتظام ہو چکا ہے۔ اور ان کی بھی علمی و ذہنی اور جسمانی نشو نما کیلئے کھیلوں اور مقابلہ جات کا اہتمام کیا جاتا ہے اور باقاعدہ سالانہ ٹورنامنٹ اور تقسیم انعامات کی تقریب منعقد کی جاتی ہے اس طرح بفضلہ تعالیٰ اِس مدرسۃ المعلمین کے طلباء کیلئے بھی کسی بھی لحاظ سے محرومی کا احساس باقی نہیں رہا۔ اس مدرسہ سے فارغ ہو کر میدان عمل میں جا کر جو معلمین خدمتِ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اُن کی تعداد میں بھی سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ سال ۹۹-۹۸ء میں ۵۴ معلمین کو تیار کر کے بھجوایا گیا اور سال ۲۰۰۰-۹۹ء میں ۱۰۴ معلمین کو تیار کر کے فیلڈ میں بھجوایا جا چکا ہے۔ اور مجموعی طور پر اِن آٹھ سالوں میں اِس مدرسہ سے فارغ ہو کر خدمت بجا لا رہے معلمین کی تعداد ۴۷۸ ہو چکی ہے۔ اس مدرسہ کی غیر معمولی کامیابی اور کارکردگی کا اِس پر اُٹھ رہے اخراجات سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ۹۳-۹۲ء میں اِس مدرسہ کے سٹاف اور وظائف طلباء اور سائر اخراجات کا کُل بجٹ دو لاکھ روپے سے زائد نہ تھا۔ لیکن اب ۲۰۰۰ء میں یہ بجٹ ۵۳۷۰۰۰۰ روپے تک پہنچ چکا ہے جبکہ مدرسہ کے ترقیاتی اور دیگر مستقل ضروریات کی فراہمی کیلئے ۴۵ لاکھ روپے کا الگ بجٹ مختص ہے اس طرح سال رواں کا بجٹ ایک کروڑ روپے تک پہنچ چکا ہے۔

خدمت خلق

بنی نوع انسان کی خدمت ہر ملک میں جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ہندوستان کی احمدی جماعتیں انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی خدمت خلق کے کاموں میں پیش پیش رہتی ہیں اسی طرح مرکز سلسلہ قادیان سے بھی دُکھی انسانیت کی خدمت کا کوئی موقع نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ وقت کی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مَیں صرف قادیان میں بیماروں کے علاج کیلئے مستقل بنیادوں پر قائم کئے جا رہے ایک معیاری ہسپتال کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ لیکن اِس سے قبل یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی قادیان تشریف آوری سے قبل احمدیہ شفاخانہ محض ایک معمولی ڈسپنسری کی حیثیت میں کام کر رہا تھا جس کا سالانہ بجٹ عملہ اور ادویات کا کُل -/۷۶۰۰۰ روپے تھا۔ حضور انور کی تشریف آوری کے موقعہ پر موجودہ ہسپتال کی بلڈنگ ہی کو Renovate کر کے جس حد تک ممکن ہوا مریضوں کی دیکھ بھال اور آپریشن کرنے کی سہولت اور ایکسرے مشین اور E.C.G. مشین وغیرہ کی سہولیات فراہم کی گئیں۔ اور مکرم ڈاکٹر طارق احمد صاحب کو جو غانا مغربی افریقہ میں وقف کے تحت احمدیہ ہسپتال میں خدمت بجا لا رہے تھے، قادیان کے اِس ہسپتال میں بطور انچارج ڈاکٹر مقرر کیا گیا۔ موصوف کی رپورٹ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نو سال کے عرصہ میں اِس ہسپتال میں ۱۶۸۰ آپریشن کئے گئے ہیں اور سالانہ بجٹ آمد و خرچ جو ۱۹۹۱ء میں صرف ۷۵۰۰۰ روپے تھا ۲۰۰۰-۹۹ء میں یہ بجٹ -/۲۶۵۰۰۰۰ روپے تک پہنچ چکا ہے۔ اور سال ۲۰۰۰-۹۹ء میں مجموعی طور پر ۳۰۰۰۰ سے زائد مریضوں کا علاج کیا گیا جن میں احمدی احباب قادیان کے علاوہ کثرت سے غیر مسلم افراد بھی شامل ہیں۔ چونکہ موجودہ ہسپتال کی بلڈنگ بڑھتی ضروریات کیلئے ناکافی ثابت ہو رہی تھی۔ اسلئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے شہر کے وسط میں پہلے مرحلہ میں ۸۰ بیڈ کے ایک وسیع ہسپتال کی تعمیر جاری ہے جس پر ابتدائی طور پر ڈیڑھ کروڑ روپے اخراجات کئے جا رہے ہیں۔ حضور انور کی منشاء ہے کہ انشاء اللہ بیرونی ممالک سے ماہر احمدی ڈاکٹرز کی خدمات بھی وقتاً فوقتاً فراہم کی جاتی رہیں گی۔

اس کے علاوہ دفتر وقف جدید کی نگرانی میں ہومیوپیتھی علاج کیلئے ایک فری ڈسپنسری قائم کی گئی ہے جس سے سیکڑوں احمدی اور غیر مسلم مریض استفادہ کررہے ہیں اور مکرم سید داؤد احمد صاحب اور اُن کے معاونین رضاکارانہ طور پر اس خدمات کو بجا لارہے ہیں اس ڈسپنسری سے ماہانہ اوسطاً دو ہزار مریض مفت ادویات حاصل کررہے ہیں۔

جلسہ سالانہ قادیان کے نئے رنگ

قبل اس کے کہ مَیں دعوت الی اللہ کی مہم کا ذکر کروں، جلسہ سالانہ قادیان کا جو نیا رنگ روپ ظاہر ہو رہا ہے اُس کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ۱۹۹۱ء میں بنفس نفیس قادیان تشریف آوری کے بعد سے قادیان کے جلسہ سالانہ کی تقریب بھی عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ وہ اس طرح کہ ۱۹۹۲ء سے قادیان کے جلسہ سالانہ کی عالمی سٹیج لنڈن میں سجائی جانے لگی جہاں سے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حاضرین جلسہ قادیان کو مخاطب فرمایا کرتے ہیں۔ اور سیٹلائٹ کے ذریعے ایم ٹی اے پر ساری دنیا کی جماعتیں بھی اِن روح پرور خطابات کو سنتے ہوئے جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو لنڈن کی سٹیج سے قادیان کے جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے حضور انور نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا تھا:

”آج جماعتِ احمدیہ مسلمہ عالمگیر ایک عجیب جلسہ میں شریک ہے جس کی کوئی مثال جب سے کائنات عالم کی تخلیق ہوئی، دیکھنے میں نہیں آئی۔ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں ایسا حسین نظارہ پہلی مرتبہ زمین دیکھ رہی ہے اور ستارے آسمان سے یہ دلکش نظارہ دیکھ رہے ہیں کہ لنڈن سے قادیان کے جلسہ کو خطاب ہو رہا ہے اور یہ جلسہ (یعنی لنڈن مشن کے محمود ہال میں احباب جماعت انگلستان کا جو اجتماع ہوا، وہ مراد ہے) لنڈن میں قادیان کیلئے منعقد ہو رہا ہے اور قادیان کے جلسہ میں شریک ہونے والے حاضرین کے ساتھ اکناف عالم میں بسنے والے احمدی احباب بھی اسی طرح شریک ہیں“۔ (بحوالہ اخبار بدر ۷ر۱۴ جنوری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۹۲ء سے ہر سال حضور انور ازارہِ شفقت جلسہ سالانہ قادیان کیلئے لنڈن میں سٹیج تیار کروا کے اپنے روح پرور خطابات سے حاضرین جلسہ قادیان اور ان کے ساتھ تمام دنیا کے احمدیوں کو فیضیاب فرما رہے ہیں۔

پھر جلسہ سالانہ قادیان میں ۱۹۹۶ء سے ایک اَور جدّت یہ پیدا ہوئی کہ باقاعدہ ایک نظام کے تحت نومبائعین کو جلسہ سالانہ پر قادیان لانے کی مہم شروع کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں جہاں نومبائعین کو مرکز قادیان کی زیارت کے ساتھ ساتھ مخالف مولویوں کے جماعت کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈہ کی حقیقت کا علم ہوتا جارہا ہے۔

چنانچہ ۱۹۹۶ء میں ۹۰۰ کی تعداد میں نومبائعین جلسہ سالانہ میں شریک ہوئے تھے۔ ۱۹۹۷ء میں یہ تعداد دُگنی ہو کر ۱۸۰۰ سے زائد نومبائعین جلسہ پر آئے اور ۱۹۹۸ء میں اس تعداد میں اس قدر غیر معمولی اضافہ ہوا کہ دس ہزار سے زائد نومبائعین جلسہ پر تشریف لائے تھے اور گزشتہ سال یہ تعداد سولہ ہزار سے تجاوز کر گئی۔ بنگال سے ایک پوری سپیشل ٹرین اور حیدر آباد سے چار ریزرو بوگیاں سیدھے قادیان کے سٹیشن پر وارد ہوئیں۔ اور یوپی۔ راجستھان، پنجاب، ہماچل، ہریانہ اور جموں کشمیر وغیرہ سے سیکڑوں بسیں نومبائعین سے بھری قادیان پہنچی تھیں۔

اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکیس ہزار سے زائد نومبائعین اس جلسہ میں شرکت اور مرکز سلسلہ قادیان کی زیارت سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اِس للٰہی سفر کو ہر طرح بابرکت فرمائے۔

جیسے جیسے مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اُس کے مطابق جلسہ سالانہ کے اخراجات میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۹۰ء کے جلسہ سالانہ قادیان کا کُل بجٹ نو لاکھ پندرہ ہزار روپئے تھا۔ اور ۹۱ء میں حضور انور کی تشریف آوری کے موقع پر اُس تاریخی جلسہ کی تو شان ہی کچھ اَور تھی۔ پھر ۱۹۹۲ء سے جلسہ سالانہ کا بجٹ بتدریج بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اور ان دس سالوں کے جلسہ سالانہ کے اخراجات کا شمار کیا جائے تو کئی کروڑ روپئے تک اس کی میزان جا پہنچے گی۔

دعوت الی اللہ کی مہم

اب آخر پر دعوت الی اللہ مہم پر کچھ عرض کروں گا۔ اِس سلسلہ میں یہ کہنا ضروری ہے کہ تقسیم ملک کے بعد قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں میں تبلیغ اور دعوت الی اللہ کی مہم بھی کئی وجوہات کی بناء پر جمود کا شکار تھی۔ چنانچہ سال ۹۲-۹۱ء میں پورے ہندوستان میں بمشکل دو ہزار کے قریب بیعتیں ہوئی تھیں۔ اِس صورتحال کے پیش نظر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان کے جلسہ سالانہ کے افتتاحی خطاب مورخہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۱ء میں احباب جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کو نہایت مؤثر رنگ میں تبلیغ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بڑے درد کے ساتھ فرمایا تھا کہ

”اے ہندوستان والو! اَے بھارت کے احمدیو! کیا اس عزت اور سعادت کو جو خدا تعالیٰ نے تمہیں تھمائی تھی، دوسرے ملکوں کو تم اپنے سے چھین کر لے جانے کی اجازت دو گے۔ کیا تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو گے اور افریقہ اور امریکہ اور یورپ اور دنیا کے یہ دوسرے ممالک تبلیغ کے ذریعے احمدیت کا پیغام پھیلانے میں تم سے آگے بڑھتے چلے جائیں گے اگر ایسا ہوا تو بہت بڑی بدنصیبی ہوگی“۔

پھر حضور انور نے ہندوستان کے احمدیوں کو دعوت الی اللہ کے میدان میں اُتارنے کیلئے ضروری وسائل کی فراہمی کے ساتھ مسلسل دُعائیں

اور مسلسل راہنمائی فرمائی۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ۱۹۹۳ء میں یہ محسوس فرماکر کہ دعوت الی اللہ کی مہم کے نتائج توقع کے مطابق ظاہر نہیں ہو پارہے ہیں، ہندوستان کے تمام صوبوں کیلئے خود سالانہ بیعتوں کیلئے ٹارگٹ مقرر فرمائے اور مختلف ناظران اور افسران صیغہ جات وغیرہ کے سپرد ایک ایک صوبہ کی نگرانی فرمائی۔ اور پھر لنڈن میں انڈیا کیلئے ایک الگ ڈیسک قائم فرماکر محترم مبارک احمد صاحب ظفر ایڈیشنل وکیل المال کو اس کا انچارج مقرر فرمایا اور آپ کے ذریعے صوبائی اُمراء کرام اور نگران صاحبان کے ساتھ مسلسل رابطہ فرماتے ہوئے راہنمائی اور نگرانی کا ایک مضبوط اور مستحکم نظام قائم فرمایا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے افضال اس رنگ میں ظاہر ہونے شروع ہوئے کہ

☆- سال ۹۴-۹۳ء میں حضور انور نے ہندوستان کے مختلف صوبوں کیلئے مجموعی طور پر تیرہ ہزار بیعتوں کا ٹارگٹ مقرر فرمایا تھا، بفضلہ تعالیٰ اس سال چودہ ہزار بیعتیں ہوئیں۔

☆- سال ۹۵-۹۴ء کیلئے پچاس ہزار بیعتوں کا ٹارگٹ مقرر فرمایا گیا اُس سال صرف ۲۵ ہزار بیعتیں ہو سکیں۔

☆- پھر سال ۹۶-۹۵ء میں ایک لاکھ بیعتوں کا ٹارگٹ مقرر فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲۲۰،۱۰،۱ بیعتیں ہوئیں۔

☆- سال ۹۷-۹۶ء کیلئے دو لاکھ اکتیس ہزار بیعتوں کا ٹارگٹ مقرر فرمایا گیا بفضلہ تعالیٰ دو لاکھ ستاسی ہزار بیعتیں ہوئیں۔

☆- سال ۹۸-۹۷ء کیلئے ۶،۴۰۰۰۰ بیعتوں کا ٹارگٹ دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۶۴۷۷۹۰ بیعتیں ہوئیں۔

☆- پھر سال ۹۹-۹۸ء کیلئے پندرہ لاکھ بیعتوں کا ٹارگٹ مقرر فرمایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۷،۱۷،۱۰۳،۴۴ بیعتیں ہوئیں۔

اور اس سال ۲۰۰۰-۹۹ء کیلئے پہلے ۳۵ لاکھ کا پھر اس کو بڑھا کر ایک کروڑ بیعتوں کا ٹارگٹ مقرر فرمایا گیا تھا لیکن اِس سال جلسہ سالانہ برطانیہ میں عالمی بیعت کے تاریخی موقع پر آپ نے دیکھا اور یہ حیرت انگیز خوشخبری حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے سُنی کہ اس ایک سال کے عرصہ میں ہندوستان میں دو کروڑ بارہ لاکھ بیعتیں ہو چکی ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے دعوت الی اللہ کی مہم کیلئے جن وسائل کی ضرورت ہے وہ بھی ساتھ کے ساتھ مہیا ہوتے چلے جارہے ہیں۔ چنانچہ صرف دعوت الی اللہ کی مہم میں تبلیغ و تربیت کے کاموں اور مساجد و مشن ہاؤسز اور تربیتی مراکز وغیرہ کی تعمیر پر ہی اِن دس سالوں میں قریباً سترہ کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں الحمد للہ کہ یہ تمام اخراجات وقفِ جدید عالمگیر کے چندوں کی برکت ہے۔ جس کو حضور انور نے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید سے جاری فرمایا تھا۔ درحقیقت یہ سب برکتیں ہیں خلافت رابعہ کے دورِ درخشندہ کی اور ثمرہ ہے اُن دُعاؤں کا جو حضور انور نے ۹۱ء کے دورۂ ہند میں قادیان دارالامان میں کیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھاری اُمید ہے کہ انشاء اللہ اکیسویں صدی میں بھی اِن برکات کا سلسلہ نہ صرف جاری رہے گا بلکہ بڑے زور سے ملک کے چاروں طرف چھا جائے گا۔ بشرطیکہ ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اُس اہم پیغام کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں جو آپ نے ۱۹۹۱ء کے جلسہ سالانہ میں مورخہ ۲۶ر دسمبر کو اپنے افتتاحی خطاب میں ہندوستان کی جماعتوں کو دیا تھا۔ آخر پر اس پیغام کو پیش کر کے اپنی تقریر کو ختم کردوں گا۔

حضور انور نے فرمایا:

”اے ہندوستان والو! اے بھارت کے احمدیو! ...... خدا تعالیٰ نے احمدیت کے پیغام کیلئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کو قادیان کی بستی میں مامور فرمایا اور ہندوستان کی سرزمین کو یہ اعزاز بخشا تھا۔ چاہئے کہ اس اعزاز کو ہمیشہ آپ زندہ رکھیں۔ ہمیشہ اپنائے رکھیں اور کسی دوسرے کو اجازت نہ دیں کہ اس اعزاز کا جھنڈا وہ آپ کے ہاتھوں سے چھین کر غانا میں گاڑ دے یا نائیجیریا میں گاڑدے یا گیمبیا میں گاڑدے۔ یہ آپ کی سعادت ہے۔ اسے اپنے بازو اور سینے سے چمٹائے رکھیں۔ یہ وہ جھنڈا ہے جس کی خاطر جان بھی دینی پڑے تو جان دینی کوئی نقصان کا سودا نہیں۔ ..

آج خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کی غلامی کا جھنڈا ہندوستان کو عطا فرمایا ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کے احیائے نو کا جھنڈا ہندوستان کو عطا فرمایا ہے۔ آج لوائے احمدیت قادیان کی نشانی بن چکا ہے۔ لوائے قادیان اور لوائے احمدیت ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں۔ اور یہی لوائے اسلام ہے جو آئندہ تمام عالم پر لہرائے گا۔ اسکو کیوں آپ اپنے سینے سے چمٹا کر نہیں رکھتے۔ کیوں اِس سعادت کو دوسروں کو لے جانے کی اجازت دیتے ہیں۔

پس اَے بھارت کی جماعتو! مَیں تمہیں بار بار بڑے عجز اور انکسار کیساتھ اِس اہم فریضے کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اٹھو! اور شیروں کی طرح دندناتے ہوئے، غازیوں کی طرح فتح کے ترانے گاتے ہوئے تمام بھارت میں پھیل جاؤ۔ کیونکہ آج بھارت کی نجات تمہارے ساتھ وابسطہ ہو چکی ہے اور اگر آپ سارے بھارت کو اسلام کے پُر امن پیغام کی رونق سے بھردیں گے۔ اگر آپ آج تمام بھارت کو اسلام کے عالمگیر امن کے لواء کے نیچے اکٹھا کردیں گے تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام دنیا کی قوموں کا امن آپ سے وابستہ ہو جائے گا۔

(بحوالہ اخبار بدر قادیان مورخہ ۵/مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ ۵-۶)

اللہ کرے کہ یہ مبارک دَور ہماری زندگیوں میں آجائے اور اللہ کرے کہ ہم اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے اہل بن جائیں۔

اللّٰھم اٰمین برحمتک یا أرحم الرّحمین وآخردعونا أن الحمدللہ رب العلمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

جماعتِ احمدیہ میدانِ تبلیغ میں

مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد قادیان

قرآن مجید اور دعوت الی اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے حوالے سے تمام مسلمانوں کو دعوت الی اللہ کی تعلیم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ" (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۸)

ترجمہ: اے رسول تیرے رب کی طرف سے جو (کلام بھی) تجھ پر اُتارا گیا ہے اُسے (لوگوں تک) پہنچا اس کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا طریق سکھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِی ھِیَ اَحْسَنُ۔

کہ (اے رسول) تو (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے رب کی راہ کی طرف بلا۔ اور اس طریق سے جو سب سے اچھا ہو (اُن سے اُن کے اختلافات کے متعلق) بحث کر۔ (سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۶)

حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے اس ارشاد خداوندی کے تحت تبلیغ کی سنّت انبیاء کو ایسے کمال اور بے نظیر طریق سے ادا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ (سورۃ الشعراء آیت ۴)

ترجمہ: شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں نہیں مومن ہوتے۔

یعنی منکروں کا سچائی کا انکار آپ کے پاکیزہ دل کو برداشت نہیں ہوتا اور خواہش کرتا ہے کہ وہ بھی ہدایت پا جائیں۔ میدان تبلیغ میں آنحضور صلعم کو جن مشکلات، تکالیف اور ایذا رسانیوں کا سامنا ہوا۔ وہ بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ مکہ کے مشرکوں اور کفار پر اتمام حجت پوری کرنے کے بعد آپ نے مقام طائف کا رخ کیا۔ آپکا یہ سفر خالصتاً دعوت الی اللہ کیلئے تھا۔ چنانچہ طائف والوں نے دوران تبلیغ آپ کو پتھر مار مار کر اتنا زدوکوب کیا کہ آپ کا سارا جسم مبارک لہو لہان ہوا۔ پہاڑوں کے فرشتے نے اللہ کے ارشاد پر اجازت چاہی کہ اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو طائف کی بستی کو ان کے کناروں پر کھڑے دو پہاڑوں کو اس پر پھینک کر نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ لیکن آپ صلعم نے فرمایا نہیں نہیں یہ لوگ ناداں اور انجان ہیں کل کو انہی میں سے میرے ماننے والے اللہ کی عبادت کرنے والے پیدا ہونگے۔ دراصل آپ کے دل کی اسی کیفیت کا اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۴ میں ذکر فرمایا ہے۔

قارئین کرام آج کا دور جو کہ رسول کریم صلعم کا جمالی دور ہے۔ اس دور میں اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو آپ کا کامل بروز اور روحانی فرزند بنا کر مامور فرمایا اور رسول کریم صلعم کی غلامی میں آپ کے دل میں دعوت الی اللہ اور تبلیغ کیلئے کمال کا جوش اور جذبہ پیدا فرمایا جس کا اظہار آپ کی تحریرات میں ملتا ہے۔

اس جوش اور جذبہ کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ سے بذریعہ الہام یہ وعدہ فرمایا کہ

"میں تیری **تبلیغ** کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔

اس درد و کرب اور جوش و جذبہ کا جو آپ کے دل میں تبلیغ کیلئے موجزن تھا آپ کے اُس واقعہ سے قدرے اندازہ ہو سکتا ہے جو حضرت مولوی فتح الدین صاحب دھرم کوٹی کو پیش آیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور علیہ السلام کے پاس ہی رات کو بھی قیام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بیقراری سے تڑپ رہے ہیں..... جیسے کہ ماہی بے آب تڑپتی ہے۔ یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا۔ اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اس واقعہ کا حضور علیہ السلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔ کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"میاں فتح الدین کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں اُن کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے

چھین ہو جاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اسطرح بے قرار کر دیتا ہے۔(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۹ از اخبار بدر ۳ تا ۱۰ دسمبر ۹۸ء)

دعوت الی اللہ کیلئے جو درد و کرب آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے موجزن فرمایا تھا اُس کا اظہار آپ کے اس منظوم کلام سے بھی ہوتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں۔

دن چڑھا ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے میرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیِ اسلام تا ہو جائے اِس طوفاں سے پار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
یاالٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار
اِک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں
اِک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار

دعوت الی اللہ کیلئے ان ہی نیک جذبات درد و کرب اور آپ کی شب و روز کی دعاؤں کے نتیجہ میں تبلیغ کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام، آپ کے بعد آپ کے خلفاء کرام اور آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ عالمگیر سے جو انقلاب انگیز اور بے نظیر کام کروائے اُن ہی کا کچھ تذکرہ آج کے اس مضمون میں کرنے کیلئے خاکسار کو ارشاد ہوا ہے۔

تبلیغ کے مؤثر ترین ذرائع میں سے پہلا ذریعہ

عملی نمونہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عملی نمونہ ایسا اعلیٰ درجہ کا تھا کہ اس سے اپنے اور بیگانے تو کیا دشمن بھی متاثر ہوئے اور انہوں نے اُس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا کہ:

"مؤلف براہین احمدیہ (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناقل) مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کے رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں"

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۷-۹ صفحہ ۲۸۲)(بحوالہ بدر مسیح موعود نمبر ۲۱ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۹۵ء)

شمس العلماء مولانا سیّد میر حسن صاحب جو شاعر مشرق علامہ اقبال کے اُستاد تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزگی۔ طہارت۔ نیکی۔ اور دیانت کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں۔

شہر سیالکوٹ میں آپ کے زمانہ ملازمت کے قیام کے دوران کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"کچہری سے جب تشریف لاتے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۵۴ طبع اوّل) بحوالہ بدر مسیح موعود نمبر ۱۹۹۵ء صفحہ ۵۹)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی حیات میں، آپ کے بعد آپکے خلفاء عظام آپ کے صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین جماعت کے علماء کرام اور داعیین الی اللہ غرضیکہ پوری جماعت الا ماشاء اللہ اپنے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عملی نمونہ کے ذریعہ دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا ذریعہ بنتے رہے ہیں۔ اور بنتے چلے جا رہے ہیں۔

اس موجودہ دور میں جبکہ مولویوں کی شر انگیزیوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے عوام بدظن ہو رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے علماء کے اعلیٰ اسلامی اخلاق کے نمونہ کا عوام پر گہرا اثر ہے۔ اور یہ چیز جماعت کے میدان تبلیغ میں جماعت کی ترقی اور اس کے نفوذ کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتی جا رہی ہے۔

تبلیغ و دعوت الی اللہ و فتح اسلام کے تعلق میں اشاعت و تصنیف کے روحانی کارخانے کا قیام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غلبہ اسلام کے تعلق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبریاں پاکر اُن کا پیشگوئیوں کے رنگ میں ذکر فرمایا اور اس تعلق میں عملی تدبیر کے طور پر اشاعت و تصنیف کے کارخانے کا اجراء فرمایا۔ چنانچہ آپ اس بارہ میں اپنی بے نظیر تصنیف "فتح اسلام" میں اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اپنے آپ کو مثیل مسیح کے طور پر پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"دنیا کے لوگ جو تاریک خیال اور اپنے پُرانے تصورات پر جمے ہوئے ہیں۔ وہ اس کو قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو اُن کی غلطی اُن پر ظاہر کر دیگا۔

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔

یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور رب جلیل کا کلام ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اُن حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہونگے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑیگی۔ بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اُترے گی۔ اور یہودیوں سے سخت لڑائی ہوگی وہ کون ہیں؟ اس زمانہ کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم پر قدم رکھا ہے اُن سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کریگی۔ اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائے گی۔ اور ہر ایک حق پوش دجّال دنیا پرست

یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حُجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اور سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کیلئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں۔ اور ہم سارے آراموں کو اُس کے ظہور کیلئے نہ کھودیں۔ اور اعزاز اسلام کیلئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے رو براہ کرنے کیلئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے موثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اُس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کیلئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کیلئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے۔ جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔"

اس روحانی کارخانے کی دوسری شاخ جس کا تعلق بھی تالیف و تصنیف سے ہی ہے کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:

"دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کیلئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔" (روحانی خزائن کتاب فتح اسلام جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۸ تا نمبر ۱۳ متن)

قارئین کرام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پچاسی سے زیادہ کتب جو اردو عربی اور فارسی زبانوں میں ہیں تصنیف و تالیف کرنے کی توفیق ملی۔ ان کتب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، فرشتوں کے برحق ہونے۔ مذہب اسلام کے آخری مکمل اور سچے ہونے اس طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کامل و مکمل اور آئندہ قیامت تک بنی نوع انسان کی نجات کا واحد ذریعہ ہونے جیسے موضوعات پر بحث فرمائی ہے اور آپ نے دنیا کے ہر مذہب کے مقابل پر ان کتب میں مذہب اسلام اور نبی کریم صلعم کو آخری مکمل اور قیامت تک رہنے والے اور دنیا کے ہر انسان کیلئے قابل عمل اور نجات دہندہ مضبوط دلائل کے ساتھ ثابت فرمایا ہے۔

آپ نے ہر مذہب کے لوگوں کو نہ صرف یہ کہ چیلنج کیا بلکہ انہیں دعوت دی اور بڑے بڑے انعام مقرر فرمائے کہ وہ آئیں اور آپ کے پیش کردہ دلائل کو جو آپ نے اسلام اور بانیٔ اسلام کی صداقت پر مشتمل بیان فرمائے ہیں توڑیں اور ان کے مقابل پر اپنے دین کی حقانیت کو ثابت کریں۔ لیکن دنیا بھر کے کسی مذہبی لیڈر اور عالم کو ایسی توفیق حاصل نہ ہو سکی۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی معرکۃ الآراء کتاب "آئینہ کمالات اسلام" میں فرماتے ہیں۔

"مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق پر ہے۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے۔ اور جو کچھ ملا ہے اُس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔

فرمایا: اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اُس کیلئے یہ خوب موقعہ ہے جو مقابل پر کھڑا ہو جائے اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دُعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائیداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہو گی اُس کے حوالہ کر دونگا جس طور سے اُس کی تسلی ہو سکے اُسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اُس کو تسلی دونگا۔ میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا۔ اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان رَوا رکھتا ہوں۔ میں دل سے یہ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں۔ اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے میں اس کو قبول کرلونگا۔ میں ہرگز عذر نہیں کرونگا۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو بہتر ہے کہ کسی سخت سزا سے ہلاک ہو جاؤں اور اگر میں سچا ہوں تو چاہتا ہوں کہ کوئی ہلاک شدہ میرے ہاتھ سے بچ جائے۔

اے حضرات پادری صاحبان جو اپنی قوم میں معزز اور ممتاز ہو آپ لوگوں کو اللہ جلشانہٗ کی قسم ہے جو اس طرف متوجہ ہو جاؤ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں ایک ذرّہ اُس صادق انسان کی محبت ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح ہے تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ضرور میرے مقابلہ کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ آپ کو اس خدا کی قسم ہے جس نے مسیح کو مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا کیا......... آپ لوگ میرے مقابلہ کیلئے ضرور کھڑے ہو جائیں۔ اگر حق تمہارے ساتھ ہے اور سچ مچ مسیح خدا ہے تو پھر تمہاری فتح ہو گی۔ اور اگر وہ خدا نہیں اور ایک عاجز اور ناتواں انسان ہے اور حق اسلام میں ہے تو خدا تعالیٰ میری سنے گا اور میرے ہاتھ پر وہ امر ظاہر کردیگا جس پر آپ لوگ قادر نہیں ہو سکیں

گے۔(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد نمبر ۵ صفحہ ۲، ۷، ۷۶، ۷۷)

تبلیغ کے اس موثر ترین ذریعہ کو استعمال کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہی اقتداء میں آپ کے خلفاء عظام نے بھی اور جماعت کے علماء کرام نے بھی سینکڑوں کی تعداد میں کتب تصنیف کیں جن میں متذکرہ بالا مضامین کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور یہ کتب تبلیغ کے میدان میں مبلغین کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار ہیں جن کا کوئی مقابلہ نہیں۔

اسی لٹریچر علم کلام جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تیار کردہ ہے کے متعلق آپ کی وفات پر مولانا ابوالکلام آزاد مدیر "وکیل" امرتسر نے اپنی رائے کا اس رنگ میں اظہار کیا آپ تحریر کرتے ہیں۔

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا، قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اِس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کیلئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے"۔

"ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ اِس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اُڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھے۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اُس کے اِس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا انہوں نے مدافعت کا پہلو بدل کر مغلوب کو غالب بنا کر دکھادیا ہے"

"اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت سرانجام دی ہے اِن آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظرانداز کی جاسکیں"۔

"آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہش محض اِس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کردے"۔(اخبار وکیل ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

اسی اخبار میں آپ کے متعلق ایک مقالہ نگار نے لکھا کہ:

"غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اُترا اسی طرح مرزا حیرت علی دہلوی ایڈیٹر اخبار "کرزن گزٹ" صادق الاخبار ریواڑی اور خواجہ حسن نظامی جیسی شخصیتوں نے بھی آپ کے حق میں تعریفی کلمات اس موقعہ پر تحریر کئے۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مضمون کی طوالت کی وجہ سے یہاں درج نہیں کئے جاسکتے۔

۱۹۸۹ء میں جماعت کی صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی قیادت میں آپ کی زرّیں ہدایات کے تحت بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی اپنی بابرکت ذاتی انتھک کاوشوں کے نتیجہ میں جماعت نے ایک سو سے زیادہ زبانوں میں اسلامی لٹریچر تیار کر کے اُن زبانوں کے بولنے والوں تک پہنچایا۔ اس لٹریچر میں قرآن مجید کی منتخبہ آیات منتخبہ احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات بھی شامل ہیں۔

اس موقع پر پچاس سے زیادہ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم مع مختصر تفسیر تیار کر کے جماعت نے خلافت رابعہ کی اس بابرکت قیادت میں دنیا تک پہنچائے۔

غرضیکہ ۱۹۸۹ء کا سال تاریخ احمدیت میں اشاعت و تصنیف کے تعلق میں ایک عظیم الشان موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سال میں جماعت احمدیہ نے اشاعت و تصنیف کے ذریعہ تبلیغ و دعوت الی اللہ کی مہم کو بہت زیادہ آگے بڑھانے کی توفیق پائی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً۔

تبلیغ کے اس ذریعہ کو مزید مضبوط کرنے کی غرض سے خلافت رابعہ کے اس بابرکت دور میں جماعت نے دنیا کے پانچوں براعظموں میں جدید تکنیک سے لیس پریس (چھاپے خانے) قائم کر کے دعوت الی اللہ کی مہم کو بہت آگے پہنچا دیا ہے۔

پہلے تو دوسروں کے چھاپے خانوں میں جاکر کام کروانا پڑتا تھا۔ جن میں کام تاخیر سے ہوتے تھے۔ بعض دفعہ مسلمان چھاپہ خانوں کے مالکوں کی طرف سے انکار بھی ہوتا تھا۔ حتی کہ قرآن مجید کی طباعت پر بھی صرف اس وجہ سے انکار کرتے کہ یہ کام جماعت احمدیہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔

اب اللہ کے فضل سے احمدیہ چھاپے خانے پانچوں براعظموں میں دن رات اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔

لٹریچر کے علاوہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تعلق کے کارخانے کا ذکر فرما کر اس کی پانچ شاخوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کی

دوسری شاخ اشتہارات کی بیان فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ بیس ہزار اشتہارات شائع کئے جا چکے ہیں۔اب اُن اشتہارات کو جو احمدیہ چھاپہ خانوں میں چھپ کر دنیا میں تقسیم ہوتے ہیں شمار کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن بات ہے۔

☆- اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اسلام کی صداقت قرآن مجید کی حقانیت ،رسول کریم صلعم کی صداقت اور ان سب کے کامل و مکمل ہونے اور نوع انسان کی نجات کا واحد اور آخری ذریعہ ہونے سے متعلق مضامین پر مشتمل اخبار ورسائل جو جماعت کی طرف سے اس سو سال کے عرصہ میں عظیم خدمت بجا لاتے رہے ہیں۔ان کی تعداد ایک سو تک جا پہنچی ہے۔

☆-اس کے ساتھ ساتھ یہ مضامین دنیا کے دوسرے اخبارات و رسائل میں بھی آئے دن چھپتے رہتے ہیں۔

☆-نیز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات پر خلفاء عظام پر۔یا نظام جماعت پر جو اعتراضات معترضین کی طرف سے آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ان کے جوابات بھی دنیا بھر کے اخبار ورسائل میں طبع ہوتے رہتے ہیں۔اس کام کیلئے سیدنا حضور انور نے ایک انٹرنیشنل پریس کمیٹی قائم فرمائی، جس کے پریس سیکرٹری مکرم جناب رشید احمد صاحب چوہدری ہیں۔ جو بڑی جانفشانی سے اس اہم ذمہ داری کو سرانجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

اس کے علاوہ ہر ملک میں پریس کمیٹیاں سرگرم عمل ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کمیٹیوں کی کوششوں اور علمی جہاد کے نتیجہ میں دشمن اسلام روز بروز مایوس ہوتا نظر آرہا ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن آئے گا اور جلد آئے گا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے ذریعہ پیشگوئی کے مطابق اسلام کو دیگر تمام ادیان باطلہ پر مکمل غلبہ نصیب ہوگا۔

☆- تبلیغ واشاعت کے کارخانے کی تیسری شاخ کے تعلق میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کیلئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پاکر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کیلئے آتے رہتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے۔اگرچہ بعض دنوں میں کچھ کم مگر بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ اِن سات برسوں میں سات ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے اور جس قدر اُن میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور اُن کے مشکلات حل کردیئے گئے اور اُن کی کمزوری کو دور کردیا گیا اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے"۔

مذکورہ شاخ کے ذریعہ تبلیغ ودعوت الی اللہ کے کام کو فروغ دینے اُسے تقویت دینے اور اُسے آگے بڑھانے کیلئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں لنگر خانہ و مہمان خانہ قائم فرمایا۔ جو کہ لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے جانا جاتا ہے۔ چنانچہ اس لنگر خانہ میں قادیان تحقیق حق کیلئے یا تربیت کیلئے آنے والوں کا قیام رہتا ہے ان کے قیام وطعام کے ساتھ ساتھ اُن کی روحانی غذا کیلئے اس بات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ ان تک احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام صحیح رنگ میں پہنچایا جائے۔ انہیں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد آپ کے مقام اور کام کے بارے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی احادیث اور قرآن مجید کی روشنی میں روشناس کروایا جائے۔اس طرح جماعت کی ایک سو دس سالہ تاریخ شاہد ہے کہ ہر آنے والا ماشاءاللہ بہت اچھا اثر لیکر گیا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلفاء کرام کے دور میں جوں جوں جماعت ترقی کرتی گئی دنیا میں پھیلتی گئی۔ تبلیغ واشاعت کی اس شاخ کے تحت لنگر خانوں اور مہمان خانوں میں بھی اضافے ہوتے چلے گئے۔ اب تو ان لنگر خانوں اور مہمانوں کی گنتی اور انہیں شمار کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔کیونکہ جو جماعتی انتظام کے تحت لنگر اور مہمان خانے قائم ہوئے ہیں ان کے علاوہ ہر مخلص احمدی کا گھر لنگر خانہ اور مہمان خانہ بنا ہوا ہے۔اس طرح اب تو اس خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں جب کروڑوں کی تعداد میں بیعتیں ہو رہی ہیں جماعت کے لنگر خانوں اور مہمان خانوں میں آنے والے نو مبائعین اور زیر تبلیغ احباب کی تعداد بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اس طرح سے بفضل تعالیٰ اس دور میں یہ شاخ تبلیغ ودعوت الی اللہ کی مہم میں ایک اہم کردار ادا کررہی ہے۔

تقاریر و لیکچر

اس شاخ کے تحت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زبانی تقاریر کو بھی تبلیغ و شاعت کا ایک ذریعہ بلکہ مؤثر ذریعہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جواب میں کی گئیں یا کی جاتی ہیں یا اپنی طرف سے محل اور موقعہ کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید اور مؤثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نبی اس طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں اور بجز خدا تعالیٰ کے کلام کے جو خاص طور پر بلکہ قلم بند ہو کر شائع کیا گیا

باقی جس قدر مقالات انبیاء ہیں وہ اپنے اپنے محل پر تقریروں کی طرح پھیلتے رہے ہیں۔ عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقتوں میں مختلف مجالس اور محافل میں اُن کے حال کے مطابق روح سے قوت پاکر تقریر کرتے تھے۔

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیشمار مواقع پر آنے والوں کے سامنے وعظ و نصائح پر مشتمل تقاریر فرمائیں۔ قادیان سے باہر جا کر بھی آپ نے لیکچر دیئے۔ جو بعد میں کتابی رنگ میں بھی شائع ہوئے۔ جیسا کہ لیکچر لدھیانہ لیکچر سیالکوٹ بعض لیکچر آپ نے تیار فرمائے اور صحابہ میں سے کسی کو اُسے پڑھنے کیلئے مقرر فرمایا۔

کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" تو اب کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی ہے۔ اس کتاب کا بیشمار زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کی صد سالہ جوبلی بھی ۱۹۹۶ء میں جماعت منا چکی ہے۔ یہ کتاب بھی دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکچر ہے جو آپ نے اللہ کے حضور دُعا کے بعد اذن ہونے پر تیار فرمایا اس لیکچر کے تعلق میں اللہ تعالیٰ نے اسے تیار کرنے کا اذن دینے کے ساتھ ساتھ یہ خوشخبری بھی دی کہ مضمون سب سے بالا رہے گا۔

یہ لیکچر آپ کی طرف سے آپ کے جلیل القدر صحابی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے لاہور میں ۱۸۹۶ء میں ہونے والی مذاہب عالم کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ اس لیکچر کو پبلک نے بہت پسند کیا پبلک کے ہی اصرار پر اس لیکچر کے لمبا ہونے کی وجہ سے وقت پر ختم نہ ہونے کے سبب وقت بڑھایا گیا۔ اس پر بھی لیکچر باقی رہا تب ایک پورا دن اس لیکچر کی وجہ سے منتظمین کو پبلک کے کہنے پر بڑھانا پڑا۔

اس طریق کار کو جو کہ تبلیغ و دعوت الی اللہ کا مفید اور مؤثر طریق ہے۔ آپ کے بعد بھی خلفاء کرام نے جاری رکھا چنانچہ مجالس علم و عرفان اسی طریق کار کا حصہ ہیں جن میں خلفاء وعظام باہر سے آنے والے زیر تبلیغ یا نو مبائعین کے سوالات کے جوابات بھی دیتے ہیں اور وعظ و نصائح بھی فرماتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جماعت خود بھی پیشوایان مذاہب کانفرنسوں کا انعقاد کرتی ہے۔ یا بعض دیگر مذاہب کی طرف سے یا سوسائٹیز کی طرف سے اُن کا انعقاد ہوتا ہے اور جماعت کو اُن میں لیکچروں کیلئے دعوت دی جاتی ہے۔ ایسے مشہور و معروف لیکچروں میں سے ۱۹۲۴ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اپنے سفر یورپ کے دوران مذاہب کانفرنس لنڈن میں آپ کا تیار کردہ لیکچر بعنوان احمدیت یعنی حقیقی اسلام بزبان انگریزی حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ جو بعد میں کتابی شکل میں مختلف زبانوں میں طبع ہوا اور تبلیغ و دعوت الی اللہ کے تعلق میں نہایت مؤثر لیکچر ثابت ہوتا رہا ہے۔ ۱۹۷۸ء میں کسر صلیب کانفرنس کے دوران جو لنڈن میں منعقد ہوئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے علم و عرفان سے بھرپور انگریزی زبان میں لیکچر دیا۔

۱۹۹۰ء کے ۲۴ر فروری کے روز کوین الزبتھ سیکنڈ کانفرنس سنٹر لنڈن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بزبان انگریزی Islam Response to the Contemprary Issue لیکچر ارشاد فرمایا۔

اس کے ساتھ ساتھ غیر احمدی علماء کے ساتھ بات چیت اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے مناظرے بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات چیت اور مناظرے بھی تبلیغ و دعوت الی اللہ کی مہم کو آگے بڑھانے کا موجب بن رہے ہیں۔ ایسے مناظروں میں مناظرہ کوئمبٹور قابل ذکر ہے۔

M.T.A. مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیٹ

خلافت کے الٰہی نظام کے تحت جماعت احمدیہ بفضل تعالیٰ نئی ایجادوں کو بھی تبلیغ و اشاعت اور دعوت الی اللہ کی مہم میں استعمال کر کے بھرپور استفادہ کر رہی ہے۔

جماعت احمدیہ بفضل تعالیٰ ۲۴ گھنٹے دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں خالص اسلامی پروگرام نشر کرنے والا۔ ٹیلی ویژن اسٹیشن قائم کر چکی ہے۔ اور اُس کے ذریعہ پورا پورا استفادہ کر رہی ہے۔ امام وقت کے بابرکت الٰہی نکات و معارف سے بھرپور خطبات جمعہ و خطابات اور درس القرآن ہر احمدی اپنے گھر بیٹھے۔ یا جماعتی نظام کے تحت قائم شدہ سنٹروں میں بیٹھ کر سُن کر اپنے ایماں کو بڑھاتا ہے۔ اسی ایم۔ ٹی۔ اے کے تعلق میں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں۔

"پھر الہام ہوا (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے فرمایا) میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ یہ الہام پہلے بھی ہوا اور ۱۸۹۸ء میں پھر ہوا۔ آج اللہ کے فضل کے ساتھ ساری دنیا کی جماعت ہائے احمدیہ گواہ ہے کہ دنیا کے کنارے گونج اُٹھے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے امام مہدی کو الہاماً بتایا تھا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ لفظاً لفظاً پورے ہوئے ہیں۔"

آج احمدیہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ خدا کے فضل سے کوئی زمین کا کنارا نہیں جہاں مسیح موعود کی تبلیغ نہ پہنچ رہی ہو۔

☆۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تبلیغ و اشاعت کے کارخانے کی چوتھی شاخ کے تعلق میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"چوتھی شاخ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں جو

حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ اب تک عرصہ مذکورہ بالا میں نوّے ہزار سے بھی کچھ زیادہ خط آئے ہونگے جن کا جواب لکھا گیا۔ بجز بعض خطوط کے جو فضول یا غیر ضروری سمجھے گئے۔ اور یہ سلسلہ بھی بدستور جاری ہے اور ہر ایک مہینے میں غالباً تین سو سے سات سو یا ہزار تک خطوط کی آمد و رفت کی نوبت پہنچتی ہے۔"

یہ خطوط کا سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ جاری و ساری ہے۔ جماعتی نظام کے تحت جو دفاتر قائم ہیں خصوصاً دعوت الی اللہ، نشرواشاعت، اور اصلاح و ارشاد کے دفاتر سے اس قسم کے خطوط لکھے جاتے ہیں اور آنے والے خطوط کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ بعض خطوط تو اخبارات میں بھی شائع ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ خطوط یا خطوط کے جوابات تبلیغ و دعوت الی اللہ کا ذریعہ بنتے رہتے ہیں۔ یہ خطوط کا سلسلہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مبلغین معلمین اور داعین الی اللہ کے ذریعہ بھی چلتا رہتا ہے۔

اس سلسلہ کا بہترین اور دلچسپ طریق M.T.A. میں بھی چلتا رہا ہے جس میں "خطوط کے جوابات" پروگرام کے تحت محترم چوہدری مبارک احمد صاحب ظفر ایڈیشنل وکیل المال لنڈن آمدہ خطوط کے جوابات اپنے دلچسپ انداز میں دیتے رہے ہیں۔ اس طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مجالس عرفان میں موجود احباب کے سوالات کے جواب کے علاوہ اُن احباب کے سوالات کے جواب بھی دیئے جاتے ہیں جو بیرون ممالک سے بذریعہ خطوط اپنے شبہات کی تشفی چاہتے ہیں یا کسی سوال کا جواب انہیں مطلوب ہوتا ہے۔

M.T.A. مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے پروگراموں میں نہایت دلچسپ اور تبلیغ و دعوت الی اللہ کا دلوں کی عمیق گہرائیوں میں اثر کر اثر کرنے والا پروگرام معترضین کے اعتراضات کے جوابات دینے کا وہ پروگرام ہے جس میں خود حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جوابات ارشاد فرماتے ہیں۔ ان جوابات کو سنتے ہوئے ہر سعید فطرت کا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو کچھ فرمارہے ہیں محض اور محض تائید الٰہی کے تحت اللہ کی طرف سے عطا شدہ علوم و معارف کے نتیجہ میں بیان فرمارہے ہیں۔

سوال و جواب کی ان محفلوں کا دنیا بھر کی جماعتوں کے لوکل نظام کے تحت انعقاد ہوتا رہتا ہے۔ جن میں جماعت کے علماء کرام و بزرگان پیش آمدہ سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے یہ سلسلہ بھی اس وقت تبلیغ دعوت الی اللہ کی مہم میں ایک قابل قدر اضافہ ہے جس کے تحت بیشمار سعید فطرت انسانوں کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

آڈیو وڈیو کیسٹس کے ذریعہ تبلیغ

M.T.A. کے تحت ہی بفضلہٖ تعالیٰ آڈیو۔ وڈیو کیسٹس جن میں سیدنا حضور انور کے خطبات جمعہ خطابات اور جلسہ سالانہ کی تقاریر۔ کانفرنسوں کی تقاریر اور دیگر تربیتی پروگراموں کو ریکارڈ کر کے ان کیسٹس کو تبلیغ کے میدان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح سے ہزارہا سعید فطرت انسان ان کیسٹس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ ذریعہ بھی تبلیغ کا ایک مفید اور اس لحاظ سے قابل قدر ذریعہ ہے کہ اس سے ناخواندہ انسان بھی اپنی خداداد عقل و سمجھ کے مطابق بھرپور استفادہ کرسکتے ہیں۔

جماعت احمدیہ میں بیشمار ایسی مثالیں ہیں کہ ایسے احمدی احباب جو اَن پڑھ ہیں اُنہوں نے تقاریر اور جماعت کے درس و تدریس کے نظام کے ذریعہ اور اب آڈیو وڈیو کیسٹس اور M.T.A. کے ذریعہ اس قدر معلومات اخذ کی ہیں کہ وہ ایک مبلغ کا کام کرتے ہیں۔

انٹرنٹ

انٹرنٹ جو کہ موجودہ زمانے کی دوسروں تک پیغام پہنچانے کی جدید ترین ایجاد ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو تبلیغ اسلام اور دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اس جدید ایجاد سے بھی بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔

مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تبلیغ و اشاعت کے کارخانہ کی پانچویں اور آخری شاخ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پانچویں شاخ اس کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ نے اپنی خاص وحی اور الہام سے قائم کی مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ اُس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفانِ ضلالت برپا ہے تو اُس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہو گا وہ غرق ہونے سے نجات پاجائے گا۔ اور جو انکار میں رہے گا اس کیلئے موت درپیش ہے اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا۔ اُس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور اُس خداوند خدا نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اُٹھالوں گا مگر تیرے پیچھے متبعین اور محبین قیامت کے دن تک رہیں گے اور ہمیشہ منکرین پر اُنہیں غلبہ رہے گا"۔

غرضیکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سعید روحوں کو مرید بنانے اور اپنی بیعت میں لینے کا سلسلہ تبلیغ واشاعت کے کارخانہ کی پانچویں اور آخری شاخ بیان فرمائی۔ اس سلسلہ مریدی و

بیعت کے سلسلہ کو اس خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حیرت انگیز طور پر "عالمی بیعت" کا نام دیکر جلسہ سالانہ لنڈن کے پروگرام کا عظیم الشان حصہ بنادیا۔

عالمی بیعت کا پروگرام جس میں تمام دنیا میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہونے والی لاکھوں بلکہ اب کروڑوں سعید روحوں کے نمائندے سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ہر کوئی اپنی اپنی زبان میں نمائندگان کے نوٹ سے بیعت کے الفاظ دہرا رہا ہوتا ہے۔ یہ نظارہ بھی اپنی مثال آپ رکھتا ہے۔ دنیا میں اس کی نظیر کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسی پروگرام کے متعلق خود حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:

عالمی بیعت کا سلسلہ تبلیغ و اشاعت کی مہم کو آگے سے آگے بڑھانے اور اس مہم کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے میں اور اسے عظیم الشان کامیابیوں سے ہمکنار کرانے کے سلسلہ میں ایک بے نظیر اور حد درجہ کامیاب ذریعہ ثابت ہوتا چلا جا رہا ہے۔

مدرسہ احمدیہ کا قیام

۱۹۰۵ء میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی وفات پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خیال ہوا کہ علماء پیدا کرنے کیلئے دینی مدرسہ کا قیام ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ مدرسہ ۱۹۰۶ء سے کام کر رہا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس مدرسہ کے فارغ التحصیل علماء خلافت ثانیہ کے دور سے ہندوستان کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی تبلیغ و دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد جماعت احمدیہ کے دوسرے مرکز ربوہ میں بھی مدرسہ کی بنیاد پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک اور مدرسہ قائم فرمایا۔ جو محض اللہ کے فضل سے انٹرنیشنل شکل اختیار کر گیا۔ چنانچہ وہاں سے علماء تیار ہو کر ملک کے اندر اور باہر جا کر تبلیغ میں مصروف ہوتے رہے۔ اس وقت بھی ربوہ کے ہی مدرسہ سے فارغ ہونے والے علماء دنیا بھر میں دعوت الی اللہ کے عظیم جہاد میں مصروف ہیں۔

تبلیغ و دعوت الی اللہ کے تعلق میں جماعتی ضروریات کو دیکھتے ہوئے خلافت رابعہ کے اس مبارک دور میں مدرسۃ المعلمین کا قیام بھی قادیان میں عمل میں آیا۔ اس مدرسہ میں معلمین تیار ہوتے ہیں۔ جو جماعتوں میں تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ دعوت الی اللہ کی مہم میں بھی سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اب تو بفضلہ تعالیٰ بیرون ممالک میں بھی خصوصاً انڈونیشیاء اور افریقہ کے بعض ممالک میں خلافت رابعہ کے اس مبارک دور میں ایسے مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو وہاں کی ضروریات کے مطابق علماء تیار کرتے ہیں۔ اس طرح سے تبلیغ اور دعوت الی اللہ کی مہم کو ہر لحاظ سے کامیاب بنانے کی ہر ممکن کوشش جاری ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان کوششوں میں جماعت کو کامیابی بھی عطا فرما رہا ہے۔

اس وقت دنیا میں ہزاروں مبلغین و معلمین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سبکو کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

مستقل و عارضی نمائش ہالز کا قیام

خلافت رابعہ کے اس بابرکت دور میں صد سالہ جوبلی ۱۹۸۹ء کے موقع پر دنیا بھر کے ممالک میں بیشمار نمائشوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جن میں سے بعض عارضی نوعیت کی ہیں اور اکثر مستقل ہیں جن میں جماعتی اعلیٰ علم و معارف سے بھرپور مختلف مضامین پر مشتمل کتب۔ تفاسیر۔ تاریخ جو کہ اعلیٰ گیٹ اپ اور معیاری کاغذ پر طبع کی گئی ہیں کے علاوہ جملہ اخبار و رسائل کے ساتھ ساتھ جماعت کی کارگزاری کی نشاندہی کرنے والی تصاویر کو سلیقے سے رکھ کر آنے والے زائرین کو دکھایا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک نہایت دلچسپ مؤثر اور بہترین تبلیغ کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ اس ذریعہ سے ایک ہی وقت میں ہر طبقہ فکر اور مذاہب کے درجنوں افراد پیغام حق سے روشناس ہوتے ہیں۔

مساجد و دیار التبلیغ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس وقت جب دیگر فرقوں کی طرف سے احمدیوں کو ان کی مساجد میں نماز کی غرض سے داخل ہونے پر زدوکوب کیا جانے لگا۔ جماعت کو ارشاد فرمایا کہ وہ خود مساجد کی تعمیر کریں۔ چنانچہ اس ارشاد پر جماعت نے مساجد کی تعمیر کا کام شروع کیا جو اس وقت خلافت رابعہ کے اس عظیم اور بابرکت دور میں بڑے زور و شور کے ساتھ جاری ہے۔ صرف جرمنی کے ملک میں امسال ۱۰۰ مساجد کی تعمیر کا منصوبہ جاری ہے۔ اس طرح سارے عالم میں خلافت رابعہ کی اس عظیم تحریک کے تحت سیکڑوں مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔

مساجد کے ساتھ دیار التبلیغ بھی تعمیر کئے جاتے ہیں جن میں مبلغین اسلام کی رہائش کے ساتھ لائبریریاں نمائش ہال اور مہمان خانے بھی قائم کئے جاتے ہیں۔ نومبائعین اور زیر تبلیغ احباب وہاں آکر تربیت پاتے ہیں۔ اس طرح آج کے دور میں مساجد اور دیار التبلیغ کو جماعت احمدیہ نے تبلیغ اسلام اور دعوت الی اللہ کیلئے بہترین اور مبارک ذریعہ بنا کر عظیم انقلاب برپا کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بے نظیر علم کلام

از مکرم ڈاکٹر محمد عارف صاحب ناظر تعلیم قادیان

پنجاب فارسی کے دو الفاظ پنج + آب کا مرکب ہے۔ جس کے معنے پانچ دریاؤں کی دھرتی ہے۔ سرزمین پنجاب میں قدیم زمانہ سے پانچ دریا روانی سے موجزن ہیں۔ یہ خطہ ارض زمانہ قدیم سے تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء میں الٰہی نوشتوں کے مطابق دریا راوی اور دریا بیاس کے درمیان قادیان بستی میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں بالخصوص مسلمانوں کے اخلاق و تمدن، معیشت و اقتصادیات، تعلیمی میدان، عقائد اور روحانیت میں زوال آ گیا تھا۔ بحیثیت قوم ان کے اندر قومی شعور دن بدن کمزور ہوتا چلا جارہا تھا۔ بقول مشہور مورخ مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد:

"عالم اسلام آج سے نہیں اٹھارویں صدی عیسوی سے پیہم چیخ و پکار کر رہا ہے اور مسلم قوم کی حالت پر نوحہ کناں ہے۔ عوام سے لیکر علماء تک کے سبھی طبقے خواہ اُن کا تعلق کسی مکتب خیال سے ہو وہ خطابت کے جری ہوں یا قلم کے شہسوار تصوف کے پرستار ہوں یا علم کلام کے شیدائی علماء ہوں یا سیاسی لیڈر، بے نوا فقیر ہوں یا کج کلاہ بادشاہ بلا تفریق امت مرحومہ کے مرثیہ خواں نظر آتے ہیں"۔

ہندوستان میں آریہ سماج برہمو سماج اور عیسائیت کی طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے تھے اُن کی مدافعت کیلئے کسی کی قلم میں کوئی طاقت نہ تھی۔ جس کے نتیجہ میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمانان ہند اپنے عقائد چھوڑ کر دوسرے مذاہب میں چلے گئے۔ ایسے نازک موڑ پر خاص تائید الٰہی سے آپ کی قلم نے جدید علم کلام کا آفتاب روشن کیا۔ جس کے نتیجہ میں اسلام پر چھا جانے والے سارے اندھیرے طلسم بن کر اُڑ گئے۔ دراصل یہ وقت قرآن و حدیث اور بزرگان امت کی پیشگوئیوں کے مطابق امام الزمان کے ظہور کا تھا۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کو خاص روحانی طاقتیں عطا کی جاتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورتِ انبساطی پیدا ہو جاتی ہے۔ انتشارِ روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اُٹھتی ہیں پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبّر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اُس کو تعبد اور پرستش میں لذّت عطا کی جاتی ہے اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اسکو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے۔ اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کیساتھ آسمان سے اُترتی اور ہر ایک مستعد کے دل پر نازل ہوتی ہے"۔ (ضرورت الامام صفحہ ۴-۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ نے سلطان القلم رکھا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا ہے اور میری قلم کو ذوالفقار علی فرمایا ہے۔ اس میں یہی سِر ہے کہ یہ زمانہ جنگ و جدال کا زمانہ نہیں ہے بلکہ قلم کا زمانہ ہے"۔

"کئی دفعہ حضور فرماتے تھے۔ کہ بعض الفاظ خود بخود ہمارے قلم سے لکھے جاتے ہیں"۔ (روایت ۱۰۵ اسیرت المہدی)

آپ کا علم کلام زیادہ اردو زبان میں ہے جس میں قرآن و حدیث کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں ایک صوفی بزرگ خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی درج کی جاتی ہے۔ ان کی وفات ۱۷۸۴ء میں ہوئی تھی۔

"اے اردو گھبرانا نہیں۔ تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے، خوب پھلے گا اور پھولیگا، تو پروان چڑھے گی، ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن و حدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے۔ بادشاہوں کے قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آجائے گی اور تو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی"۔

انہیں وجوہات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلطان القلم بنایا اور تحریر و تقریر کا خاص نباس پہنایا۔ آپ کی تحریروں میں عرفان الٰہی، شانِ قرآن، عشق رسول، سماجی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، اخلاقی، سائنسی شعور کے ساتھ ساتھ تصوف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رواں دواں ہے۔ آپ کی تحریروں میں دل کو گرمانے کے ساتھ ساتھ دماغ میں روشن خیالی پیدا کرنے کا عمیق فن موجود ہے۔ شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا موضوع ہو جن پر آپ نے قلم نہ اُٹھایا ہو۔

آپ کی نظم و نثر میں مسلمانان عالم کی قرآن و سنت کے مطابق اصلاح کر کے باخدا انسان بنانے کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے اچھے اصولوں کی تعریف کی گئی ہے صرف باطل عقائد کی نفی کی گئی ہے۔ آپ کے علمِ کلام میں مسلمانوں کے قومی جذبہ کو اُجاگر کرنے کا حسین

لائحہ عمل پیش کیا گیا ہے۔ آپ مذہبی اور نسلی تفریق کو ختم کرکے مساوات کی فضاء قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی اور اس کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ آپ کو خیال رہتا تھا۔

آپ کی تصنیفات معجز بیان کی تعداد اسّی سے زائد ہے۔ قلمی مکتوبات کی تعداد ہزاروں میں ہے جو کئی جلدوں میں منظر عام پر آچکے ہیں۔ آپ کے علم کلام میں فلسفہ ام الالسنہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر، چولہ حضرت بابانانک رحمہ اللہ، اور روح و مادہ کے بارے میں نئے انکشافات کئے گئے ہیں۔

آپ کی وفات پر مولانا ابوالکلام آزاد نے درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا جس سے آپ کی شخصیت کے تمام پہلو اُجاگر ہو جاتے ہیں۔

”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمّہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی اُنگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کیلئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا دنیا سے اُٹھ گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اُس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو۔ ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کا لٹریچر قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اس لٹریچر کی قدر و قیمت آج جبکہ وہ اپنا فرض پورا کر چکا ہے۔ ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے“۔ (اخبار وکیل امرتسر ۱۹۰۸ء)

آپ کا علم کلام عربی اُردو اور فارسی میں ہے۔ نظم اور نثر دونوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، قرآن مجید کا اعلیٰ اور ارفع مقام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اس شان سے ذکر کیا گیا ہے کہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی کو اس جوش و جذبہ کے ساتھ لکھنے کی توفیق نہیں ملی ہے۔ آپ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے۔ آپ کی پُر معارف تحریریں دل و دماغ کی گہرائی میں اُتر کر اثر کرنے والی ہیں۔ اس بارے میں نثر اور نظم میں سے کچھ حصہ درج کیا جاتا ہے۔

عرفانِ الٰہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اِس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے اسی آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اپنے تئیں دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو نبی کو جو اس کی قدرتوں کا مظہر ہے دنیا میں بھیجتا ہے اور اپنی وحی اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی ربوبیّت کی طاقتیں اس کے ذریعہ دکھلاتا ہے تب دنیا کو پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ پس جن لوگوں کا وجود ضروری طور پر خدا کے قدیم قانونِ ازلی کے رُو سے خداشناسی کیلئے ذریعہ مقرر ہو چکا ہے اُن پر ایمان لانا توحید کی ایک جزو ہے اور بجز اس ایمان کے توحید کامل نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن نہیں کہ بغیر اُن آسمانی نشانوں اور قدرت نما عجائبات کے جو نبی دکھلاتے ہیں اور معرفت تک پہنچاتے ہیں وہ خالص توحید جو چشمۂ یقینِ کامل سے پیدا ہوتی ہے میّسر آسکے۔ وہی ایک قوم ہے جو خدا نما ہے جن کے ذریعہ سے وہ خدا جس کا وجود دقیق در دقیق اور مخفی در مخفی اور غیب الغیب ہے ظاہر ہوتا ہے اور ہمیشہ سے وہ کنز مخفی جس کا نام خدا ہے نبیوں کے ذریعہ سے ہی شناخت کیا گیا ہے ورنہ وہ توحید جو خدا کے نزدیک توحید کہلاتی ہے جس پر عملی رنگ کامل طور پر چڑھا ہوا ہوتا ہے اس کا حاصل ہونا بغیر ذریعہ نبی کے جیسا کہ خلافِ عقل ہے ویسا ہی خلاف تجارب سالکین ہے“۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳)

نیز آپ فرماتے ہیں:

”جب مَیں ان بڑے بڑے اجرام کو دیکھتا ہوں اور ان کی عظمت اور عجائبات پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ صرف ارادۂ الٰہی سے اور اس کے اشارہ سے ہی سب کچھ ہو گیا تو میری رُوح بے اختیار بول اُٹھتی ہے کہ اے ہمارے قادر خدا تو کیا ہی بزرگ قدرتوں والا ہے۔ تیرے کام کیسے عجیب اور وراء العقل ہیں۔ نادان ہے وہ جو تیری قدرتوں سے انکار کرے اور احمق ہے وہ جو تیری نسبت یہ اعتراض پیش کرے کہ اُس نے اِن چیزوں کو کس مادہ سے بنایا؟“ (نسیم دعوت صفحہ ۶۱ حاشیہ)

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدأ الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
اس بہارِ حُسن کا دِل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں مَوجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا
تونے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اِس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا
کیا عجب تونے ہر اِک ذرّے میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دَم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۴)

شانِ قرآن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خاتم النّبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اِسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اِس میں موجود ہیں کیونکہ کلامِ الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوتِ قدسی اور کمالِ باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلامِ الٰہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمالِ باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا اِس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوتِ قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپؐ پر ختم ہو چکے تھے اور آپؐ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپؐ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جیسے نبوّت کے کمالات آپؐ پر ختم ہوگئے اسی طرح اعجازِ کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہوگئے۔ آپؐ خاتم النّبیین ٹھہرے اور آپؐ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں اُن سب کے اعتبار سے آپؐ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ یعنی کیا باعتبارات فصاحت و بلاغت کیا باعتبارِ ترتیب مضامین۔ کیا باعتبارِ تعلیم۔ کیا باعتبارِ کمالاتِ تعلیم۔ کیا باعتبارات ثمراتِ تعلیم۔ غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت۔ خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد۔ خواہ بلحاظ تعلیم۔ خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو یہ معجزہ ہے"۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۶،۳۷)

قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اوّل مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ علاوہ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر شخص کا کلام اُس کی ہمّت کے موافق ہوتا ہے جس قدر اُس کی ہمّت اور عزم اور مقاصد عالی ہونگے اسی پایہ کا وہ کلام ہوگا۔ اور وحی الٰہی میں بھی یہی رنگ ہوتا ہے۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے جس قدر ہمّت بلند رکھنے والا وہ ہوگا اُسی پایہ کا کلام اُسے ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمّت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت ہی وسیع تھا اِس لئے آپؐ کو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور رُتبہ کا ہے کہ دوسرا کوئی شخص اس ہمّت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا کیونکہ آپؐ کی دعوت کسی محدود وقت یا مخصوص قوم کیلئے نہ تھی جیسے آپ سے پہلے نبیوں کی ہوتی تھی بلکہ آپ کیلئے فرمایا گیا اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اور مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ٥ جس شخص کی بعثت اور رسالت کا دائرہ اِس قدر وسیع ہو اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اِس وقت اگر کسی کو قرآن شریف کی کوئی آیت بھی اِلہام ہو تو ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے اس الہام میں اتنا دائرہ وسیع نہیں ہوگا جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۷)

"سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوارِ یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کیلئے کامل رہنما ہے۔ قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزارہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کیلئے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہِ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دِل قرآن شریف کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے اُن کے دِل ہی اِس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے اور اس سے ایک صاف اور صریح بات سُن کر پھر کسی دوسرے کی نہیں سُنتے۔ اس کی ہر ایک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں اور آخر وہی ہے جو موجب اشراق اور روشن ضمیری کا ہو جاتا ہے اور عجیب در عجیب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر ایک کو حسبِ استعداد معراج ترقی پر پہنچاتا ہے۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالتِ جدیدہ زمانہ نے اِسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے۔ ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اِس خبیث پودہ کی بیخ کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے آئینہ رکھ دیا کہ سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ۔ حال کے زمانہ میں بھی جب اوّل عیسائی واعظوں نے سَر اُٹھایا اور بدفہم اور نادان لوگوں کو توحید سے کھینچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے مغشوش طریق کو سوفسطائی تقریروں سے آراستہ کر کے اُن کے آگے رکھ دیا اور ایک طوفان ملکِ ہند میں برپا کر دیا۔ آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں پسپا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو منہ بھی نہیں دکھلا سکتے اور ان کے لمبے چوڑے عذرات کو یوں الگ کر کے رکھ دیا جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۱،۳۸۲)

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا

ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیّا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضا نکلا!

☆

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سُخن میں اُس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے
بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
اَرے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اَب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
اگر اِقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اِس قدر دِل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
یہ کیسے پڑگئے دِل پر تمہارے جہل کے پَردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

(براہین احمدیہ سوم)

وَكُلُّ النُّوْرِ فِي الْقُرْآنِ لٰكِنْ
يَمِيْلُ الْهَا لِكُوْنَ اِلَى الدُّخَانِ
بِهٖ نِلْنَا تُرَاثَ الْكَامِلِيْنَ
بِهٖ سِرْنَا اِلٰى اَقْصَى الْمَعَانِيْ
فَقُمْ وَاطْلُبْ مَعَارِفَهٗ بِجُهْدٍ
وَخِفْ شَرَّ الْعَوَاقِبِ وَالْهَوَانِ

(نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۶۸)

عشق رسولؐ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا، یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور اَرفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“۔(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۶۰،۱۶۱)

”ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب یہ ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اِس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اِس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے“۔(ازالہ اوہام صفحہ ۱۶۹)

”وہ اِنسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا.... وہ اِنسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو“۔(اتمام الحجہ صفحہ ۳۶)

”میں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوّت ختم ہو گئے۔ وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپؐ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپؐ کی نبوّت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمۂ نبوت کو چھوڑتا ہے۔ مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپؐ کے بعد کسی اَور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپؐ کی ختم نبوّت توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا جس کے پاس مُہر نبوّت محمدیؐ نہ ہو“۔(الحکم ۱۰؍ جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

فلسفہ ام الالسنہ اور زبانوں کی تخلیق

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۵ء میں سب سے پہلے اپنی تصنیف لطیف ”منن الرحمٰن“ میں دنیا کے سامنے اس نظریہ کو پیش کیا کہ عربی نہ صرف دنیا کی قدیم بلکہ سب زبانوں کی ماں ہے۔ اس نظریہ کو آپ نے جامع اور واضح دلائل کے ساتھ پیش فرمایا اور ساتھ یہ چیلنج بھی دیا کہ عربی کے متعلق میرے پیش کردہ نظریہ کو باطل کرنے والے کو پانچ ہزار روپے انعام نقد دیا جائے گا۔ اس سے صاف طور پر عیاں ہے کہ زبانوں کی تخلیق اور ان کی نشو ونما کے پرانے خیالات کو غلط ٹھہرا کر تحقیق کی نئی راہیں فراہم کی ہیں۔

آپ کا نظریہ:

"زبانوں پر نظر ڈالنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں کا باہم اشتراک ہے۔ پھر ایک دوسری عمیق اور گہری نظر سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچتی ہے جو اُن تمام مشترک زبانوں کی ماں زبان عربی ہے جس سے یہ تمام زبانیں نکلی ہیں اور پھر ایک کامل اور نہایت محیط تحقیقات سے یعنی جبکہ عربی کی فوق العادت کمالات پر اطلاع ہو یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ یہ زبان نہ صرف ام الالسنہ ہے بلکہ الٰہی زبان ہے"۔ (منن الرحمٰن صفحہ نمبر ۴)

آپ نے سب سے پہلے یہ جدید خیال اہل دنیا کے سامنے پیش کیا کہ دوسری تمام زبانیں عربی زبان کی بگڑی ہوئی شکلیں اور اس کی ذرّیات ہیں۔ اس لحاظ سے علم الالسنہ کے اولین محقق آپ ہیں۔ عربی کے ام الالسنہ ہونے کی آپ نے درج ذیل وجوہات بیان کی ہیں۔

۱-عربی کے مفردات کا نظام کامل ہے

۲-عربی اعلیٰ درجہ کی وجوہ تسمیہ پر مشتمل ہے

۳-عربی کا سلسلہ اطراد اور مورد اتم اور اکمل ہے۔

۴-عربی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔

۵-عربی زبان انسانی ضمائر کا پورا نقشہ کھینچنے کیلئے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔

زبان کے وجود میں آنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جدید انکشاف

"خط استوا کے قرب یا بُعد اور ستاروں کی ایک خاص وضع کی تاثیر اور دوسرے نامعلوم اسباب سے ہر یک قسم کی زمین اپنے باشندوں کی فطرت کو ایک خاص حلق اور لہجہ اور صورت تلفظ کی طرف میلان دیتی ہے اور وہی محرک رفتہ رفتہ ایک خاص وضع کلام کی طرف لے آتا ہے۔ اسی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ بعض ملک کے لوگ حرف زا بولنے پر قادر نہیں ہو سکتے اور بعض را بولنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ (منن الرحمٰن صفحہ نمبر ۹)

"عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو خدا کے منہ سے نکلے ہیں۔ اور دنیا میں فقط یہی ایک زبان ہے جو خدائے قدوس کی زبان اور قدیم اور تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام زبانوں کی ماں اور خدا کی وحی کا پہلا اور آخری تخت گاہ ہے اور خدا کی وحی کا پہلا تخت گاہ اس لئے کہ تمام عربی خدا کا کلام تھا جو قدیم سے خدا کے ساتھ تھا پھر وہی کلام دنیا میں اترا اور دنیا نے اس سے اپنی بولیاں بنائیں اور آخری تخت گاہ خدا کا اسلئے لغت عربی ٹھہری کہ آخری کتاب خدائے تعالیٰ کی جو قرآن شریف ہے عربی میں نازل ہوئی"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۹)

سیدنا حضور علیہ السلام نے مزید ایک اور اپنا انکشاف کیا۔

یوروپ، ایشیا افریقہ اور کئی علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں کا روٹ عربی ہے اور ان زبانوں میں آج بھی عربی کے الفاظ اپنی شان و شوکت کیساتھ زندہ ہیں۔ ماہر لسانیات مکرم محمد احمد صاحب مظہر نے دو مقالوں "انگلش ٹریڈ ٹو عربک" اور "سنسکرت ٹریڈ ٹو عربک" میں فاضل مصنف نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

علم کلام اور فلسفہ اخلاق:

فلسفہ سے کیا مراد ہے؟

"فلسفہ کے معنے ہیں کسی مسئلہ کسی بات کسی تجربے یا کسی موضوع کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش اُن کی حقیقت کو اچھی طرح سے معلوم کرنے کی سعی اور اُن کے اسباب و نتائج کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کی فکر۔ اشیاء عالم اور مظاہر حیات کے ہر پہلو کے بارے تفکر اور تدبّر فلسفہ ہے"۔ (اخبار بدر ۱۰/اکتوبر کالم نمبر۱ ۱۹۵۷ء)

فلسفہ اخلاق

کسی قوم یا فرد بشر کے اندر مذہب کی وجہ سے جو سوچیں نشوونما پاتی ہیں اُس کو تہذیب کہتے ہیں پھر اس تہذیب کے نتیجہ میں جو اخلاق پیدا ہوتے ہیں اُس کو تمدن کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلامی تہذیب و تمدن کو پھیلانے کیلئے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے۔

آپ کو معاشرے کی برائیوں، ناہمواریوں، بے اعتدالیوں، بے راہرویوں، سماجی گراوٹوں اور مذہبی تعصبات سے نفرت تھی اور آپ کا یہ نظریہ تھا کہ لوگوں کو فلسفہ اخلاق سے روشناس کروا کر سماجی برائیوں سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ موجودہ دور میں رشوت، چوری، ڈاکہ، جھوٹ، ناانصافی، دغا بازی جیسی برائیوں کی اصل وجہ اخلاقی قدروں کی گراوٹ ہے۔ آپ فلسفہ اخلاق پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

"جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ادب، حیا، دیانت، مروّت، غیرت، استقامت، عفت، زہادت، اعتدال، مواسات، یعنی ہمدردی، ایسا ہی شجاعت، سخاوت، عفو، صبر، احسان، صدق، وفا وغیرہ۔ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبّر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کی جائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہوگا۔ اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں۔ اور صرف اُس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۳۴)

فلسفہ اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

"اخلاق دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ترکِ شر پر قادر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ایصالِ خیر پر قادر ہوتا ہے اور ترکِ شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش

کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ یا اپنے کسی اور عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہنچاوے یا نقصان رسانی اور کسر شان کا ارادہ نہ کرے۔ اور ایصال خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنے مال یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہنچا سکے۔ یا اس کے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے۔ یا اگر کسی نے اسپر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے درگزر کر سکے۔ اور اس طرح اس کو دکھ اور عذاب بدنی اور تاوانِ مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچا سکے۔ یا اس کو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت میں اس کیلئے سراسر رحمت ہے"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۲۵-۲۶)

آپ نے اُن تمام برائیوں کا تذکرہ کیا ہے جو انسان کے اخلاق اور معاشرے کو متاثر کرتی ہیں۔

حضورؑ فرماتے ہیں:

"ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو، جعل ساز اور ان کا ہم نشیں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ تم اِن زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۸)

انسان ان برائیوں کو چھوڑ کر فرشتہ سیرت انسان بن سکتا ہے۔

فلسفہ مابعد الطبیعات

فلسفہ مابعد الطبیعات :- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں میں فلسفہ مابعد الطبیعات کے بارے میں جگہ جگہ مضمون ملتا ہے۔ کائنات کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر ایک کام اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور قدرتی قوانین کے تابع۔ لیکن بعض دفعہ ایسے امور بھی صادر ہو جاتے ہیں جو بظاہر عام قانونِ قدرت سے ہٹ کر نظر آتے ہیں جن کو اسلامی اصطلاح میں خارق عادت یا معجزات یا مافوق الطبیعات وغیرہ ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسے آگ کا کام قدرت کی طرف سے جلانا مقرر ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا تھا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۵)

معجزہ کی تشریح حضورؑ یوں فرماتے ہیں:

"معجزات سے وہ امور خارقِ عادت مراد ہیں جو باریک اور منصفانہ نظر سے ثابت ہوں اور بجز مؤیدان الٰہی دوسرے لوگ ایسے امور پر قادر نہ ہو سکیں اسی وجہ سے وہ امور خارق عادت کہلاتے ہیں"۔ (نصرۃ الحق ۳۲)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تین لاکھ سے زائد معجزے دکھائے ہیں۔ ایک علم فزکس ہمارے سامنے ہے جس کا مشاہدہ ہر روز لوگ کرتے ہیں۔ اس سے ہٹ کر ایک اور فزکس عالمِ روحانی میں موجود ہے۔ جسے عام طور پر مابعد الطبیعات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"دوسرے عالم کا نام برزخ ہے۔ اصل میں لفظ برزخ لغتِ عرب میں اُس چیز کو کہتے ہیں کہ جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو۔ سو چونکہ یہ زمانہ عالم بعث اور عالم نشاءِ اولیٰ میں واقع ہے۔ اسلئے اس کا نام برزخ ہے.... برزخ عربی لفظ ہے جو مرکب ہے رَزخ اور بَرّ سے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ طریق کسب اعمال ختم ہو گیا۔ اور ایک مخفی حالت میں پڑ گیا۔ برزخ کی حالت وہ حالت ہے کہ جب یہ ناپائدار ترکیب انسانی تفرق پذیر ہو جاتی ہے اور روح الگ اور جسم الگ ہو جاتا ہے... عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کیلئے جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس جسم کی قسم میں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم تیار ہوتا ہے۔ گویا کہ اُس عالم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۹-۹۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرمایا ہے کہ انسان کو تین حالتوں میں سے گزر کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ حضور نے ان تینوں حالتوں نفسِ امّارہ، نفسِ لوّامہ اور نفسِ مطمئنہ کی تفصیل بیان فرمائی ہے نیز روح اور مادہ کے بارے میں نئے انکشافات فرمائے ہیں۔ خوراک کا انسانی اخلاق پر کیا اثر پڑتا ہے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

نفسِ امّارہ:

"پہلا سر چشمہ جو تمام طبعی حالتوں کا مورد اور مصدر ہے اس کا نام قرآن شریف نے نفس امارہ رکھا ہے... نفسِ امّارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اس کے کمال کے مخالف اور اُس کی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے جھکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہوں پر چلانا چاہتا ہے۔ غرض بے اعتدالیوں اور بدیوں کی طرف جانا انسان کی ایک حالت ہے۔ جو اخلاقی حالت سے پہلے اس پر طبعاً غالب ہوتی ہے۔ اور یہ حالت اُس وقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک کہ انسان عقل اور معرفت کے زیر سایہ نہیں چلتا۔ بلکہ چارپایوں کی طرح کھانے پینے، سونے جاگنے یا غصہ اور جوش دکھانے وغیرہ امور میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا

ہے"۔(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ نمبر ۳)

نفسِ لوّامہ:۔

اس کا نام لوامہ اس لئے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے۔اور اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ انسان اپنے طبعی لوازم میں شتر بے مہار کی طرح چلے اور چارپایوں کی زندگی بسر کرے۔بلکہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے اچھی حالتیں اور اچھے اخلاق صادر ہوں اور انسانی زندگی کے تمام لوازم میں کوئی بے اعتدالی ظہور میں نہ آوے اور طبعی جذبات اور طبعی خواہشیں عقل کے مشورہ سے ظہور پذیر ہوں۔پس چونکہ وہ بُری حرکت پر ملامت کرتا ہے اس لئے اس کا نام نفسِ لوّامہ ہے"۔(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۴)

انسان نفسِ امارہ اور نفسِ لوّامہ میں سے گزر کر جب نفسِ مطمئنہ میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر انسان خدا کا قرب حاصل کرتا ہے۔

نفسِ مطمئنہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یہ وہ مرتبہ ہے جس میں نفس تمام کمزوریوں سے نجات پاکر روحانی قوتوں سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ایسا پیوند کر لیتا ہے کہ بغیر اس کے جی بھی نہیں سکتا۔اور جس طرح سے پانی اوپر سے نیچے کی طرف بہتا ہے اور بسبب اپنی کثرت اور نیز روکوں کے دور ہونے سے بڑے زور سے چلتا ہے اِسی طرح وہ خدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے"(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۴)

سائنس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سائنس اور مذہب میں بالکل اختلاف نہیں، بلکہ مذہب بالکل سائنس کے مطابق ہے۔اور سائنس خواہ کتنی ہی عروج پکڑ جاوے مگر قرآن کی تعلیم اور اصول اسلام کو ہرگز ہرگز نہیں جھٹلا سکے گی"۔(ملفوظات جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۴۳۵)

مکرم سر سید احمد خان صاحب نے مغربی فلسفہ سے مغلوب ہو کر اُس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔مگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے پرزور الفاظ میں اعلان فرمایا کہ

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے۔اُس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں...میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے۔جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ جہالتیں ثابت کر دے گا"۔(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۵-۲۵۴)

حضور علیہ السلام زمین-سورج اور چاند کے بارے میں بعض باتیں اس طرح سے بیان فرماتے ہیں:

"عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا جس حالت میں کرہ ارض میں خاصیت زلازل وانشقاق و اتصال پائی جاتی ہے۔چنانچہ بعض گذشتہ زمانوں میں صدہا میل تک زمین منشق ہو کر تہ و بالا ہو گئی ہے اور اب بھی ایسے حوادث ظہور میں آتے رہتے ہیں اور ان حوادث سے اس کی گردش میں کچھ فرق نہیں آتا ہے"۔(سُرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۲۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظریہ کہ اس دنیا کے علاوہ ستاروں وغیرہ پر بھی مخلوق ہو سکتی ہے۔آج کے سائنسدانوں کو منگل ستارہ پر پانی وغیرہ کے ایسے شواہد ملے ہیں۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کسی قسم کی کوئی زندگی موجود ہے۔ہم امید کرتے ہیں کہ ۲۱ دیں صدی کے آخر تک انسان کا دوسری دنیا میں بسنے والی مخلوق سے رابطہ ہو جائے گا۔

آج وہ ملک جو سائنس کے میدان میں آگے ہیں وہ ترقی کر رہے ہیں۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سائنس کے علوم سیکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔احمدی طلباء کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

"ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو"۔(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضور علیہ السلام نے جس وقت یہ نصیحت فرمائی تھی جدید انفارمیشن ٹکنالوجی وغیرہ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔اِس وقت انفارمیشن ٹکنالوجی پر ہی ساری دنیا کا انحصار چل رہا ہے اور بفضلہ تعالیٰ جماعت احمدیہ اعلائے کلمۃ اللہ کو پھیلانے کیلئے اس سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب مسیح ہندوستان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوروشلم سے لیکر کشمیر تک کے سفر بارے میں نئے انکشافات کئے ہیں۔اور آپ نے پہلی مرتبہ دنیا کے سامنے ثبوت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کیا آپ کی قبر کو سرینگر محلہ خانیار میں دریافت کیا۔

آپ کا فرمان تھا کہ ہر مذہب کے لوگوں کو دوسرے مذہب کے مسلمہ بزرگوں و صلحا کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھنے سے ہی آپس میں مساوات کی فضاء پیدا ہو سکتی ہے۔ہندوستان میں ہندو اور مسلمان سب سے زیادہ آباد ہیں۔حضورؑ دونوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے (ہندو اور مسلمان) ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں"(روحانی خزائن پیغام صلح جلد ۲۳ صفحہ ۴۳۹)

☆☆☆☆☆☆☆☆

دیارِ احمد میں رہنے والوں سے

محبتوں میں ڈھلی ہوئی کیف زانواؤں میں یاد رکھنا
منجھی ہوئی سوز و سازِ الفت کی التجاؤں میں یاد رکھنا
دلوں کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی نداؤں میں یاد رکھنا
دیارِ احمد میں رہنے والو! ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا

خرد کے ہوش آفریں مناظر میں محو ہو کر بھلا نہ دینا
سرُور نغماتِ بربط زندگی میں کھو کر بُھلا نہ دینا
بُھلا نہ دینا تجلیوں سے ڈھلی فضاؤں میں یاد رکھنا
دیارِ احمد میں رہنے والو! ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا

خدا کی بستی کے پاسباں ہو، خدا تمہارا معین و ناصر
تمہیں حقیقت میں کامراں ہو، خدا تمہارا معین و ناصر
اُٹھیں جو مینار کی بلندی سے اُن صداؤں میں یاد رکھنا
دیارِ احمد میں رہنے والو! ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا

کلام ایزد ہوا تھا نازل جہاں فضاؤں میں تم وہاں ہو
وہ "ماہِ نو" کھیلتا تھا جن نقرئی ضیاؤں میں تم وہاں ہو
زراہ الطاف تیرہ بختوں کو بھی ضیاؤں میں یاد رکھنا
دیارِ احمد میں رہنے والو! ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا

جہاں نشیب و فراز پر ہے شعور فطرت کی نقش کاری
ریاضِ جنت کی نزہتوں میں بسی ہوئی ہیں ہوائیں ساری
بہشت کی ہاں انہی تقدس بھری فضاؤں میں یاد رکھنا
دیارِ احمد میں رہنے والو! ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا

ہماری تقدیر میں فراق اَور تمہیں وصالِ حبیب حاصل
کہاں کوئی خوش نصیب ایسا جسے ہو ایسا نصیب حاصل
یہ التجا بس شبوں کی دودِ آفریں نغاؤں میں یاد رکھنا
دیارِ احمد میں رہنے والو! ہمیں دُعاؤں میں یاد رکھنا

ثاقب زیروی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہم ربِّ محمدؐ کو شب بھر رو رو کے پُکارا کرتے ہیں

پوچھے جو کوئی دِن اپنے یہاں ہم کیسے گزارا کرتے ہیں
اپنوں کی جُدائی کے صدمے کس طرح گوارا کرتے ہیں

کہہ دو یہ اُنہیں تنہائی جب ڈستی ہے دلِ افسردہ کو
ہم ربِّ محمدؐ کو شب بھر رو رو کے پُکارا کرتے ہیں

ہوں رنج و مصیبت کی گھڑیاں یا عیش و مسرت کے لمحے
ہم خونِ جگر سے نقشِ وفا ہر آن سنوارا کرتے ہیں

کامِل نہ سہی عشق اپنا مگر اس دلبر یکتا کی خاطر
جب جان کی بازی لگتی ہے ہم جان بھی ہارا کرتے ہیں

جب سارا زمانہ سوتا ہے اور ہُو کا عالم ہوتا ہے
وہ چرخ سے خود نیچے آکر دُنیا کا نظارہ کرتے ہیں

عِصیاں کی اندھیری راتوں میں اِک نور کی مسند پر بیٹھے
سجدوں میں گرے بندوں کیلئے بخشش کا اِشارہ کرتے ہیں

اِک اشکِ ندامت دیکھ کے بس ہو جاتے ہیں مائل بہ کرم
بگڑے ہوئے سارے کاموں کو وہ آپ سنوارا کرتے ہیں

کچھ دُور ہی دُور سے آخرِ شب اظہارِ محبت ہوتا ہے
دِل اُن کو صدائیں دیتا ہے وہ دِل کو پُکارا کرتے ہیں

صدیقؔ لگا کر دِل تُو نے دنیا کے بُتوں سے دیکھ لیا
بدنام یونہی ہر محفل میں وہ نام تمہارا کرتے ہیں

(جناب الحاج مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جماعت احمدیہ کی سو سالہ صحافت
ایک جھلک میں۔ ظلمت کدوں میں روشنی کا مینار

مکرم دوست محمد صاحب شاہد ربوہ
مؤرخ احمدیت

انیسویں صدی میں مسلم صحافت

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں ہوا جبکہ مسلم معاشرہ دردناک حد تک زوال پذیر ہوچکا تھا اور مسلم صحافت حق و صداقت کے ترجمان ہونے کی بجائے دنیا طلبی کا مرکز بن کے رہ گئی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام اس حقیقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اخبار نویسی کا شغل اُن کی راہ میں بڑی بھاری چٹان بن گیا ہے۔ سو وہ اس شغل میں فریضہ نماز کی طرح لگے رہتے ہیں اور اخباروں کو انعامات اور صلات کے حاصل کرنے اور روپیہ پیسہ کمانے کیلئے شائع کرتے ہیں۔ بجز قدرے قلیل متقیوں کے اور اکثر تو نفسانی خواہشوں کی ہواؤں میں اڑتے ہیں اور آسمان کی طرف پرواز کرنے سے اُن کے پر وبال کاٹے گئے ہیں۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چلتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ دنیا کی خاطر بے چین رہتے ہیں اور اُن کی قلمیں اس فانی دنیا کی ضیافتوں کیلئے چیختی چلاتی ہیں۔ وہ ڈھونڈتے ہیں بہت دودھ دینے والی کم ضرر اونٹنی کو۔ ڈھونڈتے ہیں شکار کو ساحل پر اور جال اور رسیوں کو کاندھے پر۔ ہر بادرخت اور بے درخت جنگل میں خاک چھانتے پھرتے ہیں اور اُس کی خاطر دشت و بیابان طے کرتے ہیں اُن کی ساری رات گذرتی ہے ان ہی خیالوں میں اور دن سارا کٹتا ہے عبارتوں کی تراش خراش میں سو انہیں روحانیوں اور ربانی بندوں سے کیا نسبت"؟

(الهدی والتبصرة لمن یری صفحہ ۲۷۔۲۸ طبع اول ۱۲ جون ۱۹۰۲ء مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان)

1892 کے جلسہ سالانہ پر اخبار کی تجویز

یہ تھا وہ روح فرسا ماحول جس کے دوران پہلی بار جلسہ سالانہ قادیان 1892 کی مقدس تقریب پر 28 دسمبر کو یورپ اور امریکہ کیلئے اسلام کی جامع تعلیم پر ایک دلکش رسالہ شائع کرنے کے علاوہ یہ بھی قرار پایا کہ "ایک اخبار اشاعت اور ہمدردی اسلام کیلئے جاری کیا جائے"۔ (ضمیمہ شمولہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳) اس جلسہ میں شامل بزرگوں کی تعداد صرف 327 تھی اور جماعت کے مالی وسائل اس درجہ محدود تھے کہ اخراجات کی کمی کے باعث 1893 کا جلسہ سالانہ ملتوی کرنا پڑا۔ ازاں بعد 5 ستمبر 1896 کو الدار میں کنواں لگوانے کیلئے دوسرے مخلصین کے علاوہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو بذریعہ مکتوب اپنے قلم سے دو آنہ چندہ بھجوانے کی تحریک کرنا پڑی۔

(الفضل ۶ اگست ۱۹۴۶ء صفحہ ۳)

دنیائے احمدیت کا پہلا اخبار

اس خوفناک اقتصادی صورت حال کے باعث اخبار کے اجراء کی تجویز پانچ سال تک معرض التوا میں رہی۔ 1897ء کے آخر میں امرتسر سے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب (بعد ازاں عرفانی) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں اخبار جاری کرنے کے بارہ میں ایک درخواست لکھی۔ حضرت اقدس نے اپنے دست مبارک سے اس عریضہ کا جواب دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم کو اس بارہ میں تجربہ نہیں۔ اخبار کی ضرورت تو ہے مگر ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے مالی بوجھ برداشت نہیں کرسکتی۔ آپ اپنے تجربہ کی بناء پر جاری کرسکتے ہیں تو کرلیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے"

(حیات احمد جلد چہارم صفحہ ۵۸۹)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب اس وقت بالکل تہی دست تھے۔ دوسری طرف آپ کے بعض دوست آپ کو سرکاری ملازمت میں لانے پر مصر تھے مگر خدا تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور الحکم ایسا بلند پایہ ہفت روزہ اخبار جاری کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

اخبار الحکم کا پہلا پرچہ ۸ / اکتوبر ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا۔ یہ اخبار ۱۸۹۷ء کے آخر تک ریاض ہند پریس امرتسر میں چھپتا اور امرتسر سے ہی شائع ہوتا تھا مگر ۱۸۹۸ء کے آغاز میں یہ مرکز احمدیت میں منتقل ہوگیا اور چند برسوں کے وقفہ کے

ساتھ جولائی ۱۹۴۳ء تک جاری رہا الحکم کے دورِ ثانی میں زمام ادارت ان کے فرزند جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مجاہد مصر نے نہایت عمدہ رنگ میں سنبھال لی اور الحکم کو اپنی زندگی کے آخری لمحات تک زندہ رکھا۔

الحکم کے ابتدائی حالات کے بارے میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب لکھتے ہیں:۔

اگست ۱۸۹۷ء کو ہنری مارٹن کلارک نے ایک نالش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کردی۔ میں نے اس مقدمہ کے حالات دوسرے جنگ مقدس کے نام سے لکھے۔ اس وقت مجھے سلسلہ کی ضروریات کے اعلان اور اظہار کیلئے اور اس پر جو اعتراضات پولیٹیکل اور مذہبی پہلو سے کئے جاتے تھے ان کے جوابات کے لئے ایک اخبار کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اکتوبر ۱۸۹۷ء میں الحکم جاری کردیا۔ اس وقت گورنمنٹ پریس کے خلاف تھی اور موجودہ پریس ایکٹ اس وقت بھی قریب تھا کہ پاس ہو جاتا۔ تاہم ان مشکلات میں میں نے خدا پر بھروسہ کرکے امرتسر سے اخبار الحکم جاری کردیا۔ ۱۸۹۷ء کے آخر میں روزانہ پیسہ اخبار کے مکرر اجراء کی تجویز ہو چکی تھی۔ اور منشی محبوب عالم صاحب کی خواہش کے موافق میں نے پیسہ اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں جانا منظور کرلیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ الحکم کا ہیڈ کوارٹر لاہور بدل دینا چاہئے۔ اور محض اس خیال سے میں نے پیسہ اخبار کے ساتھ تعلق کرنا گوارا کرلیا تھا۔ مگر ۱۸۹۷ء کے دسمبر میں جب جلسہ سالانہ پر میں قادیان آیا تو یہاں ایک مدرسہ کے اجراء کی تجویز ہوئی اور اس کیلئے خدمات کے سوال پر میں نے اپنی خدمات پیش کردیں اور اس طرح قدرت نے مجھے دیار محبوب میں پہنچادیا۔ الحکم کے اجراء کے وقت مجھے بہت ڈرایا گیا تھا کہ مذہبی مذاق کم ہو چکا ہے اور احمدیت کے ساتھ عام دشمنی پھیل چکی ہے اس لئے الحکم کامیاب نہ ہوگا...... قادیان میں اس وقت پریس کی سخت تکالیف تھیں۔ نہ پریس ملتا تھا نہ گل کش اور نہ کاتب اور نہ یہ لوگ قادیان آکر رہنا چاہتے تھے"۔ (الفضل ۶ مئی ۱۹۵۸ء صفحہ ۸ کالم ۲۔۳)

مرکز احمدیت سے جاری ہونے والا پہلا اخبار ایک بیج تھا جو خدا کے فضل و کرم سے ایک صدی کے اندر تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے جس پر لاکھوں بلکہ کروڑوں طیور آسمانی بسیرا کر رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی صحافت ظلمت کدوں میں روشنی کا مینار ثابت ہو رہی ہے۔

احمدی صحافت دوسروں کی نظر میں

آج سے پون صدی قبل آریہ سماج کے مشہور اخبار تیج دہلی نے ۲۵ جولائی ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں جماعت احمدیہ کے اخبارات" کے زیر عنوان لکھا۔

"ویسے تو اخبارات ہر ایک انجمن اور سبھا کی طرف سے شائع ہوتے ہیں لیکن احمدیوں کے اخبار میں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں۔ اخبارات کے مضامین اور خبریں نہایت اچھی اور فائدہ مند ہوتی ہیں اور ان کو اس سلیقہ سے مرتب کیا جاتا ہے کہ وہ ناظرین کیلئے نہایت مفید اور دلچسپ ہو جاتے ہیں اس جماعت کی طرف سے مفصلہ ذیل قابل ذکر اخبارات شائع ہوتے ہیں۔

۱۔ **اخبار نور**۔ ایک سکھ نو مسلم کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ آریوں اور سکھوں میں تبلیغ کرنا اس کا مقصد ہے۔

۲۔ **الفضل**:۔ سہ روزہ اخبار ہے۔ اس میں ہر قسم کے مذہبی اور تبلیغی مضامین اور خبریں ہوتی ہیں اور نہایت قابلیت سے مرتب کیا جاتا ہے۔

۳۔ **الفاروق**:۔ غالباً ہفتہ وار اخبار ہے۔ نہایت ہوشیاری اور شعور سے ایڈٹ کیا جاتا ہے اور اس قابل ہے کہ ہمارے اخبارات اس سے کچھ سیکھیں۔

۴۔ **سن رائز**:۔ پندرہ روزہ انگریزی اخبار ہے۔ انگریزی دان نوجوانوں میں تبلیغ کرنا اس کا مقصد ہے اور نہایت خوبی سے اپنا کام کر رہا ہے۔

۵۔ **مصباح**:۔ عورتوں کا پندرہ روزہ اخبار ہے اس میں زیادہ عورتوں کے ہی مضامین ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ اخبار اس قابل ہے کہ ہر ایک آریہ سماجی اس کو دیکھے۔ اس کے مطالعہ سے انہیں احمدی عورتوں کے متعلق جو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ پردہ کے اندر بند رہتی ہیں اس لئے کچھ کام نہیں کرتیں۔ فی الفور دور ہو جائے گی۔ اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورتیں باوجود پردہ کی قید میں رہنے کے کس قدر کام کر رہی ہیں۔ اور ان میں مذہبی احساس اور تبلیغی جوش کسقدر ہے۔ ہم استری سماج قائم کرکے مطمئن ہو چکے ہیں۔ لیکن ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ احمدی عورتوں کی ہر جگہ باقاعدہ انجمنیں ہیں اور جو وہ کام کر رہی ہیں اس کے آگے ہمارے استری سماجوں کا کام بالکل بے حقیقت ہے مصباح کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ احمدی عورتیں ہندوستان، افریقہ، عرب مصر، یورپ اور امریکہ میں کس طرح اور کسقدر کام کر رہی ہیں۔ ان کا مذہبی احساس اسقدر قابلِ تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے۔

(بحوالہ تاثرات قادیان صفحہ ۲۲۹۔۲۳۱) مولانا ملک فضل حسین صاحب اشاعت دسمبر ۱۹۳۸ء قادیان)

اس پس منظر میں اب حضرت مسیح موعود اور خلفائے احمدیت کے مبارک دور میں جاری ہونے والے سلسلہ احمدیہ کے اخبارات و رسائل کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے

عہد مبارک
حضرت مسیح موعود علیہ السلام

الحکم:۔ بانی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب۔ تاریخ اجرا ۸/ اکتوبر ۱۸۹۷ء (امرتسر سے) جنوری ۱۸۹۸ء (قادیان سے)

تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

البدر:۔ حضرت منشی محمد افضل صاحب نے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو قادیان سے جاری کیا اور ان کی وفات کے بعد ۳۰ مارچ ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود کے ارشاد پر اس کی ادارت حضرت منشی محمد صادق صاحب نے سنبھالی اور اس کا نام بدر رکھا گیا۔ الحکم اور بدر کو حضرت اقدسؑ نے اپنا بازو قرار دیا۔ تقسیم ملک کے بعد ۷ مارچ ۱۹۵۲ء کو اس کا دوبارہ اجراء ہوا اور دور جدید میں اس کے پہلے ایڈیٹر مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مقرر ہوئے ان دنوں اس مرکزی ترجمان کے مدیر مولانا منیر احمد صاحب خادم ہیں۔

ریویو آف ریلیجنز:۔ (انگریزی ۔اردو) جنوری ۱۹۰۲ء میں جاری ہوا۔ ابتدا میں اس کے دونوں ایڈیشنوں کی ادارت حضرت مسیح موعودؑ نے مولانا محمد علی صاحبؓ کو سپرد فرمائی۔

تشحیذ الاذہان:۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح موعودؓ کی ادارت میں قادیان سے یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو جاری ہوا۔ یہ سہ ماہی تھا اور اس کا نام خود حضرت مسیح موعودؑ نے تجویز فرمایا۔ پاکستان میں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کے ذریعہ اس کا احیاء عمل میں آیا جنھوں نے اس کا پہلا شمارہ ۱۵ر جون ۱۹۵۷ء کو شائع کیا۔

تعلیم الاسلام:۔ یہ رسالہ جولائی ۱۹۰۶ء میں تفسیر القرآن کی غرض سے قادیان ہی سے جاری کیا گیا اس کے ایڈیٹر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب تھے۔

تفسیر القرآن:۔ اس رسالہ کی ادارت کے فرائض بھی حضرت مولانا صاحب ہی انجام دیتے تھے۔

دور خلافت اولیٰ

نور:۔ تاریخ اجراء اکتوبر ۱۹۰۹ء۔ بانی و مدیر حضرت شیخ محمد یوسف صاحب (سابق سورن سنگھ) الحق دہلی سے حضرت میر قاسم علی صاحب نے جنوری ۱۹۱۰ء میں جاری کیا۔

احمدی:۔ (ماہنامہ) جنوری ۱۹۱۱ء سے حضرت میر صاحب ہی نے دہلی سے جاری کیا۔

احمدی خاتون:۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے ۱۹۱۲ء میں جاری کیا۔

الفضل:۔ اس مشہور اخبار کا پہلا پرچہ ۱۸ جون ۱۹۱۳ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (المصلح الموعود) نے جاری فرمایا۔ شروع میں یہ ہفت روزہ تھا۔ ۸ر مارچ ۱۹۳۵ء سے اس کو روزانہ کردیا گیا۔ برصغیر کا یہ سب سے قدیم مذہبی اخبار ہے جو اب ربوہ (پاکستان) سے چھپتا ہے ۱۱ر مارچ ۱۹۹۸ء سے اس کی ادارت کے فرائض مولانا عبد السمیع خان صاحب ادا کررہے ہیں۔

دور خلافت ثانیہ

فاروق:۔ مدیر حضرت میر قاسم علی صاحب سال اشاعت ۱۹۱۶ء

صادق:۔ ماہوار مجلہ جاری کردہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب جولائی ۱۹۱۶ء

رفیق حیات:۔ ماہنامہ جو حضرت حکیم عطا محمد صاحب مالک دواخانہ رفیق حیات قادیان نے جاری کیا۔

اتالیق:۔ اوائل ۱۹۱۹ء میں حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے جاری کیا۔

دی مسلم سن رائز:۔ (امریکہ) جاری کردہ بانی امریکہ مشن حضرت مفتی محمد صادق صاحب (۱۹۲۱ء)

البشریٰ (انگریزی۔ قادیان) اس کا پہلا پرچہ چوہدری غلام محمد صاحب بی اے سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی زیر ادارت بذریعہ دستی پریس ۲۰ مئی ۱۹۲۲ء کو اشاعت پذیر ہوا۔

احمدی:۔ یہ رسالہ کلکتہ سے ۱۹۲۳ء میں مسٹر غلام صمدانی صاحب پلیڈر کی ادارت میں شروع ہوا ۱۹۳۵ء سے ۴ بخشی بازار روڈ ڈھاکہ سے چھپ رہا ہے۔

دعوت الاسلام (دہلی) جاری کردہ حضرت سید ابو البرکات شفیع احمد صاحب دہلوی سال آغاز ۱۹۲۳ء

ستیہ دوتن:۔ (ملیالم) اسے جنوری ۱۹۲۵ء میں مسٹر حسین احمد مالاباری نے کنانور سے جاری کیا اب بنگاڑی سے نکل رہا ہے۔

آزاد نوجوان:۔ (مدراس) سال اجراء ۱۹۲۵ء مدیر جناب محمد کریم اللہ صاحب

دی یونیورسل پیس (عالمی امن) رنگون۔ جناب عبد الکریم صاحب غنی کی کوشش سے ۱۹۲۵ء میں جاری ہوا۔

احمدیہ گزٹ:۔ (قادیان) ۲۶ر مئی ۱۹۲۶ء میں حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی ادارت میں قادیان سے چھپنا شروع ہوا۔

مصباح:۔ رسالہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۶ء کو قادیان سے جاری ہوا۔ حضرت قاضی صاحب ہی اس کے پہلے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۵۰ء میں ربوہ سے اس کا احیاء عمل میں آیا اور محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ (بنت حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری خالد احمدیت) کو اس کی ادارت سپرد کی گئی۔

سن رائز (قادیان) حضرت مولوی محمد دین صاحب بی اے کی زیر ادارت دسمبر ۱۹۲۶ء میں جاری ہوا۔

دی مسیح:۔ کولمبو (سری لنکا) غالباً ۱۹۲۸ء میں پہلی بار منظر عام پر آیا۔ اگست ۱۹۵۵ء میں اس کی دوبارہ اشاعت کا آغاز مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر انچارج مشن کے ذریعہ ہوئی۔ اس کا تامل ایڈیشن نگومبو سے صداقت کے نام سے نکلا

تعلیم الاسلام:۔ تعلیم الاسلام ہائی

سکول قادیان کا سہ ماہی میگزین ۔ سال اشاعت ۱۹۳۰ء انگریزی حصہ کے ایڈیٹر میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی اور اردو حصہ کے مدیر پہلے ماسٹر غلام محمد صاحب پھر ماسٹر نذیر احمد صاحب رحمانی مقرر ہوئے۔

جامعہ احمدیہ:۔ جامعہ احمدیہ قادیان کا میگزین حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کے زیر نگرانی ۱۹۳۰ء سے جاری ہوا۔

اسلامی دنیا (قاہرہ) سال اشاعت ۱۹۳۰ء مدیر و بانی شیخ محمود احمد صاحب عرفانی

سالار (قادیان) سال اشاعت ۱۹۳۱ء مدیر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔

البشارۃ الاسلامیۃ الاحمدیۃ۔

البشریٰ:۔ (حیفا فلسطین) حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے حیفاء میں ایک سہ ماہی رسالہ "البشارۃ الاسلامیہ احمدیہ" جاری کیا جو جنوری ۱۹۳۵ء میں "البشریٰ" کے نام سے ماہانہ کر دیا گیا۔

سن رائز:۔ (انگریزی) سید ارتضیٰ علی صاحب نے ۱۹۳۳ء میں لکھنؤ سے جاری کیا۔

البشریٰ :۔ سندھی۔ شیخ عظیم الدین صاحب کی ادارت میں ۱۹۳۵ء میں جاری ہوا۔

مسلم ٹائمز (لنڈن) ایڈیٹر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد

الاسلام (لنڈن) حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، نے جون ۱۹۳۵ء میں اہل مغرب کو حقیقی اسلام سے منور کرنے کیلئے جاری کیا۔

الہدیٰ (لکھنو) ۱۹۳۵ء میں سید ارشد علی صاحب نے جاری کیا۔

المبشر (قادیان) وسط ۱۹۳۶ء میں محمد سلیمان صاحب عرفانی کی ادارت میں چھپنا شروع ہوا۔

گلدستہ تعلیم الدین (قادیان)

تاریخ اجراء جولائی ۱۹۳۶ء ۔ مدیر حکیم محمد عبد اللطیف صاحب شاہد گجراتی۔

مینپزا یامنگو (محبت الٰہی) احمدیہ مشن مشرقی افریقہ کا ماہوار آرگن جسے مولانا شیخ مبارک احمد صاحب انچارج مشن نے جنوری ۱۹۳۶ء میں جاری فرمایا۔

الھدیٰ:۔ (نیروبی) ۲۳ جولائی ۱۹۳۶ء کو ملک احمد حسین صاحب کے زیر انتظام شروع ہوا۔

ست بچن:۔ (گورمکھی) قادیان سے دسمبر ۱۹۳۵ء میں سہ ماہی رسالہ کی صورت میں سکھ مذہب کے سکالر گیانی عباداللہ کی ادارت میں جاری۔

فرقان (قادیان) تاریخ اجراء جنوری ۱۹۴۲ء رسالہ کے اولین مدیر مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری نائب چودھری خلیل احمد صاحب ناصر واقف زندگی۔

ست سندیش:۔(ہندی ماہنامہ) تقسیم ملک سے تھوڑا عرصہ قبل چوہدری عبد الواحد صاحب بی اے ودیارتھی کی زیر ادارت قادیان سے جاری کیا گیا۔

تعلیم القرآن المجید و تعلیم و تربیت (لاہور) جاری کردہ حکیم عبداللطیف صاحب شاہد گجراتی جنوری ۱۹۴۸ء

الاسلامیہ سورین (آفتاب اسلام) نگومبوسری لنکا۔ ۱۹۴۸ء سے تامل میں چھپنا شروع ہوا۔

الرحمت (لاہور) ۱۹۴۹ء میں لاہور سے مولانا شیخ روشن دین صاحب تنویر مدیر الفضل کی ادارت میں جاری کیا گیا۔

ٹرتھ (لندن) ۱۹۴۹ء میں چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ انچارج انگلستان مشن نے جاری کیا۔

مسلم ہیرلڈ:۔ (انگلستان) جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے اوائل ۱۹۴۹ء میں گلاسگو سے جاری کیا۔ آپ کے انڈیا گوا جانے کے بعد اس کا شاندار رنگ میں احیاء جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق سابق امام مسجد فضل لنڈن کے ذریعہ ہوا۔

دی ٹرتھ:۔ (لیگوس) ۱۹۵۲ء میں مولانا نسیم سیفی صاحب نے جاری فرمایا۔

المصلح (کراچی) اوائل ۱۹۵۰ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے جاری کیا۔

پروگریس اسلامک (ماریشس) فرانسیسی زبان کا رسالہ جسے محترمہ عائشہ ندیا سکھیا نے ۱۹۵۲ء میں جاری کیا۔

الفرقان (احمد نگر۔ ربوہ) بانی و مدیر مولانا ابوالعطاء صاحب تاریخ اجراء جنوری ۱۹۵۱ء

درویش :۔ قادیان ماہنامہ زیر انتظام بزم درویشان قادیان دارالامان تاریخ اجراء ستمبر ۱۹۵۱ء نگران صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب۔

سنار اسلام:۔ جکارتہ انڈونیشیا ۱۹۵۱ء میں جاری ہوا پہلے ایڈیٹر سید شاہ محمد صاحب انچارج احمدیہ مشن انڈونیشیا۔

التبلیغ : ربوہ۔ صیغہ نشرو اشاعت کا رسالہ جو مولانا شیخ عبد القادر صاحب (سابق سوداگر مل) کی زیر ادارت ۱۹۵۱ء کے آغاز میں چھپنا شروع ہوا۔

المنار:۔ (لاہور ۔ ربوہ) تعلیم الاسلام کالج کا میگزین ۱۹۵۲ء میں جاری ہوا۔ نگران (انگریزی حصہ) پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب مضطر نگران (اردو حصہ) صوفی بشارت الرحمٰن صاحب۔

خالد: ربوہ۔ خدام الاحمدیہ کا ماہنامہ۔ تاریخ اجراء اکتوبر ۱۹۵۲ء پہلے پرچہ پر ادارہ تحریر کی حیثیت سے مولانا غلام باری صاحب سیف مولانا خورشید احمد صاحب شاد اور مولوی محمد شفیع صاحب اشرف کا نام شائع ہوا۔

فاروق:۔ (ہفت روزہ لاہور) ۱۴ر مارچ

۱۹۵۳ء کو مولوی محمد شفیع صاحب اشرف کی ادارت میں (الفضل کے جبری التوا کے باعث) جاری کیا گیا مگر مارشل لاء کی وجہ سے صرف دو پرچے نکل سکے۔

احمدیت:۔ احمدیہ ٹارچ لائٹ (اینٹیگو اور برٹش گیانا) جناب شبیر احمد صاحب آرچرڈ نے ۱۹۵۳ء میں پہلے احمدیت کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا بعد ازاں ایک ماہنامہ "احمدیہ ٹارچ لائٹ" کے نام سے شائع کرنا شروع کیا۔

البشریٰ:۔ (انگریزی ۔ فری ٹاؤن سیرالیون) الحاج مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل سابق مجاہد اٹلی کی زیر ادارت جون ۱۹۵۴ء میں جاری ہوا۔

افریقن کریسنٹ (سیرالیون) مئی ۱۹۵۵ء میں زیر ادارت مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری جاری ہوا۔

سن رائز:۔ (کماسی ۔ گھانا) تاریخ اجراء جنوری ۱۹۵۵ء ایڈیٹر جناب مسعود احمد خان صاحب دہلوی پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی۔

پیس:۔ (جیسٹن ۔ برٹش نارتھ بورنیو) سہ ماہی رسالہ جو جنوری ۱۹۵۵ء سے مولانا محمد سعید صاحب انصاری کی زیر ادارت چھپنا شروع ہوا۔

اصحاب احمد (قادیان) مئی ۱۹۵۵ء میں مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مؤلف اصحاب احمد کی ادارت میں جاری ہوا۔

احمدیہ گزٹ:۔ (امریکہ) امریکن نو مسلم مسٹر عبد الشکور کی ادارت میں احمدیہ گزٹ کا آغاز ہوا۔ بعد میں اس کا ایک حصہ اردو میں النور کے نام سے شائع کیا جانے لگا۔

در اسلام (زیورک سوئٹزرلینڈ) اوائل ۱۹۵۶ء میں جاری ہوا۔ ۱۹۶۲ء سے اس کی اشاعت ہمبرگ سے شروع ہوئی جہاں اس کے پہلے مدیر چوہدری عبد اللطیف صاحب تھے

دوتیو (سری لنکا) "دی مسیح" سری لنکا کا سنہالی ایڈیشن جس کا آغاز جنوری ۱۹۵۷ء میں ہوا۔

ایسٹ افریقن ٹائمز (نیروبی) کینیا مئی ۱۹۵۷ء میں انگریزی ماہنامہ کی صورت میں جاری کیا گیا جو جلد ہی پندرہ روزہ اخبار کی شکل اختیار کر گیا اور اس کے پہلے ایڈیٹر مولوی نور الدین صاحب منیر مقرر ہوئے۔

ایکٹو اسلام: (سویڈن) ۱۹۵۹ء کے شروع میں جناب کمال یوسف صاحب انچارج سکنڈے نیون مشن کی زیر نگرانی جاری ہوا۔

الاسلام (ہیگ ہالینڈ) اوائل ۱۹۵۹ء میں انچارج مشن جناب حافظ قدرت اللہ صاحب نے جاری کیا۔

انصار اللہ (ربوہ) پہلا شمارہ یکم نومبر ۱۹۶۰ء کو شائع ہوا اس کے پہلے مدیر محترم جناب مسعود احمد خان صاحب دہلوی (سابق ایڈیٹر الفضل) تھے۔

احمدیہ گزٹ (زیورک) مکرم شیخ ناصر احمد صاحب انچارج مشن نے شروع ۱۹۶۱ء میں جاری کیا۔

الاسلام (عدن) اوائل ۱۹۶۱ء میں سید محمود عبد اللہ الشیوطی نے جاری کیا۔

گائیڈنس (گھانا) ۱۹۶۲ء میں مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم انچارج مشنری نے سالٹ پانڈ سے جاری کیا۔

النصرت (ربوہ) جامعہ نصرت کا میگزین جو جنوری ۱۹۶۳ء میں سہ ماہی رسالہ کی صورت میں چھپنا شروع ہوا۔

احمدیہ بلیٹین (لنڈن) ۱۹۶۴ء میں جاری ہوا۔

مجلۃ الجامعہ (ربوہ) تاریخ اجراء جنوری ۱۹۶۴ء مدیر محترم حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ و مفتی سلسلہ احمدیہ۔

تحریک جدید (ربوہ) اگست ۱۹۶۵ء میں مولانا نور محمد نسیم سیفی صاحب کی زیر ادارت تحریک جدید کی طرف سے جاری ہوا۔

دورِ خلافتِ ثالثہ

البشریٰ (کلکتہ) ۱۹۷۱ء میں جناب محمد مشرق علی ملا صاحب کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا۔

عائشہ:۔ (امریکہ) ۱۹۷۱ء میں لجنہ اماء اللہ امریکہ کی طرف سے جاری ہوا۔

النور:۔ (جرمنی) ۱۹۷۲ء میں مربی انچارج کی ادارت میں جاری کیا گیا۔

المصلح (کراچی) اگست ۱۹۷۳ء میں مربی کراچی مکرم سلطان محمود انور صاحب کی کوشش و نگرانی میں دوبارہ جاری ہوا۔

سوار لجنہ اماء اللہ (انڈونیشیا) لجنہ اماء اللہ انڈونیشیا کا ترجمان جو ۱۹۷۳ء میں محترمہ نور النساء کی ادارت میں جاری کیا گیا اب اس کا نام اذاران لجنہ اماء اللہ ہے۔

طارق (امریکہ) مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا ترجمان۔ ۱۹۷۵ء میں جاری ہوا۔

اخبار احمدیہ (سویڈن) ۱۹۷۶ء میں جناب کمال یوسف صاحب مربی انچارج سویڈن و ناروے کی زیر نگرانی جاری ہوا۔

البصیرت (بریڈفورڈ انگلستان) ۱۹۷۶ء میں جاری ہوا۔ اسی سال جناب رفیع احمد میر صاحب بریڈفورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔ ملک عبد الباری صاحب رسالہ کے بانی ارکان میں سے ہیں۔

اسلام (گیمبیا) مئی ۱۹۷۹ء میں بانجل سے شائع ہونا شروع ہوا۔

احمدیہ گزٹ (کینیڈا) ۱۹۸۰ء میں ٹورنٹو سے جاری کیا گیا۔ اس کے آغاز میں جناب خلیل احمد صاحب (ابن حضرت مولوی عطا محمد

صاحب) کو بھی اس کی قلمی خدمت کا موقع ملا جون ۱۹۸۱ء تک کرنل محمد سعید صاحب اس کے مدیر رہے۔ اب مدیر اعلیٰ جناب حسن محمد خان صاحب عارف ہیں۔ جناب سید ہدایت اللہ ہادی صاحب عبدالحمید صاحب اور عبدالرحمٰن صاحب مدیر کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ زیر نگرانی مولانا نسیم مہدی صاحب امیر و مشنری انچارج کینیڈا۔

النساء (کینیڈا) ۱۹۸۰ء میں جاری ہوا پہلی مدیرہ محترمہ امۃ الصبور صاحبہ۔

مشکوٰۃ (قادیان) مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا ترجمان۔ رسالہ کا پہلا نمونہ کا پرچہ اکتوبر ۱۹۸۱ء میں فاتح کے نام سے شائع ہوا۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس کا نام مشکوٰۃ تجویز فرمایا۔ بفضلہ تعالیٰ اب ماہانہ ہو چکا ہے مکرم زین الدین حامد اسکے ایڈیٹر ہیں۔

دور خلافت رابعہ

النصر (لندن) ہفت روزہ جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ہجرت انگلستان ۲۹۔۳۰ اپریل ۱۹۸۴ء کے اگلے سال ۸ فروری ۱۹۸۵ء کو مبلغ انگلستان جناب نسیم احمد صاحب باجوہ کے زیر ادارت جاری ہوا۔

میڈیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ انڈونیشیا کا ترجمان ۱۹۸۶ء میں اس کا اجراء ہوا۔

احمدیہ بلیٹن (انڈونیشیا) اس کی باقاعدہ اشاعت کا آغاز ۱۹۸۶ء میں ہوا۔

التقویٰ (اسلام آباد۔ لنڈن) مشہور عربی مجلّہ جو مئی ۱۹۸۰ء سے جاری ہے۔

احمدیہ گزٹ (گلاسگو۔ سکاٹ لینڈ) ماہنامہ اردو انگریزی تاریخ اجراء ۱۹۸۷ء

بیت النور: (ہنسلو۔ انگلستان) ۱۹۸۸ء میں جاری کیا گیا۔

النصرت (لندن) سہ ماہی رسالہ ترجمان لجنہ اماء اللہ یوکے۔

طارق (لنڈن) خدام الاحمدیہ انگلستان کا ترجمان زیر ادارت [illegible]لید احمد صاحب۔ اردو حصہ کے نگران جناب محمود احمد صاحب ملک ہیں۔

الناصر (جرمنی سہ ماہی رسالہ) پہلا پرچہ اپریل مئی جون ۱۹۹۳ء کو شائع ہوا مدیر محمد احمد صاحب انور حیدر آبادی ترجمان انصار اللہ جرمنی۔

الفضل انٹرنیشنل (لنڈن) جماعت احمدیہ عالمگیر کا ہفت روزہ بین الاقوامی ترجمان جس کا نمونہ کا پرچہ ۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو لندن سے مکرم رشید احمد صاحب چوہدری کی زیر ادارت منظر عام پر آیا۔ بعد ازاں مولانا نصیر احمد صاحب قمر اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ جو اب تک نہایت عمدگی کے ساتھ یہ اہم فریضہ بجا لا رہے ہیں۔

راہ ایمان (ہندی) ماہنامہ۔1999 سے قادیان سے جاری کیا گیا۔

یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے اُن اخبارات و رسائل کی جو بیسویں صدی میں جماعت احمدیہ کی طرف سے منصۂ شہود پر آئے۔

احمدیہ صحافت کا شاندار مستقبل

اگرچہ آج غیر اسلامی پریس دنیا پر چھایا ہوا ہے اور دنیا بھر کی اقوام اس کے طوفان کی لپیٹ میں آچکی ہیں مگر اگلی صدی احمدیہ صحافت کی صدی ہے کیونکہ اس صدی میں دنیا بھر میں دین حق کا عالمی غلبہ آسمان پر مقدر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے "سلطان القلم" کے اعزاز کے ساتھ آئے تھے انہوں نے انیسویں صدی کے آخری سال یہ پیشگوئی فرمائی۔

وَاَوحیٰ اِلَیَّ رَبِّی وَوَعَدَنِی اَنَّہٗ سَیَنْصُرُنِی حَتّٰی یَبْلُغَ اَمْرِی مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا تَتَمَوَّجُ بُحُوْرُ الْحَقِّ حَتّٰی یُعْجِبَ النَّاسَ حُبَابُ غَوَارِبِھَا۔

(لجۃ النور" صفحہ ۷۲ طبع اوّل فروری ۱۹۱۰ء

مطبع ضیاء الاسلام قادیان)

یعنی میرے رب نے میری طرف وحی بھیجی اور وعدہ فرمایا کہ وہ مجھے مدد دے گا یہاں تک کہ میرا کلام مشرق و مغرب میں پہنچ جائے گا اور راستی کے دریا موج میں آجائیں گے یہاں تک کہ اُس کی موجوں کے حباب لوگوں کو تعجب میں ڈال دیں گے۔)

نوٹ:۔ مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو مضمون جماعت احمدیہ کے اخبارات و رسائل مرتبہ مکرم مولانا سلطان احمد صاحب فاضل پیر کوٹی مرحوم مطبوعہ رسالہ خالد ربوہ جولائی تا ستمبر ۱۹۹۵ء زیر نظر مقالہ کی تدوین میں خاکسار نے اس مضمون سے بہت استفادہ کیا ہے۔ تاہم یہ فہرست ابھی نامتمام ہے۔

عیسوی ملینئم پر خاص

مسیح موعودؑ اور کسرِ صلیب

مکرم مولوی محمد عمر صاحب مبلغ انچارج کیرلہ

دوہزارویں سال کے شروع سے بیسویں صدی کو الوداع کہنے اور اکیسویں صدی کے استقبال کیلئے عیسائی دنیا نے خاص طور پر سارے عالم میں خوشی اور مسرتوں کا جشن منایا ہے۔ اس لئے انہوں نے اربوں ڈالر آتش بازی شراب نوشی قمار بازی اور رقص و سرور کی محفلوں میں اُڑائے۔ صرف Central London میں دریائے Themes کے آس پاس تقریباً دس لاکھ پاؤنڈ کی آتش بازی چھوڑی گئی۔ ایک اندازے کے مطابق اُس رات تیس لاکھ شیمپین کی بوتلیں پی گئیں۔ اور تین کروڑ Pints بیئر استعمال کی گئی۔ صبح کے وقت ویسٹ منسٹر کونسل لندن نے ۲۲ ٹن شراب کی خالی بوتلیں جو لوگوں نے پی کر سڑکوں اور پارکوں میں پھینک دی تھیں اُٹھائیں۔ اس کے علاوہ شہر سے ایک سو پچاس ٹن کوڑا اُٹھایا گیا۔ (الفضل انٹر نیشنل)

اس کے بالمقابل عالمگیر جماعت احمدیہ تشکر الٰہی سے لبریز قلوب کے ساتھ آستانہ الوہیت پر سر رکھ کر خداتعالیٰ کا شکر بجالاتی رہی کہ خداتعالیٰ نے انہیں مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت ساری پیشگوئیاں پوری ہوتے ہوئے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

یہ دوہزارواں سال عیسائی دنیا کیلئے خوشی کا جشن منانے کا نہیں تھا بلکہ ماتم کرنے کا سال ہے۔ اس لئے کہ پچھلی صدی میں عیسائی دنیا یہ خواب دیکھ رہی تھی کہ وہ ساری دنیا کو خاص کر اسلامی دنیا کو عیسائیت کی آغوش میں لے آئے گی۔ پچھلی صدی کی ابتداء میں پادریوں کو اپنے مقصد کی تکمیل اور کامیابی پر اتنا پختہ یقین پیدا ہوگیا تھا کہ وہ یہاں تک دعویٰ کر بیٹھے تھے کہ قاہرہ دمشق اور طہران کا شہر خداوند یسوع کے خدام سے یعنی عیسائیوں اور اُن کے پادریوں سے بھرے بھرے نظر آئینگے۔ ان اسلامی ممالک میں ایک مسلمان بھی نظر نہیں آئے گا۔ حتی کہ کعبۃ اللہ میں صلیب نصب کی جائے گی۔ عیسائی مشن اپنی کامیابیوں کو دیکھ کر یہاں تک دعویٰ کر بیٹھا تھا کہ

All the progress which the 19th century has achieved appears to many christians but a faint prophecy of the Christian victories which await the 20th century. (Barrows Lectures P.23)

یعنی وہ تمام ترقیات جو عیسائیت کو انیسویں صدی میں حاصل ہوئیں وہ بہت سے عیسائیوں کے نزدیک اُن فتوحات کی ایک خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنے والی ہے۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں اور عیسائیت کا جو نقشہ عیسائیوں نے خود کھینچا ہے وہ اِس طرح کا ہے جیسا کہ پادری عمادالدین نے لکھا:-

عیسوی مذہب کیلئے اگرچہ ایک صورت تو ہے۔ مگر اس میں جان ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک مردہ دین ہے۔ یا ایک پتلا ہے جو آدمی نے بڑی کاریگری سے بنایا۔ مگر اس میں جان نہ ڈال سکا۔ (تعلیم محمدی صفحہ ۴۵ مطبوعہ ۱۸۸۰)

گویا کہ ایک طرف مسلمان اور اسلامی دنیا کی یہ حالت تھی کہ وہ بے جان جسم بن کر رہ گیا تھا تو دوسری طرف پادریوں کو اپنی جاہ و جلال دنیاوی اقتدار اور حکومت برطانیہ کی مدد اور نصرت کے بل بوتے اپنی کامیابیوں پر پورا یقین اور اعتماد تھا۔

اس حالت کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس طرح کھینچا ہے کہ

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

لیکن وہ خدا جس نے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کہہ کر مذہب اسلام کو ساری دنیا کیلئے اپنا مذہب قرار دے کر لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا وعدہ فرمایا تھا کیا اُسے ہمیشہ کیلئے تباہ و برباد ہونے دیگا؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

چنانچہ خداتعالیٰ نے آج سے ۱۴۰۰ سال قبل حضرت مخبر صادق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی ہولناک زمانہ کا نقشہ کھینچنے کے بعد یہ بشارت دی تھی کہ وہ ساری دنیا میں اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ بخشے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْحَرْبَ۔

یعنی مجھے اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ضرور مسیح نازل ہونگے۔ جو حکم و عدل بن کر آئینگے۔ اور صلیب کو توڑینگے۔ اور خنزیر کو قتل کرینگے اور جنگ و جدال کو موقوف کرینگے۔ (بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسٰی ابن مریم)

اِس حدیث میں واضح رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم کام کسر صلیب بیان فرمایا ہے۔ کسر صلیب سے مراد جیسا کہ نام نہاد علماء اور ان کے چیلوں کا یہ گمان ہے کہ مسیح موعود آکر

ظاہری طور پر تمام دنیا میں صلیب کو توڑتے پھرینگے غلط ہے۔ صحیح بخاری کی شرح لکھنے والے علامہ بدرالدین فرماتے ہیں:

المراد بکسر الصلیب اظہارُ کذبِ النصاریٰ۔ یعنی کسر صلیب سے مراد نصرانیت کے کذب کا ثابت کرنا ہے۔(جلد نمبر ۵ صفحہ ۵۸۴)

اسی طرح شیعوں کی مشہور کتاب بحار الانوار میں تحریر ہے۔

یَکسِرُ الصَّلِیبَ یُرِیدُ ابطَال النَّصرانیۃِ بِشَرعِ الاسلام یعنی مسیح موعود کا صلیب توڑنے سے مراد عیسائی عقائد کا بطلان ثابت کرنا اور اسلامی شریعت کو مستحکم بنانا ہے۔ (جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۸)

اِس کاسر صلیب کے ظہور کے متعلق سامری یہودیوں کے لٹریچرز میں لکھا ہے کہ وہ آدم کے چھٹے ہزار گزرنے پر ہوگا۔ (ملاحظہ ہو Encyclopedia Britannica 1969۔

اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا ظہور صلیبی مذہب کے غلبہ کے وقت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح موعود کا عظیم کام کسر صلیب یعنی صلیبی مذہب کا بطلان قرار دیا ہے۔ چنانچہ جب پیشگوئی کے مطابق صلیب کے غلبہ کا وقت آگیا تو خدا تعالیٰ نے عین موقعہ پر اس کاسر صلیب و مبطل عیسائیت کو مبعوث فرمایا۔

اب آیئے! اور دیکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائی عقائد کا کس طرح بطلان ثابت فرما کر عیسائیت کی عمارت پر زلزلہ پیدا فرمایا۔

عیسائیت کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت آدم اور حوا نے جنت کا ممنوعہ پھل کھا کر گناہ کیا تھا۔ اور یہ گناہ نسل انسانی میں سرایت کر گیا۔ اس وجہ سے ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اپنے ناکردہ گناہ کی صلیب گلے میں ڈال کر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اب خدا کے عدل کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ہر گناہ گار کو سزا دے۔ لیکن اُس کا رحم یہ تقاضہ کر رہا ہے کہ اُسے سزا نہ دی جائے اور لعنتی بننے سے بچائے۔ اِس طرح خدا تعالیٰ کا وجود ان دو متضاد تقاضوں یعنی عدل اور رحم کے درمیان ایک عرصہ دراز تک کشمکش میں رہا۔ بالآخر اُسے یہ انوکھی ترکیب سوجھی کہ اپنے بے گناہ اور اکلوتے بیٹے یسوع کو دنیا میں بھیجا جائے اور تمام آدم زادوں کے گناہوں کو اُس بے چارے معصوم کے سر تھوپ کر ان سب کی طرف سے لعنت کا طوق یسوع کے گلے میں ڈال دیا جائے اور اِس لعنت کا طوق لے کر صلیب کے ذریعہ لعنتی موت سے مار ڈالا جائے۔ چنانچہ خدا نے اِس ترکیب کو عملی جامہ پہنایا۔

اس بارے میں پولوس کہتا ہے:-

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔
(گلیتیوں ۱۳:۳)

عیسائیوں کے نزدیک خدا نے یہ تمام پاپڑ بیل اسلئے کیا تھا کہ اپنے عدل وانصاف کو دنیا میں قائم کرے۔ اور اسی طرح جو انسان ناکردہ گناہوں کا طوق لے کر پیدا ہوتا ہے اُسے گناہ سے چھٹکارہ دیا جائے۔

لیکن عیسائیوں کا خدا بھی ایک عجیب خدا ہے کہ گنہگاروں کو چھوڑ کر بے گناہ یسوع مسیح کو صلیبی موت کی لعنت سے دوچار کیا جائے۔ کیا یہی خدا کا عدل وانصاف اور رحم کا تقاضہ ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

اب اے مسلمانو سنو! اور غور سے سنو۔ کہ اسلام کی پاک تاثیروں کو روکنے کیلئے جس قدر پیچیدہ افتراء اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے اور اُن کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ نہایت شرم[illegible] ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ ر[illegible]ہتر ہے اس راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کرسچن قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کاروائیاں ہیں کہ جب تک ان کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پُر زور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس سحر کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے۔

سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کیلئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے۔ تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحر فرنگ نے تیار کیا ہے۔

سو اے مسلمانو! اِس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔ کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل یہ معجزہ بھی دنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ ایک ایسی حقانی چمکار دکھاوے جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو۔ (فتح اسلام صفحہ ۶-۵)

یہیں سے عیسائیت کا قلعہ جوریت پر بنایا ہوا ہے متزلزل نظر آتا ہے۔

موجودہ عیسائیت کا دوسرا بنیادی عقیدہ حضرت یسوع مسیح کی صلیبی موت اور دوبارہ جی اُٹھنے پر موقوف ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو صلیبی موت کے بعد اُن کے دوبارہ جی اُٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس صورت میں موجودہ عیسائیت ہی کالعدم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ پولوس رسول نے خود کہا ہے:

"اگر مسیح جی نہیں اُٹھا تو ساری منادی بھی بے فائدہ اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔ (کرنتھیوں نمبر ۱-۱۵:۱۴)"

اسی طرح عیسائیت کے ایک مشہور امریکن مناد ڈاکٹر ایس ایم زویمر لکھتے ہیں:

If our belief in the death of Christ on the cross is wrong, then the whole of christianity is a false.

یعنی اگر یسوع مسیح کی صلیبی موت کا ہمارا عقیدہ غلط ثابت ہو جائے تو ساری عیسائیت باطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

عیسائی عقیدہ کے مطابق اگر یسوع مسیح کی آمد کی غرض دنیا کو اُس موروثی گناہ سے نجات دلانے کیلئے صلیبی موت ہونا ہی تھا تو آپ کو اپنے مشن کی تکمیل کیلئے اور اپنی آمد کی غرض پوری کرنے کیلئے خود بخود بخوشی صلیب پر چڑھ کر جان دینا چاہئے تھا۔ لیکن اس کے بالمقابل کیا ہوا؟ آپ واقعہ صلیب کے بارے میں بہت خوفزدہ نظر آرہے تھے۔ اور نہایت گھبراہٹ اور عاجزی سے موت کے اِس پیالے کے ٹل جانے کیلئے رو رو کر دُعائیں کرتے اور اپنے شاگردوں سے کرواتے رہے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

"مسیح گھٹنہ کے بل ٹیک کر یوں دُعا مانگنے لگا کہ اے باپ! اگر تو چاہے تو (موت کا) یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے.... اُس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ (لوقا ۲۲:۴۸)

اسی طرح لکھا ہے:

"یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتانی۔ یعنی میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ (متی ۲۷:۴۶) گویا کہ حضرت مسیح صلیب پر جان دینا نہیں چاہتے تھے۔ اور اس دردناک لعنتی موت سے بچنے کیلئے اضطراب کے ساتھ دُعائیں مانگتے تھے۔

اب عیسائی حضرات ہی اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں کہ ایک طرف اُن کا عقیدہ ہے کہ حضرت یسوع کا مشن صلیب پر جان دے کر دنیا کو گناہوں سے پاک کرنا تھا اور دوسری طرف حضرت مسیح صلیب پر مرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور دن رات پریشانی اور گھبراہٹ میں دُعا کرتے ہوئے گزار رہے تھے۔ یہ تضاد کیوں؟ کیا حضرت مسیح اپنی آمد کی غرض سے کوتاہی کر رہے تھے؟

ایک اور بات جو اِس ضمن میں قابل غور ہے یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح کی مذکورہ دُعائیں قبول ہوئی تھیں یا نہیں؟ اگر قبول ہوئی تھیں اور یقیناً قبول ہوئی تھیں تو آپ صلیب پر نہیں مر سکتے تھے۔ اگر آپ کی دُعائیں قبول نہیں ہوئیں تو آپ کی صداقت اور راست بازی پر حرف آتا اور آپ گنہگار ثابت ہوتے۔ کیونکہ انجیل کہتی ہے:

"خدا گنہگاروں کی نہیں سنتا۔ لیکن اگر کوئی خدا پرست ہو اور اس کی مرضی پر چلے تو وہ اُس کی سنتا ہے۔ (یوحنا ۹:۳۱)

یہی نہیں بلکہ یسوع مسیح تو اپنے شاگردوں کو بھی نصیحت فرماتے ہیں کہ:

"اگر وہ یقین اور ایمان کے ساتھ خدا سے دُعائیں کرینگے تو وہ ضرور ان کی سنے گا۔ اور اُن کی تمام مرادیں پوری کریگا۔ (چنانچہ متی ۲۲،۲۱:۱۲)

مرقس (۱۱:۲۴) اور لوقا (۱۷:۶) میں اِس قسم کی نصیحتیں درج ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح کی صلیبی موت سے بچنے کی دُعائیں خدا تعالیٰ نے قبول فرمائی تھیں یا نہیں؟ اگر قبول نہیں ہوئی تھیں اور مسیح صلیب پر مر گئے تھے تو حضرت مسیح کا راست باز ہونا محال ہو جاتا ہے۔ اور یہود کو سچا ٹھہرانا پڑتا ہے اور اگر یہ دُعائیں قبول ہوئی تھیں تو پھر عیسائیوں کا عقیدہ کہ حضرت مسیح صلیب پر مر کر ملعون قرار پائے اور اِس طرح عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگئے سراسر جھوٹی کہانی بن کر رہ جاتی جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

انجیل کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت مسیح کی دُعائیں ضرور قبول فرمائی تھیں اور اس طرح آپ کو صلیب کی دردناک اور لعنتی موت سے نجات عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ انجیل کہتی ہے:

اُس نے (حضرت مسیح نے) اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اُس سے دُعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب اُس کی سُنی گئی (عبرانیوں ۵:۷)

اس طرح لکھا ہے:-

یسوع نے آنکھیں اُٹھا کر کہا اے باپ! میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سُن لی۔ اور مجھے تو معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے۔ (یوحنا ۱۱:۴۱)

گویا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کی دُعائیں سُن لیں۔ اور اُنہیں قبولیت کا شرف بخشا اور اُنہیں صلیبی موت سے نجات عطا فرمائی۔ اس طرح عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کا بطلان ثابت ہوا۔

حضرت یسوع مسیح کا جو صلیبی واقعہ ہوا اس سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ آپ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ اس کی مختصر تفصیل ذیل میں درج ہے۔

یہودیوں نے مسیح کو جب پکڑ کر پلاطوس نامی حاکم کے سامنے پیش کیا جو در حقیقت دل سے یسوع مسیح کا معتقد اور خیر خواہ تھا اُس نے مسیح کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی یعنی جس دن مسیح کو صلیب دیا جانا مقرر کیا گیا تھا اُس کے دوسرے دن یہودیوں کا ایک خاص تہوار تھا اور یہ دن غروب آفتاب سے شروع ہوتا تھا۔ اُس وقت کوئی بھی صلیب پر لٹکایا نہیں جا سکتا تھا۔

جب یہودی مسیح کو لیکر مقام صلیب پر پہنچے تو اُس وقت چھٹا گھنٹہ شروع ہو چکا تھا۔ یعنی شام کے تین چار بجے کا وقت تھا۔ یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق اُس خصوصی سبت کے دن اگر کوئی صلیب پر لٹکایا گیا تو خدا کا غضب نازل ہو جاتا۔ اِدھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُس وقت یکدم ایسی زور کی آندھی چلی کہ جس سے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا (مرقس ۱۵:۳۳) یہ دیکھ کر یہودی اور گھبرا گئے۔ اور انہوں نے پلاطوس سے درخواست کی کہ اُن کو اُتار لیا جائے۔ (یوحنا ۱۹:۳۱)

اِس طرح مسیح کے صلیب پر لٹکے رہنے کا کُل وقت تین ساڑھے تین گھنٹے بنتا ہے۔ اُس مختصر وقفہ میں کوئی بھی صلیب پر نہیں مر سکتا۔

حضرت مسیح کو صلیب سے اُتارے جانے کے بعد آپ کا جسم آپ کے دوستوں کے سپرد کیا گیا تھا۔ دُشمنوں کے نہیں (یوحنا ۱۹:۲۸)

یہ بھی ایک طریقہ ہوتا تھا کہ جو صلیب پر سے اُتارا جاتا ہے اُس کے پاؤں کی ہڈیاں توڑی جاتی تھیں مگر پہرے داروں نے جو آپ کے خفیہ مریدوں میں سے تھے آپ کے پاؤں کی ہڈیاں نہیں توڑیں۔ جب مسیح کو صلیب سے اُتارا گیا تو ایک سپاہی نے آپ کے پہلو میں آہستہ سے نیزہ مار کر دیکھا تو اُس میں سے بہتا ہوا خون نکل آیا۔ (یوحنا ۱۹:۳۴)

یہ بات آپ کی زندگی کی علامت تھی۔ یعنی آپ کو صلیب پر سے اُتارا گیا تو آپ کے جسم میں خون دوڑ تا تھا۔ آپ کو صلیب پر سے اُتارے جانے کے بعد آپ کے شاگرد و معتقد یوسف آرمیتیا نے ایک قبر نما کمرہ میں لے جا کر رکھ دیا۔ وہ قبر ایک کھلی کوٹھری تھی جو زمین کے اندر کھودی ہوئی تھی۔ (متی ۱:۳۳)

بفضلہ تعالیٰ خاکسار کو اپنے قیام فلسطین کے دوران اِس قبر نما کمرے کو دیکھنے کی توفیق ملی تھی۔ ایک باریک اور تیرو تار رستے سے نیچے تہ خانہ میں جانا ہوتا ہے۔ اُس تہ خانہ کے اندر وسیع کمرہ تھا جہاں آپ کا علاج تین دن رات ہوتا رہا تھا۔ اس کے بعد آپ بھیس بدل کر باہر نکلے۔ جب آپ اپنے حواریوں کے پاس آئے تو اُنہیں یقین نہیں آیا کہ واقعی وہ اُن کے یسوع مسیح ہیں۔ اس پر آپ نے کہا کہ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ تو انہوں نے مچھلی کا ایک ٹکڑا اور کچھ شہد کھانے کو دیا۔ آپ نے اُن کے سامنے کھایا نیز آپ نے اپنے شاگردوں کو اپنے زخم دکھائے جو صلیب دیئے جاتے وقت آپ کے ہاتھوں اور پیروں میں لگ گئے تھے۔ اس طرح آپ نے اُنہیں یقین دلایا کہ آپ مسیح ہی ہیں اور کوئی روح وغیرہ نہیں۔ (یوحنا ۲۹-۲۰:۲۴)

ان تمام واقعاتِ مسلسل سے عیاں ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام صلیب پر سے زندہ اُتارے گئے تھے۔ اور آپ نے صلیب پر جان نہیں دی تھی۔

آج ہمیں جو تحقیقات اور جدید انکشافات نظر آرہی ہیں وہ سب کی سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم مہم کسر صلیب کی کڑیاں ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"پس ضرور تھا کہ آسمان اُن اُمور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کرینگے۔ کیونکہ خدا کا مسیح آگیا... اب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائے گا اور ہر ایک رشید کو عقل دی جائے گی۔ کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔ مبارک وہ جو اِس روشنی سے حصہ لے۔ (مسیح ہندوستان میں)

حضرت یسوع مسیح کو صلیب پر سے اُتارے جاتے وقت اُن کے اوپر جو چادر لپیٹی ہوئی تھی وہ اٹلی کے شہر ٹورن (Turin) میں اب بھی موجود ہے۔ صلیب سے اُتارے جانے کے بعد جسم پر خون کے مختلف دھبے اور جسم پر لگائی گئی مرہم کے نشانات اس چادر پر چسپاں ہیں۔ موجودہ زمانہ کی نہایت طاقتور اور ترقی یافتہ فوٹو گرافری کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر ثابت کی گئی ہے کہ مسیح کو جب صلیب پر سے اُتارا گیا تو آپ اُس وقت زندہ تھے۔

بمبئی سے شائع ہونے والے Times of India کی ۲۲/ مارچ ۷۷ء کی اشاعت میں اس سلسلہ میں ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا تھا جس میں اِس چادر کے بارے میں تفصیلی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مغربی جرمنی کے مصنف Kurt Burna یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کفن پر خون کے دھبے اس بات کے ثبوت ہیں کہ مسیح کو جب صلیب سے اُتارا گیا تھا تو اُس وقت آپ زندہ تھے۔ برنا کہتے ہیں کہ اس کے یہ انکشافات یہودیوں کو اس الزام سے بری کرتے ہیں کہ انہوں نے مسیح کو صلیب پر مار دیا تھا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف "مسیح ہندوستان میں" میں نہایت واضح اور ناقابل تردید تاریخی شواہد کے ذریعہ یہ ثابت فرمایا کہ حضرت مسیح صلیبی واقعہ کے بعد مشرقی علاقہ کی طرف ھجرت کر گئے اور فارس اور افغانستان تبت وغیرہ ہوتے ہوئے کشمیر تشریف لے گئے جو ربوہ۔ ذات قرار اور معین تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید نے خبر دی تھی کہ و آوینهما الى ربوة ذات قرار و معين (۲۳:۵۱)

اور ایک فرمان نبویؐ کے مطابق آپ وہاں ایک سو بیس سال کی عمر پا کر وفات پاگئے اور آپ کی قبر کشمیر کے سری نگر میں محلہ خانیار میں موجود ہے۔

پنڈت جواہر لعل نہرو اپنی مشہور کتاب Glimpses of world History کے پہلے حصہ میں لکھتے ہیں:

All over central Asia in Kashmir and Ladaak and Tibet and even further north there is still a strong belief that Jesus or Isa travelled about there. Some believe that he visited India also...... But there is nothing inherently improbable in his having so.

یعنی پورے وسط ایشیا- کشمیر- لداخ اور تبت میں بلکہ اس سے بھی پرے شمالی علاقوں میں آج بھی لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یسوع یا عیسیٰ سفر کرتے ہوئے ان علاقوں میں بھی آئے تھے اور بعضوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ہندوستان بھی تشریف لائے تھے.... آپ کے ان علاقوں میں آنے کو بعید از قیاس یا غیر اغلب قرار نہیں جا دیا سکتا۔ (صفحہ ۱۳۰)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس انکشاف کے بعد مختلف مؤرخوں اور محققوں نے جدید تحقیقات کے ذریعہ اِس حقیقت کو واضح کر کے دنیا کے سامنے رکھا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ صلیب پر سے زندہ اُتارے گئے تھے۔

اِس طرح بقول پولوس رسول کے اگر یسوع مسیح کا صلیب پر سے زندہ اُتارا جانا ثابت ہو جائے ساری عیسائیت باطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے عہد مبارک میں ایک امریکی فلم ٹیم نے The Quest of Jesus (یسوع مسیح کی تلاش میں نامی فلم کی تیاری کے سلسلہ میں ہندوستان اور پاکستان میں دورہ کیا تھا۔ اور یہ ٹیم ربوہ میں بھی گئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے بھی اُنہیں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ حضور اقدسؒ نے حضرت مسیح کی صلیبی موت سے نجات کے بارے میں اس ٹیم سے تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد اُن سے دریافت فرمایا کہ اگر آپ کو یہ بات واضح ہو جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ طبعی موت مرے تھے اور آپ کی قبر کشمیر میں موجود ہے تو کیا آپ اِس حقیقت سے دنیا کو روشناس کرینگے؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اِس فلم کی تیاری میں جو بھاری رقم خرچ ہوئی ہے برباد کرنا نہیں چاہتے ہیں۔

غرضیکہ یہ کسر صلیب کے ظہور کا زمانہ ہے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ جبکہ عیسائی پادری بڑے فخر سے یہ کہا کرتے تھے کہ

A faint prophecy of the Christian activies which await the 20th Century.

یعنی بیسویں صدی میں ساری دنیا میں عیسائیت کا عظیم الشان غلبہ ہوگا۔ لیکن آج وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ

Christianity is going down the hell very fast.

کہ چرچ کیلئے اِس حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ عیسائیت بڑی تیزی سے تنزل کی طرف جا رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کہ یاد رکھو جھوٹی خدائی یسوع کی جلد ختم ہونے والی ہے۔

نہایت شاندار رنگ میں پوری ہوئی ہے۔

مسٹر ایڈوین لوئیز (Mr. Edvin Luis) جو امریکہ میں ایک مذہبی ادارے کے پروفیسر ہیں لکھتے ہیں:

"بیسویں صدی کے لوگ مسیح کو خدا ماننے کیلئے تیار نہیں حتی کہ عیسائی حلقوں میں یہ خوف پیدا ہو گیا ہے کہ اگر فوری طور پر عیسائیت کو اس کے مروجہ غلط عقائد سے پاک نہ کیا گیا تو عیسائیت ختم ہو کر رہ جائے گی۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

Now in the tune to renew while there are still people in the church to renew with (Christian Century Bishop Trice)

یعنی اب جبکہ لوگ عیسائیت میں موجود ہیں اس وقت عیسائیت کی اصلاح کر لینی چاہئے۔ یعنی ان غلط عقائد کی وجہ سے لوگ عیسائیت کو چھوڑ دینگے تو اس کے بعد اس کی اصلاح کے کوئی معنی نہیں۔

ایک اور کتاب Man and his destiny in great religions میں اس کے مصنف ساموئیل جارج فریڈ لکھتے ہیں:

I believe we have in herited a form of Christianity which one may well question us to whether it was original and whether it has developed on the right liness.

یعنی مَیں سمجھتا ہوں کہ ہمیں عیسائیت کی ایسی شکل ورثہ میں ملی ہے کہ جس کے متعلق بجا طور پر سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا یہ اصل عیسائیت ہے بھی یا نہیں۔ یا اس نے صحیح خطوط پر نشو و نما پائی ہے۔

حال ہی میں شائع شدہ ایک خبر کے مطابق ساٹ کروڑ عیسائیوں کے روحانی راہنما Cautonbery Arch Bishop نے اِس بات کا اظہار کیا ہے کہ ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یسوع مسیح آسمان کی طرف اُٹھائے گئے تھے۔

۱۹۸۹ء مارچ ۱۱ر تاریخ کو امریکہ کے Sanfransisco شہر میں ایک صد عیسائی علماء اور محققین تاریخ نے ایک سیمنار منعقد کیا ہے اور اس میں مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس کیا ہے کہ

Jesus Christ never promised to return and Usha in a new age as the leader of Gods kingdom.

یعنی یسوع مسیح نے کبھی بھی یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ وہ بنفسہ دوبارہ اِس دنیا میں آکر خدائی بادشاہت کی قیادت کرینگے۔

خدارا غور فرمائیں کہ کہاں تو یہ حالت تھی کہ عیسائیت مکہ مکرمہ میں گھس کر صلیب کی چمکار پیدا کرنے اور خاص کعبۃ اللہ میں صلیب نصب کرنے کی خواب دیکھ رہی تھی کجا یہ حال کہ خود صلیب کی چمکار اُن کے اپنے گھروں سے اور گرجاؤں سے رخصت ہو رہی ہے۔

آج صلیب کے ٹکڑے خود ابنائے صلیب کر رہے ہیں۔ آج عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا ہے۔

جی ہاں۔ اکیسویں صدی عیسائیت کیلئے ماتم کی صدی ہے نہ کہ اُن کیلئے خوشیاں اور جشن منانے کی صدی!!

حضرت مسیح موعودؑ نے سچ فرمایا تھا۔

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمہ توحید پر از جاں نثار

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جماعت احمدیہ مناظرہ و مباہلہ کے میدان میں

از مکرم مولوی محمد حمید کوثر صاحب استاذ مدرسہ احمدیہ قادیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیھم السلام کی تاریخ کی طرف جو مفصل اور مجمل اشارے فرمائے ہیں اُس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر نبی و رسول نے اپنی قوم کو بڑی نرمی و محبت سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ اور ساری عمر مظلومیت کی حالت میں الٰہی پیغام کو سمجھانے اور پہنچانے میں صرف کر دی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیھم السلام کو فرعون جیسے جابر و ظالم حکمران کی طرف جانے کا حکم دیا تو فرمایا: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰہ ۔ ۴۴) اور تم دونوں فرعون سے نرم کلام کرو شاید کہ وہ سمجھ جائے یا ہم سے ڈرنے لگے۔

انیسویں صدی عیسوی کے آخری پینسٹھ سالوں اور ختم ہونے والی بیسویں صدی کے پہلے ساڑھے سات سالوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان میں سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام موجود تھے۔ آپ کی بعثت کا اہم مقصد مخلوق کا تعلق اپنے خالق سے قائم کروانا اور دین اسلام کو از سر نو زندہ کرنا اور شریعت محمدیہ کو دوبارہ قائم کرنا تھا۔ آپ نے بھی اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے گذشتہ انبیاء کی طرح نرمی و محبت کا طریق اختیار فرمایا۔ مگر تمام انسانوں کی طبائع ایک جیسی تو نہیں ہوتیں۔ بعض صدیقی طبائع نبی کو شناخت کرنے کیلئے کسی دلیل و برہان کی محتاج نہیں ہوتیں۔ وہ اپنی بصیرت سے یہ سمجھ جاتی ہیں کہ آنے والا مرسل و نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور ہمیں اس پر ایمان لانا چاہئے۔ بعض دوسری قسم کی طبائع نیک نیتی سے بات کو سمجھنے کیلئے مناظرہ و مباحثہ سننا یا پڑھنا چاہتی ہیں تاکہ صحیح اندازہ لگا سکیں کہ حق و صداقت کا علمبردار کون ہے اور جھوٹ و باطل کی طرفداری کون کر رہا ہے۔ عصر حاضر میں دعوۃ الی اللہ کے وسائل میں سے یہ ایک کامیاب وسیلہ ہے جسے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کرام اور آپؑ کی جماعت کے علماء نے انتہائی کامیابی سے استعمال فرمایا۔ بیسیوں مناظرے و مباحثے اور مباہلے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام و علماءِ جماعت احمدیہ و دوسرے مذاہب کے علماء و زعماء کے مابین اکناف عالم میں ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں، ان سب کی تفصیل تحریر کرنے کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ صرف تین مباحثوں اور تین مباہلوں کا اختصار سے ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

آریہ سماج ہوشیارپور کے ممتاز رکن سے مباحثہ

آریہ سماج ایک ایسا فرقہ ہے جس کی اسلام دشمنی کسی وضاحت و تفصیل کی محتاج نہیں ہے۔ اس سماج کے بعض لیڈروں کا لٹریچر اسلام اور بانی اسلام کے خلاف تحریرات سے بھرا پڑا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۶ء میں ہوشیارپور میں چلّہ کشی فرمائی۔ اس کے بعد آریہ سماج ہوشیارپور کے ایک ممتاز رکن ماسٹر مرلی دھر صاحب نے یہ درخواست کی کہ وہ اسلامی تعلیمات پر چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایک تحریری مذہبی مباحثہ کی طرح ڈالی۔ حضورؑ نے اُسے بشاشت کے ساتھ قبول فرمایا۔ اور یہ طے پایا کہ ایک جلسہ میں ماسٹر صاحب اسلام پر اعتراضات کریں اور حضرت مسیح موعودؑ ان کے جوابات دیں۔ دوسرے جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام آریہ سماج کے مسلمات پر سوال کریں گے۔ اور ماسٹر صاحب ان کا جواب دیں گے۔ مباحثہ کیلئے گیارہ مارچ کی رات اور چودہ مارچ کا دن مقرر ہوا۔ اور دونوں بحثوں سے متعلق یہ طے پایا کہ بحث کا خاتمہ جواب الجواب کے جواب سے ہو۔ چنانچہ گیارہ مارچ ۱۸۸۶ء کے پہلے جلسہ میں ماسٹر صاحب اسلام پر چھ سوالات کرنے کی تیاری کر کے آئے تھے اور اس کا اظہار بھی انہوں نے کیا۔ مگر انہوں نے شق القمر کے متعلق ہی اپنا اعتراض پیش کیا تھا کہ ان کی علمیت کا سارا بھرم کھل گیا۔ حضورؑ ابھی جواب الجواب ہی لکھ رہے تھے کہ ماسٹر صاحب نے پہلے سے طے شدہ شرط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے رات کی طوالت کا بہانہ بنایا اور مجلس چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔

دوسری مجلس جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ سوال پیش کیا کہ آریہ سماج کا یہ عقیدہ کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی اور کسی کو خواہ کوئی کیسا ہی راستباز اور سچا پرستار ہو ابدی نجات نہیں بخشے گا خدا تعالیٰ کی توحید اور رحمت کے صریح منافی ہے۔

اس سوال کے بارے میں پہلے تو ماسٹر صاحب نے وقت ضائع کرنے کی نیت سے یہ جھگڑا کھڑا کر دیا کہ یہ ایک سوال نہیں بلکہ دو سوال ہیں۔ پھر اس کے بعد سوال کے پہلے حصہ کا جواب انتہائی سست رفتاری سے لکھنا شروع کیا جو کہ تین گھنٹے کے بعد سنایا گیا۔ اور دوسرے حصہ کے بارے کہا کہ اس کا جواب ہم گھر سے لکھ کر بھجوا دیں گے۔ حضورؑ نے فرمایا اگر گھر سے ہی لکھ کر بھجوانا تھا تو اس مباحثہ کی ضرورت کیا تھی۔ اور پھر یہ معذرت کی کہ ہماری سماج کا وقت ہو رہا ہے میں بیٹھ نہیں سکتا۔ اس مباحثہ کے تشنہ تکمیل رہ جانے کی وجہ سے ستمبر ۱۸۸۶ء میں حضورؑ نے سرمہ چشم آریہ کے نام سے ایک مدلّل کتاب تحریر فرمائی اور مباحثہ میں جو جواب نامکمل رہ گئے تھے انہیں تحریر فرمایا۔ نیز اس کتاب کا جواب لکھنے والے کو پانچ صد روپے کا انعام دینے کا بھی اعلان

فرمایا۔ مگر آج تک کسی کو اس کتاب کا جواب لکھ کر انعام حاصل کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس کتاب کے بارے میں محمد حسین صاحب بٹالوی نے تبصرہ کرتے ہوئے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا:

”سرمہ چشم آریہ یہ کتاب لاجواب مؤلف براہین احمدیہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان کی تصنیف ہے“۔(اشاعۃ السنۃ جلد ۹ صفحہ ۱۴۵)

مشہور عیسائی اخبار نور افشاں ۶ جنوری ۱۸۸۷ء نے ”سرمہ چشم آریہ“ پر اپنا تبصرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا:

”حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب نے آریہ سماج کو پورے طور پر بے نقاب کرتے ہوئے اُسے پاش پاش کر دیا ہے۔ کتاب کے فیصلہ کن دلائل کا رد کرنا قطعی طور پر ناممکن ہے“۔

سید ابوالحسن علی ندوی صاحب اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”پہلے دن کے مناظرہ کا موضوع بحث معجزہ شق القمر کا عقلی و نقلی ثبوت تھا مرزا صاحب نے اپنی اس کتاب میں نہ صرف اس معجزہ بلکہ معجزات انبیاء کی پُر زور مدلل وکالت کی ہے“۔(قادیانیت صفحہ ۶۲-۶۳)

الغرض سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آریہ سماج سے مباحثوں میں غیر معمولی کامیابی کو اپنوں اور بیگانوں نے یکساں طور پر سراہا۔ اس کے نتیجہ میں سعید روحوں کو اسلام میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ اور بہتوں کیلئے یہ مباحثے ازدیاد ایمان کا باعث بنے۔

عیسائیوں سے مباحثہ

۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے کہ امرتسر میں عیسائی مشن کے انچارج ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے جنڈیالہ ضلع امرتسر کے مسیحیوں کی طرف سے مسلمانوں کو مباحثہ کا تحریری چیلنج دیا۔ اور کہا کہ اہل اسلام جنڈیالہ اپنے علماء و بزرگانِ دین کو میدان میں لاکر دین حق کی تحقیق کریں ورنہ آئندہ عیسائیت کے بارے میں سوال کرنے سے باز آئیں۔ جنڈیالہ کے ایک غیرت مند مسلمان میاں محمد بخش صاحب نے علماء کو خطوط لکھے کہ پادریوں سے مباحثہ کیلئے جنڈیالہ تشریف لائیں۔ نیز اسی دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی لکھا کہ آنجناب للہ اہل اسلام جنڈیالہ کی مدد فرمائیں۔ دوسرے مولویوں نے میاں محمد بخش صاحب کو جواب دیا کہ ہمارے قیام و طعام اور سفر خرچ وغیرہ کا کیا انتظام ہوگا ادھر جیسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ پیغام ملا آپ نے دوسرے دن اپنی جماعت کا ایک وفد قادیان سے امرتسر پادری مارٹن کلارک صاحب سے مباحثہ کی شرائط طے کرنے کی غرض سے امرتسر بھجوایا۔ جب یہ وفد کلارک صاحب کی کوٹھی پہنچا تو وہ گھر پر موجود تھے۔ کلارک صاحب کے اردلی کو حکم دیا کہ کرسیاں برآمدہ میں رکھ دو اور خود دوسرے دروازہ سے پادری عبداللہ آتھم صاحب کی کوٹھی پہنچے اور انہیں اپنی کوٹھی پر لے آئے، طویل گفتگو کے بعد شرائط نامہ تحریر کیا گیا۔ مباحثہ کیلئے ۲۲؍ مئی سے ۵؍ جون ۱۸۹۳ء کی تاریخیں مقرر ہوئیں۔ مسلمانوں کی طرف سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائیوں کی طرف سے پادری عبداللہ آتھم مناظر مقرر ہوئے۔

اس دوران اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے بعض علماء اور مولوی صاحبان کو جب اس مباحثہ کا علم ہوا تو وہ آتھم کی کوٹھی پر گئے اور کہا کہ مرزا صاحب سے مباحثہ نہ کریں کیونکہ وہ مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ پادری آتھم جو کہ اس مباحثہ سے پہلے ہی خوفزدہ تھے انہیں مولویوں کے اس مؤقف سے فرار کا موقعہ و بہانہ مل گیا۔ چنانچہ مارٹن کلارک نے ۱۲؍ مئی ۱۸۹۳ء کو ایک اشتہار دیا کہ مرزا صاحب کو علماء کافر قرار دیتے ہیں۔ اس لئے وہ اسلام کی وکالت و نمائندگی نہیں کر سکتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے جواب میں انہیں خط لکھا کہ طے شدہ شرائط کے مطابق مقررہ تاریخوں میں مباحثہ کرو یا اپنی شکست کا اعتراف اخباروں میں شائع کروا دو پھر جس مولوی سے چاہے مباحثہ کرتے پھرو۔ رہا کفر کا مسئلہ تو رومن کیتھولک عیسائی پروٹسٹنٹ فرقہ کو کافر اور واجب القتل قرار دیتا ہے لہٰذا آپ کے اس فرضی قاعدہ کے مطابق آپ کو بھی عیسائیت کی نمائندگی و نیابت کا کوئی حق نہیں ہے۔ حضورؑ نے مزید فرمایا، ہم نے اسلام اور قرآن مجید کی وکالت کرنی ہے اور آپ نے اناجیل کی بھلا اس کو فتاویٰ کفر سے کیا تعلق؟

چنانچہ اس واضح اور صریح جواب کے بعد طے شدہ شرائط کے مطابق مقرر تاریخوں میں امرتسر میں مباحثہ منعقد ہوا۔ جسے جنگ مقدس کا نام دیا گیا اور اسی نام سے شائع ہوا۔ یہ مباحثہ پندرہ دن جاری رہا۔ مباحثہ کے دوران عیسائیوں نے اپنی خفت اور شکست کو زائل کرنے کیلئے اپنے زعم میں ایک عجیب و غریب چال چلی۔ وہ یہ کہ ایک دن چند لولے لنگڑے اور اندھے اکٹھے کر لائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اثناء مباحثہ کہنے لگے اگر آپ کا دعویٰ ”مسیح“ ہونے کا ہے تو ان پر ہاتھ پھیر کر انہیں تندرست و صحتیاب کر دیجئے۔ مجلس میں ایک خاموشی اور سناٹا سا چھا گیا۔ مسلمان نہایت بے تابی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے جواب کا انتظار کرنے لگے۔ عیسائی اپنی اس کارروائی پر پھولے نہیں سماتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواباً فرمایا اس قسم کے مریضوں کو اچھا کرنا انجیل میں لکھا ہے ہم تو اس کے قائل ہی نہیں، ہمارے نزدیک تو مسیح کے معجزات کا رنگ ہی اور تھا۔ یہ تو آپ کی انجیل کا دعویٰ ہے کہ وہ ایسے بیماروں کو ظاہری طور پر جسمانی رنگ میں اچھا کرتے تھے۔ لیکن اسی انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تم میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا تو تم مجھ سے بھی بڑھ کر عجیب کام کر سکتے ہو۔ پس ان مریضوں کو پیش کرنا آپ لوگوں کا کام نہیں بلکہ ہمارا کام ہے اور اب میں ان مریضوں کو جو آپ نے نہایت مہربانی سے جمع کئے ہیں آپ کے سامنے پیش کر کے کہتا ہوں کہ براہ مہربانی انجیل کے حکم کے ماتحت اگر آپ لوگوں میں ایک رائی کے دانہ برابر

بھی ایمان ہے تو ان مریضوں پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ اچھے ہو جاؤ۔ اگر یہ اچھے ہو گئے تو ہم یقین کر لیں گے کہ آپ اور آپ کا مذہب سچا ہے۔ حضرت اقدس کی طرف سے یہ برجستہ جواب سن کر پادریوں کے ہوش اُڑ گئے اور انہوں نے جھٹ اشارہ کر کے ان لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس مباحثہ میں یہ اصول پیش کیا کہ فریقین کو لازم ہوگا کہ جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس الہامی کتاب کے حوالہ سے کیا جائے جو الہامی قرار دی گئی ہے اور جو دلیل پیش کریں وہ دلیل بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سنہری اصول کا التزام کرتے ہوئے قرآن کریم کی صداقت جس خوبی سے نمایاں کر کے دکھائی ہے اس کا لطف اصل پرچے دیکھنے سے ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابل عیسائی مناظر اس میں سراسر ناکام ہوئے یہ اسی فتح عظیم کا نتیجہ تھا کہ کرنیل الطاف علی خاں صاحب رئیس کپورتھلہ جو مباحثہ میں عیسائیوں کی صف میں بیٹھتے تھے آخری دن حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عیسائیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

مباحثہ کا آخری دن ۵ر جون ۱۸۹۳ء بڑے معرکے کا دن تھا کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر باطل فریق کے متعلق یہ زبردست پیشگوئی فرمائی کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس کے بعد حضورؑ نے مسٹر آتھم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں جن کو اندرونہ بائیبل (صفحہ ۷۰-۷۵) میں معاذ اللہ دجال کے لفظ سے آپ یاد کرتے ہیں محکم دلیل ٹھہرے گی یا نہیں؟ یہ ہیبت ناک پیشگوئی سن کر مسٹر آتھم کا رنگ فق اور چہرہ زرد ہو گیا۔ اور ہاتھ کانپنے لگے اور انہوں نے بلا توقف اپنی زبان منہ سے نکالی اور دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے جیسا کہ ایک خائف ملزم توبہ اور انکسار کے رنگ میں اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔ اور بار بار لرزتی ہوئی زبان سے کہا توبہ توبہ میں نے بے ادبی اور گستاخی نہیں کی اور میں نے آنحضرت ﷺ کو ہرگز دجال نہیں کہا۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت)

عیسائیوں کے ساتھ اس فیصلہ کن مباحثہ میں آپ کی عظیم الشان کامیابی نے سنجیدہ اور نیک دل مسلمانوں کے دل جیت لئے۔ اور بہت سے ایسے مسلمان جو کہ عیسائی ہو چکے تھے اور بہت سے عیسائی ہونے کیلئے تیار بیٹھے تھے دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ دوسری طرف عیسائی پادریوں اور ان کے آقاؤں نے یہ سمجھ لیا کہ ہندوستان میں عیسائیت پھیلانا ان کے بس کا روگ نہیں۔

اس عظیم الشان مباحثہ جس کو "جنگ مقدس" کا نام دیا گیا کے ذریعہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی جس میں آپؐ نے فرمایا تھا "یکسر الصلیب" کہ آپؐ کی امت کا "مسیح موعود" صلیبی مذہب کو بذریعہ دلائل ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ امرتسر میں ہونے والی "جنگ مقدس" نے واقعی صلیب کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

اہلحدیث اور دیوبندی علماء سے مباحثہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد المصطفیٰ ﷺ کی بعثت ثانیہ کا ذکر سورہ جمعہ میں فرمایا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مسیح موعود و امام مہدی کے آخری زمانہ میں ظہور کی بشارت دی تھی۔ اور اس پر ایمان لانے کی تاکید کی تھی۔ انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے اکثر مسلمانوں اور اُن کے علماء کی بدقسمتی دیکھئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کو مسیح و مہدی بنا کر بھیجا تو اُس کے مخالف و معاند ہو گئے۔ ابلیس جو ہمیشہ ہی ابی و استکبر کا درس پڑھاتا رہا ہے۔ اُس نے اس قسم کے علماء اور مسلمانوں کو بھی یہی درس پڑھایا کہ تم اس آنے والے سے بہت بڑے اور اعلیٰ ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ان علماء کو سمجھانے کی بہت کوشش کی اور ان میں سے بہت سے سنجیدہ اور پاک دل بڑے بڑے علماء اور مسلمان آپ کی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل بھی ہو گئے۔ مگر اکثریت نے کجروی اختیار کی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان میں سے سنجیدہ لوگوں کو گمراہی و ضلالت سے بچانے کیلئے ۲۶ر مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار لدھیانہ سے شائع فرمایا جس میں تمام علماء بالخصوص مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ۱۸۲۸-۱۹۰۵ء مولوی عبدالجبار غزنوی (۱۸۵۲-۱۹۱۳) مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے مولوی شیخ عبداللہ تبتی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا اور تحریر فرمایا کہ میرا دعویٰ ہرگز قال اللہ و قال الرسول کے خلاف نہیں۔ اگر آپ حضرات مقام و تاریخ مقرر کر کے ایک جلسہ میں تحریری بحث نہیں کریں گے۔ تو آپ خدا تعالیٰ اور اس کے راستباز بندوں کی نظر میں مخالف ٹھہریں گے۔ (بحوالہ حیات احمد جلد سوم حصہ اول صفحہ ۹۰)

اس دعوتِ عام اور بار بار یاد دہانی کے جواب میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے تحریری مباحثہ سے انکار کرتے ہوئے تقریری مباحثہ پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے ایک مخلص خادم پیر سراج الحق صاحب جو کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ہمزلف بھی تھے فرمایا کہ مولوی رشید احمد صاحب کو لکھ دیا جائے کہ اچھا ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ منظور کرتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص آپ کی تقریر لکھتا جائے اور جب تک ایک کی تقریر ختم نہ ہو۔ دوسرا فریق یا کوئی اور دورانِ تقریر میں نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع ہو جائیں لیکن بحث لاہور میں ہو۔ کیونکہ لاہور علوم و فنون کا مرکز ہے۔ پیر صاحب نے حضرت اقدس کا یہ پیغام مولوی صاحب

کو بھیج دیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ تقریر صرف زبانی ہوگی۔ لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ اور حاضرین میں سے جس کے جی میں جو آئے گا وہ رفع اعتراض و شک کیلئے بولے گا۔ میں لاہور نہیں جاتا۔ مرزا صاحب سہارنپور آجائیں اور میں بھی سہارنپور آجاؤں گا حضرت اقدسؑ نے فرمایا سہارنپور میں مباحثہ کا ہونا مناسب نہیں ہے۔ سہارنپور والوں میں فیصلہ کرنے یا حق و باطل کی سمجھ نہیں ہے۔ لاہور آج دار العلوم اور مخزن علم ہے اور ہر ایک ملک اور شہر کے لوگ اور ہر مذہب و ملّت کے اشخاص وہاں موجود ہیں۔ آپ لاہور چلیں میں بھی لاہور چلا جاتا ہوں۔ اور آپ کا خرچ آمد و رفت اور قیام لاہور ایام مباحثہ تک اور مکان کا کرایہ اور خرچ میرے ذمہ ہوگا۔ یہ مضمون پیر صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کے دستخط سے گنگوہ بھیج دیا۔ مولوی رشید احمد صاحب نے اس خط کے جواب میں پھر یہی لکھا کہ میں لاہور نہیں جاتا صرف سہارنپور تک آسکتا ہوں۔ اور تحریری بحث مجھے منظور نہیں اور تقریر بھی کسی دوسرے شخص کو لکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ خط پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب ان کو لکھ دو کہ ہم مباحثہ کیلئے سہارنپور ہی آجائیں گے آپ سرکاری انتظام کرلیں میں تاریخ مقررہ پر آجاؤنگا اور ایک اشتہار اس مباحثہ کیلئے شائع کر دیا جائے گا تا لاہور وغیرہ مقامات سے صاحب علم اور مباحثہ سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب سہارنپور آجائیں۔ رہا تقریری اور تحریری مباحثہ وہ اس وقت پر رکھیں تو بہتر ہے جیسی حاضرین جلسہ کی رائے ہوگی۔ کثرت رائے پر ہم اور آپ کاربند ہوجائیں گے۔

بہر حال آپ مباحثہ ضرور کریں کہ لوگوں کی نظریں آپ کی طرف لگ رہی ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب نے اس دعوت کا صرف یہ جواب دیا کہ انتظام کا میں ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ اور پھر بار بار یاددہانی کے باوجود چپ سادھ لی۔ (تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۸۱)

لدھیانہ میں قیام کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن علماء کو مباحثہ کی دعوت دی اُن میں سے کسی نے اسے قبول کرنے کی جرأت نہ کی سوائے محمد حسین بٹالوی کے وہ مباحثے کیلئے لدھیانہ پہنچے۔

اُن کے لدھیانہ میں قیام کے دوران اُن کی دو تین اشخاص سے مباحثہ ہی کے بارے میں گفتگو چل رہی تھی۔ ایک دوست مولوی نظام الدین صاحب (جو کہ اُس وقت احمدی نہ تھے) انہوں نے محمد حسین بٹالوی سے پوچھا قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و زندگی کے متعلق آیات ہیں؟ تو بٹالوی صاحب نے جواب دیا بیس تیس ہیں۔ چنانچہ مولوی نظام الدین صاحب وہاں سے اُٹھے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قیامگاہ پر تشریف لائے اور کہنے لگے اگر میں مسیح ناصری علیہ السلام کی حیات کے متعلق قرآن مجید سے بیس تیس آیتیں پیش کردوں تو آپ مان لیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہم مان لیں گے۔ نیز مزید فرمایا بیس تیس نہیں اگر ایک ہی آیت پیش کر دیں تو میں قبول کرلوں گا۔ مولوی نظام الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہا آپ اپنی بات پر پکے رہیں میں ابھی آیات لے کر آیا۔

نظام الدین صاحب واپس مولوی محمد حسین بٹالوی اور اُن کے ساتھی مولویوں کے پاس اُن کی قیامگاہ پہنچے۔ اور کہا کہ میں مرزا صاحب کو ہرا آیا ہوں۔ میں حیات مسیح ناصری کے ثبوت میں بیس آیات دکھانے کا وعدہ کر آیا ہوں۔ آپ مجھے جلدی سے آیتیں نکال دیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ آپ نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہم احادیث سے حیات عیسیٰؑ کا ثبوت پیش کر دیتے ہیں۔ نظام الدین صاحب نے کہا ایسا کہنے کی ضرورت کیا تھی۔ کیونکہ مقدم قرآن شریف ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کھڑے ہوکر اور گھبرا کر عمامہ سر سے پھینک دیا۔ اور کہا کہ تو "مرزا" (صاحبؑ) کو ہرا کے نہیں آیا ہمیں ہرا کے آیا ہے اور ہمیں شرمندہ کیا۔ میں مدت سے مرزا کو حدیث کی طرف لا رہا ہوں اور وہ مجھے قرآن شریف کی طرف کھینچتا ہے۔ قرآن شریف میں اگر کوئی آیت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے متعلق ہوتی تو ہم کبھی کی پیش کر دیتے۔ ہم تو حدیثوں پر زور دے رہے ہیں۔ مولوی نظام الدین نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو کہا کہ جب قرآن شریف تمہارے ساتھ نہیں تو اتنا دعویٰ تم نے کیوں کیا تھا؟ چنانچہ مولوی نظام الدین وہاں سے چلے اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں آکر اور شرمندہ سے ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آیتیں لے آئے؟ مولوی نظام الدین صاحب نے دو چار مرتبہ دریافت کرنے پر رو کر عرض کیا کہ حضور وہاں تو یہ معاملہ گزرا ہے اب تو جدھر قرآن شریف اُدھر ہی میں ہوں۔ اور یہ کہہ کر انہوں نے بیعت کرلی۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے مباحثہ شروع ہوا۔ یہ مناظرہ تحریری تھا اور ۲۰ سے ۲۹ جولائی ۱۸۹۱ء تک یعنی دس دن جاری رہا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مباحثہ میں نمایاں فتح ہوئی۔ آپ کے مخالف جواب دینے سے قاصر رہے۔ شکست اور ناکامی ان کے چہرہ پر عیاں و ظاہر تھی۔

کئی ماہ بعد جبکہ یہ مباحثہ شائع ہوچکا تھا۔ دلی میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں بہت سے علماء نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پر زبردست تنقید کی کہ تم نے جو مرزا صاحب سے لدھیانہ میں مباحثہ کیا ہے اس میں تم نے کیا کیا اور کیا کر کے دکھایا اصل بحث تو کچھ بھی نہ ہوئی۔ بٹالوی صاحب نے جواب دیا کہ اصل بحث کس طرح کرتا۔ اس کا پتہ ہی نہیں۔ قرآن میں مسیح ناصری کی حیات یا رفع الی السماء کا کوئی ذکر نہیں۔ حدیثوں سے صرف نزول ثابت ہوتا ہے۔ میں مرزا صاحب کو حدیثوں پر لاتا تھا اور وہ مجھے قرآن کی طرف لے جاتے تھے۔ پھر اُن علماء نے کہا کہ مرزا صاحب نے تو بحث چھاپ دی تم نے اب تک کیوں نہ چھاپی۔ بٹالوی صاحب

نے کہا اشاعۃ السنۃ میں چھاپوں گا۔ انہوں نے کہا اس بحث کو الگ رسالہ کی شکل میں مکمل کر کے چھپوانا تھا۔ اس طرح علماء نے انہیں بہت شرمندہ کیا۔ (بحوالہ تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۵۶)

مندرجہ بالا سطور میں نمونۃً سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین مباحثوں کا ذکر کیا گیا جو کہ آریہ، عیسائیوں اور مسلمانوں سے ہوئے۔ اور ان میں سے ہر ایک مباحثہ میں آپؑ کو نمایاں فتح وکامیابی نصیب ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں بہت سے لوگوں کو قبول اسلام واحمدیت کی توفیق ملی۔ اب مندرجہ ذیل سطور میں مذکورہ تینوں مذاہب سے تعلق رکھنے والے تین مباہلوں کا اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے۔ مباحثوں کی طرح ہر مباہلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نمایاں فتح عطا فرمائی۔

آریہ سماج کے لیڈر پنڈت لیکھرام سے مباہلہ

مارچ ۱۸۸۵ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ماموراور مجدد وقت ہونے کا اعلان فرمایا۔ اور آپ نے مذاہبِ عالم کے سربرآوردہ لیڈروں اور مقتدر زعماء کو نشان نمائی کی عام دعوت دی نیز فرمایا کہ اگر کوئی طالب حق بن کر آپ کے پاس ایک سال تک قیام کرے گا تو وہ ضرور دین اسلام کی حقانیت کے چمکتے ہوئے نشان مشاہدہ کرے گا۔ اگر ایک سال رہ کر بھی آسمانی نشان سے محروم رہے تو انہیں دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے چوبیں سو روپیہ بطور ہرجانہ پیش کیا جائے گا۔

پنڈت لیکھرام (بقول خود) اس دعوت کو قبول کرنے والوں میں سے تھا۔ وہ ۱۹؍نومبر ۱۸۸۵ء کو قادیان آیا اور کم وبیش دو ماہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفوں کے پاس ٹھہرا رہا۔ اور انہیں کا آلہ کار بنا رہا اور اس کی تحریرات سے علم ہوتا ہے کہ وہ "طالب حق" بن کر نہیں آیا تھا۔ بلکہ اس کی قادیان آمد کے پیچھے کچھ اور ہی مقاصد تھے۔ فروری ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پنڈت لیکھرام کے متعلق بعض انکشافات ہوئے۔ مگر آپ نے خدائی منشاء کے مطابق لیکھرام سے پوچھا کہ ان کا اظہار کر دیا جائے یا نہیں؟ لیکھرام نے افتاد طبیعت کا ثبوت دیتے ہوئے نہایت درجہ بےباکی سے تحریری اجازت بھجوا دی۔ یہی نہیں جب حضرت مسیح موعودؑ کا ماسٹر مرلی دھر سے مباحثہ سرمہ چشم آریہ کے نام سے شائع ہوا تو اس نے اپنی کتاب "خبط احمدیہ" میں پرمیشور سے سچے فیصلہ کی درخواست کرتے ہوئے کھلے الفاظ میں لکھا:

"میں نیاز القیام لیکھرام ولد پنڈت تارا سنگھ شرما مصنف تکذیب براہین احمدیہ ورسالہ ھذا اقرار صحیح بدرستی ہوش وحواس کر کے کہتا ہوں.....

آریہ ورت سے باہر جو بقول مسلمانوں کے ایک لاکھ چوبیں ہزار پیغمبر آئے ہیں اور توریت زبور، انجیل، قرآن وغیرہ کتب لائے ہیں میں دلی یقین سے ان پستکوں کے مطالعہ کرنے سے اور سمجھنے سے ان کی تمام مذہبی ہدایتوں کو بناوٹی اور جعلی اصلی الہام کو بدنام کرنے والی تحریریں خیال کرتا ہوں... لیکن میرا دوسرا فریق مرزا غلام احمد وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے اور اس کی تعلیموں کو درست اور صحیح سمجھتا ہے....اے پرمیشر ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر۔ کیونکہ کاذب صادق کی طرح تیرے حضور میں عزت نہیں پاسکتا....

(خبط احمدیہ صفحہ ۳۴۴-۳۴۷ مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

پھر پنڈت لیکھرام نے اپنی کتاب "تکذیب براہین احمدیہ" صفحہ ۳۱۱ پر لکھا:

"یہ شخص (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) تین سال کے اندر ہیضہ سے مرجائے گا کیونکہ کذاب ہے"

"تین سال کے اندر اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس کی ذریّت میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا"۔

ادھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فروری ۱۸۸۶ء سے اعلان کر رکھا تھا کہ اس شاتم رسول کے لئے عبرتناک سزا مقدر ہے مگر اس کی تفصیلات آپ کو ۱۸۹۳ء میں بتائی گئیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆۔لیکھرام ایک ایسے عبرتناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جس کا نتیجہ ہلاکت ہوگا۔

☆۔یہ عذاب ۱۸۹۳ء سے چھ سال کے عرصہ میں آئے گا۔

☆۔یہ عذاب عید کے دن سے ملے ہوئے دن میں آئے گا۔

☆۔اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے سے کیا گیا تھا اور وہ یہ ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا پھر اسے جلا کر اس کی راکھ دریا میں ڈال دی گئی تھی۔

قارئین! لیکھرام نے دُعا کی: اے پرمیشر ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر۔

اور پیشگوئی کی: تین سال کے اندر (مرزا صاحب) کا خاتمہ ہو جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر پیشگوئی فرمائی: ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء سے چھ سال کے اندر اندر لیکھرام ملائک شداد وغلاظ کے ذریعہ ہلاک ہوگا۔

مورخہ ۶؍مارچ ۱۸۹۷ء شام چھ بجے لاہور میں لیکھرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے عین مطابق ہلاک ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی اور دین اسلام وسیدنا محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا عظیم الشان نشان بنی۔ اتنی وضاحت سے پوری ہونے والی پیشگوئی سے بہت سی سعید ارواح نے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلام اور جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ اور یہ حقیقت سورج کی طرح عیاں ہوگئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اپنی طرف سے نہیں تھی بلکہ علام الغیوب خدا کی طرف سے تھی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیکھرام کے قتل کے بعد کم وبیش گیارہ سال بقید حیات رہے۔ اس عرصہ میں زمین کے کناروں تک آپ کی تبلیغ وشہرت پہنچ گئی۔ آپؑ کی اولاد منقطع ہونے کے بارے میں لیکھرام کی پیشگوئی بھی غلط ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چار لڑکوں اور دو لڑکیوں کی اولاد در اولاد سینکڑوں افراد تک پہنچ گئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

امریکن عیسائی ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی سے مباہلہ

امریکہ میں ایک شخص نے جس کا نام ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی تھا ۱۹۰۰ء کی ابتداء میں یہ دعویٰ واعلان کیا:

۱-"جو کچھ میں تمہیں کہوں گا تمہیں اُس کی تعمیل کرنی پڑے گی۔ کیونکہ میں خدا کے وعدے کے مطابق پیغمبر ہوں" (بحوالہ الحکم ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)

۲-"میں امریکہ اور یورپ کی عیسائی اقوام کو خبر دار کرتا ہوں کہ اسلام مردہ نہیں ہے اسلام طاقت سے بھرا ہوا ہے۔ اگرچہ اسلام کو ضرور نابود ہونا چاہئے۔ محمڈن ازم کو ضرور تباہ ہونا چاہئے"۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اس شخص کے دعاوی کا علم ہوا اور پتہ چلا کہ یہ شخص تمام مسلمانوں کی موت وہلاکت کا متمنی وخواہاں ہے تو آپ نے ۸ر اگست ۱۹۰۲ء کو اُسے ایک چٹھی تحریر فرمائی۔ جس میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور سرینگر میں اُن کی قبر کا ذکر کرتے ہوئے اُسے مباہلہ کا چیلنج مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا:

"......رہے مسلمان سو ہم ڈوئی کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے۔ ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناویں۔ بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دُعا کریں کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے.." (بحوالہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۲ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا اخبار منگواتے تھے اور دیکھتے تھے کہ وہ اسلام کی عداوت میں برابر ترقی کرتا چلا جارہا ہے۔ اس پر آپ نے ۱۹۰۳ء میں ایک چٹھی کے ذریعہ اس مباہلہ کے چیلنج کو دوہراتے ہوئے تحریر فرمایا:

"میں عمر میں ستر برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے۔ لیکن میں نے اپنی بڑی عمر کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا۔ بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کرے گا اور اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا۔ تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے"۔ (اشتہار ۲۳ر اگست ۱۹۰۳ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈوئی کے نام ارسال کردہ خطوط کی نقول امریکن اخبارات کو بھی بھجواتے تھے۔ اسلئے وہاں کے اخبارات نے مباہلہ کی خبر کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ اور ڈوئی کو ان خطوط کا جواب دینے کیلئے مجبور کیا۔ اس پر ڈوئی نے اپنے اخبار "لیوز آف ہیلنگ" ستمبر اور دسمبر ۱۹۰۳ء کے پرچوں میں لکھا:

"ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں اُن کو کچل کر مار ڈالوں گا"۔

ڈوئی کے اس گستاخانہ اور متکبرانہ جواب سے اب یہ مباہلہ دو طرفہ اور فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہوگا۔

ڈوئی کا انجام

اس مباہلہ میں کیونکہ وقت کی تحدید نہ تھی۔ اسلئے ڈوئی کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کیلئے کم وبیش دو سال کی مہلت دی لیکن جب نتیجہ برعکس ہی نکلا تو ستمبر ۱۹۰۵ء سے اس پر آفات کا دروازہ کھل گیا۔ ستمبر ۱۹۰۵ء کے آخری اتوار ایک بڑے مجمع میں جہاں وہ فاخرانہ لباس پہن کر بیٹھا ہوا تھا۔ جس کو پیغمبری کا لباس کہتا تھا اسپر فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے دو مرید اُسے گھسیٹتے ہوئے ہال سے باہر لے گئے۔ ڈاکٹروں نے اُسے صحت کی بحالی کیلئے میکسیکو اور جمیکا جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہاں جانے کے بعد اُس کے بسائے ہوئے شہر صیحون میں اُس کے مریدوں نے اُس کے خلاف بغاوت کردی۔ اُس کے گھر کی تلاشی لی تو وہاں سے شراب اور لڑکیوں کے ساتھ معاشقہ کے خطوط ملے۔ ان باتوں سے وہ اپنے مریدوں کو منع کیا کرتا تھا۔ اُس پر اپنے مریدوں کے لاکھوں ڈالر غبن کرنے اور بے جا خرچ کرنے کا الزام ثابت ہوا۔ ڈوئی کی صحت دن بدن گرتی چلی گئی۔ بیماری کے دنوں میں صرف دو تنخواہ دار حبشی اس کی دیکھ بھال کرتے تھے اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اُٹھا کر لے جاتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس کا مفلوج اور بے حس جسم بھاری پتھر کی طرح ان کے ہاتھوں سے گر جاتا اور ڈوئی اس طرح سے زمین پر گر جاتا جیسے ایک بے جان پتھر کسی کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا ہو۔ ڈوئی اس قسم کی ہزاروں مصیبتیں سہتا ہوا آخر ۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کو اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کا بسایا ہوا شہر تباہ ہو گیا۔ بیوی بچے اس سے الگ ہو گئے حتیٰ کہ اس کے جنازہ میں بھی شامل نہ ہوئے۔

ڈوئی کی موت کے بعد امریکن اخبارات نے پیشگوئی پورا ہونے کا واضح اعتراف کیا۔ چنانچہ "ڈونول گزٹ" نے اس واقعہ کا ذکر کرکے لکھا:

"اگر احمد اور ان کے پیرو اس پیشگوئی کے جو چند ماہ ہوئے پوری ہو گئی ہے۔ نہایت صحت کے ساتھ پورا ہونے پر فخر کریں تو ان پر کوئی الزام نہیں" (ڈونول گزٹ ۷ر جون ۱۹۰۷ء)

بوسٹن امریکہ کے اخبار "ہیرلڈ" نے لکھا:

"ڈوئی کی موت کے بعد ہندوستانی نبی کی شہرت بہت بلند ہو گئی ہے۔ کیونکہ کیا یہ سچ نہیں کہ انہوں نے ڈوئی کی موت کی پیشگوئی کی تھی۔ کہ یہ ان کی یعنی مسیح کی زندگی میں واقع ہو گی۔ اور بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس کی موت ہو گی۔ ڈوئی کی عمر پینسٹھ (۶۵) سال کی تھی اور پیشگوئی کرنے والے کی پچھتر (۷۵) سال کی"۔

اس طرح اس مباہلہ سے صداقت اسلام و صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ پھر دنیا پر واضح وآشکار ہو گئی۔ خاص طور پر مغربی دنیا پر حجت تمام ہوئی۔

علماء سوء سے مباہلہ کی ایک مثال

جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ جگہ کی قلت کے باعث یہاں ان بیسیوں مباحثوں و مناظروں و مباہلوں کے ذکر کو چھوڑتے ہیں جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے چار خلفاء کے عہد مبارک میں جماعت احمدیہ کے علماء و دیگر مذاہب کے علماء و جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمان فرقوں کے علماء کے مابین دنیا کے مختلف علاقہ جات میں ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک مباحثہ و مناظرہ و مباہلہ صداقتِ احمدیت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ ان کے ذریعہ سے لاکھوں سعید روحیں جماعت احمدیہ "حقیقی اسلام" میں داخل ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ اس مضمون کے اختتام پر ایک ایسے مباہلہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس کا تعلق عصر حاضر سے ہے۔ اس مباہلے کا چیلنج حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اُس وقت دیا تھا جب کہ پاکستان میں جنرل ضیاء الحق کی ڈکٹیٹرانہ و آمرانہ حکومت قائم تھی۔ اور جماعت احمدیہ کو یکطرفہ طور پر ایک حکمنامہ کے ذریعہ غیر مسلم قرار دیا گیا۔ انہیں ہر طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ انہیں کلمہ طیبہ پڑھنے اور اذان دینے سے جبراً روک دیا گیا۔ جب یہ صورتحال اپنی انتہاء کو پہنچ گئی تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۰؍جون ۱۹۸۸ء کے خطبہ جمعہ میں ائمۃ المکفرین کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

"میں بحیثیت امام جماعت احمدیہ یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ تمام مکذبین اور معاندین کو جو عمداً اس شرارت کے ذمہ دار ہیں۔ خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ قرآنی تعلیم کے مطابق کھلم کھلا مباہلے کا چیلنج دوں۔ اور اس قضیہ کو اس دُعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عدالت میں لے جاؤں کہ خدا تعالیٰ ظالموں اور مظلوموں کے درمیان اپنی قہری تجلّی سے فرق کر کے دکھا دے"۔

مباہلہ کی اس تحدی نے معاندین احمدیت کی صفوں میں ایک خوف و ہراس کا ماحول پیدا کر دیا۔ وہ انتہائی لغو اور فضول شرطیں اور عذر پیش کر کے مباہلہ سے فرار کی راہ تلاش کرنے لگے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کے نتائج سے ان کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ مباہلہ کے چیلنج کے ٹھیک ایک ماہ بعد ۱۰؍جولائی ۱۹۸۸ء کو ایک مزعومہ "مردہ" اسلم قریشی واپس پاکستان آگیا۔ یہ معاند احمدیت غیر معلوم وجوہات کی بناء پر پُر اسرار طریق سے ایران چلا گیا تھا۔ پاکستان میں معاندینِ احمدیت نے یہ شور مچا دیا کہ مرزا طاہر احمد (صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ) نے اسے اغواء کروا کر قتل کروا دیا ہے۔ معاندِ احمدیت منظور چنیوٹی نے تو یہاں تک اعلان کیا کہ اگر مرزا طاہر احمد اسلم قریشی کا قاتل ثابت نہ ہو تو اُسے بر سر عام گولی مار دی جائے یا پھانسی دے دی جائے۔ اعلانِ مباہلہ کے عین ایک ماہ بعد اُس کی واپسی نے تمام معاندینِ احمدیت کو زندہ ہی مار دیا۔ اور اُن کا جھوٹا اور کذّاب ہونا اظہر من الشمس ہو گیا اور یہی مباہلہ کا مقصد ہوتا ہے۔

مباہلہ کے اعلان کے بعد سب کی نظریں جنرل ضیاء الحق کے انجام کی طرف بھی تھیں کیونکہ وہی مکذبین و مکفرین احمدیت کا بانی تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اس کے بارے میں یکم جولائی ۱۹۸۸ء کے خطبہ جمعہ میں واضح طور پر اعلان فرمایا:

"جہاں تک صدر پاکستان کا تعلق ہے.... ہم انتظار کرتے ہیں۔ دیکھیں خدا کی تقدیر کیا ظاہر کرے۔ لیکن چیلنج قبول کریں یا نہ کریں۔ چونکہ وہ تمام ائمۃ المکفرین کے امام ہیں اور تمام اذیت دینے والوں میں سب سے زیادہ ذمہ داری اُس ایک شخص پر عائد ہوتی ہے جو معصوم احمدیوں پر ظلم کئے ہیں۔ اور اُس ظلم کے پیچھے مڑ کر جھانکنے کی کوشش کی ہے کہ جو حکم جاری کیا تھا وہ جاری ہو بھی گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۲؍اگست کو اپنی ایک رؤیا کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ جس سے واضح ہوتا تھا کہ اب یہ شخص اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ چنانچہ اس رؤیا کے صرف پانچ دن بعد جنرل ضیاء امریکی ساخت کے مضبوط ترین ہوائی جہاز "ہرکولیس" سی ۱۳۰ کے ذریعہ بہاولپور فوجی اڈہ سے واپس آتے ہوئے 28 اعلیٰ فوجی افسران کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔ اُس کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اور جل کر بکھر گئی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے ہی دشمنان احمدیت کیلئے فرمایا تھا۔

مقابل پر میرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُن کے شرارے
نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس ہوائی سفر میں ایک یہودی "نولڈر فائیل" امریکن سفیر متعین پاکستان بھی جنرل ضیاء الحق کے ساتھ تھے اور وہ بھی انہی کے ساتھ ہلاک ہوئے۔

اس مباہلہ کے نتیجہ میں اس عبرتناک معجزہ کے ظہور پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"آج احمدیوں کے دل راضی ہیں اور بہت خوش ہیں۔ کیوں خوش ہیں؟ اس لئے نہیں کہ کوئی "الف" مرا یا "ب" مرا، اس لئے خوش ہیں بنصر اللہ کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اللہ کی نصرت کو آتے ہوئے دیکھ لیا جس کے انتظار میں وہ دن گنا کرتے تھے اُس نصرت کو انہوں نے سورج کی طرح روشن آسمان سے نازل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے اور یہ وہ تاریخی دور ہے جس میں سے آج ہم گزر رہے ہیں۔ اس دور میں سے گزرنا ایک ایسی سعادت ہے جو قوموں کو قسمت کے ساتھ نصیب ہوا کرتی ہے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹؍اگست ۱۹۸۸ء بدر ۱۰؍نومبر ۱۹۸۸ء)

اس مباہلے کے نتیجہ میں اور بھی بہت سے عبرتناک معجزات ظاہر ہوئے۔ لیکن اس جگہ صرف ان ہی دو معجزات کا ذکر کافی ہے۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ معاند احمدیت کو ان مباحثوں اور مباہلوں کے نتیجہ سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنا عناد چھوڑ کر قبول احمدیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ کیونکہ یہی حق و حقیقت ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قومی یکجہتی میں جماعت احمدیہ کا کردار

مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی وکیل الاعلیٰ تحریک جدید

قومی یکجہتی کسی ملک کی جان ہوا کرتی ہے۔ ملک کی تعمیر و ترقی کا انحصار اسی پر ہے۔ کوئی ملک تبھی خوشحالی اور ترقی کا منہ دیکھ سکتا ہے جبکہ رعایا وحکومت کے باہمی تعلقات نہایت درجہ خوشگوار اور سنجیدہ ہوں اور پھر رعایا کے مختلف طبقات کے آپسی مزاج بھی سلجھے ہوئے ہوں رعایا حکومت کی اطاعت کرے اور حکومت رعایا کی بہبودی اور خوشحالی کو مدنظر رکھے۔

ہمارا ملک ہندوستان ایک صدی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کے بعد ۱۵؍ اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا۔ اس وقت بھارت کی آبادی ایک ارب کو پہنچ چکی ہے۔ اس وسیع اور عریض ملک میں ہر رنگ و نسل مذہب و قوم کے لوگ آباد ہیں۔ قدرت نے اس ملک کو بیش بہا قدرتی وسائل سے نوازا ہے۔ ۲۶؍ جنوری ۱۹۵۰ء کو بھارت دیش کو ایک جمہوری آئین دیا گیا۔ جس کے تحت اس کے تمام شہریوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ حقوق کے ساتھ فرائض بھی ہیں۔

ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم جناب پنڈت جواہر لال نہرو جی نے فرمایا تھا کہ:

”ہندوستان بہت سے مذاہب اور بہت سے لوگوں مسلمانوں ہندوؤں عیسائیوں سکھوں، بودھوں، پارسیوں وغیرہ کا وطن ہے۔ ان سب کے حقوق برابر ہیں۔ وہ برابر کے شہری ہیں۔ جو شخص اس کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے وہ ہندوستان سے غداری کرتا ہے۔“ (ہماری آواز کانپور ۲۵-۸-۶۲)

ہندوستان کے عوام کو کئی دفعہ فرقہ واریت، لسانی جھگڑوں، مذہبی تعصبات کے دور سے گزرنا پڑا جس سے قومی یکجہتی کو دھکا لگا۔ تاہم حکومت کے بروقت اقدامات کی وجہ سے حالات سدھرتے رہے اور اس طرح قومی یکجہتی (National Integration) کا جذبہ لوگوں کے دلوں میں اُجاگر ہوتا چلا گیا۔

اس ملک کی خوش قسمتی ہے کہ الٰہی نوشتوں کے مطابق حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں مبعوث ہوئے۔ آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین، دینِ اسلام کا پھر سے احیاء فرمایا آپ نے سب انسانوں کو قرآن کریم کی یہ تعلیم دی کہ:

يَا اَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُواالرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (سورۃ نساء آیت ۶۰)

ترجمہ: اے ایمان دارو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے فرمانرواؤں کی بھی اطاعت کرو (تفسیر صغیر)

یہ ایک ایسا شاندار حکم ہے کہ اس میں ملک و قوم کی ہر طرح کی بہبودی و خوشحالی کا راز مضمر ہے۔ اسلام نے اس کے ذریعہ حکومتِ وقت کے ہاتھوں کو مضبوط کر دیا ہے جس کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے۔ مشہور ادیب و صحافی دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر اخبار ریاست دہلی رقمطراز ہیں کہ:

”احمدی جماعت مذہباً اور اصولاً حکومتِ وقت کی وفاشعار ہے۔ اس جماعت کے بانی نے اپنی امت کیلئے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ حکومتِ وقت کی وفاشعار رہے۔ چنانچہ انگریزوں کے زمانہ میں احمدی انگریزوں کے وفاشعار رہے اور انگریزوں کے چلے جانے کے بعد جو احمدی ہندوستان میں ہیں وہ قولاً اور فعلاً ہندوستان کی موجودہ گورنمنٹ کے وفاشعار ہیں اور جو احمدی پاکستان میں ہیں وہ پاکستانی گورنمنٹ کے اخلاص کے ساتھ وفاشعار ہیں۔ ان لوگوں کی وفاشعاری پر شک کرنا حق و صداقت پر پردہ ڈالنا ہے۔ (اشاعت ۲۵؍ مئی ۱۹۵۳ء)

ملک کے تئیں وفاداری اور حاکم وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ بھارت نے اپنے عملی کردار میں بانی سلسلہ احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیح و مہدی معہود کے اُن سنہری نصائح کو اپنایا ہے کہ جن سے قومی یکجہتی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

صلح و امن کا پیغام

شہزادۂ امن مسیح الزماں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات سے قبل ۲۵؍ مئی ۱۹۰۸ء کو اہالیانِ وطن کے نام ایک پیغامِ صلح دیا جس میں ہندوستان کی دو بڑی قوموں ہندو و مسلمان کو آپسی اتحاد و اتفاق کی طرف بایں الفاظ توجہ دلائی گئی ہے کہ:

”جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اُس کو کاٹتا ہے... ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کیلئے بلاتا ہے دنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے

ہیں۔ جو کچھ مجھے خدا نے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بد عملی سے باز نہ آئے گی اور بُرے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت بلائیں آئینگی۔ اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلاء ظاہر ہو جائے گی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ آکر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ سوائے ہم وطن بھائیو قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ اور چاہئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کر لیں"۔ (پیغامِ صلح)

چنانچہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک کے کونہ کونہ میں یہ امن بخش پیغام پھیلایا جاچکا ہے۔ اور خود جماعت احمدیہ اس پر عمل پیرا ہے۔

جہاد کا تصور اور مذہب کے نام پر خون

جماعت احمدیہ نے قومی یکجہتی کیلئے آج دنیا کو جو سب سے بڑا تحفہ دیا ہے وہ قلم کے جہاد کا تحفہ ہے۔

چنانچہ سلطان القلم سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس زمانہ میں مذہب کیلئے لڑائی کرتا ہے یا کسی لڑنے والے کا ساتھ دیتا ہے یا ایسے کرنے کا مشورہ دیتا ہے یا دل میں ایسی خواہش رکھتا ہے وہ خدا اور اُس کے رسول کا نافرمان ہے۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ:

میں نہایت ادب سے تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریہ ساجی پنڈتوں کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اخلاقی اور ایمانی کمیوں کو دور کرنے کیلئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔ میں اس بات کا مخالف ہوں کہ مذہب کے نام پر تلوار اُٹھائی جائے اور خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے۔ میں تمام مسلمانوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور آریہ سماجیوں پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسی کہ مادرِ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر"۔ (حقیقت المہدی)

جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی معرکۃ الآراء کتاب "مذہب کے نام پر خون" کے صفحہ ۶۶ پر فرماتے ہیں کہ:

"فتح مکہ کا دن تو وہ دن ہے جو ابدالاباد تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات سے جبر و تشدد کی نفی کرتا رہے گا۔ اُس دن کی گواہی ایک ایسی پُر شوکت اور بلند بانگ گواہی ہے۔ کہ کتنی ہی صدیاں گذر گئیں مگر آج بھی مورخین کے کان اُس کو سنتے اور اُن کے دل اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ گواہی تو عیسائیوں نے بھی سُنی اور اہلِ ہنود نے بھی اسے قبول کیا"۔

جماعت احمدیہ جہاد کے خونی تصور کی نفی کرتی چلی آئی ہے اس سے امن بھلا کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔

پیشوایان مذاہب کی عزّت و تکریم و جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب

قومی رواداری صلح امن و آشتی کیلئے ضروری ہے کہ ہندوستان جیسے کثیر المذاہب ملک میں مذہبی منافرت کو دور کیا جائے۔ اس منافرت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے مذہبی بزرگوں راہنماؤں کو عزّت و قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ بعض اوقات ان کی ہتک و تذلیل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں اس سے قومی منافرت اور مذہبی فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کی اصلاح کیلئے اور ہندوستان کی اقوام میں باہم محبت پیدا کرنے کیلئے اور جذبہ رواداری اُبھارنے کیلئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسا اُصول پیش کیا جس پر عمل پیرا ہو کر باہمی چپقلش اور منافرت دور ہو سکتی ہے چنانچہ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ اصول نہایت پیارا امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزّت و عظمت بٹھادی اور اُن کے مذہب کی جڑ قائم کر دی..... یہی اصول ہے جو قرآن کریم نے ہمیں سکھلایا ہے۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہے عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں"۔ (تحفۂ قیصریہ)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس زریں نصیحت پر عمل درآمد کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے افراد جملہ پیشوایانِ مذاہب اور ان کی مقدس کتب کو عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ پیشوایان مذاہب کا انعقاد کرنے کی جماعت کو تاکید فرمائی ہے۔ اس کے تحت سال میں کم از کم ایک دفعہ احمدیہ جماعتیں اپنے علاقوں میں ایک ایسا جلسہ منعقد کرتی ہیں۔ جس میں جملہ مذاہب کے پیشوایان کے نیک اور دلکش سوانح حیات ایک ہی سٹیج سے مختلف سکالرز اور مذہبی علماء بیان کرتے ہیں۔ قادیان میں پارٹیشن کے بعد ایسا جلسہ میونسپل کمیٹی قادیان میں منعقد کیا گیا۔ اسی طرح پنجاب، ہماچل، ہریانہ، میں قادیان کے احباب تشریف لیجا کر وہاں کے احبابِ جماعت و دیگر احباب سے مل کر یہ جلسے مسلسل منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔ جس میں نو مبائعین بھی شامل ہو رہے ہیں۔ اس کے

علاوہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں مہاراشٹر، یوپی، آندھرا، کیرالہ، بنگال، دہلی وغیرہ میں بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے ایسے جلسوں کا انعقاد ہوتا چلا آرہا ہے۔ جن کی خبریں اخبارات و T.V. میں آتی رہتی ہیں کہ جماعت احمدیہ کی یہ کاوشیں قومی یکجہتی کے فروغ کا سبب بنتی ہیں اور جسے ہر خاص و عام تعریف کی نظر سے دیکھتا ہے۔

تخریبی کارروائیوں سے کنارہ کشی

جماعت احمدیہ کے افراد حسنِ معاشرت سے ایسا پُرامن ماحول مہیا کرتے ہیں جسے ارد گرد کے لوگ محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر شنکر داس مہرا نے اخبار سٹیٹسمین دہلی کی مورخہ ۱۲؍ فروری ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ:

"قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا جس نے اپنے گردو پیش کو نیکی و بلند اخلاق سے بھر دیا۔ یہ اچھی صفات ان کے لاکھوں ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں۔ احمدیہ جماعت کا نقطہ نظر تعمیری اور ان کا رویہ پابند قانون ہے۔ یہی واحد جماعت ہے جو عدالتی ریکارڈ کی رو سے جُرم سے پاک ثابت ہوتی ہے"۔

اس کے برعکس شرپسند عناصر تخریبی کارروائیوں توڑ پھوڑ آگزنی، بلووں کی کارروائیوں میں حصہ لے کر نقضِ امن پیدا کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

"ملک کے قانون کے تحت اپنے حقوق مانگنا منع نہیں مگر قانون توڑنا اسلام میں جائز نہیں"۔ (الفضل ۳؍ جنوری ۱۹۴۸ء)

آپ نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانی حکام نہ ہو

فرقہ وارانہ فسادات کے متاثرین کو ریلیف

فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے ہند کی قومی یکجہتی کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ ان فسادات میں کئی بے گناہ افراد لقمہ اجل بن گئے۔ اُن کے گھربار لوٹ لئے گئے۔ اور جائیدادوں کو آگ لگادی گئی۔ ۱۹۸۹ء کے بہار کے فرقہ وارانہ فساد اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسے دکھ کے موقع پر بلاتفریق مذہب و ملت جماعت احمدیہ کے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطیر رقوم منظور فرمائی جس سے ضرورت کا سامان خرید کر متاثرین میں تقسیم کیا گیا۔ اسی طرح بھاگلپور بہار کے پاس ایک بستی طاہر نگر اور ایک بستی کرشن نگر حضور انور ایدہ اللہ نے تعمیر کروا کر متاثرین کو فری الاٹ فرمائی جس کیلئے خاکسار اس وقت کے ناظر امور عامہ، مکرم مولوی منیر احمد صاحب خادم صدر خدام الاحمدیہ، مکرم منصور احمد صاحب چیمہ کو وہاں بھجوایا گیا تھا وہاں پر موجود محترم سید فضل احمد صاحب مرحوم D.G. بہار سٹیٹ محترم خورشید عالم صاحب، محترم مسعود عالم صاحب اور ڈاکٹر یونس صاحب کے ساتھ مل کر ریلیف کے کاموں کو بڑے نازک حالات میں سرانجام دیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۹۰ء میں بمبئی کے فرقہ وارانہ فسادات میں بھی ریلیف کی خطیر رقوم متاثرین میں تقسیم کی گئیں۔

قدرتی آفات کے مواقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے ریلیف

ہندوستان میں قدرتی آفات جیسے زلزلے، سیلاب اور وباء وغیرہ کے مواقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے فوری ریلیف کے کاموں میں بھرپور حصہ لیا جاتا ہے۔ مہاراشٹر کے لاتور علاقہ میں جب زلزلہ سے بھیانک تباہی آئی تھی تو اس موقع پر بمنظوری حضور انور دو لاکھ روپے کا چیک ۱۹۸۸ء میں خاکسار نے ناظر امور عامہ کی حیثیت سے جماعت احمدیہ کی طرف سے اُس وقت کے بھارت کے وزیر اعظم شری پی وی نرسمہاراؤ جی کو دہلی میں جاکر پیش کیا تھا۔ اسی طرح ۱۹۹۳ء میں جب پنجاب میں سیلاب سے بھیانک تباہی آئی تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فوری ارد گرد کے دیہاتوں میں ریلیف کا سامان غیر مسلم بھائیوں تک پہنچانے کے احکامات صادر فرمائے۔ جس کی تعمیل میں خدام اور انصار نے سیلاب زدہ علاقوں میں پہنچ کر متاثرین کو راحت پہنچائی۔ اس کا ریکارڈ ڈپٹی کمشنر صاحب گرداسپور کے دفتر میں موجود ہے۔ مکرم مولوی سعادت احمد صاحب جاوید ایڈیشنل ناظر امور خارجہ نے ۱۹۹۹ء میں بھارت کے موجودہ وزیر اعظم شری اٹل بہاری واجپائی جی سے دہلی میں ملاقات کر کے اُنہیں اُڑیسہ کے طوفان سے تباہ کاریوں کے سلسلہ میں ریلیف کی دو لاکھ روپے کی رقم جماعت کی طرف سے پہنچائی۔

نیشنل ڈیفنس

حب الوطن من الایمان۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل میں جماعت احمدیہ کے افراد اپنے ملک کے دفاع کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ جب کبھی بھی ایسا نازک موقعہ آیا کہ ملک کو کسی بیرونی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا تو جماعت احمدیہ کے افراد ملک کی حفاظت کیلئے والہانہ انداز میں آگے آئے۔ ۱۹۶۲ء میں چینی جارحیت کے موقع پر جماعت احمدیہ بھارت کی طرف سے اپنے ملک کی دفاع کیلئے ڈیفنس فنڈ میں دل کھول کر عطیات جمع کرائے گئے۔ ذیل میں بعض چٹھیوں کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ جو کہ حکومت کی طرف سے شکریہ کے طور پر لکھی گئی:

۱- راشٹرپتی بھون نئی دہلی سے
F-66-662-7-11-62

۲- وزیر اعظم بھارت کی جانب سے
No-D/S 7823-5-11-62

۳-وزیرِاعلیٰ پنجاب کی طرف سے
11069/C MP-62-19-11-62
۴-وزیرِاعلیٰ اُتر پردیش لکھنؤ کی طرف سے
D.ON P.2328/11/87R62-911-62
۵-وزیرِاعلیٰ میسور سٹیٹ کی طرف سے
30-10-62
۶-وزیرِاعلیٰ جموں کشمیر کی طرف سے
2159/PN/62-14-11-62

۱۰/ مئی ۱۹۶۳ء کو وزیرِ اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ڈیفینس فنڈ میں حصہ لینے پر ایک اور اظہارِ خوشنودی کی چٹھی بھجوائی گئی۔ اپنے فوجی بھائیوں کیلئے جماعت کے افراد نے خون کے عطیات بھی دیئے جن میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ بھی شامل ہیں۔

ایک دفعہ ملک کو درپیش نازک حالات کے وقت بعض افراد کی جانب سے غلط اطلاعات حکومت کے افسران کو دی گئیں وہ افسران قادیان تشریف لائے اور یہ کہا کہ جماعت کے افراد کو یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جانا ہے اس پر اُنہیں بتلایا گیا کہ اپنے ملک میں قادیان سے بڑھ کر امن کی جگہ اور کون سی ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ مصر رہے۔ اُسی وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو دُعا کیلئے درخواست کی گئی اور درویشانِ کرام بھی خداتعالیٰ کے حضور گریہ وزاری میں لگ گئے۔ چنانچہ حکّام نے جلد دوبارہ یہ اطلاع دی کہ احمدیوں کو یہاں سے ہرگز نہ نکالا جائے گا۔ یہ احکام تحریری طور پر نظارت امورِ عامہ کے جماعتی ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ اس موقعہ پر قادیان کے ایک لیڈر کے یہ تاثرات دینا بے محل نہ ہوگا کہ:

"کچھ عرصہ پیشتر چند شرارت پسند لوگوں نے ہمیں احمدیہ جماعت کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی اور ہم حقیقتاً اس رواداری

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"جتنے لوگ دنیا میں ٹھوکر کھاتے ہیں وہ اس مقام پر جاکر ٹھوکر کھاتے ہیں جہاں خدا کی محبت سے دنیا کی محبت یا اولاد کی محبت یا اپنی عزت کی محبت آگے اونچا سر نکالے کھڑے ہوتی ہے۔ جب تک ان کا امتحان اس مقام تک نہیں پہنچتا وہ مخفی رہتے ہیں یعنی ان کا نفاق مخفی رہتا ہے۔ جب ابتلاء اتنا سر اُٹھالے یا اتنا بلند ہو جائے کہ وہاں جاکر خدا کی محبت کو تاہ رہ جائے اور اس کا قد چھوٹا رہے اور ان کی اولاد کی محبت اور مال کی محبت اور عزت نفس کی محبت اونچی نکلی ہوئی ہو تو وہ ابتلاء پھر ان کو خدا سے الگ کر دیتا ہے اس وقت وہ ننگے ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ ظاہر ہوتے ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کیا تھے.... لیکن اہل اللہ کو ابتلاء اور رنگ میں دکھاتے ہیں۔ ان کی نیکیاں مخفی ہوتی ہیں اور جب ابتلاء ان کو اچھالتے ہیں تو ان کی اپنی ساری محبتیں پیچھے رہ جاتی ہیں، ڈوبی ہوئی رہ جاتی ہیں۔ صرف خدا کی محبت کے ساتھ وہ چلتے ہیں اور خدا کی محبت کے ساتھ دنیا پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا کبھی نہیں چھوڑتا۔ ہمیشہ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ ان کے ساتھ رہتا ہے۔ اسی کا نام اللہ کی معیّت ہے۔ معیّت کا مطلب ہرگز نہیں کہ چار قدم کی معیّت اور پھر خدا پیچھے اور آپ آگے۔ یہ معیّت کا مطلب ہے کہ وہ ایمان لانے والے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ یہ ہوتے ہیں جو دین کو خدا کیلئے خالص کرتے ہیں اور ہر دوسرے کے مقابل پر خدا کی محبت کو غالب سمجھتے ہیں۔ اس کے ہو کے رہ جاتے ہیں۔ (خطبہ جمعہ ۱۰/اگست ۱۹۹۰ء)

اور صلح کُل جماعت سے بدظن رہے لیکن اس جماعت کو قریب سے دیکھنے اور اس سے پریم بڑھانے پر معلوم ہوا کہ اس جماعت کے لوگ بہت ہی بااخلاق اور روادار ہیں۔ (روزنامہ اجیت جالندھر ۲۱/ مئی ۱۹۵۳ء)

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی ہندوپاک جنگ میں بھی جماعت احمدیہ بھارت نے اپنے ملک کے دفاع کیلئے خطیر رقوم کے عطیہ ملک کے دفاعی فنڈ میں ادا کئے۔ جماعتِ احمدیہ کے افراد ملک کے دفاع کیلئے فوج و پولیس میں بھرتی ہوتے ہیں۔ اور بعض نے اعلیٰ عہدوں تک بھی پہنچ کر ملک و قوم کی نمایاں خدمات کی سعادت پائی۔

۱۹۶۵ء میں بھارت کے ڈیفنس منسٹر شری وائی بی چاون کے ایڈیشنل پرائیویٹ سیکٹری صاحب نے اپنی چٹھی زیر 16175 DM(G) 65-Dt 8-10-65 میں لکھا ہے کہ:

"جماعت احمدیہ کے مخلصانہ تعاون پر ڈیفنس منسٹر شکریہ ادا کرتے ہیں"۔

غرض یہ کہ جماعت احمدیہ کا کردار قومی یکجہتی کیلئے ایک منفرد و ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ اپنا مخلصانہ تعاون قومی یکجہتی کو مستحکم کرنے کیلئے دیتی آئی ہے اور آئندہ بھی دیتی رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے افراد اپنے غیر مسلم بھائیوں کی خوشی و غمی کی تقاریب میں شرکت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان بھائیوں کی جانب سے بھی جماعت احمدیہ کے ایسے مواقع پر شرکت فرمائی جاتی ہے۔ قومی دنوں کے موقع پر جماعت احمدیہ کے افراد جماعتی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ہندوستان بھر میں ان میں شرکت فرماتے ہیں۔ مرکز قادیان کی زیارت کیلئے وزراء گورنر صاحبان مرکزی و صوبائی حکومت کے دیگر اعلیٰ افسران تشریف لاتے رہتے ہیں اور وہ جماعت کے قومی یکجہتی کے جذبہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں مزید توفیق عطا فرماتا چلا جائے تاکہ ہم ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنا مثبت کردار ادا کرتے رہیں جس سے قومی یکجہتی اور مضبوط و مستحکم ہو سکے۔ (آمین)

جماعتِ احمدیہ مالی قُربانیوں کے میدان میں

﴿مکرم خورشید احمد صاحب انورؔ نائب ناظر بیت المال آمد قادیان﴾

قرآنِ حکیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفس کی اِصلاح اور اس کے ایمان کی پختگی و سلامتی کیلئے عبادت اور مالی خدمت دونوں کو دین کا نصف نصف حصہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اپنے آغاز ہی میں متقیوں کی بنیادی صفات کے ضمن میں ان پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا خلاصہ یہ بیان فرمایا ہے کہ:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ○

(البقرہ:۴)

یعنی حقیقی معنوں میں متقی وہ ہیں جو ایمان بالغیب رکھنے کے نتیجہ میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو کر پورے انہماک اور دِلی شغف کے ساتھ اس کی عبادت بجالاتے ہیں اور دوسری طرف اس کی رضا کے حصول کیلئے اپنے خداداد رزق میں سے دینی اغراض کے تحت بڑھ چڑھ کر خرچ بھی کرتے ہیں۔

سورۃ بقرہ کی اِس ایک آیتِ کریمہ پر ہی موقوف نہیں بلکہ قرآن مجید نے جہاں کہیں بھی اعمالِ صالحہ بجالانے کی تلقین فرمائی ہے، ہر مقام پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ دونوں کو خاص طور پر یکجا اور نمایاں کر کے بیان فرمایا ہے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ انسان کو اپنے مال اور اولاد دونوں سے طبعاً زیادہ محبت ہوتی ہے۔ جو بعض اوقات ایمانی ٹھوکر کا بھی سبب بن جاتی ہے۔ انسان کی اسی فطری کمزوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (الانفال:۲۹) کے پُر حکمت قرآنی الفاظ میں مال اور اولاد دونوں کو اس کیلئے ابتلا و آزمائش کا موجب قرار دیا ہے۔ اس کے بالمقابل خدا اور اُس کے رسولؐ کی خاطر اپنی محبوب ترین چیز کو بھی قربان کر دینا محبت الٰہی کی حتمی دلیل ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیت قرآنی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط (آل عمران:۹۳) کے الفاظ میں محبت و قُربِ الٰہی کے حصول کیلئے پہلی شرط ہی یہ عائد فرمائی ہے کہ تم اس کی راہ میں اپنے محبوب اور مرغوب ترین اموال خرچ کرو۔ کیونکہ خواہشات اور اُمنگوں کی قربانی ہی تربیت و اصلاح نفس کا واحد ذریعہ ہے۔

اصحاب النبیؐ کا بے مثال نمونہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تربیت پائی تھی، اِس لئے وہ اس نکتہ کو بخوبی سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی ہر عطا اُس کی امانت ہے اور صحیح معنوں میں امین وہی ہے جو طلب کرنے پر بشاشتِ قلب کے ساتھ امانت کو اُس کے مالک کے سپرد کر دے۔ یہ سب مال و متاع چونکہ خدائے رزاق ہی کی دین ہے اسلئے اس کا حقیقی مالک بھی وہی ذات والا صفات ہے۔ ہمارے پاس موجود یہ ساری دولت اسی کی امانت ہے۔ ہم اس دولت کے امین تو ہیں مگر مالک نہیں۔

اس نکتۂ معرفت کی روشنی میں جب ہم اسلامی تاریخ کے ابتدائی دَور کی ورق گردانی کرتے ہیں تو اُن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابو طلحہ انصاری، حضرت ابن عمر، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ بہت سے جلیل القدر صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بے پناہ جذبۂ خلوص وایثار کی ایسی بے شمار درخشندہ مثالیں ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مہم در پیش ہوئی آپؐ کے ایک اشارے پر شمعِ محمدی کے اِن پروانوں نے اپنا سب کچھ آپؐ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔

خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا حال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی بے شمار دولتیں عطا کیں۔ مگر آپؐ نے اُنہیں ایک لحظہ کیلئے بھی اپنی تحویل میں رکھنا گوارہ نہیں کیا۔ بلکہ جب بھی کوئی تحفہ، نذرانہ اور مال غنیمت آپؐ کے حضور میں پیش ہوا آپؐ نے اُسے اُسی وقت راہِ خدا میں لٹا دیا۔ حتی کہ اپنی وفات کے بعد آپؐ نے اپنے پیچھے بجز ایک خچر اور ایک تلوار کے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔

اسلام کی نشأۃ ثانیہ

اسلامی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ناطق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پاکباز صحابہؓ کے نقش قدم پر جب تک مسلمان فرمانِ الٰہی وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً (آل عمران:۱۰۴) کے تابع رہے اور قربانی وایثار

کی یہ مثالی روح اُن میں کار فرمارہی وہ دینی اور دنیوی ہر دو اعتبار سے زندگی کے ہر شعبہ میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات حاصل کرتے چلے گئے۔ مگر جیسے ہی اُنہوں نے خلافت علیٰ منہاج نبوت کی شکل میں موجود خدا کی رسّی اور خدمتِ دین کے اہم پہلو سے رُوگردانی اختیار کی ہر میدان میں شکست وناکامی اور ذلت وادبار اُن کا مقدر بن گئی اور رفتہ رفتہ نوبت یہ آگئی کہ وہ قوم جو کسی وقت دنیا کے معتدبہ حصہ پر حکمران تھی دجالی طاقتوں کی محکوم ہوگئی۔ تب آسمانی پیش خبریوں کے عین مطابق اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی ہجری کے سر پر اسلام کے عالمگیر روحانی غلبہ اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی از سر نو بحالی کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود ومہدی معہود بناکر مبعوث فرمایا اور آپؑ کو اپنے مقدس مشن کی تکمیل کیلئے خدمت دین کے جذبہ سے سرشار ایک ایسی مخلص اور فدائی جماعت عطا فرمائی جس کا باقاعدہ قیام ۲۳ / مارچ ۱۸۸۹ء کو بمقام لدھیانہ چالیس مریدانِ باصفا کی بیعتِ اولیٰ کے ذریعہ عمل میں آیا۔ جن میں سے ہر ایک نے باری باری آپ کے مبارک ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر منجملہ دیگر باتوں کے اس امر کا بھی تہہ دل سے اقرار کیا کہ:

"میں دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھوں گا"۔

(حیات طیبہ صفحہ ۹۶)

حضور علیہ السلام نے باذنِ الٰہی اپنی اس برگزیدہ روحانی جماعت کا نام اس کے متہم بالشان مقصد و نصب العین کی مناسبت سے "جماعت احمدیہ" تجویز فرمایا۔ اور اس نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان فرمائی کہ:

"اسلامی فرقوں نے غلطی کھائی۔ کسی نے اپنے آپ کو حنفی کہا اور کسی نے مالکی اور کسی نے شیعہ اور کسی نے سُنی۔ مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہی فرقے ہو سکتے ہیں۔ محمدی یا احمدی۔ محمدی اس وقت جب جلال کا اظہار ہو اور احمدی اس وقت جب جمال کا اظہار ہو"۔

(ملفوظات جلد دوئم صفحہ ۲۰۹)

صحابہؓ کی مماثل جماعت

مامور زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہونے والی یہی وہ واحد جماعت ہے جس کی نشاندہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ کہہ کر فرمائی تھی اور جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ جمعہ میں وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے مقدس الفاظ میں دورِ اوّل کے صحابہ کے مماثل قرار دیا تھا۔

جماعت احمدیہ کی شکل میں غلبہ دین متین کی علمبردار اس روحانی فوج کو اس کے فرض منصبی سے آگاہ کرتے ہوئے حضورؑ نے انتہائی پُر شوکت الفاظ میں اعلان فرمایا کہ:

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کیلئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اُس کے ظہور کیلئے نہ کھودیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔ اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کیلئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اُس حکیم وقدیر نے اِس عاجز کو اصلاح خلائق کیلئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کیلئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا"۔ (فتح اسلام صفحہ ۱۷-۱۶)

دعوتِ خدمت وایثار

اس عظیم الشان کارخانہ کی پانچ شاخوں یعنی تالیف وتصنیف، سلسلہ اشتہارات، لوازمِ مہمان نوازی، تبلیغی وجوابی خط وکتابت اور سلسلہ مریدان وبیعت کنندگان کا ذکر کرنے کے بعد حضورؑ نے جماعت کو ان تمام اہم ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآ ہونے کیلئے مالی جہاد میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

"وہ لوگ جو کامل استطاعت نہیں رکھتے وہ بھی اس طور پر اس کارخانہ کی مدد کرسکتے ہیں جو اپنی اپنی طاقت یابی کے موافق ماہواری امداد کے طور پر عہدِ پختہ کے ساتھ کچھ کچھ رقم نذر اِس کارخانہ کی کیا کریں۔

دیکھو! جنہوں نے انبیاء کا وقت پایا اُنہوں نے دین کی اشاعت کیلئے کیسی کیسی جانفشانیاں کیں۔ جیسے ایک مالدار نے دین کی راہ میں اپنا پیارا مال حاضر کیا اَیسا ہی ایک فقیر دریوزہ گرنے اپنی مرغوب ٹکڑوں سے بھری ہوئی، زنبیل پیش کر دی اور ایسا ہی کئے گئے جب تک خدا کی طرف سے فتح کا وقت آگیا۔

مسلمان بننا آسان نہیں، مومن کا لقب پانا سہل نہیں۔ سو اے لوگو! اگر تم میں وہ راستی کی روح ہے جو مومنوں کو دی جاتی ہے۔ تو میری اِس دعوت کو سرسری نگاہ سے نہ دیکھو۔ نیکی حاصل کرنے کی فکر کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں آسمان پر دیکھ

رہا ہے کہ تم اِس پیغام کو سُن کر کیا جواب دیتے ہو"۔(فتح اسلام صفحہ ۵۲)

اصحابِ احمدؑ کا والہانہ لبیک

مخلصین جماعت نے اپنے آقا کی اس دعوت پر کس والہانہ جذبہ کیساتھ لبیک کہا اور کس طور سے اوّلین کے نقشِ قدم پر تجدید و احیاءِ دین کی خاطر دیوانہ وار مالی جہاد میں کود پڑے؟ اس ایمان افروز حقیقت کے اظہار کیلئے الفاظ کا سہارا لینے کی بجائے واقعات و شواہد کا پیش کیا جانا زیادہ مناسب ہو گا۔ مشتے نمونہ از خروارے کچھ روح پرور مثالیں ملاحظہ کیجئے:

۱- صدیقیت اور فاروقیت کی روح اور جذبہ سے سرشار حضورؑ کے انتہائی مخلص اور فدائی رفیق حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے کمال راستی اور انکسار کے ساتھ حضورؑ کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ:

"اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دِن رات خدمت دین میں پڑا رہوں۔ اگر حکم ہو تو اِس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔ میں آپؑ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپؑ کا ہے۔ حضرت پیرو مُرشد! میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا... مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کیلئے تیار ہوں۔ دُعا فرمائیں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو"۔ (فتح اسلام صفحہ ۳۶)

۲- اوائل زمانہ میں ایک دفعہ حضورؑ کو لدھیانہ میں ایک اہم اشتہار چھپوانے کیلئے ساٹھ روپے کی فوری ضرورت پیش آئی۔ حضورؑ نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلویؓ کو بلایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت در پیش ہے۔ کیا آپ کی جماعت اِس رقم کا انتظام کر سکے گی؟ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ نے عرض کی کہ انشاء اللہ ضرور کر سکے گی۔ یہ کہہ کر اُسی وقت کپور تھلہ کیلئے روانہ ہوگئے۔ اور وہاں کی جماعت کے کسی فرد سے ذکر کئے بغیر بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے لدھیانہ جاکر حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضورؑ بہت خوش ہوئے اور جماعت کپور تھلہ کے حق میں دُعا کی۔ چند روز بعد جب حضرت منشی اروڑہ صاحب کپور تھلویؓ کو لدھیانہ جانے پر حضورؑ کی زبانی اس واقعہ کا علم ہوا تو واپس کپور تھلہ آکر حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ سے ملے اور سخت ناراضگی کیساتھ کہا کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ منشی ظفر احمد صاحبؓ نے جواب دیا کہ تھوڑی سی رقم تھی جو میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی۔ اس میں ناراضگی کی کیا بات ہے۔ مگر منشی اروڑہ صاحبؓ کا غصہ کم نہیں ہوا۔ اور وہ مسلسل چھ ماہ تک ان سے ناراض ہی رہے۔

۳- خود حضرت منشی اروڑہ صاحب کپور تھلویؓ جو ابتداءً کچہری میں بطور چپراسی پندرہ روپے ماہوار پر ملازم تھے اور بعد میں درجہ بدرجہ ترقی پاکر تحصیلدار بنے، کے اخلاص اور فدائیت کا یہ عالم تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ وہ قادیان آکر (قبل از خلافت) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ سے ملے اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دو یا تین پاؤنڈ نکالے اور آپ سے کہا کہ یہ اماں جانؓ کو دیدیں۔ اور اتنا کہتے ہی دہاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے۔ کچھ دیر بعد جب اُن کے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو رونے کا سبب دریافت کرنے پر بتایا کہ میں غریب آدمی تھا۔ مگر جب بھی چھٹی ملتی قادیان کیلئے چل پڑتا۔ سفر کا بیشتر حصہ پیدل ہی طے کرتا۔ تاکہ سلسلہ کی خدمت کے لئے کچھ پیسے بچ جائیں۔ یہاں آکر امراء کو دیکھتا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کیلئے بڑا روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا کہ کاش میرے پاس بھی ہو اور میں حضورؑ کی خدمت میں چاندی کی بجائے سونے کا تحفہ پیش کروں۔ آخر میری تنخواہ کچھ زیادہ ہوگئی اور میں نے ہر ماہ کی بچت سے ایک ایک کر کے تین پاؤنڈ خرید لئے۔ مگر جب دل کی آرزو پوری ہو گئی تو.... یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگ گئے اور روتے روتے ہی اس ادھورے فقرہ کو اس طرح پورا کیا کہ جب پاؤنڈ میرے پاس جمع ہو گئے تو حضورؑ کی وفات ہو گئی۔

تحصیلدار کے عہدہ سے ریٹائر ہونے کے بعد حضرت منشی اروڑہ صاحبؓ اپنے گھربار اور اہل و عیال کو خیرباد کہہ کر مستقل طور پر قادیان آگئے اور یہاں ایک چھوٹی سی کوٹھری میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ اگرچہ پچاس روپیہ ماہانہ پنشن ملتی تھی مگر اس میں سے بہت معمولی سی رقم ماہوار خرچ کیلئے اپنے پاس رکھتے اور باقی ساری رقم چندہ میں دیدیتے۔ وفات تک آپ کا یہی معمول رہا۔

۴- حضرت چوہدری رستم علی صاحبؓ کے اخلاص، فدائیت اور بے نفسی کا بھی یہی عالم تھا۔ بحیثیت سب انسپکٹر اسّی روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ جس میں سے ماہ بماہ باقاعدگی کیساتھ چندہ ادا کرتے۔ بعدہٗ آپ ترقی پاکر انسپکٹر بن گئے اور تنخواہ یکصد اسّی روپیہ ماہوار ہوگئی۔ آپ نے اُسی وقت حضور کی خدمت میں خط تحریر کیا کہ میری تنخواہ میں یہ اضافہ محض خدمت دین کی خاطر ہوا ہے۔ اس لئے میں علاوہ اُس چندہ کے جو پہلے سے ادا کرتا آرہا ہوں اضافہ شدہ یہ ساری رقم بھی ہر ماہ بطور چندہ حضور کی خدمت میں بھجواتا رہوں گا۔ آپ اپنے اس عہد پر تادم واپسیں قائم رہے۔

اور جب کسی نے دریافت کیا تو اشکبار آنکھوں کے ساتھ یہ جواب دیا کہ حضرت اقدسؑ کے رُخِ انور کی ایک جھلک میری اس حقیر قربانی کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قیمتی تھی۔

۵- جب حضور علیہ السلام کی طرف سے منارۃ المسیح کی تعمیر کیلئے چندہ کی تحریک ہوئی تو شمع احمدیت کے ان پروانوں نے حسب معمول اس تحریک میں بھی بڑھ چڑھ کر قربانی پیش کرنے کا شاندار مظاہرہ کیا۔ حضرت منشی شادی خان صاحبؓ نے چارپائیوں کے سوا گھر کا تمام سامان فروخت کر کے تین سو روپیہ حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس پر حضورؑ نے اظہار خوشنودی کے ساتھ فرمایا کہ منشی صاحب نے بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسا نمونہ دکھایا ہے اور سوائے اللہ کے گھر میں کچھ نہیں چھوڑا۔ منشی صاحبؓ نے یہ سُنا تو اسی وقت گھر کی چارپائیاں بھی فروخت کر دیں اور رقم لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔

۶-ایک مرتبہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے آکر عرض کی کہ مہمانوں کے رات کے کھانے کیلئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ اُن دنوں جلسہ سالانہ کیلئے چندہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ تمام اخراجات حضور اپنے پاس سے کرتے تھے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور جو کفایت کر سکے لیکر فروخت کر دیں اور سامان لے آئیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے سامان لایا گیا۔ دو دن کے بعد میر صاحبؓ نے پھر عرض کی کہ کل کیلئے پھر کچھ نہیں۔ فرمایا۔ ہم نے برعایت ظاہری اسباب انتظام کر دیا تھا۔ اب ہمیں ضرورت نہیں۔ جس کے مہمان ہیں وہ خود انتظام کرے گا۔ اگلے دن آٹھ یا نو بجے جب چٹھی رسان ڈاک لیکر آیا تو اُس نے سو سوا اور پچاس پچاس روپے کے دس پندرہ کے قریب منی آرڈر دیئے جو مختلف جگہوں سے آئے تھے اور ان پر لکھا تھا ہم حاضری سے محروم ہیں۔ مہمانوں کیلئے یہ روپے بھیجے جاتے ہیں۔ حضورؑ نے منی آرڈر وصول فرما کر موجود الوقت حاضرین کے سامنے توکل کے عنوان پر بصیرت افروز تقریر فرمائی اور فرمایا کہ جیسا ایک دنیا دار کو اپنے صندوق میں رکھے ہوئے روپوں پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جب چاہوں گا لے لوں گا۔ اس سے زیادہ یقین متوکلین کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ بھیج دیتا ہے۔

۷-اسی طرح ایک دن حضورؑ نے حضرت اُم المومنینؓ سے فرمایا کہ اب روپیہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میرا خیال ہے کہ کسی سے قرض لیا جائے۔ کیونکہ اب اخراجات کیلئے کوئی روپیہ پاس نہیں رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نماز ظہر کیلئے مسجد تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو حضورؑ مسکرا رہے تھے۔ پہلے آپ اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے اور حضرت اُم المومنینؓ سے فرمایا کہ انسان باوجود خدا تعالیٰ کے متواتر نشان دیکھنے کے بعض دفعہ بد ظنی سے کام لیتا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ لنگر کے لئے روپیہ نہیں۔ اب کہیں سے قرض لینا پڑے گا۔ مگر جب میں نماز کیلئے گیا تو ایک شخص جس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے آگے بڑھا اور اُس نے ایک پوٹلی میرے ہاتھ میں دیدی۔ میں اُس کی حالت کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ اس میں کچھ پیسے ہونگے۔ مگر گھر آکر اُسے کھولا تو اُس میں سے کئی سو روپیہ نکلا۔

تابعین اصحاب احمدؑ کا مثالی کردار

دین اور اُس کی اغراض کیلئے بے لوث قربانی و ایثار کی مندرجہ بالا تمام درخشندہ مثالیں اُن بزرگ اور پاکباز وجودوں کی ہیں جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے رُخِ انور کو بچشم خود مشاہدہ کیا اور حضور کی مجالس علم و عرفان اور کلماتِ طیبات سے براہ راست مستفیض ہوئے۔ یہ وہ مقدس گروہ تھا جو مسیح ناصریؑ کے حواریوں کی طرح مسیح محمدیؑ کی آواز مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ کے جواب میں نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آگے بڑھا اور الہام الٰہی یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَاءِ کے مصداق ہمیشہ کیلئے آپ کا معین و مددگار بن گیا۔ یہ ان پاکباز وجودوں کے قابل رشک اور مثالی عملی نمونہ ہی کا پرتو ہے کہ اصحاب احمدؑ کی طرح تابعین اور تبع تابعین کا دور بھی قربانی وایثار کی بے شمار درخشندہ مثالوں سے لبریز دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً:

۱- حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب قاعدہ یسرنا القرآن کے موجد تھے جسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس قاعدہ سے آپ کو اُس زمانہ میں ماہوار سینکڑوں روپے کی آمد تھی۔ لیکن دین کیلئے آپ کے جذبہ قربانی وایثار کا یہ حال تھا کہ صرف تیس روپے ماہوار ذاتی خرچ کیلئے اپنے پاس رکھتے اور باقی سب اشاعت قرآن و اشاعت دین کی غرض سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ جنگ عظیم کے نتیجہ میں جب بہت زیادہ گرانی ہوگئی تو ذاتی اخراجات کیلئے چالیس روپے ماہوار اپنے پاس رکھنے شروع کر دیئے۔ صرف ۱۹۴۰ء کے سال میں ہی آپ نے بحیثیت مجموعی دس ہزار روپیہ خدمت دین کیلئے پیش کیا جس سے آپ کی بے نفسی اور جذبہ قربانی و ایثار کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۲- تابعین اصحاب احمدؑ ہی میں سے ایک مثالی وجود حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین صاحب آف سکندر آباد کا بھی تھا جنہوں نے قبول احمدیت

سے لیکر اپنی وفات تک بے دریغ قربانی وایثار کا ایک ایسا سنہری باب مرتب کیا جو تاریخ احمدیت کیلئے ہمیشہ سرمایۂ افتخار رہے گا۔ اپنے حالات زندگی کے ضمن میں خود آپ تحریر فرماتے ہیں:

”خدمت دین کیلئے روپیہ مطلوب تھا۔ ہمارے پاس صرف والد صاحب کی چھوڑی ہوئی تجارت تھی۔ جس سے والد صاحب کچھ روپیہ جمع نہ کر سکے تو میں اس تجارت میں کیا کر سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو تمام برکات کا منبع ہے اس تجارت میں برکت دی۔ اور پہلے سال سے ہی اس میں ہزارہا روپے کا منافع دینا شروع کر دیا۔ جو ہر سال ترقی کرتا گیا۔ حتّٰی کہ چند سالوں میں ہمارا سرمایا لاکھوں تک پہنچ گیا۔ جو ہم چاروں بھائیوں میں مساویانہ طور پر تقسیم کر لیا گیا۔ ۱۹۵۲ء تک قبول احمدیت کے ابتدائی سینتیس سالوں کے پہلے بائیس سالوں میں تین لاکھ روپے اور بعد کے پندرہ سالوں میں آٹھ لاکھ روپے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمت دین کیلئے خرچ کرنے کی مجھے توفیق ملی۔ بوجہ احمدیت غرض و غایت زندگی معلوم ہوئی۔ جو کہ خدمتِ دین ہے۔ ہمارا مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ جس میں سے ہم صرف اسی قدر لے سکتے ہیں جتنا سادگی سے زندگی گزارنے کیلئے ضروری ہے۔ باقی سارا مال ہمیں فی سبیل اللہ صرف کرنا چاہئے۔ جان بھی الٰہی امانت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررہ واجب الاطاعت امام کی تعلیم کے مطابق وقف ہونی چاہئے“

حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الٰہ دین صاحبؓ کی ان ہی مثالی قربانیوں کا موازنہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۳۳ء کے خطاب میں فرمایا کہ:

”وہ اتنا وقت اور اتنا روپیہ تبلیغ احمدیت کیلئے صرف کرتے ہیں کہ کوئی اور فرد نہیں کر سکتا“۔

۳-ایسے ہی ایک اور قابل رشک وجود محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ بھی تھے جنہوں نے ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قربانی وایثار کے باب میں شاندار مثال قائم کی۔ خصوصاً تقسیم ملک کے بعد قادیان اور درویشان قادیان کیلئے ان کی مالی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع اور قابل رشک ہے۔ عہدِ خلافتِ ثالثہ میں جب انہیں دارالہجرت ربوہ میں مسجد اقصیٰ کے نام سے ایک وسیع وعریض اور عالیشان مسجد کی تعمیر کے منصوبہ کا علم ہوا تو انہوں نے بصد شوق وانکسار حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں تعمیر کا کل خرچ جو ابتدائی تخمینہ کے مطابق دو لاکھ روپے تھا اپنی طرف سے ادا کرنے کی مخلصانہ پیشکش کی جو قبول کر لی گئی۔ مگر تعمیر کا کام مکمل ہونے تک یہ اخراجات پندرہ لاکھ روپے تک پہنچ گئے۔ حضور رحمہ اللہ نے چاہا کہ اتنا بڑا بوجھ تنہا آپ پر نہ ڈال کر جماعت کے دوسرے مخیّر احباب کو بھی خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ جب آپ کو حضورؒ کے اس ارادہ کا علم ہوا تو کمال عاجزی کیساتھ دوبارہ عرض کی کہ حضور! خادم نے اس مسجد کی تعمیر کے تمام اخراجات ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ اس لئے اب اس پر جتنا بھی خرچ ہوگا خاکسار ہی ادا کرے گا۔ اِس طرح آپ نے تعمیر کا سارا خرچ پوری بشاشت اور اِنشراح صدر کے ساتھ ادا کیا۔ اس درجہ اخلاص اور فدائیت کا مظاہرہ کرنے کے باوجود آپ کی خشیت کا عالم یہ تھا کہ دیکھنے والوں نے ایک دفعہ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی مرحوم کو اسی مسجد اقصیٰ میں اس حدیث نبویؐ کے بیان پر زارو قطار روتے ہوئے دیکھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ لوگ سخت گھاٹے میں ہونگے جن کو خدا نے دولت سے وافر حصہ عطا کیا ہے سوائے اُن کے جو اوک بھر بھر کے راہِ خدا میں لٹاتے ہیں۔

احمدی مستورات کا قابل رشک نمونہ

قربانی وایثار کے باب میں مردوں کے دوش بدوش احمدی مستورات نے بھی کئی اہم سنگ میل نصب کئے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ زیور کی چاہت عورت کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ مگر تعمیر مسجد فضل لندن کیلئے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بطور خاص احمدی مستورات میں چندہ کی تحریک فرمائی تو جماعت کی کئی خواتین نے بلا جھجک اپنے زیور اُتار کر حضورؓ کے قدموں میں نچھاور کر دیئے۔ ان ہی میں ایک مخلص اور فدائی خاتون محترمہ کریم بی بی صاحبہ زوجہ محترم منشی امام الدین صاحب پٹواری بھی تھیں۔ جنہوں نے اپنی والدہ کی نشانی کے طور پر صرف ایک زیور اپنے پاس رکھ کر باقی سارا زیور بشاشت قلب کے ساتھ خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جس وقت آپ گھر سے زیور بھجوانے لگیں تو چاندی کا سارا زیور ترازو میں سیروں کے حساب سے تولا گیا۔ موصیہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اپنے حصہ جائیداد کی ساری رقم یکمشت ادا کر دی جو غلطی سے کسی اور مد میں جمع ہو گئی۔ مگر آپ نے اس رقم کو اُس مد سے منتقل کرانا مناسب نہیں سمجھا اور اپنا حصہ جائیداد دوبارہ ادا کر دیا۔

بحیثیت مجموعی اب تک صرف احمدی مستورات کی طرف سے بصورت نقدی و زیورات پیش کردہ قربانیوں کے نتیجہ میں -/۸۵۴۶۶۴ روپے کی لاگت سے سر زمین یورپ میں تین عالیشان مساجد یعنی مسجد فضل لندن (برطانیہ)، مسجد مبارک ہیگ (ہالینڈ) اور مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن (ڈنمارک) کی تعمیر ہو چکی ہے۔ جبکہ نائیجیریا (مغربی افریقہ) میں چار

مساجد وہاں کی احمدی مستورات نے خالصتاً اپنے چندوں سے تعمیر کی ہیں۔ مزید برآں احمدی خواتین ہی کے چندہ سے -/۲۰۰۰ء ۱۳روپے کی لاگت سے بشمول جرمنی دو غیر ملکی زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت بھی کی گئی ہے۔ یہ احمدی مستورات کی مقبول بارگاہِ الٰہی قربانیوں ہی کا ثمر ہے کہ صرف ان کے چندہ سے قلب یورپ میں تعمیر ہونے والی پہلی مسجد یعنی مسجد فضل لندن آج خلیفہ وقت کی موجودگی کے باعث جماعت احمدیہ عالمگیر کے تیسرے فعال روحانی مرکز کا کردار ادا کر رہی ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

قارئین کرام! مامورین الٰہی کی قوت قدسیہ کا ایک اعجاز یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ بندوں کا خدا تعالیٰ کے ساتھ اس درجہ مضبوط اور گہرا تعلق قائم کر دیتے ہیں کہ ان کے دلوں میں دنیا کی محبت سرد پڑ جاتی ہے اور مقصود بالذات صرف مولا کی رضا ہو جاتی ہے۔ اس جہت سے مخلصین جماعت کی قابل رشک مالی قربانیوں کا یہ روح پرور تذکرہ بلا شک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت و حقانیت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

مرحلہ وار قربانیوں کا سرسری جائزہ

جماعت احمدیہ کی ۱۱۱ سالہ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ کی روز افزوں ضروریات کے ساتھ ساتھ مخلصین جماعت کی قربانیوں کا گراف بھی ہمیشہ بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ضروریات حقہ کے بالمقابل قربانیوں کے بسُرعت ترقی پذیر اس معیار میں کسی نوع کی کوئی کمی واقع ہوئی ہو۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء کے موقعہ پر مخلصین جماعت نے سال آئندہ کیلئے سات صد سے کچھ زائد رقم کے وعدے کئے۔ یہ گویا مٹھی بھر غریب جماعت احمدیہ کے نظام بیت المال کی ابتداء تھی جو حضورؑ کی مبارک زندگی میں ہی کئی ہزار روپئے تک جا پہنچی۔ کچھ بعد دیگرے جماعت پر کئی ابتلاء آئے مگر کوئی بھی بڑے سے بڑا ابتلاء جادۂ ترقی پر گامزن جماعت کے قدموں کو متزلزل نہیں کر سکا۔

عہد خلافتِ ثانیہ میں جماعت کا بجٹ آمد و خرچ بہت جلد ہزاروں کی حدود کو پھلانگ کر لاکھوں میں شمار ہونے لگا۔ جس پر ہمارے ایک مخالف مولوی سید محمد علی صاحب مونگھیری بانی ندوۃ العلماء نے سراسیمگی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا کہ:

"ان کی سعی اور کوشش اس قدر انتھک اور منظم ہے جس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے.... ان کے پاس کوئی بنک نہیں، کوئی ریاست نہیں۔ صرف ایک بات ہے کہ مرزا (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے کہہ دیا کہ ہر مرید حسب استطاعت ماہانہ مذہب کی اشاعت کیلئے کچھ دے.... اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پاس بیت المال میں لاکھوں روپیہ جمع ہو گیا۔ ان کا ہر مرید اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ دیتا ہے۔ اور بعض تو تہائی اور چوتھائی قادیان بھیجتے رہتے ہیں۔ جس سے وہ خاطر خواہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں"۔ (کمالات محمدیہ صفحہ ۲۷۵)

پھر جب عہد خلافت ثانیہ میں ہی مجلس شوریٰ نے سال ۵۷-۱۹۵۶ء کے لئے آمد و خرچ کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ تجویز کیا تو ہمارے مخالفین کے صبر کا پیمانہ ایک بار پھر چھلک اٹھا۔ اسی اِضطراب اور بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے جماعت کے ایک اور مخالف حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر ہفت روزہ المنبر لائلپور نے تحریر کیا کہ

"اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کیلئے تکلیف دہ ہونگے۔ لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ہمارے اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے.... ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں اور دوسری طرف ۵۳ء کے عظیم ترہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اِس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۷-۱۹۵۶ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو"۔ (المنبر ۹ مارچ ۱۹۵۶ء)

عہد خلافتِ ثالثہ کے آغاز میں سال ۶۷-۱۹۶۶ء کیلئے مجلس شوریٰ کی طرف سے اناسی لاکھ روپیہ پر مشتمل بجٹ آمد و خرچ کی سفارش کئے جانے پر جناب عبدالرحیم صاحب اشرف پر گویا سکتہ ہی طاری ہو گیا اور انہیں اپنی اس بے بسی کا اظہار ان الفاظ میں کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ:

"یہ بجٹ صرف مرکزی جماعت کا ہے۔ جن جماعتوں سے اس بجٹ کی رقوم وصول کی جائیں گی ان کے بجٹ الگ ہیں۔ یوں سمجھئے کہ ہر مقامی قادیانی جماعت اگر ایک ہزار مرکز میں بھیجے گی تو کم از کم دو ہزار روپئے اپنے ہاں بھی خرچ کرے گی۔ اس اعتبار سے قادیانی امت کا سالانہ بجٹ کم از کم دو کروڑ چالیس لاکھ روپئے ہوگا۔ اگر غیر مسلموں کو قادیانی بنانے کیلئے یہ کچھ ہو رہا ہے تو انہیں مسلمان بنانے کیلئے کیا کچھ کرنا چاہئے۔ کیا آپ اس عنوان پر سوچنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے"۔ (المنبر ۱۵ اپریل ۱۹۶۶ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بابرکت دور خلافت میں ہی جماعت کا سالانہ بجٹ لاکھوں سے تجاوز کر کے کروڑوں میں شمار ہونے لگا اور اس عہد مبارک کے آخری مالی سال یعنی ۸۲-۱۹۸۱ء کے لئے صدر انجمن احمدیہ، انجمن تحریک جدید اور انجمن وقفِ جدید کے آمد و خرچ کا مجموعی بجٹ نو کروڑ نوے لاکھ روپئے کے قریب ریکارڈ کیا گیا۔ جبکہ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے انقلاب آفریں دورِ خلافت کے گزشتہ اٹھارہ سالوں میں جماعت احمدیہ عالمگیر کی تینوں انجمنوں کا مجموعی بجٹ برق رفتاری کے ساتھ چھلانگیں لگاتے ہوئے کروڑوں کی حدود سے بھی تجاوز کر کے اربوں کی حدود میں داخل ہو چکا ہے۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق:

☆- جہاں ۱۸۹۳ء کیلئے جماعت نے لازمی چندہ کے طور پر سات صد کچھ روپے کے وعدے کئے تھے وہاں آج جماعت کے لازمی چندوں کا میزانیہ ایک ارب اٹھاون کروڑ چالیس ہزار روپے ہو چکا ہے۔

☆- جہاں ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کا اجراء صرف ساڑھے ستائیس ہزار روپے کے ابتدائی مطالبہ کے ساتھ ہوا تھا وہاں آج اس مد میں جماعت احمدیہ کی مالی قربانی کا گراف بارہ کروڑ چالیس لاکھ چھبیس ہزار کے عدد کو چھو چکا ہے۔

☆- اسی طرح جہاں ۱۹۵۷ء میں چندہ وقفِ جدید کا اجراء صرف نو لاکھ روپیہ کے ابتدائی مطالبہ کے ساتھ ہوا تھا وہاں گزشتہ سال اس مد میں جماعت کی طرف سے پیش کردہ مجموعی رقم کی میزان سات کروڑ باون لاکھ پندرہ ہزار روپے محسوب کی گئی ہے۔

تازہ اور شیریں ثمرات

مندرجہ بالا اعداد و شمار کے مطابق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے گزشتہ مالی سال کے دوران عالمگیر جماعت احمدیہ مسلمہ کو صرف لازمی اور مستقل نوعیت کے طوعی چندوں میں بحیثیت مجموعی ایک ارب ستتر کروڑ بانوے لاکھ اکیاسی ہزار روپیہ پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ جبکہ وقتی نوعیت کی دیگر تمام مالی تحریکات میں جماعت ہر سال اس سے بھی کہیں زیادہ مالی قربانی پیش کر رہی ہے۔ یہ جماعت احمدیہ کی مسلسل بے لوث اور بے دریغ قربانیوں ہی کا ثمر ہے کہ:

☆- ۱۱۱ سال قبل قادیان کی گمنام بستی سے اٹھنے والی تن تنہا آواز کی بازگشت آج دنیا کے ۱۷۰ ممالک میں سنائی دے رہی ہے۔

☆- عالمگیر سطح پر ۲۶۶۴۸ نئی جماعتوں اور ۱۳۳۹۲ نئی مساجد کا اضافہ ہوا ہے۔

☆- ۱۰۰ زبانوں میں تراجم قرآن کریم کے عظیم منصوبہ کے تحت اب تک ۵۳ زبانوں کے تراجم زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔

☆- الہام الٰہی یُنَادِی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ کے ہو بہو مصداق مسلم ٹیلیویژن احمدیہ کی مسلسل ۲۴ گھنٹے کی نشریات اب یورپ اور امریکہ کے ڈیجیٹل نظام سے منسلک ہو چکی ہے۔

☆- جماعت کے ۳۱۲۱ باضابطہ مبلغین و معلمین کے شانہ بشانہ جماعت کا معتدبہ حصہ دن رات دعوت الی اللہ کے فریضہ کی بجا آوری میں مصروف عمل ہے۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے صرف اِس ایک سال (۲۰۰۰-۹۹ء) میں ہی چار کروڑ تیرہ لاکھ آٹھ ہزار تین سو پچھتر سعید روحوں کو جماعت احمدیہ مسلمہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

توفیق ایزدی ہی انعام الٰہی ہے

قارئین کرام! قربانی کے اجر سے قطع نظر قربانیوں کی توفیق عطا ہونا بھی اپنی ذات میں خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا فضل اور انعام ہے۔ جیسا کہ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ دیرپا احسان جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فرماتا ہے وہ قربانی کا اجر نہیں بلکہ خود قربانی کی توفیق ہے۔ کیونکہ قربانی کی توفیق انسان کو اور اس کی روح کو دائمی عظمت عطا کرتی ہے۔ اس سے بڑا کوئی اجر ہو ہی نہیں سکتا جس کا انسان تصور کر سکے۔ ہر اجر کی بناء اور ہر اجر کے حصول کا ذریعہ قربانی بن جاتی ہے۔ اِس سے اعلیٰ اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور آئندہ عظیم الشان نسلوں کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ جو روحانی انقلاب برپا کیا کرتی ہے"۔
(خطبہ جمعہ ۱۵ر جنوری ۱۹۸۸ء)

پس آج جبکہ جماعت احمدیہ فتوحات کو دستک دے رہی ہے اکناف عالم میں روز افزوں وسعت پذیر تبلیغی، تعلیمی، تربیتی اور رفاہی تقاضے ہم سے اپنی قربانیوں کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ہمارا شاندار ماضی اور پر شوکت حال ہمارے تابناک اور روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم اپنے محبوب امام کے منشاء گرامی کے مطابق اپنے دلوں میں یقین کی اس شمع کو فروزاں کریں کہ:

آپ وہ جماعت ہیں جس کو کوئی خوف نہیں اور کوئی حزن نہیں۔ خدا کی خاطر قربانیوں میں آگے بڑھیں اور خدا کے فضلوں کی بارش کو نازل ہوتے ہوئے دیکھیں۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے اُن لوگوں پر جو جماعت پر خدا کے فضلوں کو دیکھ کر اس کی راہ میں روکیں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زمین پر بسنے والے پانیوں پر تو کچھ دیر کے لئے روک لگائی جا سکتی ہے... لیکن وہ بارش جو آسمان سے نازل ہو رہی ہے اُس کو بھی کبھی چھتوں نے روکا ہے۔ اور وہ بارش جو... ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے قطرے بن کر جماعت پر نازل ہو رہی ہے۔ کون ہے جس کی چھتری اس فضل کو روک سکے... اس لئے بے خوف ہو کر آگے بڑھتے چلے جائیں۔ دُعائیں کریں۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس نے نہ پہلے کبھی ہمیں چھوڑا ہے نہ آئندہ کبھی ہمیں چھوڑے گا"۔ (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۵ر مارچ ۱۹۸۹ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ احمدیت میں احمدی مستورات کی بے مثال قربانیاں

محترمہ
بشریٰ طیبہ صاحبہ
صدر لجنہ اماء اللہ بھارت

تاریخ عالم شاہد ہے کہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیائے عرب کی حالت نہایت پستہ ہو چکی تھی۔ ہر قسم کی اخلاقی برائی ان میں پائی جاتی تھی۔ لیکن اسلام کے ظہور کے بعد اسی قوم نے جو بدیوں میں گلے گلے ڈوبی ہوئی تھی ایسی پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کی، ایسی پاک و مطہر ہو کر ابھری کہ انبیاء کی تاریخ میں کہیں اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اس جاں نثار قوم نے قربانی کے وہ اعلیٰ نمونے پیش کئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے رضی اللہ عنھم و رضواعنہ کی خوشخبری عطا فرمادی۔ گو کہ پیشگوئیوں کے مطابق اس امت میں وقت کے ساتھ ساتھ کمزوریاں بھی آتی گئیں لیکن چونکہ کامل مذہب یہی ہے اور اسی نے غالب آنا ہے تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی امت میں سے آنحضرت ﷺ کے ایک روحانی فرزند کو اصلاح کیلئے کھڑا کر دیا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ موعودؑ کے ذریعہ دنیا میں پاک و مطہر افراد کی ایسی جماعت تیار ہو گئی جس نے قربانیاں پیش کرنے میں قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ آج جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی سے زائد عرصہ گذر چکا ہے اس سو سالہ تاریخ میں جگہ جگہ قربانیوں کے لامثال واقعات جگمگاتے موتیوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں۔ آیئے اپنی تاریخ کے سنہری اوراق پلٹ کر دیکھیں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں اس ہستی نے جسے دنیا میں بہت کمزور سمجھا گیا کیا کردار ادا کیا۔

مالی قربانیاں

آج سے ٹھیک ایک سو سال قبل سن 1900 میں حضرت مسیح موعودؑ نے الٰہی تحریک کے مطابق قادیان میں ایک منارہ کی تعمیر کا ارادہ فرمایا۔ یہ زمانہ مالی اعتبار سے جماعت کیلئے نہایت کمزوری کا زمانہ تھا جماعت کی تعداد نہایت قلیل تھی اور ایسے عظیم الشان منار کی تعمیر کے لئے کثیر رقم کی ضرورت تھی جس کا مہیا کرنا ایک مختصر سی جماعت کے لئے جسے تبلیغ کے دوسرے کاموں میں بھی اپنی طاقت وبساط سے بڑھ کر خرچ کرنا پڑتا تھا بڑا ہی مشکل امر تھا۔ ابتدا میں دس ہزار روپے اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا سوال یہ اٹھ رہا تھا کہ اس قدر روپیہ کہاں سے آئے ایسے وقت میں ام المومنین حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ نے قربانی کا جو نمونہ پیش فرمایا اس کا ذکر تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ 318 پر یوں درج ہے۔

”......حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی آواز پر لبیک کہنے والوں میں بھی حضرت ام المومنینؓ کا نام سر فہرست ہے سلسلہ کے لئے کوئی ایسی تحریک نہیں ہوئی جس میں آپ نے فراخ دلی سے حصہ نہ لیا ہو مساجد۔ تبلیغی مشن۔ لنگر خانہ۔ لجنہ اماء اللہ کی تحریکات۔ لندن مسجد۔ برلن مسجد۔ اخبار الفضل کا اجراء۔ منارۃ المسیح۔ تحریک جدید غرض ہر تحریک کی ابتدا آپ کے چندہ سے ہی ہوئی“۔

آگے منارۃ المسیح اور حضرت ام المومنینؓ کے عنوان سے حضرت عرفانی صاحبؓ کا ایک مضمون درج ہے جس میں انہوں نے حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کا خط حضرت میر حامد شاہ کے نام تحریر کیا ہے۔

”......منارہ کے لئے زمین بفضل تعالیٰ ان کو مل گئی حضرت اقدس کی توجہ از بس اسطرف مبذول ہے قوم کی طرف سے چندہ آرہا ہے مگر از بس قلیل ہے۔ حضرت نے کل ایک تجویز کی۔ ایک سو آدمی جماعت میں سے ایسے منتخب کئے جاویں کہ ان کے نام حکماً اشتہار دیا جاوے کہ سو سو روپیہ ارسال کریں خواہ عورتوں کا زیور بیچ کر درحقیقت یہ تجویز نہایت عمدہ ہے اور ایسی دینی ضرورتوں میں قوم کا روپیہ کام نہ آئے تو پھر کب؟ بیوی صاحبہ نے ایک ہزار روپیہ چندہ منارہ میں لکھوایا۔ دہلی میں ان کا ایک مکان ہے اس کی فروخت کا حکم دیا ہے وہ اس چندہ میں دیا جائے گا“۔

ایک اور واقعہ آپ کی سلسلہ کیلئے محبت اور قربانی پر روشنی ڈالتا ہے کہ کس طرح آپ سلسلہ کے اخراجات کی خاطر اپنے مال اور زیور کی بالکل پرواہ نہ کرتی تھیں۔

”ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لئے چندہ ہو کر نہیں جاتا تھا حضورؑ اپنے پاس سے ہی صرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحبؓ نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کیلئے کوئی سالن نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ (یعنی حضرت ام المومنینؓ) سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے

فروخت کر کے سامان کرلیں چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کیلئے سامان بہم پہنچادیا"۔
(تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ ۳۲۰)

پھر اخبار الفضل کے اجراء کیلئے آپ نے اپنی ایک زمین جو قریباً ایک ہزار روپیہ میں بکی دے دی۔ قیام لجنہ کے بعد مستورات کیلئے جو سب سے پہلی مالی تحریک حضرت مصلح موعودؓ نے فرمائی وہ مسجد برلن کیلئے چندہ کی تحریک تھی حضرت ام المومنینؓ نے اس تحریک میں پانچ صد روپیہ چندہ دیا جو اپنی ایک جائیداد کے فروخت پر انہیں ملا تھا چندہ مسجد برلن کیلئے مورخہ ۴ فروری ۱۹۲۳ کو عورتوں کا ایک خاص جلسہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مکان کے صحن میں منعقد ہوا جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے مستورات سے خطاب فرماتے ہوئے اس مسجد کیلئے چندہ کی تحریک کی اور دنیا کے نقشہ پر ملک جرمنی کی وضاحت کی اور اس کے جنگی حالات پر تبصرہ فرمایا ۔ نیز مسلمانوں کی بدحالی کا دردناک نقشہ کھینچتے ہوئے آپنے قادیان کی عورتوں کو خصوصاً مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"قادیان کی غریب عورتیں اگر اپنا دینی جوش اور ہمت دکھلاویں گی تو باہر والیوں کو اس سے تحریک ہوگی اور اگر تم نے سستی اور کم ہمتی دکھلائی تو باہر بھی اثر بہت کم پڑے گا"۔

حضور کی تقریر کے بعد قادیان کی غریب عورتوں نے وہ جوش اور فدائیت کا نمونہ دکھایا کہ اسی دن ساڑھے آٹھ ہزار روپے چندہ نقد اور وعدوں کی صورت میں احمدی خواتین کی طرف سے جمع ہو گیا یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ قادیان میں رہنے والی احمدی آبادی زیادہ تر غریب تھی اور پھر عورتوں کی ناداری کا تو ذکر ہی کیا لیکن ان نادار عورتوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا خدا تعالیٰ کی خاطر پیش کردیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک مضمون میں ان قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"ایک پٹھان عورت جو نہایت مسکین ہے اور جو اپنے ملک کے بھیڑیوں کی سی طبیعت رکھنے والے مولویوں کے مظالم سے تنگ آکر قادیان ہجرت کر آئی ہے اور جو بوجہ ضعف کے سوٹا لے کر بمشکل چل سکتی ہے اس نے دو روپے چندہ دیا ایک اور پٹھان عورت جو نہایت ضعیف ہے اور چلتے وقت بالکل پاس پاس قدم رکھ کر چلتی ہے میرے پاس آئی اور اس۔ نے دو روپے میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ اس کی زبان پشتو ہے اور وہ اردو کے چند الفاظ ہی بول سکتی ہے اپنی ٹوٹی ہوئی زبان میں اپنے ایک ایک کپڑے کو ہاتھ لگا کر کہنا شروع کیا یہ دوپٹہ دفتر کا ہے یہ پاجامہ دفتر کا ہے یہ جوتی دفتر کا ہے میرا قرآن بھی دفتر کا ہے یعنی میرے پاس کچھ نہیں میری ہر ایک چیز بیت المال سے مجھے ملی ہے اس کا ایک ایک لفظ ایک طرف تو میرے دل پر نشتر کا کام کر رہا تھا دوسری طرف میرا دل اس محسن کے احسان کو یاد کر کے، جس نے ایک مردہ قوم میں سے ایسی زندہ اور سرسبز روحیں پیدا کر دیں، شکرو امتنان کے جذبات سے لبریز ہو رہا تھا......" (تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۹۰)

ایک اور مہاجر عورت کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے جس نے اس چندہ میں اپنی دو بکریاں پیش کیں کہ ان کے سوا اس عورت کے پاس اور کچھ نہ تھا قادیان کی غریب عورتوں کی اس بے مثال قربانی کا اثر باہر کی عورتوں پر بھی پڑا۔ محترمہ حضرت سیدہ امۃ الحیٔ صاحبہ سیکرٹری لجنہ اماء اللہ قادیان نے مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۲۳ء کو اس تحریک کو بیرون قادیان عورتوں میں پہنچانے کیلئے ایک سرکلر جاری فرمایا۔ جب یہ تحریک باہر کی عورتوں میں پہنچی تو انہوں نے بھی نہایت والہانہ رنگ میں اس میں حصہ لیا۔ چند مثالیں تاریخ لجنہ جلد اول سے پیش ہیں۔

ڈاکٹر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی ایڈیٹر روزنامہ اتفاق دہلی کی اہلیہ نے حضرت اقدسؓ کا خطبہ سنتے ہی اپنے گلے سے پنج لڑا طلائی ہار جو غالباً تین سو روپے کا تھا اتار کردے دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مضمون الفضل میں "مسجد برلن مخلص بہنوں کے اخلاص کا نمونہ" تحریر فرمایا جس میں ان قربانیوں کا تذکرہ فرمایا کہ کپتان عبدالکریم صاحب سابق کمانڈر ان چیف ریاست خیرپور کی اہلیہ جنہوں نے اپنا سارا زیور اور اعلیٰ کپڑے قیمتی ڈیڑھ ہزار روپیہ، چودھری محمد حسین صاحب صدر قانون گو سیالکوٹ کے خاندان کی عورتوں نے اپنے سب کے سب زیورات جن کی قیمت اندازاً دو ہزار روپیہ تک ہے، سیٹھ ابراہیم صاحب کی صاحبزادی نے اپنے کل زیورات مالیت ایک ہزار روپے، خان بہادر محمد علی خان صاحب اسٹنٹ پولٹیکل افسر چکدرہ کی اہلیہ اور دختر نے اپنا زیور جس کی قیمت ایک ہزار روپے اور میاں عبد اللہ صاحب سنوری ریاست پٹیالہ کی بیوی، بیٹی اور بہو جنہوں نے نہایت محدود ذرائع آمدن کے باوجود دو صد روپے چندہ دیا۔ انفرادی قربانی کے علاوہ لجنہ سیالکوٹ نے ڈھائی ہزار کی رقم بصورت زیور و نقد اور لاہور کی جماعت کا چندہ 2700 روپے ہوا۔ اہلیہ صاحبہ مستری اللہ بخش صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ امرتسر نے جو کچھ ان کے پاس تھا سب اس چندہ میں دے دیا اور پھر امرتسر جاکر مستورات میں چندہ کی تحریک کر کے تین ہزار روپے چندہ وصول کیا۔

ان قربانیوں کی مثالیں سوائے آنحضرت ﷺ کی صحابیات کے دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نہیں مل سکتیں اللہ تعالیٰ نے ان قربانیوں کو قبول فرمایا اور یہی جذبہ ان کی اولادوں میں بھی موجزن ہو گیا جس کی زندہ مثالیں بعد میں کی جانے والی مختلف مساجد اور دیگر مالی تحریکات کے موقعہ پر دیکھنے کو ملیں مسجد برلن کے تعلق سے یہ ذکر

ضروری ہے کہ چندہ تو جمع ہو گیا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر برلن میں مسجد کی تعمیر نہ ہو سکی لیکن عورتوں کی یہ قربانی رائیگاں نہیں گئی بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر تھی جس نے برلن مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈالی اور عورتوں کے اس چندہ سے وہ مسجد تعمیر ہوئی جس سے آج ساری دنیا میں خلیفۂ وقت کی آواز پہنچ رہی ہے۔ اور تبلیغ اسلام کا ایسا عظیم کام انجام پا رہا ہے جو عنقریب ساری دنیا کو محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کر دے گا۔ انشاء اللہ۔

نفس کی قربانی

۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کا آغاز ہوا یہ وہ عظیم الشان تحریک ہے جس کے شیریں ثمرات کی لذت آج ہم پا رہے ہیں اس تحریک کے آغاز پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قربانیوں کے متعدد مطالبات جو بنیادی ستون تھے اس تحریک کے پیش فرمائے ان میں کئی مطالبات نفس کی قربانی کے متعلق تھے جن کا گہرا تعلق عورتوں سے تھا پہلا مطالبہ کھانے میں سادگی کا تھا دوسرا لباس میں سادگی کا تھا آپ نے فرمایا کہ محض پسند پر کپڑا نہ خریدیں بلکہ ضرورت کے مطابق کپڑا خریدیں۔ نیز گوٹے کناری فیتے وغیرہ قطعاً نہ خریدے جائیں نیا زیور نہ بنوایا جائے حضورؓ نے تین سال تک اپنے طرز رہائش کے معیار میں ایک تغیر لانے کا مطالبہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہم قربانی کیلئے اس بات کے سخت محتاج ہیں کہ عورتیں ہمارا ساتھ دیں ورنہ ہماری قربانی لفظی قربانی رہ جائے گی۔ حضورؓ کے ان مطالبات پر لجنہ کے اجلاس میں اہلیہ صاحبہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نائب صدر لجنہ نے یہ ریزولیوشن پیش کیا کہ

"ہم حضور انور کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے یہ عہد کرتی ہیں کہ ہم تین سال تک حضور کے ارشاد کے مطابق بالکل سادہ زندگی اختیار کریں گی اور حتی الوسع غذا اور لباس میں کفایت شعاری سے کام لیں گی انشاء اللہ ایسا ہی ہم دین کی خدمت کیلئے ہر وقت حاضر ہیں ہماری جانیں اور مال سب اس پر فدا ہے اور ہماری خوشی ہماری راحت ہماری مسرت ہماری زینت ہماری زیبائش ہمارا سکون ہمارا ایمان ہمارا اطمینان سب اسلام کے ارتقاء میں مضمر ہے اس لئے یہ لازماً ضروری ہے کہ ہم اس عہد کو مد نظر رکھتے ہوئے جو ہم سب نے حضرت امیر المومنین امام المتقین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بیعت میں کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گی سو اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم وفاء عہد کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھائیں کیونکہ اس عہد میں سب بہنیں امیر غریب متوسط سب ہی شامل ہیں"۔ (تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۳۳۴)

• اس ریزولیوشن پر ۱۱۷ بہنوں نے دستخط کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا جو بہنیں دستخط نہیں کر سکتی تھیں انہوں نے انگوٹھے لگائے۔

اس تحریک کے مطالبات اور ان پر جماعت کی طرف سے عمل در آمد غیروں کیلئے ایک غیر معمولی فعل تھا۔ ایک اخبار رنگین (امرتسر) کے سکھ ایڈیٹر نے لکھا۔

"احمدیوں کا خلیفہ ان کی گھریلو زندگی پر بھی نگاہ رکھتا ہے اور وقتاً فوقتاً ایسے احکام صادر کرتا رہتا ہے جن پر عمل کرنے سے خوشی کی زندگی بسر ہو سکے۔۔۔ خلیفہ کا حکم ہے کہ تین سال تک نئے زیور نہ بنوائے جائیں بلا ضرورت کپڑا نہ خریدا جائے عورتیں اپنے کپڑوں میں گوٹا لیس فیتہ یا جھالر وغیرہ کا استعمال ترک کر دیں۔ حیرت ہے کہ اس حکم کے صادر ہوتے ہی تمام احمدی مرد اور عورتیں ہمہ تن گوش ہو جاتی ہیں اور اپنے خلیفہ کے اس ارشاد پر ان تمام چیزوں کو ترک کر دیتی ہیں۔ یہ اتنی بڑی قربانی ہے جس کا نتیجہ لازماً یہ ہے کہ یہ گروہ ہندوستان میں سب جماعتوں پر سبقت لے جاوے گا جو لوگ جذبات پر قابو پاتے اور جائز خواہشات کو بھی ترک کرنے پر قادر ہو سکتے ہیں وہ کبھی ناجائز خواہشات کا شکار نہیں ہو سکتے۔"

(تاریخ لجنہ جلد اول صفحہ ۳۳۵)

پھر جب بیرون ممالک میں مبلغین بھجوانے کا سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت بھی مستورات نے نہایت اعلیٰ قربانی کے نمونے پیش کئے۔ جماعت کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ مبلغ کو باہر بھجوانے کے بعد اسے دو یا تین سال بعد واپس بلا لیا جاتا۔ اگر ایک مبلغ کو بھجوا دیا جاتا تو ایک عرصہ تک اسے واپس نہ بلایا جاتا۔ ان مبلغین کی بیویوں نے کمال صبر کے ساتھ اپنے خادم دین خاوندوں کا ساتھ دیا ان کی غیر حاضری میں نہایت قلیل تنخواہ میں تنگی ترشی سے گذارہ کرتی رہیں اور اپنے بچوں کی تربیت میں لگی رہیں تا ان کے خاوند پورے سکون سے دین کا کام کر سکیں اگر بیویاں ایسی نہ ہوتیں کہ خاوندوں کو نہ جانے دیتیں یا جانے کے بعد اپنی مشکلات اور پریشانیوں کے دکھڑے رونا شروع کر دیتیں تو خاوند کس طرح پر سکون ہو کر تبلیغ اسلام کرتے چنانچہ حکیم فضل الرحمٰن صاحب ایک نہایت مخلص مجاہد تھے جنہیں ۲۱ سال تک ارضِ بلال میں خدمت کی توفیق ملی۔ آپ پہلے ۷ سال تک تبلیغ اسلام کرنے کے بعد واپس آئے واپس آنے پر شادی ہوئی۔ اور شادی کے چند سال بعد ہی دوبارہ مغربی افریقہ بھجوا دیئے گئے اور مسلسل چودہ سال تک تبلیغی جہاد میں مصروف رہنے کے بعد جب وطن واپس آئے تو بڑھاپے میں قدم رکھ چکے تھے اور ان کی اہلیہ محترمہ ادھیڑ عمر کو پہنچ چکی تھیں حضرت مصلح موعودؓ نے مبلغین احمدیت کو جلد جلد بلانے کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا

"اب تو یہ حالت ہے کہ حکیم فضل الرحمٰن کو باہر گئے ایک لمبا عرصہ گذر چکا ہے اور انہوں نے

اپنے بچوں کی شکل بھی نہیں دیکھی جب وہ گئے تو ان کی بیوی حاملہ تھیں بعد میں لڑکا پیدا ہوا اور ان کے بچے پوچھتے ہیں کہ اماں ہمارے ابا کی شکل کیسی ہے۔ اسی طرح مولوی جلال الدین صاحب شمس انگلستان گئے ہوئے ہیں اور صدر انجمن احمدیہ اس ڈر کے مارے ان کو واپس نہیں بلاتی کہ ان کا قائمقام کہاں سے لائیں اور کچھ خیال نہیں کرتی کہ ان کے بھی بیوی بچے ہیں جو ان کے منتظر ہیں ان کا بچہ کبھی کبھی میرے پاس آتا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہتا ہے کہ میرے ابا کو واپس بلا دیں پھر اتنا عرصہ خاوندوں کے باہر رہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں اور آئندہ نسل کا چلنا بند ہو جاتا ہے ایک اور مبلغ باہر گئے ہوئے ہیں ان کے بچہ نے جو خاصا بڑا ہے نہایت ہی دردناک بات اپنی والدہ سے کہی اس نے کہا اماں دیکھو ہمارا فلاں رشتہ دار بیمار پڑا تو اس کا ابا اسے پوچھنے کیلئے آیا۔ تم نے ابا سے کیوں شادی کی جو کبھی ہمیں پوچھنے بھی نہیں آیا۔ اس نے بچپن کی وجہ سے یہ تو نہ سمجھا کہ اگر یہ شادی نہ ہوتی تو وہ پیدا کہاں سے ہوتا اور اس طرح ہنسی کی بات بن گئی۔ مگر حقیقت پر غور کرو۔ یہ بات بہت ہی دردناک ہے اس کے والد عرصہ سے باہر گئے ہوئے ہیں اور ہم ان کو واپس نہیں بلا سکے۔

(تاریخ احمدیت جلد دہم ۲۰۱)

مبلغین کرام کی ان قربانیوں میں یقیناً ان کی بیویوں کا برابر کا حصہ ہے جنہوں نے خدائی سلسلہ کی خاطر اپنی جوانیاں تنہا کاٹ دیں۔

سخت محنت اور وقت کی قربانی

بے شمار واقعات ہیں جو احمدی عورتوں کی سخت محنت اور سلسلہ کی خاطر اپنے گھر بار کی پرواہ نہ کرنے کے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن مضمون طویل ہونے کے خیال سے چند مثالیں پیش ہیں۔

حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ کا وجود سلسلہ کے لئے نہایت مفید و بابرکت تھا۔ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نے آپ کی وفات کے بعد اپنے مضمون میں تحریر فرمایا۔

"آپ نے ان حالات میں لجنہ کا کام سنبھالا جس میں بعض اوقات صدر کے فرائض، جنرل سیکرٹری کے فرائض، ایک کلرک کے فرائض بلکہ ایک ادنیٰ کارکن کے فرائض بھی تنہا بیک وقت ادا کرتیں۔

اس زمانہ میں تنہا صرف آپ کی وجہ سے تمام کام پھیلا اور تمام جگہ کام چلتا رہا۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح کے منہ سے کوئی کلمہ نکلتا ہی تھا کہ آپ اسے پورا کرنے والی ہوتیں۔ اس وقت پھوپھی جان کو بہ نفس نفیس عملاً خود کام کرتے ہوئے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے سارا سارا دن مشین پر خود بیٹھی ہوئی ہوتیں دوسری مستورات کو لگایا ہوتا اور غرباء کے لئے لحاف کپڑے بن رہے ہوتے۔ اسی اسی نوے نوے مشینیں رکھے آپ کام کروا رہی ہوتیں اور خود بھی کر رہی ہوتیں اور یہ تمام کام دوسری ایسی خواتین سے کرواتیں جو شوق سے محض خدمت خلق اور خدمت سلسلہ کے جذبہ کے تحت کام کرتیں"۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صفحہ ۲۲۱)

"میری امی مرحومہ کی سیرت کے چند اوراق" کے عنوان سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مضمون میں تحریر فرمایا

"مجھے یاد ہے وفات سے ایک سال پہلے ڈلہوزی میں رمضان کے مہینے میں باوجود بیماری کے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے تمام عملے کے لئے سحری کے وقت خود اپنے ہاتھ سے پراٹھے پکایا کرتیں۔ بات دراصل یہ تھی کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دنوں کے مالی حالات کے پیش نظر جو خرچ ملتا تھا اس سے اتنی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی کہ کھلا خرچ کیا جاسکے اور جتنا بھی اس غرض کے لئے خرچ کیا جاسکتا تھا۔ اس میں باورچی نے مطلوبہ تعداد میں پراٹھے پکانے سے صاف انکار کر دیا تھا باورچی مصر تھا کہ یا مجھے گھی زیادہ دو یا مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ ادھر خرچ کی تنگی اس کی اجازت نہیں دیتی تھی چنانچہ ایک دو روزے اسی کشمکش میں گذر گئے اور عملہ کے اراکین سالن کے ساتھ عام روٹی کھا کر ہی گذارہ کرتے رہے۔ ماشکی نے امی سے شکایت کی کہ خشک روٹی سے روزے رکھ کر مجھ سے اتنی محنت کا کام نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ محنت کرنے والوں کو روزے کے دنوں میں اچھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اس رات سے آپ نے خود اٹھ کر پراٹھے پکانے شروع کئے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ اسی گھی میں جس میں باورچی کے نزدیک اتنے افراد کے لئے پراٹھے پکنے ناممکن تھے سارے عملہ کی ضرورت پوری ہوتی رہی بیماری کی وجہ سے بعض اوقات آپ کو خاصی تکلیف اٹھانی پڑتی تھی مگر آپ کہتی تھیں کہ میں برداشت نہیں کر سکتی کہ محنت کرنے والے لوگ سحری کے وقت خشک روٹی کھائیں"۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صفحہ ۲۲۸)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مضمون میں آپ کی محنت اور سلسلہ کیلئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کے جذبے کے متعلق فرمایا:۔

"مریم ایک بہادر دل کی عورت تھیں جب کوئی نازک موقعہ آتا میں یقین کے ساتھ ان پر اعتبار کر سکتا تھا۔ ان کی نسوانی کمزوری اس وقت دب جاتی چہرہ پر استقلال اور عزم کے آثار پائے جاتے اور دیکھنے والا کہہ سکتا تھا کہ اب موت یا کامیابی کے سوا اس عورت کے سامنے کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔ یہ مر جائے گی مگر کام سے پیچھے نہ ہٹے گی۔ ضرورت کے وقت راتوں اس میری محبوبہ نے میرے ساتھ کام کیا ہے اور تھکان کی شکایت نہیں کی انہیں صرف اتنا کہنا کافی ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ کا کام ہے یا سلسلہ کے لئے کوئی خطرہ یا

بدنامی ہے اور وہ شیرنی کی طرح لپک کر کھڑی ہو جاتیں اور بھول جاتیں اپنے آپ کو بھول جاتیں کھانے پینے کو بھول جاتیں اپنے بچوں کو بلکہ بھول جاتی تھیں مجھ کو بھی اور صرف انہیں وہ کام یاد رہ جاتا تھا اور اس کے بعد جب کام ختم ہو جاتا تو وہ سوتیں یا گرم پانی کی بوتلیں جن میں لپٹی ہوئی وہ اس طرح اپنے درد کرنے والے جسم اور متورم پیٹ کو چاروں طرف سے ڈھانپے ہوئے لیٹ جاتیں کہ دیکھنے والا سمجھتا تھا کہ یہ عورت ابھی کوئی بڑا آپریشن کروا کر ہسپتال سے آئی ہے اور وہ کام ان کے بیمار جسم کے لئے واقعہ میں بڑا آپریشن ہی ہوتا تھا۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صفحہ ۲۸۲)

سلسلہ کیلئے محنت اور اپنی تمام قوتوں کو پیش کرنے کے دیگر بیشمار نادر نمونے ہیں جن میں سے ایک واقعہ پیش ہے ۱۹۴۶ء کا زمانہ تھا ملک میں الیکشن ہونے تھے اس لئے حضور کی خواہش اور ہدایت کے مطابق یہ کوشش تھی کہ قادیان اور قرب وجوار کے دیہات میں کوئی بالغ عورت ایسی نہ رہ جائے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتی ہو اور ووٹ دینے سے محروم رہ جائے اس اہم کام کی انچارج محترمہ سیدہ ام داؤد صاحبہ اہلیہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ مقرر ہوئیں ان پڑھ عورتوں کو پڑھانا خصوصاً دیہاتی عورتوں کو کوئی آسان کام نہ تھا اس کیلئے آپ نے بھرپور کوشش کی اور بڑی ہی محنت سے انتہائی کوشش کر کے اس کام کو انجام دیا تھوڑے عرصہ میں ہی ہر عورت کو اردو پڑھنا لکھنا سو تک گنتی لکھنا اور دستخط کرنا سکھا دیا گیا سوائے معذوروں کے کوئی بھی عورت ایسی نہ رہی جو ووٹ نہ دے سکتی ہو۔ پھر اس کے بعد الیکشن کے وقت اس کام کی نگران اعلیٰ محترمہ سیدہ ام داؤد صاحبہ مقرر ہوئیں بہت سی دوسری کارکنات نے آپ کی زیر نگرانی نہایت خلوص اور انتہائی جانفشانی سے کام کیا حضرت مصلح موعودؓ نے اس کام پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے خطبہ جمعہ فروری ۱۹۴۶ء میں فرمایا:۔

”مردوں کے مقابلے میں عورتوں نے قربانی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے گو حساب نہ جاننے کی وجہ سے بعض غلطیاں ان سے ہوئیں لیکن ان کا مجھے وقت پر پتہ لگ گیا اور میں نے غلطیوں کو دور کرنے کی ہدایات دے دیں۔ جن کے مطابق انہوں نے نہایت تندہی اور محنت سے کام کیا۔ میں سمجھتا ہوں جو روح ہماری عورتوں نے دکھائی ہے اگر وہی روح ہمارے مردوں کے اندر کام کرنے لگ جائے تو ہمارا غلبہ سو سال پہلے آجائے اگر مردوں میں بھی وہی دیوانگی اور وہی جنون پیدا ہو جائے جس کا عورتوں نے اس موقعہ پر مظاہرہ کیا ہے تو ہماری فتح کا دن بہت ہی قریب آجائے عورتوں نے اس دیوانگی سے کام کیا ہے کہ بعض کی شکلیں تک پہچانی نہیں جاتیں انہوں نے کھانے کی پرواہ نہیں کی انہوں نے سونے کی پرواہ نہیں کی انہوں نے آرام کی پرواہ نہیں کی اور ایسی محنت سے کام کیا کہ ان میں سے کسی کا چار سیر اور کسی کا پانچ سیر وزن کم ہو گیا“۔

(سیرت حضرت سیدہ ام داؤد صفحہ ۱۱)

پھر محترمہ سیدہ ام داؤد صاحبہ کے سپرد ایک اور اہم کام کیا گیا یعنی جب سے لجنہ کا قیام ہوا اور عورتوں کی مہمان نوازی کا انتظام لجنہ کے سپرد ہوا آپ نے تاوفات یہ فریضہ نہایت محنت سے انجام دیا جوانی میں ہی سنگرہزی کی بیماری میں مبتلا ہو گئی تھیں اس وجہ سے طبیعت اکثر کمزور رہتی لیکن دین کے کاموں میں کبھی بیماری کی پرواہ نہیں کی اپنے جسم کی تمام تر توانائیوں کے ساتھ کام کرتیں ۔ ساری ساری رات جاگتیں ایک ایک سے ملتیں ضروریات کا پتہ کرتیں کام کی نگرانی فرماتیں نہ غذا کا خیال ہوتا تھا نہ آرام کا صرف ایک ہی خیال پیش نظر رہتا تھا کہ جلسہ پر آئی ہوئی مہمان مستورات میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے پھر نہ صرف خود محنت کرتیں بلکہ اپنی نگرانی کے ذریعہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں کارکنات کو آپ نے جلسہ سالانہ کا انتظام کرنے کی تربیت دی۔ ۱۹۵۳ء میں شدید بیماری کی وجہ سے میو ہسپتال لاہور میں داخل تھیں اُس وقت پاکستان میں احمدیوں کے خلاف مخالفت کا طوفان اٹھا ہوا تھا۔ اور ہر وقت جلوس، آگ اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا بپھرے ہوئے مخالف لوگوں کا ایک جلوس نعرے لگاتا ہوا ہسپتال کے دروازے تک آگیا اور نرسوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی مرزائی عورت داخل ہے جلوس کے بد ارادوں کا اندازہ کرتے ہوئے ہسپتال کی انتظامیہ کے تعاون سے آپ کو شدید کمزوری اور نقاہت کی حالت میں دیواروں کے اوپر سے پھلانگتے ہوئے ایک فوجی جیپ جس کا انتظام صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے کروایا تھا کے ذریعہ رتن باغ میں لایا گیا بیماری اور تکلیف میں اسقدر شدید قسم کے حالات سے دوچار ہوئیں لیکن ماتھے پر بل نہ آیا بلکہ یوں محسوس ہوتا جیسے احمدیت کے نام پر اس قسم کی تکلیف آپ کو روحانی سکون وراحت پہنچاتی تھی۔

احمدی عورتوں کی بہادری اور اخلاق کے نمونے اور جان کی قربانی

جماعت احمدیہ کو بار بار ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا جب عورتوں کی بہادری اور اخلاص کی نہایت شاندار اور قابل رشک مثالیں سامنے آئیں ۔ قادیان سے ہجرت کے موقعہ پر جب حفاظت مرکز کا سوال تھا اس وقت بہت سی احمدی عورتوں نے باصرار اس امر کا اظہار کیا کہ

”موت کے خطرہ سے انہیں قادیان سے باہر نہ بھیجا جائے اگر اب موت مقدر ہے تو قادیان سے بہتر جگہ اور کون سی ہو سکتی ہے“

(تاریخ لجنہ جلد دوئم صفحہ ۱۹)

اپنی جانوں کو مرکز کیلئے قربان کرنے کا عزم

رکھنے والی عورتوں نے اپنے بیٹوں اور خاوندوں کو بخوشی اس کام کیلئے پیش کر دیا اور نہایت مومنانہ جرأت و دلیری کا مظاہرہ کیا۔ ایک مخلص خاتون اہلیہ صاحبہ مستری نور محمد صاحب گنج مغلپورہ لاہور نے اپنے بیٹے محمد لطیف صاحب کو خط لکھا۔

"آج قادیان میں رہنا بہت بڑا مجاہدہ ہے ......

تم نہایت استقلال اور جوانمردی سے حفاظت مرکز کی ڈیوٹی دیتے رہو اور اگر اس راہ میں جان بھی دینی پڑے تو دریغ نہ کرو یاد رکھو تم پر ہم تبھی خوش ہوں گے جبکہ تم حضرت مسیح موعودؑ کی مقدس بستی قادیان کی حفاظت میں قربانی کا وہ اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھاؤ جو ایک احمدی نوجوان کے شایان شان ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا ہم تمہارے ماں باپ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں استقامت بخشے آمین۔ اللھم آمین"۔

محترمہ امۃ اللطیف بیگم صاحبہ (لاہور) نے اپنے خاوند مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب کو ایک خط میں لکھا۔

"اب میری بھی یہی نصیحت ہے اور اماں جی کی بھی یہی نصیحت ہے کہ وہاں پر خدا کے بھروسہ پر بیٹھے رہیں اللہ تعالیٰ وہاں پر ہی حفاظت کرے گا اور ایمان رکھنے والوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ آپ اجازت لینے کی بھی کوشش نہ کریں"۔

(تاریخ لجنہ جلد دوئم صفحہ ۲۰)

بہادری شجاعت اور شہادت کا ایک اور شاندار واقعہ بھی قابل ذکر ہے جو قرون اولیٰ کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے ایک احمدی نوجوان غلام محمد کو ان کی والدہ نے نصیحت کی کہ بیٹا اگر اسلام اور احمدیت کی حفاظت کیلئے تمہیں لڑنا پڑے تو کبھی پیٹھ نہ دکھانا اس سعادت مند نوجوان نے اپنی بزرگ والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ کی اس نصیحت پر اسطرح عمل کیا کہ احمدی عورتوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان دے دی اور پیٹھ نہ دکھائی مرنے سے پہلے اس نوجوان نے اپنے ایک دوست کو بلا کر آخری پیغام کے طور پر لکھوایا۔

"مجھے اسلام اور احمدیت پر پکا یقین ہے میں اپنے ایمان پر قائم جان دیتا ہوں میں اپنے گھر سے اس لئے نکلا تھا کہ میں اسلام کے لئے جان دوں گا۔ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور جس مقصد کیلئے جان دینے کیلئے آیا تھا میں نے اس مقصد کیلئے جان دے دی جب میں گھر سے چلا تھا تو میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا پیٹھ نہ دکھانا میری ماں سے کہہ دینا کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری وصیت پوری کر دی اور پیٹھ نہیں دکھائی اور لڑتے ہوئے مارا گیا"۔

(تاریخ لجنہ جلد دوئم صفحہ ۲۸)

پاکستان میں احمدیوں پر کئے جانے والے ظلم و ستم کی داستان بہت طویل نہایت دردناک اور دلوں کو ہلا دینے والی ہے اس ظلم کو احمدی عورتوں نے نہایت استقلال کے ساتھ جھیلا اور اپنے ایمان پر آنچ نہ آنے دی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۴ء کے موقعہ پر مستورات سے خطاب میں ان عظیم الشان قربانیوں کا تذکرہ فرمایا جس میں سے کچھ حصہ پیش ہے۔

حضور نے فرمایا کہ مکرمہ عائشہ بی بی صاحبہ اہلیہ میاں مہردین صاحب آف گوجرانوالہ بیان کرتی ہیں کہ ۴۷ء میں جب گوجرانوالہ میں حالات بہت خراب ہوئے تو میرے بیٹے منیر احمد کا ایک غیر احمدی دوست آیا اور کہنے لگا صبح بہت خطرہ ہے راتوں رات کہیں چلے جائیں میرے بیٹے نے کہا ہمیں کہیں جانے کی اجازت نہیں ہم یہیں رہیں گے میرے بیٹے بشیر نے مجھے اور میری بیٹی جمیلہ کو اپنے دوست کے گھر بھجوا دیا...... صبح جلوس نے حملہ کر دیا میرے بیٹے تمام دروازوں کو مقفل کر کے چھت کے اوپر چلے گئے جہاں پہلے بھی پانچ آدمی موجود تھے ہجوم نے ان پر پتھر برسانے شروع کر دیئے بچے چھت پر ادھر ادھر بھاگتے لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی وہ پچھلی گلی میں اترے تاکہ وہاں سے باہر نکل جائیں لیکن وہاں بھی ہجوم تھا انہوں نے نیچے اترتے ہی ان پر حملہ کر دیا اور ڈنڈوں اور پتھروں سے مار مار کر میرے دونوں بیٹوں کو شہید کر دیا اور انہیں اینٹوں اور پتھروں کے بڑے بڑے ڈھیروں کے نیچے دبا دیا گیا اس موقعہ پر میرے بیٹے منیر احمد اور بشیر احمد کے علاوہ سعید احمد منظور احمد محمود احمد اور احمد علی قریشی بھی شہید ہوئے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ اس قیامت کے گذرنے کا علم جب مجھے ہوا تو ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے لیکن گھر والوں نے رونے بھی نہ دیا کہ ہمارے رونے کی آواز سے ہماری جان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا بڑا کڑا امتحان تھا۔۔۔ حضور نے فرمایا صفیہ صدیقہ صاحبہ اپنے بیٹے کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ یکم جون کو جو جلوس سول لائنز سے ہمارے گھروں اور مسجد پر حملہ آور تھا اس کے ساتھ جو پولیس تھی اس کا ایک سپاہی راہوالی کا رہنے والا تھا اس نے بعد میں بتایا کہ میں بہت سی جائے حادثات پر گیا ہوں میں نے ذاتی مفاد کی خاطر اور دس دس روپے کی خاطر ایک دوسرے کی جان لیتے ہوئے سڑک پر نشے غفلت اور لاپرواہی کے نتیجہ میں گاڑیاں چلانے والوں کو مارتے اور مرتے دیکھا ہے لیکن یکم جون کو سول لائن میں ایک گھر کی چھت پر جو معرکہ میں نے دیکھا وہ آج سے چودہ سو سال پہلے صرف تاریخ اسلام میں پڑھنے کو ملا تھا کہ کس طرح صحابہؓ اسلام پر اپنی جان نثار کرتے تھے اس سپاہی نے کہا کہ میں اس لڑکے کو بھلا نہ سکوں گا جس کی عمر بمشکل سترہ اٹھارہ برس ہو گی۔ سفید رنگ لمبا قد اس کے ہاتھ میں بندوق تھی (یہ حلیہ آپ کے بیٹے محمود احمد طاہر کا تھا) ہمارے ایک ساتھی نے جاتے ہی اس کے ہاتھ پر ڈنڈا مار کر بندوق چھین لی جلوس اس لڑکے پر تشدد کر رہا تھا

جلوس میں سے کسی نے کہا مسلمان ہو جاؤ اور کلمہ پڑھو تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں سچا احمدی ہوں مسلمان ہوں جلوس میں سے کسی نے کہا مرزا کو گالیاں دو۔ اس لڑکے نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا میں نے کبھی گالی دی ہے اور نہ سنی ہے اور تم مجھے اس ہستی کو گالیاں دینے کے بارے میں کہہ رہے ہو جو اس جان سے بھی پیاری ہے اور ساتھ ہی اس نے مسیح موعود زندہ باد احمدیت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ نعرہ لگانے کی دیر تھی کہ جلوس نے اس لڑکے کو چھت پر سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ اینٹوں اور پتھروں کی بارش تو پہلے ہی اس پر ہو رہی تھی مزید چھت پر بنے پردے کی جالیاں توڑ کر اس پر پھینکی اور اس لڑکے نے میرے سامنے اپنی جان نثار کردی۔

مکرمہ صفیہ صدیقہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جب حالات خراب ہوئے تو عورتوں کو ایک احمدی کے گھر جو بظاہر محفوظ تھا پہنچا دیا گیا۔۔۔۔ دشمنوں کو علم ہو گیا کہ یہ بے سہارا عورتیں اس گھر میں (جہاں ہم نے پناہ لی ہوئی تھی) چھپی ہوئی ہیں اس گھر پر بھی حملے کا خطرہ بڑھ گیا ہم رات کے اندھیرے میں وہاں سے نکل کر راہوالی چلی گئیں اس وقت ہمیں کچھ علم نہ تھا کہ ہمارے پیاروں پر کیا بیتی ہے اگر وہ زخمی ہیں تو کہاں ہیں۔ اس دن شام کو جب ایک ٹرک چھ شہیدوں کو لیکر راہوالی پہنچا تو اس وقت ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے پیارے تو شہید ہو چکے ہیں اور ان کی لاشیں ٹرک میں موجود ہیں۔۔۔ ٹرک جلد واپس چلا گیا۔۔۔ میں اور میری بیٹی انیسہ اپنے پیاروں کے آخری دیدار سے محروم رہے ہم ان کے چہرے بھی نہ دیکھ سکے۔ میرے خاوند چودھری منظور احمد، میرا خوبصورت اور پاک طینت لخت جگر محمود احمد اور بیٹی کا جواں سہاگ میرا پیارا داماد سعید احمد اپنے حقیقی محبوب و معبود کے حضور حاضر ہو گئے یہ لمحے قیامت کے لمحے تھے غم کا پہاڑ ہم پر آن پڑا تھا یہ تین تو اللہ کو پیارے ہو گئے چھوٹا بیٹا شدید زخمی تھا بڑا بیٹا حوالات میں بند تھا اور اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ اس کا باپ چھوٹا بھائی اور بہنوئی تو شہید ہو چکے تھے اور ان کی ماں بہن نہ جانے کس حال میں ہیں پس اللہ نے ہی صبر عطا کیا اور استقامت بخشی۔

حضور نے فرمایا محترمہ شمیم اختر صاحبہ اہلیہ مقبول احمد صاحب شہید بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر مقبول احمد صاحب نے ۱۹۶۷ء میں بیعت کی تھی احمدیت قبول کرنے کے بعد مولوی آپ کو بہت تنگ کرتے تھے اور دھمکیاں دیتے تھے۔۔۔ ایک دن ایک نقاب پوش لکڑی خریدنے کے بہانے آیا اور خنجر نکال کر پے در پے وار کئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ شوہر کی شہادت کے بعد سسرال والوں نے کہا احمدیت کو چھوڑ دو تو ہم تمہیں پناہ دیں گے دشمن بھی دھمکیاں دیتے تھے کہ احمدیت کو چھوڑ دو اور ہمارے ساتھ ہو جاؤ ہم تمہیں سینے سے لگائیں گے لیکن آپ نے ان کی سب باتوں کو رد کر دیا اور کسی قیمت پر احمدیت کو چھوڑنا گوارا نہ کیا جس کی خاطر آپ کے شوہر نے جان دی تھی آپ اس کیلئے ہر قربانی کیلئے تیار تھیں۔

مکرمہ امۃ الحفیظ شوکت صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر انعام الرحمٰن صاحب انور شہید بیان کرتی ہیں کہ جب ایک دن لوگوں نے آپ کو حالات خراب ہونے اور اس کے نتیجہ میں خطرات سے آگاہ کیا تو آپ نے یہ کہہ کر علاقہ چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ پھر تو یہ علاقہ احمدیت سے خالی ہو جائے گا۔۔۔ بلکہ کہنے لگے کہ شائد سندھ کی سرزمین میرا خون مانگتی ہے اور پھر سینے پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ میں اس کے لئے تیار ہوں۔۔۔۔ آخری دن جب ہم دونوں بازار گئے ہوئے تھے تو ایک دوکان پر مجھے انتظار کرنے کیلئے کہا اور ساتھ ہی ایک اسٹول لا کر دیا کہ آپ یہاں بیٹھیں یہ گوارا نہ تھا کہ میں کھڑی ہو کر بے آرامی میں انتظار کروں ساتھ ہی گوشت کی دوکان تھی ڈاکٹر صاحب گوشت لیکر پیسے نکالنے لگے تو پیچھے سے دشمنوں نے حملہ کر دیا اور آپ موقعہ پر ہی شہید ہو گئے آپ کی لاش خون میں لت پت تھی۔ ان کی شہادت کا منظر بڑا دردناک تھا میرے سامنے تڑپتے تڑپتے جان دی۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے صبر کی توفیق بخشی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا۔۔۔۔ اس لئے میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ آپ کی ان پاک خواتین نے جو آپ سے پہلے ان مصیبتوں سے گذری ہیں انہوں نے آپ کے لئے ایک راہ عمل معین کر دی ہے وہ زمین پر چلنے والی ایسی تھیں کہ آسمان پر کہکشاں کی طرح ان کے قدموں کے نشانات ہمیشہ تاریخ میں روشن رہیں گے۔ اگر ایسے واقعات پھر رونما ہوں تو میری نصیحت یہ ہے کہ دنیا چند روزہ ہے جو کچھ بھی ہو جائے اپنے ایمان کو سلامت رکھتے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہوں جو شہید کا مرتبہ پانے والے ہیں وہ کبھی مر نہیں سکتے۔ آسمان کا خدا گواہ ہے کہ آپ ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں اور آپ ہی کی زندگی سے آپکے بعد پیچھے رہنے والی قومیں زندہ رہیں گی اور اس کا فیض پاتی رہیں گی۔ آخر پر حضور نے فرمایا کہ خدا کرے کہ آپ کی روشنی سے آئندہ سو سال ہی کی نہیں آئندہ ہزار سال کی احمدی تاریخ روشن ہو جائے۔

(از اخبار بدر مورخہ ۲۹-۹-۹۴)

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)
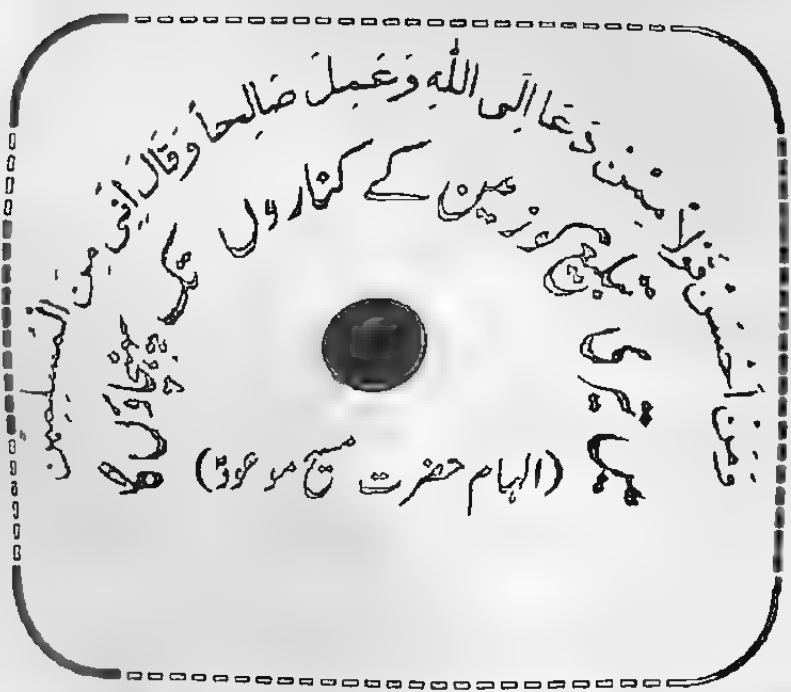
جماعت احمدیہ اور خدمت قرآن

مکرم مولوی مظفر احمد صاحب ناصر مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

آنحضرت ﷺ نے ابتدائے اسلام میں ہی آنے والے زمانہ کے متعلق پیشگوئی فرمادی تھی کہ لَايَبْقىٰ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقىٰ مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُ هُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدىٰ عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ۔(مشکوٰۃ)

یعنی مسلمانوں پر ایک ایسازمانہ آئے گا کہ اسلام کا فقط نام اور قرآن کریم کے صرف نقوش باقی ہونگے۔ مساجد بظاہر آباد ہونگی مگر وہ ہدایت سے خالی اور ویران ہونگی اور اس وقت کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے۔

اسلام کی اس تشویشناک حالت کی خبر دیتے ہوئے رسول پاک صلعم نے ساتھ ہی بشارت فرمادی تھی کہ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ اَهْلِ فَارِسَ (بخاری) ایسے زمانہ میں اسلام کی آبیاری، احیاء دین اور شریعت کا قیام دوبارہ زمین پر مسیح و مہدی کی جماعت کے ذریعہ انجام پائے گا۔ چنانچہ عین پیشگوئی کے مطابق جب قرآن کریم پر چوطرفہ حملہ ہورہا تھا۔ مسلمانوں کا تعلق قرآن کریم سے صرف ظاہری طور پر رہ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق شریعت کا قیام اور اس کی اشاعت کیلئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا۔

قرآن مجید زندہ کتاب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کو ایک کامل اور زندہ کتاب کی حیثیت میں دنیا کے سامنے پیش فرمایا اور اپنی تصنیف ''براھین احمدیہ'' میں قرآن کریم کی حقانیت اس کی صداقت اس کے کامل اور ابدی ہونے پر دلائل قاطعہ پیش کرتے ہوئے قرآن کریم کو ایک زندہ کتاب کے طور پر دنیا کو روشناس کرایا۔ آپ نے سب مذاہب کے لوگوں کو قرآن کے مقابلہ کی دعوت دی اور یہ شرط رکھی کہ جو دعویٰ پیش کریں وہ ان کی مذہبی کتب سے ہو اور اس کے حق میں دلائل بھی اس کتاب سے ہوں۔ اس دعویٰ کے ساتھ آپ نے غیر مذاہب کے منہ بند کرادئے۔ اور قرآن کریم کو دیگر آسمانی کتب کے مقابل پر ایک زندہ کتاب کے طور پر ثابت کردکھایا۔

آپؑ نے قرآن کریم کی حقانیت وصداقت اس کی تفاسیر اس کے عارفانہ کلام کو دنیا کے سامنے ظاہر کرنے کیلئے اسّی ۸۰ سے زائد کتب تصنیف فرمائیں اور اپنے پیچھے اسلامی و قرآنی لٹریچر کا ایک انبار چھوڑا جو رہتی دنیا تک قرآن کریم کی اشاعت اور قرآن کریم پر کئے جانے والے اعتراض کا جواب دینے کیلئے ہمیشہ کافی رہے گا۔

غلط عقائدکی اصلاح

جیسا کہ پیشگوئی میں یہ خبر دی گئی تھی کہ مسلمانوں کا قرآن کریم کے ساتھ صرف ظاہری اور رسمی تعلق رہ جائے گا۔ اور مسلمانوں کا باطن چونکہ قرآن سے مطابقت نہ رکھتا ہوگا اسلئے قرآن کے باطن سے اسکے مغز اور اسکے مضامین سے اسکی تفاسیر و معارف سے وہ بالکل عاری ہونگے۔ جسکی وجہ سے ان میں طرح طرح کے غلط عقائد قرآن کریم کے متعلق گھر کر جائیں گے۔ مثلاً ایک عقیدہ مسلمانوں میں یہ پیدا ہوگیا تھا کہ (نعوذ باللہ) قرآن کریم میں تحریف و تبدیل ہوئی ہے اور بعض حصے اسمیں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی تحدی کے ساتھ اس غلط عقیدہ کی اصلاح فرمائی کہ قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے۔ اسمیں کوئی تبدیلی یا تحریف نہیں ہوئی۔ اور اس میں انسان کی تمام ضروریات کے حل خواہ دینی ہو یا دنیاوی موجود ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' فرما کر اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ہی لے لی ہے۔

اسی طرح مسلمانوں میں یہ باطل خیال بھی پایا جاتا تھا کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا کچھ حصہ منسوخ ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا جواب نہایت عمدہ اور لطیف پیرایہ میں دیا اور ان آیات کریمہ کی جنہیں منسوخ قرار دیا جاتا تھا ایسے معارف بیان فرمائے جنکو سن کر دشمن بھی حیران رہ جاتے ہیں۔ آپؑ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق قرآن کریم کی ایک بھی آیت ایسی نہیں جس کی ضرورت ثابت نہ کی جاسکے اب وہی غیر از جماعت علماء جن آیات کو پہلے منسوخ قرار دیتے تھے آج دشمنان اسلام کے سامنے انہی آیات کو پیش کر کے اسلام کی برتری ثابت کرتے ہیں مثلاً آیت کریمہ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ جسے منسوخ کہا جاتا تھا اب اسی کو مخالفین

کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

ایک باطل عقیدہ مسلمانوں میں یہ بھی تھا کہ قرآن کریم کے بہت سے دعاوی بے دلیل ہیں۔ انہیں دلائل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان صرف یہی کہتے تھے کہ قرآن کریم چونکہ اللہ کا کلام ہے اس لئے اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے ہم مانتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا کہ قرآن کریم کا ہر ایک دعویٰ دلائل قاطعہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور قرآن اپنے ہر دعویٰ کی دلیل خود دیتا ہے۔ یہی بات قرآن کریم کو دوسری آسمانی کتب سے ممتاز کرتی ہے۔ قرآن میں صرف یہی خوبی نہیں کہ اس کی باتیں دلائل سے ثابت ہو سکتی ہیں بلکہ وہ اپنے دعویٰ کے دلائل خود پیش کرتا ہے۔ آپ نے دنیا کے سامنے یہ امتیازی نکتہ بیان فرمایا کہ وہ کتاب کامل ہی کیا ہوگی جو ہمارے دلائل کی محتاج ہوگی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس مضمون کو اس وسعت سے بیان فرمایا کہ دشمنوں پر اس کی وجہ سے ایک موت آگئی۔ اور اپنوں کو سر اونچا کر کے جینے کا سہارا مل گیا۔ امرتسر میں عیسائیوں کے ساتھ آپؑ کا مباحثہ ہوا جو ''جنگ مقدس'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ **اس میں یہی نکتہ** آپ نے پیش فرمایا تھا کہ فریقین جو دعویٰ کریں اس کا ثبوت اپنی الہامی کتاب سے دیں پھر اس کے دلائل بھی اسی الہامی کتاب سے پیش کریں۔

اسی طرح قرآن کریم میں بیان شدہ قصص کے متعلق غلط خیال پایا جاتا تھا کہ یہ صرف بغرض عبرت و نصیحت بیان کئے گئے ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ نے قرآنی قصص کے بارے جو نقطہ نظر بیان فرمایا وہ آپ کی عظیم خدمت قرآن ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں ''قرآن شریف میں جس قدر قصے بیان کئے گئے ہیں ان کی تحریر سے صرف یہی غرض نہیں کہ گزشتہ لوگوں کے نیک کام اور بدکام پیش کر کے ان کا انجام سنا دیا جائے تا وہ رغبت یا عبرت کا ذریعہ ہوں بلکہ یہ بھی غرض ہے کہ ان تمام قصوں کو پیشگوئی کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور جتلایا گیا ہے کہ اس زمانہ میں بھی ظالم اور شریر لوگوں کو انجام کار ایسی ہی سزائیں ملیں گی جیسی پہلے شریر لوگوں کو ملی تھیں اور صادقوں اور راستبازوں کی ایسی فتح ہوگی جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوئی تھی''۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۱۴۸)

ایک بات لوگوں میں یہ بھی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ قرآن کریم کی روحانی تاثیرات سے انکار کر رہے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کی تاثیرات روحانیہ کو پرزور طریقہ سے ثابت کیا۔ آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں ''قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے۔ اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ (کشتی نوح)

اسی طرح مسلمانوں میں ایک غلطی یہ پائی جاتی تھی کہ احادیث کو قرآن کریم پر مقدم و قاضی بنا لیا کرتے تھے اور حدیث کو آیت قرآنی پر فوقیت دی جاتی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ''قرآن خدا کا کلام ہے اسلئے مقدم ہے اس پر دوسرا کوئی قاضی نہیں ہو سکتا'' نیز فرمایا ''یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے حدیث جو ایک ظنّی مرتبہ پر ہے قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی''۔ (کشتی نوح)

قرآن مجید سے عشق

حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں قرآن کریم کو ہر پہلو سے ایک زندہ اور کامل آسمانی کتاب کی حیثیت میں دنیا کے سامنے پیش کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ ہر قوم و ملّت ہر رنگ و نسل اور ہر زمانہ کے لوگ قرآن سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ وہاں آپ نے قرآن کریم کے سچے عشاق بھی پیدا کئے۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے کہ قرآن کا سچا خادم قرآن کا سچا عاشق ہی بن سکتا ہے۔ ورنہ اس کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کو قرآن کریم سے جو والہانہ عشق تھا اس کے لئے بعض روایات اور حضرت مسیح موعودؑ کے بعض نظم و نثر کے نمونے پیش ہیں۔

حضرت مرزا سلطان احمدؓ کی روایت ہے کہ مطالعہ کیلئے آپؑ سب سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپؑ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو''۔ (تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۰)

شمس العلماء جناب مولانا سید میر حسن مرحوم جو ڈاکٹر سر محمد اقبال کے استاد تھے حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں جب حضور اپنے والد بزرگوار کے حکم کی تعمیل میں بسلسلہ ملازمت کچہری سیالکوٹ میں قیام فرما رہے ہیں ان کی ایک روایت ہے کہ ''کچہری سے جب تشریف لاتے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر۔ ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع و خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی'' (حیات طیبہ صفحہ ۲۹)

قرآن کریم کی مدح میں جیسے اشعار حضرت مسیح موعودؑ نے رقم فرمائے ہیں اس سے آپؑ کا قرآن کریم سے بے پناہ محبت و عشق کا اظہار ہوتا ہے اس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
شکر خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

اسی طرح آپ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دینگے وہ آسمان پر عزّت پائینگے۔ ..... سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی

ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْآنِ" کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے۔ جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جسکے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں"۔ (کشتی نوح صفحہ ۲۷)

حضرت مسیح موعودؑ کی دلربا تعلیم اور اعلیٰ تربیت کے نتیجہ میں جو جماعت قائم ہوئی وہ بھی قرآن کریم سے بے انتہا محبت رکھنے والی ہے۔ اور اس امر کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے۔ ایک غیر احمدی جرنلسٹ نے قادیان کی زیارت کے بعد اپنے تاثرات "قادیان کی سیر" کے عنوان سے لکھا کہ "قادیان کی احمدی جماعت کے افراد کو دیکھا گیا۔ تو انفرادی طور پر ہر ایک کو توحید کے نشے میں سرشار پایا گیا۔ اور قرآن مجید کے متعلق جس قدر صادقانہ محبت اس جماعت میں میں نے قادیان میں دیکھی۔ کہیں نہیں دیکھی۔ صبح کی نماز منہ اندھیرے چھوٹی مسجد میں پڑھنے کے بعد جو میں نے گشت کی تو تمام احمدیوں کو میں نے بلا تمیز بوڑھے وبچے اور نوجوان کو لمپ کے آگے قرآن مجید پڑھتے دیکھا دونوں احمدی مسجدوں میں دو بڑے گروہوں اور سکول کے بورڈنگ میں سینکڑوں لڑکوں کی قرآن خوانی کا مؤثر نظارہ مجھے عمر بھر یاد رہے گا۔ حتّی کہ احمدی جماعت کے تاجروں کا صبح سویرے اپنی اپنی دکانوں اور احمدی مسافر مقیم مسافر خانے کی قرآن خوانی بھی ایک نہایت پاکیزہ سین پیدا کر رہی تھی گویا صبح کو مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ قدسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اتر کر قرآن مجید کی تلاوت کر کے بنی نوع انسان پر قرآن مجید کی عظمت کا سکہ بٹھانے آئے ہیں"(اخبار "بدر" ۱۳ر مارچ ۱۹۱۳ء)

تفسیر قرآن کے اصول

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کے معارف دقیقہ، علوم حکمیہ اور بلاغت کاملہ پر اطلاع پانے کیلئے دنیا کو ایک نیا سلیقہ سکھایا۔ اور قرآن کریم کے بحر بیکراں میں غوطہ لگا کر اس سے جواہر و موتی حاصل کرنے کا ایک ذوق پیدا کیا۔ قرآن کریم کی تفاسیر اور تراجم کے انقلابی دور کا آغاز فرمایا۔ قرآن کریم پر غور و خوض، اس سے نئے نئے مضامین کا اخراج اور استدلال کی راہ میں آنے والی مشکلات کی نشاندہی کرتے ہوئے اسکا حل بتایا۔ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں۔

"سب سے اوّل معیار تفسیر صحیح کا شواہد قرآنی ہیں۔ یہ بات نہایت توجہ سے یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن کریم اور معمولی کتابوں کی طرح نہیں جو اپنی صداقتوں کے ثبوت یا انکشاف کیلئے دوسرے کا محتاج ہو وہ ایک ایسی متناسب عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ ہلانے سے تمام عمارت کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ اس کی کوئی صداقت ایسی نہیں ہے جو کم سے کم دس یا بیس شاہد اس کے خود اسی میں موجود نہ ہوں۔ سو اگر ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک معنے کریں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ان معنوں کی تصدیق کیلئے دوسرے شواہد قرآن کریم سے ملتے ہیں یا نہیں۔ اگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں بلکہ ان معنوں کی دوسری آیتوں سے صریح معارض پائے جاویں تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ وہ معنی بالکل باطل ہیں کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں اختلاف ہو اور سچے معنوں کی یہی نشانی ہے کہ قرآن کریم میں سے ایک لشکر شواہد بیّنہ کا اس کا مصدق ہو"۔ (برکات الدعا طبع اوّل صفحہ ۱۴)

قرآن کی خدمت گار جماعت

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑی جو قرآن سے سچی محبت رکھتی ہے اور اشاعت قرآن میں دن رات مصروف عمل ہے۔ آپ کی وفات کے بعد اس مشن کی قیادت آپ کے خلفاء کرام نے سنبھالی۔ حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ خلیفۃ المسیح الاوّل نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد درس القرآن کے سلسلہ کو مستحکم کیا اور اپنی جماعت کو قرآن کریم سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے کے معاملہ میں پابند کیا۔ آپؓ کو قرآن کریم کی اشاعت سے کس قدر لگاؤ تھا اور اسکی کس قدر آپ میں تڑپ پائی جاتی تھی اس کیلئے کس طرح آپ رات دن کوشاں رہتے تھے اس کا اندازہ ذیل کے حوالے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

جناب محمد اسلم صاحب جرنلسٹ امرتسر سے ۱۹۱۳ء میں قادیان تشریف لائے۔ واپسی پر "قادیان کی سیر" کے زیر عنوان اپنے تاثرات تحریر کئے کہ "مولوی نورالدین صاحب جو بوجہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اس وقت احمدی جماعت کے مسلمہ پیشوا ہیں۔ جہاں تک میں نے دو دن ان کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا مجھے وہ نہایت پاکیزہ

اور محض خالصۃً للہ کے اصول پر نظر آیا۔ کیونکہ مولوی صاحب کا طرز عمل قطعاً ریا و منافقت سے پاک ہے۔ اور ان کے آئینہ دل میں صداقت اسلام کا ایسا زبردست جوش ہے۔ جو معرفت توحید کے شفاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعہ ہر وقت ان کے بے ریا سینے سے اُبل اُبل کر تشنگان معرفت توحید کو فیضیاب کر رہا ہے۔ اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی مولوی صاحب موصوف میں میں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی"

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے نصف صدی تک خلافت پر متمکن رہ کر درس القرآن کے ذریعہ تفسیر قرآن سے دنیا کو مستفید کیا۔ آپنے قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کو ڈنکے کے زور پر دنیا کے سامنے پیش فرمایا اور دنیا کو بڑی تحدی کے ساتھ للکارا کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف بیان کرنے میں میرا مقابلہ کرو۔ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں کہ "آج میں دعویٰ کے ساتھ اعلان کرتا ہوں بلکہ آج سے نہیں بلکہ تمیں پینتیس سال سے یہ اعلان کر رہا ہوں کہ دنیا کا کوئی فلاسفر دنیا کا کوئی ایم-اے خواہ وہ ولایت کا پاس شدہ کیوں نہ ہو اور وہ کسی علم کا ماہر ہو جو میرے سامنے آکر قرآن کریم اور اسلام پر اعتراض کرے تو نہ صرف میں اس کے اعتراض کا جواب دے سکتا ہوں بلکہ خدا کے فضل سے اس کا ناطقہ بند کر سکتا ہوں"۔ (الفضل ۱۹ر فروری ۱۹۵۹ء)

نیز آپنے فرمایا "وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کیساتھ نہیں کھولا مسئلہ نبوت مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر ۱۳۰۰ سال سے کوئی مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جنکو آج دوست دشمن سب نقل کر رہے ہیں"۔ (خلافت راشدہ صفحہ ۲۵۴)

معزز قارئین یہ صرف دعویٰ ہی نہیں خدمت قرآن کا جو بیڑا حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت نے اٹھایا اور اپنے اولوالعزم خلفاء کی قیادت میں اسے سر انجام دے رہی ہے اسکا اعتراف مخالفین نے بھی کیا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے شدید مخالف مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر "زمیندار" نے لکھا کہ "احراریو! کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے۔ قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے۔ تم میں سے ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حروف بھی پڑھ سکے تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تم خود کچھ نہیں جانتے تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے"۔ (خوفناک سازش صفحہ ۱۹۵)

قرآن کریم کے معارف اور اس کی بلاغت و فصاحت کو سمجھنے اور اس پر اطلاع پانے کیلئے آپ کی تفسیر کبیر، تفسیر صغیر آپ کے خطابات اور خطبات دنیا کے لئے ایک انمول خزانہ ہے جس کے نمونے کی یہاں تنگئ صفحات اجازت نہیں دیتے۔

خلافت ثالثہ کی باگ ڈور سنبھالتے ہی حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی جماعت کو تعلیم القرآن کلاس کا پابند کیا۔ اور تلقین فرمائی کہ کوئی احمدی ایسا نہ رہے جسے سادہ قرآن پڑھنا نہ آتا ہو۔ اس تحریک کے نتیجہ میں جماعت میں باقاعدگی کے ساتھ یہ نگرانی رکھی جاتی ہے کہ جو سادہ قرآن نہیں جانتے وہ ناظرہ سیکھیں اور جو ترجمہ نہیں جانتے ہیں وہ قرآن کریم کا ترجمہ سیکھیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس امر کا بھی جماعت کو پابند کیا کہ قرآن کریم کے مطالب کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہر احمدی بچہ کم از کم میٹریک تک دنیاوی تعلیم حاصل کرے اور میٹرک سے پہلے کوئی احمدی بچہ سکول نہ چھوڑے۔ نیز قرآن کریم کے حفظ کی طرف جماعت توجہ دے۔

خلافت رابعہ میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے عہد میں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کے سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ترجمۃ القرآن اور درس القرآن کا نظام .M.T.A کے ذریعہ ساری دنیا میں جاری فرمایا اور آپ بنفس نفیس خود ترجمۃ القرآن کلاس میں قرآن کریم کا ترجمہ سکھاتے اور درس القرآن کے ذریعہ تفاسیر سکھاتے ہیں۔ اس طرح چوبیس گھنٹے دنیا کے چاروں اطراف میں قرآن کریم کی اشاعت کی جارہی ہے۔

یہی نہیں اسکے علاوہ آپ نے جماعت کے سامنے یہ ٹارگیٹ رکھا کہ جماعت احمدیہ جب سو سال پورا کر رہی ہے تو ہر سال کی نسبت سے ایک ترجمہ پیش کرے اور اس طرح کم از کم سو زبان میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرے۔ چنانچہ اس تحریک پر جماعت نے ہمیشہ کی طرح اپنے امام کی آواز پر لبیک کہا اور اپنے صد سالہ جوبلی جشن کے موقعہ پر قرآن کریم کے منتخب آیات کے تراجم سو زبانوں میں شائع کر کے دنیا کے سامنے تحفہ پیش کیا اور اسی سلسلہ میں اب تک جماعت احمدیہ دنیا کی پچاس سے زائد مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کر چکی ہے اور اپنے امام کے دیئے ہوئے ٹارگیٹ کی تکمیل کے سلسلہ میں دن رات اس عزم کے ساتھ کوشاں ہے کہ

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

اللہ کرے کہ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے قرآن کریم سے سچی محبت رکھنے والی اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہوئے اس کی اشاعت اور اس کے غلبہ کی ذمہ داری جو رسول پاکؐ نے آخرین پر ڈالی ہے اسے انجام دینے والی ہو اور خدمت قرآن کو اپنی زندگی کا اہم مقصد بنائے رکھے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆

جماعت احمدیہ اور خدمت انسانیت

مکرم مولوی برہان احمد ظفر ناظر نشرو اشاعت قادیان

خداتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(التوبۃ آیت ۱۲۸)

یعنی یقیناً تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول ہو کر آیا ہے۔ تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر شاق گذرتا ہے اور وہ تمہارے لئے خیر کا بہت بھوکا ہے۔اور مومنوں کے ساتھ محبت کرنے والا اور بہت کرم کرنے والا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ساری زندگی بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے وقف تھی۔اور آپ ہر دم ہر کس و ناکس کی تکلیف کو دور کرنے کیلئے کوشاں رہتے آپ ہی نے مخلوقات کو عیال اللہ بیان فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے فرمایا:۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه عليه وسلم اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ.

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہیں۔ پس اللہ کو اپنی مخلوق میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی خدمت کا خیال رکھتا ہے اور یہی وہ تصور تھا کہ تمام مخلوق کو عیال اللہ جانتے ہوئے آپ اس سے بے پناہ محبت کرتے تھے تا آپ خدا کے محبوب بن جائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی ہے اور نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے میں اس کی مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں اور بایں ہمہ نوع انسان کی ہمدردی ہمارا حق ہے۔

(سراج منیر بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۸)

نیز ایک اور جگہ فرمایا:۔

"اے سامعین! ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اُس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دُنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں شراکت رکھتے ہیں یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دُنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں۔اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں حضور فرماتے ہیں:۔

اے ہم وطنو! وہ دین دین نہیں جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔

(روحانی خزائن پیغام صلح جلد ۲۳ صفحہ ۱)

یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ نے شرائط بیعت میں خاص طور پر شرط نہم میں اس بات کو شامل کیا کہ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء)

حضرت مسیح موعودؑ اور خدمت خلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ مخلوق خدا کی خدمت کرنے کیلئے ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھتے تھے اور اگر کسی وقت کچھ دیر ہو جاتی تو آپ کا اس کے دل پر بڑا گہرا اثر ہوتا تھا۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں ایک واقعہ درج کیا ہے کہ

"ایک دن ایسا ہوا کہ نماز عصر کے بعد آپ معمولاً اٹھے اور مسجد کی کھڑکی میں اندر جانے کیلئے پاؤں رکھا تھے میں ایک سائل نے آہستہ سے کہا کہ میں سوالی ہوں۔ حضرت کو اس وقت ایک ضروری کام بھی تھا اور کچھ اس کی آواز دوسرے لوگوں کی آوازوں میں مل جل گئی تھی جو نماز کے بعد اُٹھے اور عادتاً آپس میں کوئی نہ کوئی بات کرتے تھے غرض حضرت صاحب اندر چلے گئے اور التفات نہ کیا مگر جب نیچے گئے وہی دھیمی آواز جو کان میں پڑی تھی اب اُس نے اپنا نمایاں اثر آپ کے قلب پر کیا جلد واپس تشریف لائے اور خلیفہ نور الدین صاحب کو آواز دی کہ ایک سائل تھا اُسے دیکھو کہاں ہے وہ سائل آپ کے جانے کے بعد چلا گیا تھا خلیفہ صاحب نے ہرچند ڈھونڈا پتہ نہ ملا۔ شام کو حسب عادت نماز پڑھ کر بیٹھے وہی سائل آ گیا اور سوال کیا حضرت نے بہت جلدی جیب سے کچھ نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور اب ایسا معلوم ہوا کہ آپ ایسے خوش ہوئے

ہیں کہ گویا کوئی بوجھ آپ کے اوپر سے اُتر گیا ہے چند روز کے بعد ایک تقریب سے ذکر کیا کہ اس دن جو وہ سائل نہ ملا میرے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ مجھے سخت بیقرار کر رکھا تھا اور میں ڈرتا تھا کہ مجھ سے معصیت سرزد ہوئی ہے کہ میں نے سائل کی طرف دھیان نہیں کیا اور یوں جلد اندر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آگیا ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا۔ اور میں نے دُعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اُسے واپس لائے"۔

(سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صفحہ ۵۹ پبلیشر ابوالفضل محمود قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر حاجت مند کی حاجت کو جلد پورا فرماتے آپ نے کبھی بھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا اسی پر بس نہیں بلکہ آپ اس بات پر بھی نظر رکھتے کہ اگر کوئی ضرورت مند ہو تو بنا سوال کے مخفی طور پر بھی اس کی ضرورت کو پورا فرماتے تھے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے ایسا ہی ایک واقعہ درج کیا ہے لکھا ہے کہ:-

"منشی محمد نصیب صاحب (جو آج کل قادیان سے قطع تعلق کر چکے ہیں) ایک یتیم کی حیثیت سے قادیان آئے تھے اور حضرت اقدس کے رحم و کرم سے انہوں نے قادیان میں رہ کر تعلیم پائی۔ اس کے اخراجات اور ضروریات کا سارا بار سلسلہ پر تھا جب وہ جوان ہوگئے اور انہوں نے شادی کر لی تو وہ لاہور کے ایک اخبار کے دفتر میں محرر ہوئے اور پھر دفتر بدر قادیان میں آکر بارہ روپے ماہوار پر ملازم ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کو جب اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا بیٹا نصیر احمد عطا فرمایا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مرحوم نصیر احمد صاحب کے لئے ایک آنا کی ضرورت پیش آئی میں نے شیخ محمد نصیب صاحب کو تحریک کی کہ ایسے موقعہ پر تم اپنی بیوی کی خدمت پیش کردو.... میرے مشورہ کو شیخ صاحب نے قدر و عزت کی نظر سے دیکھا اور ان کو یہ موقعہ مل گیا اور اُن کی بیوی صاحبزادہ نصیر احمد صاحب کو دودھ پلانے پر مامور ہوگئیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باتوں ہی باتوں میں دریافت فرمایا کہ شیخ محمد نصیب صاحب کو کیا تنخواہ ملتی ہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ صرف بارہ روپے ملتے ہیں تو آپ نے محسوس فرمایا کہ اس قدر قلیل تنخواہ میں شاید گزارہ نہ ہوتا ہو۔ اگرچہ وہ ارزانی کے ایام تھے لیکن حضرت اقدس کو یہ احساس ہوا اور آپ نے ایک روز گزرتے ہوئے ان کے کمرے میں بیس پچیس روپے کی پوٹلی پھینک دی۔ شیخ صاحب کو خیال گزرا کہ معلوم نہیں یہ روپیہ کیسا ہے آخر یہ معلوم ہوا کہ حضرت اقدس نے ان کی تنگی کا احساس کر کے رکھ دیا ہے تاکہ تکلیف نہ ہو اور آرام سے گزارہ کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے اس روپیہ کو زیور بنانے میں خرچ کیا کیونکہ اس وقت ان کی کھانے پینے کی ضروریات حضرت کے وسیع دستر خوان سے پوری ہو جاتی تھیں"۔

(سیرت حضرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ ۳۰۵۔۳۰۶)

محترم شیخ عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:-

" قادیان میں ایک شخص نہال چند (نہالا) بہار وراج ایک برہمن تھا اپنی جوانی کے ایام میں وہ ایک مشہور مقدمہ باز تھا آخر عمر تک قریباً اس کی ایسی حالت رہی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت اقدس کے خاندان کے ساتھ عموماً مقابلہ اور شرارتیں کرتے رہتے تھے پھر سلسلہ کے دشمنوں کے ساتھ بھی وہ رہتا۔

آخر عمر میں اس کی مالی حالت نہایت خراب ہوگئی۔ اور یہاں تک کہ بعض اوقات اس کو اپنی روزانہ ضروریات کیلئے بھی مشکلات پیش آتی تھیں اس نے ایک مرتبہ حضرت اقدس کے دروازے پر آکر ملاقات کی خواہش کی اور اطلاع کرائی حضرت صاحب فوراً تشریف لے آئے اس نے سلام کر کے اپنا قصہ کہنا شروع کیا حضرت اقدس نے نہ صرف تسلی دی بلکہ پچیس روپے کی رقم لا کر اس کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا کہ فی الحال اس سے کام چلاؤ پھر جب ضرورت ہو مجھے اطلاع دینا چنانچہ اس کے بعد اس شخص کا معمول ہو گیا کہ وہ مہینے دو مہینے کے بعد آتا اور ایک معقول رقم آپ سے اپنی ضرورت کیلئے لے جاتا۔

وہ نہ صرف حضرت اقدس سے لیتا تھا بلکہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے بھی اس نے بطور قرض ایک معقول رقم ایک خاص وعدہ پر لی تھی جب وہ وعدہ کا وقت گزر گیا تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اس سے مطالبہ کرایا مگر اس نے یوں ہی سرسری جواب دے کر ٹال دیا آخر حضرت خلیفہ اول نے مجھے فرمایا کہ میں اس سے مطالبہ کروں میں نے جب اس کو کہا تو اس نے مندرجہ بالا واقعہ اپنا بیان کیا اور کہا کہ "مولوی صاحب بار بار آدمی بھیجتے ہیں مرزا جی تو مجھے ہمیشہ روپیہ دیتے ہیں اور اس سے میرا گزارہ چلتا ہے" میں نے آکر حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ سے واقعات عرض کئے تو فرمایا کہ اچھا اب اس کو نہ کہنا۔

اسی طرح ایک شخص پنڈت بیج ناتھ بہنوت بھی تھا مجھے معلوم ہے کہ بعض اوقات حضرت نے اس کے ساتھ بھی سلوک کیا"۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۲۹۹۔۳۰۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت میں بہت سے خدمت خلق کے واقعات موجود ہیں ان سب کا ذکر کرنا ممکن نہیں قارئین کیلئے صرف ایک سکھ کا واقعہ درج کرتا ہوں۔

" قادیان میں نہال سنگھ نامی ایک بانگرو جٹ رہتا تھا اپنے ایام جوانی میں وہ کسی فوج میں ملازم بھی رہا تھا اور پنشن پاتا تھا۔ اس کا گھر جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے دیوان خانہ سے دیوار بدیوار ہے۔ یہ سلسلہ کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اور اس کی تحریک سے حضرت حکیم الامت اور بعض دوسرے احمدیوں پر ایک خطرناک فوجداری جھوٹا مقدمہ دائر ہوا تھا۔ اور ہمیشہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر احمدیوں کو تنگ کیا کرتا تھا اور گالیاں دیتے رہنا تو ایک معمول تھا۔ عین ان ایام میں جب کہ مقدمات دائر تھے ان کے بھتیجے

سنتا سنگھ کی بیوی کیلئے مشک کی ضرورت پڑی اور کسی دوسری جگہ سے یہی نہیں کہ مشک ملتا نہیں تھا بلکہ یہ بہت قیمتی چیز تھی۔ وہ اس حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دروازے پر گیا اور مشک کا سوال کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے پکارنے پر فوراً ہی تشریف لے آئے تھے اور اُسے ذرا بھی انتظار میں رکھا اس کا سوال سنتے ہی فوراً اندر تشریف لے گئے اور کہہ گئے ٹھہرو میں ابھی لاتا ہوں چنانچہ آپ نے کوئی نصف تولہ کے قریب مشک لاکر اس کے حوالہ کردی"۔(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۳۰۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں مخلوق خدا سے ہمدردی والی شرط کو ساری زندگی بڑے اخلاص سے اور دوام کے ساتھ پورا فرمایا اور ساری جماعت کیلئے ایک نمونہ قائم کردیا کہ مخلوق خدا کی خدمت میں کسی قوم ملت مذہب امیر غریب دوست دشمن ان سب رشتوں سے بالا ہوکر مصروف رہیں۔ اور جماعت احمدیہ کا یہی طرۂ امتیاز رہا اور ہے کہ مخلوق خدا کی ہمدردی اور خدمت میں ان سب باتوں سے بالا ہوکر کام کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر خانہ ہمیشہ ہی مہمانوں کی تواضع کرنے میں مصروف عمل رہا اور کبھی بھی کسی مذہب یا قوم کا امتیاز نہ برتا گیا۔

خلافت اولیٰ اور خدمت خلق

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا خدمت انسانیت کا جذبہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کی طبی خدمات اس قدر ہیں جو کہ بیان سے باہر ہیں ہزاروں مریضوں کا آپ مفت علاج کرتے تھے اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ مریض کی مفلوک الحالی کو دیکھتے ہوئے اس کی مالی مدد بھی کردیا کرتے تھے۔

حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی سوالی کو ناامید نہیں کیا آپ خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے بھی بنی نوع انسان کے خدمت گار تھے اور خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بھی آپ نے مخلوق کی خدمت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپ نے ناداروں او رمفلسوں کی جس رنگ میں خدمت کی وہ حیرت انگیز ہے آپ سے خدا تعالیٰ کا بھی ایک عجیب سلوک تھا نامعلوم ذرائع سے خدا تعالیٰ آپ کو عطا کرتا تھا او ر آپ اسی طرح بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے خرچ بھی کرتے مرقات الیقین فی حیات نور الدین میں درج ہے کہ میں نے اس وقت تک ہزارہا روپیہ لوگوں کو قرض دیا لیکن سوائے ایک شخص کے کہ اس نے نو روپیہ قرض لئے تھے اور جس آنکھ سے لئے تھی اسی آنکھ سے ادا کئے تھے اور کسی نے اسی آنکھ سے ادا نہیں کئے"۔(مرقات الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۲۳)

آپ کے دور خلافت میں خدمت خلق کے جو کام ہوتے رہے اس میں آپ کی ذات کا ایک بڑا حصہ ہوتا آپ نے ساری زندگی بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کی۔

خلافت ثانیہ کا دور اور خدمت خلق

خلافت ثانیہ کا دور خدمت خلق کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے آپ کے دور خلافت کے باون سالہ دور میں خدمت انسانیت کے وہ وہ کام ہوئے جو دنیا کی تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ بنی نوع انسان پر ہونے والے ظلموں کے خلاف آپ نے ہمیشہ آواز بلند کی خواہ اندرون ملک کی بات ہوتی یا بیرون ملک کی کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا دل عطا کیا تھا جو بنی نوع انسان کو دکھوں میں دیکھ کر ہمیشہ بیقرار رہتا اور آپؓ اُن کی خدمت کیلئے ہمیشہ ہی غور و فکر کرتے اور جماعت کو ان کی خدمات کیلئے ہدایات دیتے۔

آپ کے دور خلافت کے زمانہ میں سے اگر تقسیم ملک کے وقت میں کی جانے والی خدمت انسانیت پر ہی نظر ڈالی جائے تو وہ بھی ایک طویل باب کو کھولنے والی بات ہے۔

قادیان چونکہ جماعت احمدیہ کا مرکز ہے اور پنجاب کے علاقہ میں اس بات کی شہرت تھی کہ قادیان صرف قادیان نہیں بلکہ یہ دارالامان بھی ہے ہندوستان اور پنجاب کے حالات خواہ کتنے بھی کشیدہ کیوں نہ ہو جائیں لیکن قادیان بہر صورت امن کا مقام رہے گا اور یہ حقیقت بھی تھی اس لئے پنجاب کے حالات تقسیم ملک کے وقت جب خراب ہوئے تو گردونواح کے ہزاروں انسانوں نے قادیان میں آکر پناہ لی۔ جماعت کے پاس جس قدر بھی جگہ موجود تھی سب پناہ گزینوں سے بھر گئی اس وقت قادیان کی کل آبادی سولہ ہزار تھی جبکہ ایک اندازہ کے مطابق باہر سے آنے والوں کی تعداد ساٹھ ہزار۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ان پناہ گزینوں کی خوراک کا پورا انتظام فرمایا۔ افراد جماعت نے تکالیف برداشت کیں لیکن باہر سے آنے والوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا۔

اسی سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ "ہم نے ان کے مردوں اور عورتوں اور بچوں کی اس طرح حفاظت کی ...... جس طرح ہم اپنے مردوں اور عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے تھے اور نہ ہم نے زبان سے اُنہیں کوئی لفظ کہا نہ ان کی دل شکنی کی اور نہ گالی گلوچ سے کام لیا۔ لیکن اگر ہمیں کسی احمدی کے متعلق ذرا بھی شکایت پہنچتی تو ہم سختی سے اُن کے پیچھے پڑ جاتے۔ دوسری طرف جو لوگ ارد گرد کے مقامات سے بھاگ بھاگ کر قادیان میں آئے ہم نے ان کی اتنی خاطر تواضع کی کہ سارے ہندوستان میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ ہم نے اپنے آدمیوں کو بھوکا رکھا اور ان کو کھانا کھلایا اور ایک دن تو ایسا آیا کہ ہم نے ساٹھ ہزار آدمیوں کو کھانا دیا۔ حالانکہ قادیان کی کل سولہ ہزار کی آبادی تھی جس میں سے تیرہ ہزار احمدی تھے"۔

اس کے علاوہ بنگال اور اڑیسہ میں ۱۹۴۳ء میں قحط پڑا اور لوگ بھوکوں مرنے لگے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے وہاں کے قحط زدگان کیلئے جماعت کو تحریک کی اور اُن کی مدد کرنے میں جماعت نے بھرپور حصہ لیا۔

اگست ۱۹۵۴ء میں مشرقی پاکستان (جو اس وقت بنگلہ دیش کہلاتا ہے) سیلاب کی زد میں آیا اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ایک تو وہاں کے لوگ خوراک اور لباس سے محروم ہوئے تو ساتھ ہی بیماری نے آ ڈیرا ڈالا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد کے لئے تحریک فرمائی سیلاب زدگان کی اشیاء خوردنی اور لباس اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ ادویات سے بھی مدد کی گئی چونکہ اس علاقہ میں گندگی کی وجہ سے بیماری پھیلی افراد جماعت کے خدمت خلق کے جذبہ سے وہاں صفائی کا کام بھی کیا۔ اس سلسلہ میں ڈھاکہ کے اخبار ملت نے اپنی ۸ ستمبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں لکھا۔

"جماعت احمدیہ کے ریلیف ورک نے سیلاب زدہ لوگوں میں ۱۰ ہزار افراد کو ٹیکے لگائے او رضروری ادویہ تقسیم کئے علاوہ ازیں یہ وفد نرسندی بازار کی صفائی کا کام بھی عوام کے ساتھ مل کر کر رہا ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک ادارہ دارالشیوخ کے نام سے قائم ہوا جس میں بوڑھوں اور لاچار لوگوں کو رکھ کر اُن کی خدمت کی جاتی تھی۔ اسی طرح قادیان میں دارالیتامیٰ بھی قائم تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہ ادارے اُسی طرح خدمت خلق کا کام کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکانہ میں جب شدھی کی تحریک چلی تو آپ نے وہاں جماعت کے مبلغین اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو وہاں بھیجا افراد جماعت کو اس علاقہ میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی اس کے پیچھے دراصل بڑی حد تک خدمت خلق کا جذبہ کار فرما تھا کہ جماعت نے وہاں صرف تبلیغ کا کام نہیں کیا بلکہ وہاں کے غریبوں کی خدمت کو اپنے پر فرض قرار دے دی اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ وہاں جماعت احمدیہ کو خدمت خلق کا کام کرنے سے زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔

خلافت ثالثہ میں خدمت خلق

جماعت احمدیہ کا خلافت ثالثہ کا دور بھی خدمت خلق کے کاموں سے بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے اس کی صرف میں ایک ہی مثال پیش کرتا ہوں۔

جماعت احمدیہ پاکستان پر 1974 کا دور ابتلاؤں کا دور تھا۔ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا تھا اس فیصلہ کے بعد پاکستان کے علماء نے یہ خیال کیا کہ اب احمدی کی جان اور مال یہ سب کچھ ان کا ہے وہ اس سے جو بھی سلوک کریں وہ درست ہوگا اس سوچ کے نتیجہ میں احمدیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے گھروں کو لوٹا گیا گھروں کے سامان باہر نکال کر اُن کو آگ لگادی گئی خون کی ہولی کھیلی گئی اور چوالیس احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ ان لٹ پٹ جانے والے اور یتیم ہونے والے بچوں کا ایک ہی ٹھکانہ جماعت کا عالمی مرکز ربوہ تھا یہ سب لوگ ربوہ چلے آئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت کے ایسے انتظامات فرمائے کہ اس کی مثال تلاش کرنا مشکل ہے۔

۱۹۸۰ء میں خاکسار جب پاکستان گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۷۴ء کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے ان احمدیوں کا ذکر فرمایا جو ربوہ میں آگئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے انتظامیہ کو ہدایت کی تھی کہ ربوہ میں آنے والوں کی ایسی خدمت کی جائے کہ انہیں یہ احساس نہ ہو کہ یہ اپنے گھر میں نہیں ہیں۔ ان کو وہی کھانے کیلئے دیا جائے جو یہ لوگ اپنے گھروں میں کھایا کرتے تھے ان کو وہی پہننے کو دیا جائے جو یہ اپنے گھروں میں پہنا کرتے تھے۔

خلافت ثالثہ کے دور میں ربوہ کے قریبی دیہات کو وہاں سے گزرنے والے دریائے چناب نے کئی مرتبہ اپنی چپیٹ میں لیا جس سے ایک بڑا علاقہ سیلاب کی زد میں آجاتا تھا۔ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ ہی تھی جو ان لوگوں کی خدمت کیلئے ہر وقت پہنچتی۔ خوراک مہیا کروانے کے ساتھ ساتھ انہیں محفوظ جگہوں پر پہنچاتی اور رہائش کے سامان پیدا کر کے دیتی رہی حالانکہ یہ وہی لوگ ہوا کرتے تھے جو جماعت کی مخالفت میں بھی پیش پیش رہا کرتے۔ لیکن جماعت احمدیہ ہمیشہ ہی دشمنیوں کو بھلا کر بنی نوع انسان کی خدمت میں مصروف عمل رہی ہے اور رہے گی۔

خلافت رابعہ کا دور اور خدمت خلق

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خدمت انسانیت کے لحاظ سے خلافت رابعہ کا زمانہ سابقہ سب زمانوں پر سبقت لے گیا ہے آپ کے دور خلافت میں خدمت انسانیت کے وہ وہ کام ہوئے کہ ایک غریب جماعت کیلئے ایسی خدمت ممکن دکھائی نہیں دیتی لیکن آپ کے خداداد فراست اور جذبہ خدمت خلق سے وہ سب کام کئے جن کی اس زمانہ میں ضرورت دکھائی دیتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جب سپین میں ساڑھے سات سو سال بعد تعمیر ہونے والی پہلی مسجد کا افتتاح فرمایا تو اس موقعہ پر آپ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ اخا ۱۳۶۱ ہش اکتوبر ۱۹۸۲ء میں یہ ارشاد فرمایا کہ خدا کے گھر کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ہمیں غرباء کیلئے مکان بنوانے کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہئے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تحریک کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی اس بیوت الحمد تحریک میں اپنی طرف سے دس ہزار روپے دینے کا بھی اعلان فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس تحریک میں بڑی برکت عطا

فرمائی اور آج تک ہزاروں افراد کو جماعت مکان تعمیر کروا کر دے چکی ہے صرف ہندوستان میں ہی لوگوں کو جماعت کی طرف سے مکان بنانے کی غرض سے ۱۰۶۵۰۰۰ ہزار کے قرض دیئے گئے اور مبلغ ۲۰۸۴۵۰۰ روپے تک کی امداد فراہم کی گئی ہے جبکہ یہ کام تمام غریب ملکوں میں جاری ہے۔

ربوہ پاکستان میں بیوت الحمد تحریک کے تحت کالونیاں تعمیر کی گئی ہیں اس طرح قادیان میں بھی بیوت الحمد کے نام سے بہت سے مکان تعمیر کئے گئے ہیں اس کے پس پشت صرف اور صرف خدمت انسانیت کا جذبہ کار فرما ہے۔

شہداء کی بیوگان کی خدمت

۱۹۸۹ء کی بات ہے سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات کے خلاف دنیا کے مختلف ممالک میں احتجاجی جلوس نکالے گئے اور بہت سی جگہوں پر ان احتجاجات نے تشدد کا رنگ اختیار کر لیا جس کے نتیجہ میں احتجاج کرنے والوں پر گولیاں چلائی گئیں۔ اور بہت سے لوگوں کو شہید کر دیا گیا۔ ایسا ہی واقعہ ۲۴ فروری ۱۹۸۹ء کو ہندوستان کے شہر بمبئی میں واقعہ ہوا۔ بعض علماء نے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا ان کو گلیوں میں نکالا۔ یہ احتجاجی جلوس مسلم علاقے کی طرف سے ہوتا ہوا برٹش ایمبیسی کی طرف رواں دواں تھا کہ محمد علی روڈ نزد کرافٹ مارکیٹ پولیس کی گولیوں کا نشانہ بنا۔ اس میں بارہ افراد شہید ہوئے۔ یہ شہادتیں جو کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پر کی گئیں تھیں اور شہادت کا جام پینے والوں نے عشق محمدیؐ میں مخمور ہو کر شہادت کے جام پیئے تھے اُن کی ان قربانیوں کی قدر کرتے ہوئے امام جماعت احمدیہ نے یہ اعلان فرمایا۔

"جن لوگوں نے اپنی جانیں فدا کیں۔ ان کو ان باتوں کا کوئی علم نہیں۔ ان میں اکثریت بالکل معصوم ہے اور صرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی غیرت پر حملہ ہوتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے اپنے لئے زندہ رہنا پسند نہیں کیا۔ وہ گلیوں میں پلنے والے غریب لوگ اور مزدور لوگ تھے لیکن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے دین کی غیرت رکھنے والے تھے۔ اور جب مولویوں نے انہیں کہا کہ آج دین کی غیرت تمہیں بلا رہی ہے آج محمد مصطفیٰ ﷺ کی آواز تمہیں بلا رہی ہے تو جو کچھ اُن کے پاس تھا یعنی ننگی چھاتیاں وہ لیکر میدان میں نکل آئے اور گولیوں کا نشانہ بنائے گئے ان کے پسماندگان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مشرق کی بدنصیبی اور بدقسمتی ہے کہ ان کے لیڈر عوام کو اُٹھاتے ہیں اور اپنے مقاصد کے خواہ وہ سچے ہوں یا جھوٹے ہوں اُن کے حصول کی خاطر ان سے قربانیاں لیتے ہیں۔ اور جب یہ قربانی کے میدانوں میں جانوروں کی طرح مارے جاتے ہیں اور گلیوں میں گھسیٹے جاتے ہیں تو ان کی اولادوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ یہ معاملہ ایسا ہے جس میں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت اور احترام کا تعلق ہے آپ کی محبت اور غیرت کا تعلق ہے اس لئے ہر جگہ جماعت احمدیہ کو مَیں ہدایت کرتا ہوں کہ جہاں جہاں ایسے لوگ شہید ہوئے ہیں جو اس نام پر شہید ہوئے ہیں اگرچہ وہ غلط تعلیم معلوم کرنے کے نتیجے میں شہید کئے گئے لیکن وہ اُن کے گھروں تک پہنچیں معلوم کریں کہ اُن کا کیا حال ہے اور کوئی اُن کا پرسان حال ہے بھی کہ نہیں۔ اور اگر یہ محسوس کریں کہ اقتصادی لحاظ سے اُن کی امداد کی ضرورت ہے۔ تو جماعت تحقیق کے بعد فوری طور پر مجھے رپورٹ کرے کہ ہندوستان میں یا پاکستان میں یا دوسری جگہوں یہ کتنے ایسے مظلوم مسلمان ہیں جن کے پسماندگان کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عاشق ایک جماعت ہے۔ جو ضرور ان کا حال پوچھے گی اور آپ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے پسماندگان کو ذلیل نہیں ہونے دیا جائے گا"۔

(خطبہ جمعہ ۳ مارچ ۱۹۸۹ء بمقام مسجد فضل لندن)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس اعلان کے بعد جہاں دیگر ممالک میں شہید ہونے والوں کے پسماندگان کے حالات معلوم کئے گئے وہاں بمبئی میں شہید ہونے والے افراد کے پسماندگان سے بھی رابطہ کیا گیا۔ بمبئی میں بارہ افراد شہید ہوئے تھے جائزہ کے بعد وہی بات سامنے آئی جس کا اظہار حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ

"جب یہ قربانی کے میدانوں میں جانوروں کی طرح مارے جاتے ہیں اور گلیوں میں گھسیٹے جاتے ہیں تو ان کی اولادوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا" ان بارہ شہید ہونے والوں میں سے چار خاندان ایسے تھے جن کو علماء نے خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پر گھروں سے باہر نکالا تھا۔ اور پھر ان کی شہادت کے بعد اُن کے پسماندگان کو گردش زمانہ کے خوفناک اندھیروں میں بے سہارا چھوڑ دیا اور کسی نے بھی اُن کے بیوی بچوں کا ہاتھ نہیں تھاما۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو جماعت کی طرف سے تفصیلات بھجوائی گئیں جس پر حضور نے فوری طور پر امداد جاری کرنے کا ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔

"آپ کا خط ۱۰۷/ ۶۹-۱۱-۱۶ بابت امداد پسماندگان شہدا موصول ہوا اس بارہ میں فوری طور پر معین اطلاع دیں کہ کتنی امداد ماہانہ مستقل جاری ہونی چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ رقم کا یہاں سے انتظام کر دیا جائے گا"۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر مجلس عاملہ بمبئی نے چاروں خاندانوں کیلئے مستقل امدادی رقم کا فیصلہ کر کے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھجوایا۔ جس کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت منظور فرماتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"ان خاندانوں کو بتادیں کے اس امداد میں کسی قسم کی کوئی مذہبی ثائی نہیں ہے آپ اپنے عقیدہ میں کلی طور پر آزاد ہیں اس بارہ میں کسی قسم کی الجھن کی ضرورت نہیں ہے" خط ۹۰-۲-۱۶

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد

کی روشنی میں جماعت نے بیس ہزار روپے کی فوری امداد ان چار خاندانوں کو پہنچائی اور ساتھ ہی مستقل امداد کا انتظام بھی فرمایا اور آج بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ وہ لوگ اور وہ تنظیمیں جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے لوگوں کو جمع کیا تھا اور لوگوں کو شہید کروایا ان میں سے کسی ایک نے بھی آج تک پلٹ کر ان لوگوں کا حال دریافت نہیں کیا میں پوچھتا ہوں وہ لوگ کہاں ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عشق کا دعویٰ کرتے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی عاشق جماعت کو گالیاں دیتے ہیں۔ آج اُن کی غیرت کہاں چلی گئی آج اُن کی محبت کے دعوے کہاں چلے گئے ہاں ہاں پہلے بھی یہی جماعت حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتی تھی اور آج بھی بھرتی ہے اور آئندہ بھی بھرتی چلی جائے گی اور الخلق عیال اللہ کی روشن تعلیم کے تحت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں شہید ہونے والے پسماندگان کو ذلیل نہیں ہونے دے گی اور نہیں ہونے دے گی حضور فرماتے ہیں۔

"اپنے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پر ان کی خبر گیری کریں جو دُنیا میں سب سے بڑھ کر یتیموں کا والی تھا جو کائنات میں سب سے بڑھ کر یتیموں کی خبر گیری کرنے والا تھا۔ جن کا کوئی دیکھنے والا نہیں اُن کا دیکھنے والا ہمارا آقا محمد مصطفیٰ ﷺ تھا اس لئے آج آپ کی غیرت اور آپ کی محبت اور آپ کے عشق کا تقاضا ہے کہ وہ جنہوں نے آپ کی راہ میں جانیں دی ہیں اُن کے بھی تو دیکھنے والے ہوں اور وہی اُن کے دیکھنے والے ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دائمی اٹوٹ محبت رکھتے ہیں۔ کوئی دنیا کی طاقت اس محبت کو نقصان نہیں پہنچا سکتی"۔

(خطبہ جمعہ ۳ مارچ ۱۹۸۹ء بمقام مسجد فضل لندن)

اس سلسلہ میں جماعت آج تک ان بیوگان کو مبلغ 102100 تک کی امدادی رقم دے چکی ہے جو کہ ہر ماہ باقاعدہ دی جاتی ہے۔

قدرتی آفات اور خدمت خلق

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْمُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (بنی اسرائیل آیت ۵۹)

یعنی اور روئے زمین پر کوئی ایسی بستی نہیں ہوگی جس سے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک نہ کردیں یا اُسے بہت سخت عذاب نہ دیں۔ یہ بات تقدیر الٰہی میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے۔ قرآن کریم کے اس فرمان کے تحت دنیا میں آباد مختلف بستیاں وقتاً فوقتاً الٹائی جاتی ہیں۔ کہیں زلازل اپنا رنگ دکھاتے ہیں تو کہیں طوفان عظیم ایسی حالت میں نوع انسانی ہمدردیوں کی مستحق ہوتی ہے۔ ہندوستان ہو یا ہندوستان سے باہر کی دُنیا۔ جماعت احمدیہ ہر وقت اپنے آپ کو خدمت انسانیت کیلئے پیش کرتی رہی ہے۔ ۱۹۵۵ء کی بات ہے پنجاب کے مختلف اضلاع سیلاب کی لپیٹ میں آگئے باوجود اس کے کہ قادیان کے احمدی بھی اس سے بری طرح متاثر ہوئے لیکن انہیں ہمیشہ کی طرح اپنے سے زیادہ دوسروں کی فکر دامن گیر ہوئی اور قادیان سے باہر نکل کر انہوں نے بنی نوع انسان کی خدمت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے جناب پنڈت گوکھ ناتھ صاحب شرما ایم ایل اے صدر کانگریس کمیٹی گورداسپور نے لکھا تھا۔

" سیلاب کی شکل میں قدرتی قہر کا مقابلہ کرتے ہوئے جہاں باقی سیلاب زدہ حلقوں میں مختلف سوسائیٹیوں کے ذریعہ ریلیف کا کام ہوا وہاں یہ بات کافی سراہنے کے قابل ہے کہ جماعت احمدیہ نے بھی اپنی گذشتہ روایات کے مطابق علاقہ بیٹ (بیاس) پھیرو چیچی میں اپنا ریلیف کیمپ قائم کر کے گردونواح کے سیلاب زدہ لوگوں کو محنت اور ہمدردی سے امداد بہم پہنچائی ہے اور ادویہ سے لوگوں کی مدد کی گئی وہاں قادیان خاص میں بھی مستحقین کو نقد مالی امداد دی گئی اور احمدی ایک مشنری سپرٹ اور خدمت خلق کے جذبہ کے تحت بعض بے آسرا اور نحیف سجنوں کے مکانوں کی مرمت اپنے ذمہ لے رہے ہیں"۔

(اخبار بدر قادیان ۲۱ نومبر ۱۹۵۵ء)

جولائی ۱۹۹۲ء میں قادیان کا علاقہ خطرناک قسم کے سیلاب کے زد میں آیا یہ آسمانی آفت اسقدر آناً فاناً تھی کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ پانی میں گھر گئے مال و اسباب کے نقصان کا اندازہ لگانا محال ہے ایسی مصیبت کی گھڑی میں جماعت احمدیہ قادیان نے لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جاری کیا اور بلا لحاظ مذہب و ملت پانچ یوم تک لوگوں کو کھانا دیا جاتا رہا۔ نیز لوگوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کا انتظام کیا گیا نئی عمارتیں لوگوں کی رہائش کیلئے وقف کردی گئیں جہاں تک بس چلتا تھا خداداد طاقتوں سے بنی نوع انسان کی خدمت کی گئی صرف قادیان کی حد تک ہی نہیں بلکہ گاؤں گاؤں جاکر اجناس تقسیم کی گئیں اس کار خیر میں جماعت نے سات لاکھ روپے سے زیادہ خرچ کئے جبکہ دیگر سامانوں کی فراہمی اور مکانات کی تعمیر کے اخراجات اس سے کہیں زیادہ ہیں الغرض جماعت نے ۵۵ء کی خدمت انسانیت کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے اس موقعہ پر بھی کئی لاکھ روپے سے بنی نوع انسان کی خدمت کی۔

فسادات اور جماعت کی خدمت خلق

قارئین! ہندوستان میں فسادات کا سلسلہ کوئی نیا نہیں صدیوں سے جاری ہے لیکن مختلف وقتوں میں اس کی نوعیت مختلف رہی کبھی فساد سیاسی رنگ لیکر ظاہر ہوا تو کبھی مذہبی کبھی لسانی تو کبھی علاقائی۔ فساد کسی رنگ کا بھی ہو لیکن جب ہوا آئندہ کیلئے نفرتوں کا بیج بو کر چلا گیا آج سے سو

سال پہلے بھی فساد وہی رنگ دکھاتا تھا جو آج دکھاتا ہے بلکہ اُس سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان فسادات کو روکنے اور ختم کرنے کیلئے 1908ء میں نہایت ہی پیاری کتاب لکھی جس کا نام پیغام صلح ہے اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقل مند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا... اگر کوئی اس میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اُسی کو کاٹتا ہے"۔

(روحانی خزائن جلد ۲۳ پیغام صلح صفحہ ۸۔۴۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہندوستان کے فسادات نہیں بلکہ دُنیا میں رونما ہونے والے فسادات کے خاتمہ کے بہترین گر بیان فرمائے ہیں۔ اور اپنی جماعت کیلئے ایک ایسا مجرّب نسخہ چھوڑا ہے کہ جماعت ہمیشہ سے اس پر چل کر تمام نفرتوں اور کدورتوں سے بالاتر ہو کر محض بنی نوع انسان کی خدمت کے جذبہ سے کام کرتی رہی اور کرتی چلی جارہی ہے اور ہر ممکنہ طریق سے فسادات کو روکنے اور لوگوں کے زخموں پر مرہم کا کام کرتی رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کے اس جذبہ حقیقی کو دیکھتے ہوئے پروفیسر شیر سنگھ صاحب ایم ایس سی نے تحریر فرمایا۔

"احمدی حضرات یکجہتی اور اتفاق میں کمال حاصل کر چکے ہیں اور پاکستان بننے کے باوجود اپنی اصل مادر وطن اور اپنے مذہب کی جائے افتتاح میں خوش باش اور اعتماد سے لبریز نظر آتے ہیں ان سے مل کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں مجموعی طور پر انسان سے پیار اور محبت کا جذبہ موجود ہے۔ خواہ وہ کسی بھی مذہب وملت کا ہو یہ آثار بین الاقوامی ترقی کیلئے بہت موزوں ہیں۔ جس مذہب میں یہ باتیں ہوں اور خاص کر عمل کی زندگی میں ڈھل چکی ہوں وہ مذہب دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا ہے۔ اور میری آرزو ہے کہ ہر مذہب کے پیروکاروں میں یہ خیال عمل میں آنا چاہئے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انساں

(اخبار بدر قادیان مورخہ ۱۴؍جولائی ۱۹۵۴ء)

۲۴؍اکتوبر ۱۹۸۹ء کا دن بہار کی تاریخ میں فسادات کے رونما ہونے والی تاریخوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جس دن بہار کے شہر بھاگلپور میں کئی سہاگ اُجڑے اور کتنے ہی بچے یتیم ہوئے۔ جماعت احمدیہ بہار نے جماعت کی زندہ روایات کے پیش نظر علاقہ کا جائزہ لیا جس میں مرکز کے دو نمائندے بھی شامل تھے۔ فسادات میں بہت سے لوگ بے گھر ہو گئے تھے باہم مشورہ سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی کہ جماعت کو چاہئے کہ وہ اس فساد میں بے گھر ہونے والوں کو مکان بنا کر دے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اس کی منظوری عنایت فرمائی۔ اور جماعت نے کرشن نگر اور طاہر نگر کے نام سے دو کالونیاں علاقہ راجن تھانہ ضلع بھاگلپور میں تعمیر کیں یہ کالونیاں صرف مسلمانوں کو نہیں دی گئیں بلکہ کرشن نگر میں ہندوؤں کو بسایا گیا اور طاہر نگر میں مسلمانوں کو آباد کیا گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ اس کے پس پردہ کون سا جذبہ کارفرما تھا صرف اور صرف خدمت انسانیت جس میں عقائد کی تفریق نہیں دیکھی جاتی مذہبی اختلافات نہیں دیکھے جاتے قومی عداوتیں نہیں دیکھی جاتیں پس ایک ہی مطمح نظر ہے۔

۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کا دن ہندوستان کی تاریخ کا وہ دن ہے جس دن ایک مسجد کو شہید کیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ ملک گیر فسادات کی صورت میں ظاہر ہوا ہندوستان کا کوئی ایک علاقہ بھی فساد کی لپیٹ میں آنے سے نہیں بچا جیسے تیسے یہ معاملہ کچھ ٹھنڈا ہوا تھا کہ ہندوستان کی تاج العروس بمبئی میں اس کے ایک ماہ بعد ۶ جنوری کو پھر فساد بھڑک اُٹھا یہ فساد معمولی نہ تھا بلکہ درندگی کا ننگا ناچ تھا جو وہاں کھیلا گیا۔ ایک طرف اگر لوگوں کے مال لوٹ کر گھر بھر لینے کی دھن بعض لوگوں کو پاگل بنائے ہوئے تھی تو دوسری طرف انسانیت کا خون کرنا سر چڑھا ہوا تھا ہزاروں لوگ پناہ گاہوں کی تلاش میں اپنے بھرے گھر چھوڑ کر گولیوں کے سایے میں گھروں سے باہر نکلے پھر دوبارہ انہوں نے اپنے گھروں کو ویسا نہ پایا کوئی جل کر راکھ کا ڈھیر ہو چکا تھا تو کوئی کھنڈر کی صورت اختیار کر چکا تھا بمبئی کے اس ہولناک فساد کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ اخبار ہندوستان بمبئی نے لکھا:

"خونین فسادات کی زد میں آئی ہوئی بمبئی تقسیم کے وقت کا پنجاب بن گئی ایک لاکھ سے زیادہ افراد جان بچانے کیلئے شہر چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ اسٹیشن پر ابھی جانے والوں کی قطار لگی ہوئی ہے اور اُن کیلئے خاص ٹرینیں چلائی جارہی ہیں۔ .... ایک دوسرے پر حملہ کا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ حالات یہاں تک بگڑ گئے ہیں کہ فساد صرف شرپسند عناصر کے ہاتھ میں نہیں رہ گیا بلکہ عام آدمی بھی اس میں شریک ہو گیا ہے......... شام سات بجے کے بعد بمبئی ویران اور شمشان ہے۔ پورا شہر دہشت اور افواہوں کے تیز گرفت میں ہے" نیز لکھا۔

"بمبئی میں ایک ہفتہ سے جاری اب تک کے بدترین فسادات کے دوران ایک رات میں ۵۰

ہزار سے زائد افراد پناہ گزین بن گئے ہیں“۔
(ہندوستان بمبئی ۱۴ جنوری ۱۹۹۲ء بروز جمعرات)
سامعین کرام بمبئی کے ان حالات کے پیش نظر امیر صاحب بمبئی نے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تمام حالات پر مشتمل رپورٹ بذریعہ فیکس روانہ کی اور بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے ہنگامی طور پر تین لاکھ روپے دئے جانے کی درخواست کی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت فوری اس کی منظوری فرماتے ہوئے جماعت کو تمام خداداد طاقتوں کیساتھ بنی نوع انسان کی خدمت کی ہدایت فرمائی۔
بمبئی کے خدام اور دیگر صوبہ جات سے عارضی طور پر آتے ہوئے خدام نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے وقف کر دیا۔ خدام کو مختلف قسم کی ڈیوٹیاں سپرد کی گئیں ایک میڈیکل ایڈ کیلئے ٹیم بنائی گئی جس کی نگرانی مکرم ڈاکٹر اشفاق صاحب کے سپرد تھی۔ آپ نے تین پناہ گزین کیمپوں کو سنبھالا۔ تین دیگر کیمپوں میں جہاں دوائی کی کمی تھی ادویات روانہ کی گئیں۔ آپ نے اٹھارہ یوم تک پناہ گزین کیمپوں کی نگرانی کی جبکہ خدا کے فضل سے احمدیہ مشن بمبئی میں ہومیوپیتھک ڈسپنسری ایک سال سے بنی نوع انسان کی خدمت میں مصروف ہے۔
فسادات کے دوران دوسرا اہم کام بھوکوں کو کھانا مہیا کرنا تھا فساد خطرناک صورت اختیار کر چکا تھا۔ اور یہ ممکن ہی نہ تھا کہ دور دراز علاقوں میں پہنچ کر لوگوں کو خوراک مہیا کی جاسکے اس لئے جماعت نے بمبئی کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ جو بمبئی سینٹرل کا علاقہ کہلاتا ہے وہاں پر احمدیہ مشن سے خوراک مہیا کئے جانے کا فیصلہ ہوا اور مضافاتی علاقہ کی نگرانی خود محترم امیر جماعت بمبئی نے اپنے اوپر لی۔ اور شدید خطرے کے حالات میں جگہ جگہ پہنچ کر لوگوں کو خوراک پہنچائی۔ جماعت نے مجموعی طور پر بمبئی کے پانچ علاقوں میں ریلیف کیمپ لگائے۔ جہاں سے فساد زدہ لوگوں میں ۵۱ کوئنٹل چاول۔ گندم دال تقسیم کی گئی۔ جبکہ چائے پتی چینی تیل صابن اور دیگر مصالحہ جات اس کے علاوہ ہیں سردی سے بچانے کی خاطر پناہ گزینوں میں ایک ہزار سے زائد کمبل اور چادریں تقسیم کی گئیں۔ فسادات کے دوران تیسرا اہم کام یہ سرانجام دیا گیا وہ لوگ جو بالکل خالی ہاتھ ہو گئے تھے اور واپس اپنے آبائی گھروں کو جانا چاہتے تھے لیکن ریل ٹکٹ حاصل نہ کر سکتے تھے ایسے لوگوں کیلئے جماعت نے آٹھ خدام کی ایک ٹیم مہیا کی جو ایسے لوگوں کے حالات کا جائزہ لیکر اُن کی ٹکٹیں کروا کر خود اپنے ساتھ لے جا کر گاڑیوں میں سوار کرواتے اس طرح جماعت نے ۱۲۲۷ افراد کو ریل ٹکٹیں خرید کر دیں۔
جب فساد کچھ ٹھنڈا ہوا تو دوسرا مرحلہ لوگوں کو بسانے کا تھا گھر بالکل خالی ہو چکے تھے کھانا پکانے کے برتن تک موجود نہ تھے اس پر جماعت کے خدام نے خاکسار کے ساتھ ملکر بمبئی کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور ایک ایک گھر کی پوزیشن کو دیکھ کر اُن کو سامان دینے کا پلان تیار کیا اس منصوبہ کے تحت چھ جگہ پروگرام رکھ کر ۱۱ اہم علاقوں کے اُجڑے ہوئے لوگوں کو جن میں ہندو مسلم عیسائی سب قوموں کے لوگ شامل تھے تین صد بیس گھرانوں کو ایک ایک کٹ پیش کی گئی جس میں کھانا پکانے اور کھانے کے برتنوں کے علاوہ بالٹی چادریں چٹائیاں شامل تھیں۔
جماعت کی اس خدمت انسانیت کا ذکر بمبئی کے کئی اخباروں نے کیا۔
اخبار ہندوستان اردو نے لکھا:۔
”فساد زدگان کی خدمت کیلئے جماعت احمدیہ کی طرف سے ریلیف کمیٹی قائم کی گئی ہے جہاں سے مختلف کیمپوں میں مدد پہنچائی جارہی ہے۔ اس کیلئے یہ طریق اختیار کیا کہ خود جائزہ لیا گیا جس جگہ میں جس چیز کی ضرورت تھی مثلاً کھانے پینے کی اشیاء اوڑھنے کیلئے کمبل۔ برتن نیز ادویات مہیا کی گئیں اور ابھی بھی کام جاری ہے“۔
احمدیہ ریلیف کمیٹی کی طرف سے ایسے افراد کو جو بالکل خالی ہاتھ ہو گئے تھے اور اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے کثیر تعداد میں ٹکٹیں خرید کر دیں گئی کیمپوں میں ایسی عورتیں جو اُمید سے تھیں اُن کے نرسنگ ہوم میں داخلے اور اخراجات کا انتظام کیا گیا احمدیہ ریلیف کمیٹی کا ارادہ ہے کہ بعض لوگوں کو گھر بھی بنا کر دئے جائیں گے جس کیلئے جائزہ لیا جارہا ہے۔
(روزنامہ ہندوستان اردو ۲۴ جنوری ۱۹۹۳ء صفحہ ۲)
گجراتی زبان میں شائع ہونے والے کثیر الاشاعت اخبار جنم بھومی نے جماعت احمدیہ کی طرف سے کی جانے والی انسانیت کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ ہیڈنگ تھا۔
”احمدیہ مشن کے ذریعہ ہندو مسلم کی تمیز کے بغیر فساد زدگان کو امداد“
نامہ نگار بمبئی شہر میں ہوئے حالیہ فسادات کے فساد زدگان کو بلا تمیز مذہب و ملت لندن میں مقیم جماعت کے خلیفہ مرزا طاہر احمد صاحب کے حکم سے بمبئی مشن کے انچارج مولوی برہان احمد ظفر نے راحت پہنچائی۔
گزشتہ مہینہ علاقہ دھاراوی کے گنیش ودھیا مندر میں ۳۵ ہندو اور ۱۵ مسلم گھرانوں میں راحت کا سامان تقسیم کیا گیا اس موقعہ پر شمالی بمبئی کے ممبر پارلیمنٹ رام نائک صاحب رمیش ٹھکر صاحب اور جماعت احمدیہ بمبئی کے صدر غلام محمود صاحب موجود تھے اس طرح بمبئی سینٹرل دھوبی گھاٹ سات راستہ۔ مراٹھا مندر کے علاقوں کے فساد زدگان کو احمدیہ مشن پر وائی ایم سی اے کے جنرل منیجر جیکب ابراہام اور ٹاٹا جنتا دل کے صدر نسیم صدیقی صاحب کی موجودگی میں ۱۲ ہندوؤں اور ۳۷ مسلم گھرانوں کو راحتی سامان دیا گیا اسی طرح ان کی طرف سے ایک ایسا ہی پروگرام دھاراوی کے علاقہ بھگت سنگھ نگر میں ہوا جہاں مہمان خصوصی جناب گوردھن چوہان تھے۔ اُن کی موجودگی میں ۱۱ ہندو اور چوالیس مسلم گھرانوں میں سامان تقسیم کیا گیا۔ اس کے علاوہ

وڈالہ پٹھان واڑی ملاڈ باندرہ پلاٹ جو گیشوری ملت نگر اندھیری مدن پورہ کے علاقہ میں راحت کا سامان تقسیم کیا جبکہ مولوی برہان نے بہرام باڑہ ۔نوپاڑہ کے لوگوں میں بھی بلاتمیز مذہب و ملت سامان تقسیم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

اسی طرح جماعت احمدیہ نے قومی یکجہتی کے پیش نظر بھاگلپور فساد سے متاثرہ لوگوں کیلئے ۱۹۸۹ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کیلئے دو کالونیاں تعمیر کیں جن میں سے ایک کا نام طاہر نگر اور دوسری کا نام کرشن نگر ہے۔

(روزنامہ جنم بھومی گجراتی ۸ فروری ۱۹۹۳ء صفحہ ۶)

قارئین! اس قسم کے متعدد حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن جگہ کی کمی کے باعث اسی پر اکتفا کرتا ہوں جیسا کہ آپ نے سماعت فرمایا کہ جماعت نے فساد زدگان کے مکان بناکر دینے کا بھی پروگرام رکھا تھا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سامنے تینتیس مکان بناکر دینے کا بھی پروگرام رکھا تھا۔ پیارے آقا نے اس پلان کی بھی منظوری عنائت فرمائی۔

اس وقت تک تلسی واڑی تاڈویو میں ۲۴ اور ماھم میں ۶ کل تیس مکان بناکر دئے جاچکے ہیں جس میں ۶ ہندوؤں کے ہیں اور باقی مسلمانوں کے اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر تنظیموں نے بھی خدمت انسانیت کا کام کیا۔ اور لوگوں کو مکان بناکر دئے لیکن ہم یہ دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ جس قسم کے مکان ہر لحاظ سے مکمل جماعت احمدیہ کی طرف سے بناکر دئے گئے ہیں کسی دوسری تنظیم نے ایسے مکان بناکر نہیں دئے۔ یہ بات ہم ہی نہیں کہتے بلکہ اس علاقہ کا ہر شخص بیان کرتا ہے اور جماعت کے کام کی تعریف کئے بنا نہیں رہتا۔

جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت کے اس بے مثال نمونہ کو دیکھتے ہوئے اور مذہبی منافرت کو کم کرنے کے جہاد کو دیکھتے ہوئے عید ملن پارٹی کے ایک پروگرام میں معروف جرنلسٹ جناب مظفر حسین صاحب کے ایک بیان کو تحریر کرتے ہوئے روزنامہ دوپہر ہندی اور سامنا ہندی نے لکھا کہ "احمدیہ قوم ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان بڑھتی ہوئی دوری کو کم کرنے کیلئے پل کا کام کررہی ہے"۔ (دوپہر کا سامنا ہندی ۳۰ مارچ ۱۹۹۳ء)

خدمت انسانیت کی خاص تحریک

اگر نظر عمیق سے دیکھا جاوے تو ساری دُنیا سے ہی انسانی قدریں عنقاء ہوتی دکھائی دیتی ہیں ان ہی انسانی قدروں کو پھر سے زندہ کرنے کیلئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سال کے مطمح نظر کو جماعت کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا۔

"جماعت احمدیہ نے ایک عالمگیر تحریک پیش کی تھی جس کا ذکر میں نے گذشتہ خطاب میں بھی کیا تھا یعنی پیشوایان مذاہب کے جلسوں کا انعقاد یہ بہت مفید ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ اب انسانیت کے نام پر ہمیں جلسے کرنے چاہئیں۔ تحریک یوم انسانیت کے نام پر تمام دُنیا میں جلسے منعقد کرنے چاہئیں اس میں صرف مذہب کے نمائندے نہیں آئیں گے بلکہ دہریہ بھی آئیں گے۔ ہر قسم کے لوگ آئیں گے اُن کو سمجھانے کی ضرورت ہے انسانیت کیا ہے۔

(خطبہ جمعہ یکم جنوری ۱۹۹۳ء اخبار بدر ۱۱ر فروری ۱۹۸۳ صفحہ ۹)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کی روشنی میں تمام دُنیا میں یوم انسانیت کے نام پر جلسے منعقد کئے گئے ہندوستان میں بھی تمام صوبوں میں ایسے جلسوں کا انعقاد کیا گیا اسی کے تحت بمبئی میں ۷ ۲ نومبر ۱۹۹۳ء کو کے سی کالج ہال چرچ گیٹ بمبئی میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اس میں تقریر کرتے ہوئے مشہور جرنلسٹ اور سابق ایڈیٹر جن ستہ جناب ودیا دھر گو کھلے جی نے برملا اظہار کیا کہ

"جماعت احمدیہ یہ ہمارے وطن کی اور خاص کر مسلمان بھائیوں کی ایک پروگیسو اور لبرل مائینڈ ایسی سنستھا ہے۔ جماعت ہے سنگھٹن ہے میں تو اسے ایک دوسرا نام دینا چاہتا ہوں۔ میں کہوں گا جماعت احمدیہ ہندوستان کا دلدار پنتھ ہے میں اسے دلدار پنتھ کہوں گا۔ آج اپنے بھارت کو سب سے بڑی ضرورت ہے بڑے دل والوں کی دھرم کا مذہب کا سچا پیغام سچا پرارتھ جاننے والے لوگوں کی چھوٹے دل و دماغ والے جو پولیٹیشن ہوں اُن کی ضرورت نہیں تمہاری ہماری ضرورت زیادہ ہے۔ دلدار لوگوں کی ضرورت زیادہ ہے کیونکہ اہل دل ہی سمجھ سکتا ہے کہ مذہب کا سچا سندیش کیا ہے وہ انسانیت ہے مانوتا ہے۔ مانوتا کے پرتی محبت یہی دھرم ہے اور نفرت یہ ادھرم ہے۔ اس کارن جماعت احمدیہ آج مانوتا دن منا رہی ہے۔ یہ لائق تعریف ہے میں اسے بہت بہت دھنیاواد دیتا ہوں۔

(تقریر یوم انسانیت مورخہ ۷ ۲ر نومبر ۱۹۹۳ء)

زلازل اور خدمت خلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسا ہی یورپ میں آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اسقدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ فرمایا:۔

کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہر گز نہیں انسانی کاموں کا اُسدن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد

نہیں کرے گا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں" نیز فرمایا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶۔۲۵۷)

زلازل اور طوفان کے واقعات تاریخ عالم میں بکھرے پڑے ہیں۔ خواہ کوئی بھی آفت بنی نوع انسان پر ٹوٹے احمدی دل اُسکے لئے تڑپ اٹھتا ہے ۱۹۹۰ء میں ایران میں زلزلہ آیا ہمارے پیارے امام خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تمام دنیا کے احمدیوں کو ایران کی امداد کرنے کی تحریک فرمائی اور لاکھوں روپے سے ایران کی امداد کی گئی ہندوستان کی غریب جماعت نے بھی اپنے پیارے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بنی نوع انسان کی خدمت کی خاطر فوری طور پر دو لاکھ بیس ہزار روپے کی امداد روانہ کی۔ ایرانی سفیر مقیم دہلی نے اس امداد کے دئے جانے پر فرمایا:۔

"جماعت احمدیہ کی اس بہترین خدمت کا جو زلزلہ کے تعلق میں کی گئی ہے ہم تہہ دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔ اور ہمارا یہ شکریہ جماعت کے سربراہ اور افراد جماعت کو پہنچا دیا جائے"۔

مہاراشٹر علاقہ عثمان آباد اور لاتور میں سخت زلزلہ آیا۔ حیدرآباد سے ایک ٹیم فوری طور پر ریلیف کا سامان لیکر وہاں پہنچی جس میں ڈاکٹر بھی موجود تھے وہاں کے متاثرین کی امداد کیلئے جماعت نے دو لاکھ روپے کا عطیہ عزت مآب وزیر اعظم پی وی نرسمہاراؤ کی خدمت میں پیش کیا۔ ۱۹۹۱ء میں اڑیسہ فسادات کی لپیٹ میں آیا۔ جہاں سورو۔ بھدرک۔ بیل پور اور پاکھر جیسے علاقے بری طرح متاثر ہوئے۔ جماعت نے اس علاقہ میں چار لاکھ پچیس ہزار چار صد روپے سے مسلمانوں کے علاوہ پچاس ہندو بھائیوں کی امداد کی یہ صرف ایک ملک یعنی ہندوستان میں خدمت انسانیت کے چند نمونے ہیں جو خاکسار نے آپ کے سامنے اختصار کے ساتھ پیش کئے اس کے علاوہ ساری دُنیا میں کتنے ہی ایسے خدمت انسانیت کے واقعات چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند ہیں۔ جو تاریخ احمدیت میں بھرے پڑے ہیں لیکن جگہ کی کمی کے باعث ان کے ذکر سے قاصر ہوں۔

قحط کے دور اور خدمت خلق

خداتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَمَا أَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعٰمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ (سورۃ البلد)

یعنی اور تجھے کس نے بتایا کہ چوٹی کیا (اور کس چیز کا نام) ہے (چوٹی پر چڑھنا غلام کی) گردن چھڑانا ہے یا بھوک کے دن کھانا کھلانا ہے۔ یتیم کو جو قریبی ہو یا مسکین کو جو زمین پر گرا ہوا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض یہی ہے کہ وہ لوگ جو اسفل السافلین ہیں۔ اُن کو روحانیت کی بلند ترچوٹیوں پر چڑھایا جائے ان عالی مراتب کو حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم قرآنی تعلیم کو اپنی زندگیوں میں داخل کریں۔ صومالیہ کے حالات سے کون واقف نہیں۔ وہاں کی حکومت ہتھیانے کی خاطر وہاں کے باشندوں پر کس قدر ظلم توڑے جا رہے ہیں۔ اور کتنے ہیں جو خوراک کی خاطر بچوں کی طرح بلکتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور کتنے ہیں جو پنجروں پر پتلی کھال چڑھائے خوراک کی خاطر سرگرداں ہیں۔ قرآن کریم کے بیان کے پیش نظر ضروری تھا کہ مخلوق خدا سے محبت کرنے والے بھوکوں یتیموں مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور زمین پر گرے ہوؤں کو اٹھاتے اس حکم خداوندی کے مطابق ہمارے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صومالیہ کے بھوکوں اور بے بس اور نادار لوگوں کو مدد کی خاطر عالمگیر تحریک فرمائی۔ آپ نے فرمایا:۔

"ملک صومالیہ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھوک کے اتنے دردناک عذاب میں مبتلا ہو چکا ہے کہ اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ بڑی دیر سے کوشش کر رہی تھی کہ کس طرح ہمارا رابطہ ہو۔ ہم خود وہاں پہنچیں اور خدمت کر سکیں اور جماعت نے افریقہ کے غریب ملکوں کیلئے جو قربانی پیش کی ہے اس میں سے صومالیہ کو حصہ دیا جائے مگر کوئی پیش نہیں گئی کیونکہ خدمت کے جو انتظامات اور نظام ہیں اُن پر بھی قوموں کو قبضہ ہے۔ اور اپنی مرضی کے خلاف کسی کو اجازت نہیں دیتے آخر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے اور امریکہ کو بھی ہدایت کی ہے اور انگلستان کو بھی۔ خدمت کیلئے جو روپے آپ کے پاس اکٹھے ہیں وہ جس ادارے کے ذریعہ بھی پہنچتے ہیں وہ دیں تو سہی کچھ نہ کچھ ہمارے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہو گا۔ لیکن باقی دنیا کے ممالک کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جو کچھ توفیق ہے وہ ضرور صومالیہ کے اپنے غریب بھائیوں کیلئے مسلمان کی حیثیت سے نہیں ایک انسان کی حیثیت سے پیش کریں۔

(خطبہ جمعہ ۲۸ اگست ۱۹۹۲ء بحوالہ اخبار بدر یکم اکتوبر ۱۹۹۲ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کی روشنی میں دُنیا کے تمام ممالک نے اپنے اپنے ذرائع سے صومالیہ کے بھوکوں کو مدد پہنچانے کا کام کیا ہر ملک ایک دوسرے سے آگے خدمت انسانیت کے جذبہ سے بھاگ نکلا اور آج بھی یہ تحریک جاری ہے اور جماعت احمدیہ عالمگیر اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔

بوسنین اور جماعت کی خدمت

بوسنیا کے حالات سے کون واقف نہیں وہاں ظلم کا آغاز اپریل ۱۹۹۲ء میں ہوا دو لاکھ مسلمانوں کا خون کر کے بوسنیا کی زمین لالہ زار بنادی گئی مساجد مسمار کی گئیں۔ اپنے ہی ملک سے بے یارو مددگار باہر نکالے گئے۔ فاقوں کا شکار بنایا گیا کھانے

پہننے سے محروم اوڑھنے پہننے سے محروم کئے گئے
لاکھوں عورتوں کی بے حرمتی کی گئی بے عزتی کے
وہ نمونے پیش کئے کہ تاریخ عالم میں دیکھنے کو نہ
ملیں گے کم سن بچیوں تک کو ہوس کا نشانہ کیوں
بنایا گیا؟ اسی پر بس نہیں انہیں قید وبند کی
صعوبتوں میں اس وقت تک رہنے کیلئے مجبور کردیا
کہ وہ بچے پیدا کریں جسکی تائید عیسائیت کے
علمبرداروں نے کی آپ جانتے ہیں کہ ان کو ظلم کا
نشانہ کیوں بنایا گیا صرف اور صرف اس لئے کہ ان
کا اعلان یہ تھا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے ہائے
افسوس ہے اُن مسلمان ممالک پر کہ جنہوں نے
ان کی آہ پکار اور چیخوں کو تو سنا مگر کسی ایک کے
کان پر بھی جوں تک نہ رینگی کہ کوئی آگے بڑھ کر
ان کو تھام لیتا ہاں ہاں وَاٰخَرِينَ مِنْهُم لَمَّا
يَلْحَقُوا بِهِمْ کی مصداق ایک جماعت ہے
جنہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت نہیں
والہانہ عشق ہے جو آج ساری دُنیا میں ما انا علیہ
واصحابی کی پیشگوئی کے مطابق اخلاق محمدی ﷺ کو
زندہ کر رہی ہے۔ لاکھوں بوسنین مسلمان جو اپنے
گھروں سے نکالے گئے اور باہر کے ملکوں میں جاکر
انہوں نے پناہ لینی شروع کی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ
بنصرہ العزیز نے تمام مسلمان ممالک سے
درخواست کی کہ وہ اپنے ملکوں میں زیادہ سے زیادہ
بوسنین کو پناہ دیں اور اُن کو اپنائیں لیکن افسوس کہ
مسلمان ممالک نے اس طرف بہت کم توجہ دی
بعض ممالک نے اُن کو اپنے ہاں آنے کی اجازت
ضرور دی لیکن وہ اس سے کہیں کم ہے کہ جتنی
یورپ کے ملکوں نے اجازت دی ہے اس کے پس
پردہ بھی بہت تلخ حقیقتیں ہیں کہ یہی ممالک ایک
طرف کروشیا اور سربیہ کو کھلی آزادی دیئے
ہوئے ہیں کہ وہ جیسے چاہیں مسلمانوں پر حملہ
کریں جہاں سے چاہے ہتھیار خرید کریں انپر کوئی
پابندی نہیں اور نہ ہی ان کے ظلم کے خلاف کوئی
آواز اٹھاتا ہے اور دوسری طرف بوسنین پر ہر
طرح کی پابندی لگادی گئی ہے کہ وہ اپنے دفاع کیلئے
ایک گولی بھی باہر سے نہیں خرید سکتے اس کے
بالمقابل اُن کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے کہ
اگر تم اپنے ملک میں پریشان ہو تو ہمارے ملک میں
آجاؤ گویا ان سے ملک خالی کر کے کروشیا کے
حوالے کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ آج
اقوام متحدہ کی نظریں بھی بدل چکی ہیں عراق نے
کویت پر قبضہ کیا تو یہی اقوام متحدہ تھی کہ جس نے
یہ کہا کہ ایک چھوٹے ملک پر بہت ظلم کیا گیا ہے
اور ساری دُنیا کو عراق کے خلاف کھڑا کردیا اور اس
عظیم طاقت کو کچل کر رکھ دیا اور آج تک اس پر
ہر قسم کی پابندیاں عائد ہیں اس کے برعکس
کروشین یونین پر بے پناہ ظلم توڑ رہے ہیں لیکن
اقوام متحدہ کو یہ بالکل نظر نہیں آرہا ہے اور اس
طرف سے بالکل آنکھیں بند کر کے مسلمانوں
پر توڑے جانے والے ظلم کا تماشہ دیکھ رہی ہے او
راگر پابندی بھی لگاتی ہے تو صرف مظلوم پر کہ تم
کو دفاع کی بھی اجازت نہیں۔ اقوام متحدہ تو کیا اگر
آج امریکہ یا برطانیہ یا پھر جرمنی کوئی ایک بھی اس
ظلم کے خلاف آواز اٹھائے تو یہ ظلم ایک ہی دن
میں رک سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ سب
ممالک صرف مذہبی دشمنی کی بناء پر کہ یورپ کی
سرزمین میں کوئی اسلامی حکومت قائم کیوں
رہے۔ ظالم کا ساتھ دے رہے ہیں۔

تاریخ عالم اس پر گواہ ہے کہ جب بھی کسی
قوم نے ظالم کا ساتھ دیا تو وہ قومیں خود بھی ظلم کا
شکار ہوتی ہیں اور خدا نے مظلوم کی مدد کی ہے آج
بھی اگر یہ قومیں ظالم کے ساتھ کھڑی رہیں گی تو
لازماً خدا کی تقدیر ظالم کے ساتھ اُن کو بھی متاثر
رکھ دے گی ہمارے پیارے امام نے ان قوموں کو
بار بار متنبہ کیا ہے کہ وہ اس عمل سے باز آجائیں
اور ظلم کی بجائے مظلوم کی مدد کریں لیکن افسوس
کی بات ہے کہ اب تک ان لوگوں نے اپنی روش
تبدیل نہیں کی ہے۔

بوسنیا کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے سب
سے زیادہ افسوس مسلم ممالک پر آتا ہے کہ اُن کو
اپنے بھائیوں کی مدد کیلئے جس طرح آگے آنا
چاہئے تھا وہ آگے نہیں آئے اور انہوں نے
صرف اپنی خود غرضیوں کی وجہ سے اس طرف
قدم نہیں بڑھایا۔ آج عرب ممالک کے تیل کی
دولتیں جو باہر کے دُنیا کے بینکوں میں پڑی ہوئی
ہیں اور اس سے جو وہ سود حاصل کررہے ہیں اگر وہ
لوگ اس سود کی رقم کا ایک چھوٹا حصہ بھی ان
بوسنین بھائیوں کیلئے خرچ کرتے تو اُن مسلمانوں
کو کسی اور سے مدد لینے کی ضرورت نہیں تھی
گذشتہ دنوں شاہ فہد نے ایک برٹش لڑکی کی خاطر
جس کے بعض اعضاء تبدیل کئے جانے تھے محض
تعلقات ذاتی کو بہتر بنانے کی خاطر کئی ہزار پونڈ
خرچ کئے لیکن اُسے ہزاروں بوسنین کا خیال نہیں
آیا جو زخمی حالت میں پڑے ہیں اور یہی حال دیگر
ممالک کا ہے۔

بوسنین کی اسی بے بسی اور مظلومیت کو دیکھتے
ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے
جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"احمدیوں کو میں اس سلسلہ میں دوبارہ یہ توجہ
دلاتا ہوں کہ جو اطلاعیں مجھے مل رہی ہیں۔ اس
کے مطابق ابھی تک اسقدر بے چینی کا پورا اظہار
ہر جگہ نہیں ہوا جو میں سمجھتا ہوں کہ ہونا چاہئے
جتنی زیادہ تکلیف ہے اس کا عشر عشیر بھی ابھی
احمدیوں کو نہیں پتہ کہ کیا ہو گیا ہے اس لئے
سارے یورپ کی جماعتیں اور مغرب کی جماعتیں
جن تک میری آواز پہنچتی ہے ان کو میں توجہ دلاتا
ہوں کہ خدا کے حضور آپ بری الذمہ تب
ٹھہریں گے جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دل
لے کر پھر بنی نوع انسان کی خدمت کریں گے ایسا
دل لیکر جائیں گے جس کے اوپر خدا کے پیار کی
نظریں پڑیں نیز فرمایا۔ پس آج مسلمانوں کو محمد
مصطفیٰ ﷺ کے دل کی ضرورت ہے اسی دل سے
حقیقی سچی ہمدردی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ہر احمدی
کو وہ دل اپنے سینے میں داخل کرنا چاہئے اور اس دل
کے ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت کرنی چاہئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ ۲۰ نومبر ۱۹۹۲ء بحوالہ اخبار بدر ۴ جنوری ۱۹۹۳ء)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عاشق جماعت اپنے پیارے امام کی ایک آواز پر کھڑی ہو گئی اور اپنی خداداد طاقتوں کو اہل بوسنیا کیلئے وقف کر دیا اور ہر ممکن ذرائع سے اُن کی خدمت میں ڈٹ گئی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ساری جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ دُنیا والوں کو بوسنیا میں ہونے والے مظالم سے آگاہ کریں اس کے لئے کانفرنس رکھی گئیں اخبارات میں اطلاعیں دی گئیں ہر قسم کے ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا گیا صرف امریکہ کے احمدی جوانوں نے دنیا کے مختلف ممالک کے لیڈروں کو ۳۸۰۰ خطوط لکھے پاکستان کراچی سے مختلف ممالک کے سربراہان اور مقتدر ہستیوں کو ۳۵۰۰ تاریں دی گئیں جن میں ۷۰ ممالک کے وزرائے اعلیٰ اور فارن منسٹر شامل ہیں اسی طرح ۲۷ جون ۱۹۹۳ء تک لکھے جانے والے خطوط کی تعداد ۷۵۰۰۰ ہے جن میں سے ۲۱۰۰ خطوط غیر ممالک میں ایمبیسیوں کو اور ۱۲۰۰ خطوط حکمران ممالک اور مقتدر ہستیوں کو روانہ کئے گئے ہیں۔

جہاں تک ریلیف کے کام کا سوال ہے اس میں بھی دُنیا بھر کی جماعتوں نے حیرت انگیز طور پر قربانیوں کا مظاہرہ کیا ہے ماہ جنوری سے مارچ تک صرف جماعت احمدیہ جرمنی کی طرف سے بوسنین کیلئے ۴۷ ٹن اناج اور ۲۵ ٹن کپڑا روانہ کیا گیا اس کے بعد سے ابھی تک ہر ہفتے بعض اوقات پندرہ دن میں ایک مرتبہ ایک کانوئے ریلیف کا سامان لیکر جارہا ہے اس کے علاوہ اسپین۔ سویڈن ناروے۔ برطانیہ سوئزرلینڈ ہجرت کر کے جانے والوں کی خدمت میں وہاں کی جماعتیں دن رات مصروف ہیں۔

متفرق واقعات

گذشتہ سال کی بات ہے صوبہ اڑیسہ طوفان کی زد میں آکر بری طرح سے تباہ ہوا کئی لوگ بے گھر ہو گئے اور بے سروسامانی کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ قادیان کو وہاں کے لوگوں کی فوری مدد کیلئے ہدایت فرمائی جماعت نے اب تک اڑیسہ میں مبلغ ۲۷۳۴۵۰۰ روپے کی ریلیف پہنچائی ہے جس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

ہندوستان میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو خود ملک و قوم کیلئے شہادت کا جام پیتے ہوئے اپنے پیچھے اپنی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم چھوڑ جاتے ہیں ان کی خدمت کا بھی جماعت کو ہمیشہ خیال رہتا ہے اسی بناء پر جماعت نے ہندوستان کے وزیر اعظم کو پانچ لاکھ روپے کا عطیہ پیش کیا۔

جماعت کی خدمت انسانیت کے اس قدر واقعات ہیں کہ ان کا شمار ممکن ہی نہیں گذشتہ سال ترکی میں جب زلزلہ آیا اس وقت خاکسار جرمنی میں تھا جرمنی جماعت نے فوری طور پر وہاں اپنا ریلیف کیمپ قائم کیا اور ہر ممکن مدد مصیبت زدگان کی کی گئی بلکہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انٹرنیشنل طور پر جماعت کے ایک ادارہ کی منظوری Humanity first کے نام سے دی ہے جس میں سارا سال فنڈ جمع ہوتے ہیں اور جس ملک میں بھی ناگہانی آفات ظاہر ہوتی ہیں وہاں فوری مدد روانہ کی جاتی ہے۔ جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ خدمت انسانیت کے کاموں سے بھری پڑی ہے خدا تعالیٰ ہماری اس خدمت کو قبول فرمائے۔ ہمیں بنی نوع انسان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئین! اپنے حق میں بات کرنا بڑا آسان ہے مزا تو اس میں ہے کہ غیر کہے۔ جماعت احمدیہ کی مجموعی خدمت انسانیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے جناب پنڈت میلا رام صاحب وفا ایڈیٹر ویر بھارت دہلی نے ایک مرتبہ اپنے اخبار میں منظوم کلام کی صورت میں جو لکھا اس کو میں اس مضمون کے آخر میں درج کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔

☆☆☆

خلق کی خدمت میں حاجت مند کی امداد میں
امتیاز ہندو مسلم سے بالا تر مدام
سینکڑوں بیوائیں تقسیم وطن کے بعد بھی
دل کی گہرائی سے ہیں ان کی دعا گو صبح و شام
بیسیوں محتاج ہندو درجنوں محتاج سکھ
سب وظیفے پا رہے ہیں آج تک بالالتزام
قادیاں میں اور گردوپیش کے دیہات میں
ہے زباں زد اِن کے خیراتی شفاخانے کا نام
مختصر یہ ہے کہ ہر انداز سے ہر رنگ میں
ہر طرف جاری ہے سال و ماہ جوئے فیض عام
اور پیرو ان کے یعنی احمدی فرقہ کے لوگ
گامزن رہتے ہیں راہِ حق پہ روز و شب تمام
آدمیت کا نمونہ ان کا ہے ایک ایک فرد
سربسر انسانیت کے پیکر ان کے خاص و عام
حلم کی اخلاص کی اخلاق کی زندہ مثال
خوش مزاج و خوش خصال و خوش خیال و خوش کلام
آشتی و امن ہے ان کا اصولِ اولین
اور سارے مذہبوں کے ہادیوں کا احترام
مسلک ان کا حافظ شیراز کا یہ قول ہے
بامسلماں اللہ اللہ بابر ہمن رام رام
سمجھو ہر شرنارتھی کو اپنا مہمان عزیز
ان کا ہے جزو عمل حضرت کا یہ زریں پیام
ان روایات حسیں کا جو علم بردار ہے
پہنچے اس فرقہ کے رہبر کو عقیدت کا سلام

☆☆☆

پس آخر میں دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں آگے سے بڑھ چڑھ کر خدمت انسانیت کی توفیق عطا فرمائے تا ساری دُنیا امن اور آشتی محبت و پیار کا گہوارہ بن جائے آمین۔ ثم آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خدمات

مرتبہ: منصور احمد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ ماموریت کے وقت قادیان میں دو اسکول تھے ایک سرکاری لوور پرائمری تک ریتی چھلہ کے قریب تھا دوسرا آریہ اسکول جس میں اس سے اوپر کی کچھ جماعتیں تھیں دونوں سکولوں میں مسلم بچوں سے امتیازی سلوک کے ساتھ ساتھ انہیں گمراہ کرنے کیلئے اسلام پر برملا حملے کئے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شدید خواہش تھی کہ اپنا ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہو جہاں دنیاوی مروّجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم دین بھی سکھائے جائیں تاکہ اس سے ایسے عالم دین تیار ہوں جو اسلام پر غیر قوموں کے اعتراضات کا جواب دے سکیں اور بہترین مبلغ اسلام ثابت ہوں۔

انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل:
چنانچہ اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک سب کمیٹی مقرر فرمائی جس کے صدر حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ مقرر ہوئے۔

تعلیم الاسلام اسکول کا افتتاح
: ۳ جنوری ۱۸۹۸ء کو سکول کا افتتاح ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے سکول کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ "ہماری غرض مدرسہ کے اجراء سے محض یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے مروّجہ تعلیم کو اس لئے ساتھ رکھا جائے تاکہ یہ علوم خادم دین ہوں"

عمارت: شروع میں مدرسہ کیلئے کوئی مخصوص عمارت نہیں تھی لہٰذا اس کا آغاز مہمان خانہ سے ہوا۔ سن ۱۹۱۲ء میں عمارت کی بنیاد رکھی گئی اور ۱۹۱۳ء میں ہائی سکول اپنی جدید عمارت میں منتقل ہو گیا۔ ۳۰ سال بعد جب یہ عمارت تعلیم الاسلام کالج کو دے دی گئی تو نور ہسپتال سے متصل ایک دوسری جگہ ہائی سکول تعمیر کیا گیا جو ۱۹۴۷ء تک قائم رہا اس کے بعد یہ عمارتیں سکھ نیشنل کالج اور خالصہ ہائی سکول کے منتظمین کو کرایہ پر دے دی گئیں جواب تک انہیں کے پاس ہیں تقسیم ملک کے بعد یہ اسکول اب مہمان خانہ سے متصل عمارت میں لگایا جارہا ہے۔

مدرسہ کا سٹاف: مدرسہ کے اوّلین ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ترابؓ مقرر ہوئے اور ابتدائی اساتذہ میں سے بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی نو مسلم، مولوی فضل دین صاحبؓ ساکن کھاریاں اور حافظ احمد اللہ صاحبؓ تھے۔ اِن کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں کئی ایک قابل بزرگ اساتذہ اس میں شامل ہوئے مثلاً قاضی امیر حسین صاحبؓ، مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ، مولوی حکیم عبیداللہ صاحبؓ بسمل، شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ سرساوی ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ جالندھری سابق مہر سنگھ ماسٹر عبدالرحیم صاحبؓ نیر، منشی غلام محمد صاحبؓ، مولوی غلام نبی صاحبؓ مصری۔ ماسٹر عبدالعزیز خان صاحبؓ، پیر منظور محمد صاحبؓ، قاضی عبدالحق صاحبؓ، منشی سکندر علی صاحبؓ کلانوری۔

تقسیم ملک کے بعد تعلیم الاسلام سکول کچھ عرصہ بند رہا اس کا دوبارہ اجراء ۱۶ر فروری ۱۹۴۹ء کو ہوا۔ محترم قریشی فضل حق صاحب درویش مرحوم ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے پہلے سال مڈل کے امتحان میں صرف تین طالب علم تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام نے جو اپنی ابتدائی شکل میں پرائمری کی صورت میں شروع ہوا خدا کے فضل سے چند سالوں کے اندر اندر اس نے بڑی ترقی کی چنانچہ ۱۸۹۸ء میں مڈل سکول بنا، فروری ۱۹۰۰ء میں ہائی سکول ہوا اور مئی ۱۹۰۳ء میں کالج تک پہنچ گیا جماعت احمدیہ کی اس مرکزی درسگاہ کی خدمات کا سلسلہ تقریباً ایک صدی میں پھیلا ہوا ہے بالخصوص جماعت کے انگریزی خوان طبقہ میں دیناوی علم کے ساتھ ساتھ اسلامی ذوق اور دینی شغف پیدا کرنے میں مدرسہ تعلیم الاسلام نے ایک نمایاں حصہ لیا ہے۔ جماعت کے بہت سے مبلغ اور دوسرے مقامی کارکن اس مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ادارہ کے قدیم طلباء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب جیسی برگزیدہ ہستیاں بھی شامل ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد اس مرکزی درسگاہ کے فارغ التحصیل طلباء میں اس وقت مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیّر، مکرم عبدالحق صاحب، مکرم جمیل احمد صاحب ناصر ایڈووکیٹ، مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی، مکرم چوہدری محمد اکبر صاحب، مکرم چوہدری محمد عارف صاحب ننگلی،

مکرم مولوی منیر احمد صاحب خادم، مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب بھی ہیں جو صدر انجمن احمدیہ کے مختلف ادارہ جات میں اعلیٰ عہدوں پر سلسلہ کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں نیز ڈاکٹر حمید احمد صاحب گٹی پی ایچ ڈی، ڈاکٹر وسیم احمد صاحب ناصر، ڈاکٹر عبدالرشید صاحب بدر، ڈاکٹر منصور احمد صاحب پی ایچ ڈی بھی اس مرکزی درسگاہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

مدرسہ احمدیہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعلیم الاسلام سکول میں ہی دینیات کی ایک شاخ کھولنے کا فیصلہ فرمایا چنانچہ آپؑ کی ہدایت کے مطابق جنوری ۱۹۰۶ء میں "دینیات" کی ایک شاخ کھولی گئی۔ اور اسی شاخ کے قیام سے مدرسہ احمدیہ کی بنیاد پڑی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق اسے ترقی دے کر اسے جامعہ احمدیہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ۲۰ مئی ۱۹۲۸ء کو حضور نے جامعہ احمدیہ کا افتتاح فرمایا اور موقع کی مناسبت سے اس کے قیام کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی نیز جامعہ احمدیہ کے طلباء کو آپ نے نصائح بھی فرمائیں۔ اگلے سال یعنی ۱۹۲۹ء میں جامعہ احمدیہ کا پنجاب یونیورسٹی سے الحاق ہوا۔

پرنسپل و اساتذہ: اس کے پہلے پرنسپل حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ اور پروفیسر حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ، حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ ہلال پوری، حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ مقرر ہوئے۔

تقسیم ملک کے بعد مدرسہ احمدیہ کا دوبارہ اجراء: تقسیم ملک کے بعد حالات بہتر ہونے پر قادیان میں مدرسہ احمدیہ کا دوبارہ اجراء کیا گیا چنانچہ ایک کلاس کھولی گئی جس میں مکرم مولوی عمر علی صاحب فاضل، مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل مرحوم مکرم مولوی محمد یوسف صاحب فاضل، مکرم مولوی محمد صدیق صاحب ناقد داخل ہوئے۔ آہستہ آہستہ اور طلباء بھی داخل ہوتے گئے۔ مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی پہلے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اس کے بعد مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے یہ عہدہ سنبھالا۔ اس کے بعد علی الترتیب مکرم حکیم محمد دین صاحب، مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد، مکرم مولوی بشیر احمد صاحب طاہر ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل اساتذہ اس وقت مدرسہ احمدیہ میں تعلیم و تدریس کا کام کررہے ہیں مکر مولوی محمد حمید کوثر صاحب، مکرم مولوی محمد یوسف انور صاحب، مکرم مولوی محمد ایوب صاحب ساجد، مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب، مکرم مولوی مبشر احمد صاحب بٹ، مکرم ماسٹر داؤد احمد صاحب، مکرم مظفر احمد صاحب ناصر، مکرم محمد نسیم خان صاحب، مکرم طاہر احمد صاحب چیمہ، مکرم شیخ محمود احمد صاحب، مکرم زین الدین صاحب حامد، مکرم مخدوم شریف صاحب، مکرم سی شمس الدین صاحب اور خاکسار منصور احمد۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب طاہر نہایت حسن و خوبی کے ساتھ موجودہ ہیڈ ماسٹر کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

مدرسہ احمدیہ کی موجودہ حالت: اگرچہ شروع شروع میں مدرسہ احمدیہ میں طلباء کی تعداد بہت کم تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ تعداد بڑھتی رہی اس وقت اللہ کے فضل سے دو سو سے زائد طلباء زیر تعلیم ہیں اور دو سو سے زائد طلباء فارغ ہو کر مختلف مقامات پر تبلیغی و تربیتی امور سرانجام دے رہے ہیں۔ حفظ کلاس میں اس وقت چودہ طلباء ہیں جو کہ قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت پا رہے ہیں۔

مدرسۃ المعلمین: معلمین کلاس کا اجراء ۱۹۹۰ء سے ہوا۔ یہ کلاس پہلے مسجد اقصیٰ میں لگا کرتی تھی اُس وقت مکرم محمود احمد صاحب خادم اور مکرم مولوی عطاء اللہ خان صاحب تدریس کا کام کرتے تھے جب طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوا تو حضور انور کی اجازت سے مدرسۃ المعلمین کی کلاسیں فارن گیسٹ ہاؤس میں لگائی گئیں۔ دن بدن طلباء کی تعداد میں اضافہ کے باعث تین گیسٹ ہاؤس مدرسۃ المعلمین کو دیا گیا اور امسال مدرسۃ المعلمین میں داخلہ کی خاطر آنے والے طلباء کی تعداد پانچ سو کے لگ بھگ تھی۔ اور اس بناء پر چوتھا گیسٹ ہاؤس جس میں نصرت گرلز کالج لگا کرتا تھا۔ مدرسۃ المعلمین کیلئے خالی کیا گیا۔ اب اللہ کے فضل سے ایک وسیع اور نہایت خوبصورت دو منزلہ بلڈنگ مدرسۃ المعلمین کیلئے تعمیر کے بالکل آخری مراحل پر ہے کل تعداد مدرسۃ المعلمین کے طلباء کی آٹھ سو کے لگ بھگ ہے اب تک سیکڑوں طلباء فارغ ہو کر ہندوستان کے مختلف دیہاتوں اور شہروں میں تعلیمی تبلیغی اور تربیتی امور سرانجام دے رہے ہیں۔ امسال مدرسۃ المعلمین میں داخلہ کی خاطر آنے والے طلباء کی تعداد جو کہ پانچ سو کے قریب تھی کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ آئندہ چند سالوں میں ہندوستان کے قریہ قریہ میں معلمین کی جال بچھ جائیگی۔ ہندوستان کے تبلیغی و تربیتی کاموں کا ایک بڑا حصہ اللہ کے فضل سے معلمین نے سنبھالا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مقبول خدمت کی توفیق دے۔ (آمین)

نصرت گرلز کالج قادیان:
۱۹۸۷ء کو نصرت گرلز کالج کا افتتاح عمل میں آیا۔ شروع میں یہ کالج حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے مکان میں شروع ہوا چند سال بعد منتقل ہو کر دارالمسیح میں آ گیا آٹھ اگست ۱۹۹۲ء سے دارالانوار میں نئی تعمیر شدہ فارن گیسٹ ہاؤس

میں لگ رہا تھا۔ کالج کی پہلی پرنسپل مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ ڈبل ایم اے۔ ایم ایڈ مقرر ہوئیں آپ نے کالج کو جاری رکھنے میں بہت محنت اور لگن سے کام کیا موصوفہ کی ان خدمات پر سیدنا امیر المومنین نے اظہار خوشنودی فرمایا آپ کے بعد مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ گولڈ میڈلسٹ پرنسپل کے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہی ہیں۔ کالج میں ہر مذہب و ملّت کی طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں گورونانک دیو یونیورسٹی امرتسر کے مطابق نصاب پڑھایا جاتا ہے اب تک ڈیڑھ سو سے زائد طالبہ گریجویشن کر چکی ہیں۔

نصرت گرلز ہائی سکول:

پارٹیشن کے بعد ۱۹۵۲ء میں نصرت گرلز سکول دوبارہ شروع ہوا شروع میں چند بچیاں تھیں قریشی فضل حق صاحب مرحوم اس سکول کے پہلے استاد تھے۔ جب تعداد بڑھنے لگی تو علیحدہ علیحدہ کلاسز کر کے معلمات رکھی گئیں سب سے پہلی استانی رابعہ خانم صاحبہ مرحومہ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر قادیان آکر تعلیم کا کام سنبھالا اس کے بعد ۱۹۵۶ء میں محترمہ صادقہ خاتون صاحبہ اہلیہ مکرم حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ سکول میں ہیڈ مسٹریس کے عہدہ پر فائز ہوئیں اور ۱۹۶۸ء تک اس عہدہ پر قائم رہیں اس کے بعد محترمہ سہیلہ محبوب صاحبہ نے اس عہدہ کو بخوبی نبھایا سکول پہلے پرائمری تک تھا پھر مڈل تک پہنچا اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ۳۲ سال سے ہائی سکول ہے مڈل تک Recogniz ہونے کے بعد کچھ سال تک میٹرک کا امتحان پرائیویٹ ہوتا رہا ۱۹۷۷ء میں میٹرک تک Recognize ہو گیا۔

دینیات کے علاوہ اردو اور تمام سلیبس پنجاب ایجوکیشن بورڈ کا پڑھایا جاتا ہے۔ میڈیم ہندی ہے خدا کے فضل سے بچیاں تعلیمی میدان میں کافی آگے بڑھ رہی ہیں اور ہائی سکول کا رزلٹ سو فیصد نکلتا ہے۔ طالبات کی موجودہ تعداد چار سو کے قریب ہے ہر مذہب و ملّت کی بچیاں اس میں تعلیم پاتی ہیں۔

ہندوستان کے مختلف صوبوں میں جاری تعلیم الاسلام انگلش میڈیم سکول

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں جماعت احمدیہ کے انگلش میڈیم سکول چل رہے ہیں جنکی کافی نیک نامی اور علاقے میں اچھا اثر ہے۔ ان میں صوبہ جموں و کشمیر سر فہرست ہے کہ اس صوبہ میں اللہ کے فضل سے چھ انگلش میڈیم اسکول جاری ہیں وادی کشمیر میں تین ہائی سکول دو ڈل سکول اور چار کوٹ صوبہ جموں میں ایک ڈل سکول، اس کے علاوہ وادی کشمیر میں دس سے زائد جزوقتی دینی مدارس بھی جاری ہیں جن میں بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کا کام جاری و ساری ہے۔ قرآن مجید ناظرہ قاعدہ یسرنا القرآن، قرآن مجید مع ترجمہ، نماز سادہ، نماز مع ترجمہ، دینیات دینی مسائل وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔

صوبہ کیرلہ میں چار انگلش میڈیم سکول چل رہے ہیں جو کوڈالی کرولائی، پینگاڈی اور کالیکٹ میں ہیں۔ آسام میں تپاجولی میں ایک سکول چل رہا ہے۔ اسی طرح بنگال میں بھرت پور اور سلوری گھاٹ میں دو سکول چل رہے ہیں۔

صوبہ جموں و کشمیر میں جاری انگلش میڈیم سکول کے بارے ایک رپورٹ میں صوبائی امیر جموں و کشمیر محترم عبدالحمید ٹاک صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"ہمارے تعلیمی ادارے بلا تمیز مذہب و ملّت خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ تعلیمی ادارے محترم ناظر صاحب تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان کی زیر نگرانی چل رہے ہیں ان اداروں میں تین ہزار سے زائد طلباء و طالبات تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں اور اس کیلئے ڈیڑھ سو معلمین تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں ان معلمین میں اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ پوسٹ گریجویٹ اور ٹرینڈ گریجویٹ ہیں۔

ان سکولوں میں بلا تمیز مذہب و ملّت قابلیت کی بنیاد پر داخلہ دیا جاتا ہے تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والے طلباء و طالبات فائدہ اُٹھا رہے ہیں قابل ذکر بات یہ ہے کہ دیگر فرقوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ سنجیدہ اور تجارت پیشہ لوگوں کے بچے کثیر تعداد میں ان سکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ جبکہ ان کے اپنے بھی اچھے سکول موجود ہیں۔ ان سکولوں میں مشہور ماہر تعلیم ٹنڈل بسکو صاحب کا نصاب پڑھایا جا رہا ہے اس کے علاوہ ابتدائی دینی تعلیم اور قرآن مجید بھی پڑھایا جاتا ہے غریب اور یتیم ذہین بچوں کو تعلیم جاری رکھنے کیلئے مالی امداد بھی دی جاتی ہے سکولوں میں زیر تعلیم طلباء و طالبات میں سے کئی ایک نے مقابلہ کے امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے سکول کا نام اونچا کیا گذشتہ میٹرک کے امتحانات میں سرکاری سکولوں میں ۲۶٪ جبکہ ہمارے سکولوں میں قریباً سو فیصد نتیجہ رہا ہے شروع میں ان سکولوں پر چند ہزار روپئے خرچ تھے اب اللہ کے فضل سے لاکھوں میں خرچ ہو رہا ہے اور یہ سب سکول ترقی کر رہے ہیں۔

احمدیہ مرکزی لائبریری

قادیان: ۱۹۰۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کوشش سے ایک پبلک لائبریری کا قیام انجمن تشحیذ الاذہان کے زیر انتظام عمل میں آیا جس کیلئے بہت سے احباب نے چندہ اور کتب دی اور حضرت امیر المومنین نے ایک وسیع مکان بنوا کر دیا۔ ۱۹۱۷ء میں ایک نئی لائبریری (صادق لائبریری) کا قیام عمل میں آیا۔ تقسیم ملک کے وقت

لائبریری کی بہت سی کتب جماعتی انتظام کے تحت ربوہ کی مرکزی لائبریری میں منتقل کی گئیں قادیان میں موجود بہت سی کتب واخبارات کو قصر خلافت میں جمع کر دیا گیا گھروں سے بھی کتب اکٹھی کی گئیں اور ان کو آہستہ آہستہ درست کیا جاتا رہا اور احمدیہ مرکزی لائبریری کا نام دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں اس کی طرف خاص توجہ کی گئی لائبریری کا اوپر کا حصہ رہائش کیلئے استعمال ہوتا تھا ۱۹۸۳ء میں مکرم ناظر صاحب خدمت درویشان نے لائبریری کی ترتیب اور درستی کیلئے مکرم حبیب الرحمٰن صاحب اسسٹنٹ لائبریرین خلافت لائبریری ربوہ کو قادیان بھجوایا موصوف نے مقامی خدام اور طلباء مدرسہ احمدیہ کے تعاون سے بہت محنت کے ساتھ کتب کو سیٹ کروایا اور اوپر کے رہائش والے حصہ کو خالی کروا کر اس میں انگلش سیکشن منتقل کیا۔ لائبریری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلفاء عظام اور علماء سلسلہ احمدیہ کی کتب کے علاوہ دیگر مصنفین پر مشتمل چالیس ہزار سے زائد کتب موجود ہیں۔ طلباء مدرسہ احمدیہ و طلباء مدرسۃ المعلمین اہالیان و علماء قادیان اور آنے جانے والے مہمان بھی اس لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے وسط ۱۹۷۰ء میں مغربی افریقہ کے ۶ ممالک کا دورہ فرمایا اور خدائی تحریک کے مطابق صحت و تندرستی اور تعلیم وتربیت کیلئے نصرت جہاں آگے بڑھوں سکیم نافذ کی اور مجلس نصرت جہاں کا قیام فرمایا۔ اس سکیم کے تحت مغربی افریقہ کے ممالک میں قائم ہونے والے اسکولوں وکالجز کی کسی قدر تفصیل درج ذیل ہے۔

☆- جورو (افریقہ) میں جماعت کا ایک سیکنڈری سکول قائم ہوا۔

☆- نائیجیریا کے ایک اہم شہر آجے بوادڈے میں وہاں کی ترقیاتی کونسل نے ۱۲۰ ایکڑ زمین سکول اور ہیلتھ سنٹر کیلئے بطور عطیہ دی۔

☆- یکم نومبر ۱۹۷۰ء میں مغربی افریقہ (غانا) کے مقام پر "نصرت جہاں گرلز اکیڈمی" ایک سیکنڈری سکول کھولا گیا۔ اسی طرح دوسرا اسکول خوبینہ (غانا) میں کھولا گیا۔

☆- ۳؍ مئی ۱۹۷۰ء کو گیمبیا کے دارالحکومت باتھرسٹ کے مضافات میں حضور نے اپنے دست مبارک سے ایک سیکنڈری سکول کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

☆- ۱۸؍ جولائی ۱۹۷۱ء کو نائیجیریا میں منا کے مقام پر ایک احمدیہ ہائر سیکنڈری سکول کا افتتاح نائیجیریا کے ایجوکیشن کمشنر نے کیا۔

☆- سیرالیون میں روکوپور سیکنڈری سکول کا افتتاح اس صوبہ (شمالی) کے پریذیڈنٹ منسٹر نے ۴؍ دسمبر ۱۹۷۱ء کو کیا۔

☆- ۳۱؍ مارچ ۱۹۷۲ء میں نائیجیریا میں نارتھ ویسٹرن سٹیٹ میں گساؤ مقام پر ایک فضل عمر احمدیہ سیکنڈری سکول کا سنگ بنیاد سٹیٹ کے ایجوکیشنل کمشنر حاجی ابراہیم گساؤ نے رکھا۔

☆- نائیجیریا میں سنا مقام پر ناصر الدین احمدیہ سیکنڈری سکول کا اجراء ہوا۔

☆- ستمبر ۱۹۷۱ء کو گیمبیا باتھرسٹ میں نصرت ہائی اسکول کا اجراء ہوا۔

☆- ستمبر ۱۹۷۱ء میں سیرالیون میں بمقام روکوپوڑ سیکنڈری سکول کا اجراء ہوا۔

☆- ستمبر ۱۹۷۰ء میں غانا میں بمقام خوبینہ سکول کا اجراء ہوا۔

☆- ستمبر ۱۹۷۱ء میں غانا میں بمقام سلاگا سکول کا اجراء ہوا۔

☆- ۱۹۷۲ء میں غانا میں بمقام سوکوے سکول کا اجراء ہوا۔

۱۹۷۲ء میں غانا میں بمقام مائسن سکول کا اجراء ہوا۔

☆- ۱۹۷۲ء میں غانا میں بمقام ایساچر سکول کا اجراء ہوا۔

☆- ستمبر ۱۹۷۱ء میں گیمبیا باتھرسٹ میں احمدیہ سکول جاری ہوا۔

☆- ۲۳؍ جون ۱۹۷۶ء کو نائیجیریا میں بمقام امیشہ سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

☆- ۲۳؍ جون ۱۹۷۶ء کو سالوئے لائبیریا میں احمدیہ مسلم ہائی سکول کی عمارت کا افتتاح ہوا۔

☆- ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو احمدیہ مسلم سکول الکینلے کا افتتاح ہوا۔

☆- احمدیہ مسلم ہائی سکول اونڈا (نائیجیریا) کا ۱۶؍ مارچ ۱۹۸۱ء کو افتتاح ہوا۔

☆- نصرت گرلز اکیڈمی (غانا) کا ستمبر ۱۹۷۰ء میں قیام ہوا۔

☆- مشنری ٹریننگ کالج (غانا) کا مارچ ۱۹۶۶ء میں افتتاح ہوا۔

☆- احمدیہ سیکنڈری سکول فری ٹاؤن۔ (سیرالیون) کا مئی ۱۹۶۷ء میں سنگ بنیاد رکھا گیا۔

☆- احمدیہ سیکنڈری منگھی (سیرالیون) کا ۶؍ ستمبر ۱۹۷۴ء کو سنگ بنیاد رکھا گیا۔

☆- مسلم گرلز سیکنڈری سکول (سیرالیون) کا ۱۰؍ ستمبر ۱۹۷۴ء کو کوٹمبوڈو مقام پر اجراء ہوا۔

مغربی افریقہ کے یہ سکولز بہت کامیابی سے خدمت انجام دے رہے ہیں ۲؍ دسمبر ۱۹۶۹ء کو سیرالیون کے وزیر اعظم جناب ڈاکٹر سیاکا سٹیونس اور دیگر تعلیم کے اعلیٰ حکام نے احمدیہ سیکنڈری سکول فری ٹاؤن اور لیبارٹریز کا معائنہ کیا اور اسکول کے حسن انتظام طلباء کی اعلیٰ تعلیمی اور اخلاقی تربیت اور معیاری لیبارٹریز اور اسکول کے نتائج پر بہت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "احمدیہ مشن جس رنگ میں ملک کی تعلیم اور روحانی میدان میں بے لوث خدمت کر رہا ہے۔ اسے سیرالیون کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی"۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں اخبار بدر تعلیم نمبر دسمبر ۱۹۹۴ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆

جماعت احمدیہ کی سائنسی خدمات

از قلم محترم محمد زکریا ورک صاحب۔ کنگسٹن کینیڈا

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام ذکر اور فکر کے بارہ میں فرماتے ہیں:

قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اُٹھتے بیٹھتے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی قدرتوں میں فکر کرتے ہیں ذکر اور فکر ہر دو عبادت میں شامل ہیں فکر کے ساتھ شکر گزاری کا مادہ بڑھتا ہے انسان سوچے اور غور کرے کہ زمین اور آسمان۔ ہوا اور بادل، سورج اور چاند، ستارے اور سیارے سب انسان کے فائدے کے واسطے خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں فکر معرفت کو بڑھاتا ہے۔ (ملفوظات جلد نہم صفحات ۳۲۱)

جماعت احمدیہ اگرچہ ایک مذہبی جماعت ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ہماری جماعت نے علم کی تحصیل اور اس کے پھیلانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے قرآن پاک کی کئی ایک آیات کی ایسی بصیرت افروز تفسیر فرمائی۔ جو سائینس کی ماڈرن تھیوریز کی پیش رو ہیں مثلاً سائینسدان مستعدی سے زمین سے باہر دوسرے سیاروں میں لائف کی تلاش میں ہیں اور اس موضوع پر کئی سائینس فکشن فلمیں بن چکی ہیں اور کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر بانی سلسلہ احمدیہ حقہ نے آج سے ایک سو سال قبل فرمایا کہ قرآن کی ایک آیت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ دوسرے سیاروں میں انٹیلی جینٹ لائف موجود ہے آپ نے فرمایا۔

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ یعنی آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے کہ آسمانی اجرام میں آبادی موجود ہے اور وہ لوگ بھی خدا کی ہدایتوں کے پابند ہیں۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۹۲)

پھر ایک اور آیت کریمہ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔ "خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو سات پیدا کیا اور ایسا ہی زمینیں بھی سات پیدا کیں اور ان سات آسمانوں کا اثر جو بامر الٰہی ان میں پیدا ہے سات زمینوں میں ڈالا تا کہ تم لوگ معلوم کر لو کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کے بنانے پر اور ہر ایک انتظام کے کرنے پر اور رنگا رنگ پیرائیوں میں اپنے کام دکھلانے پر قدرت تامہ رکھتا ہے اور تا تمہارے علوم وسیع ہو جائیں اور علوم و فنون میں تم ترقی کرو اور ہیئت اور طبعی اور طبابت اور جغرافیہ وغیرہ علوم تم میں پیدا ہو کر خدا تعالیٰ کی عظمتوں کی طرف تم کو متوجہ کریں۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۵۴ اور ۱۵۵)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر بھی دی کہ خدا آپ کی جماعت میں سے ایسے افراد پیدا کریگا جو علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے آپ فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۷)

آپ کو اس بات کا علم کہ میرے فرقہ کے لوگ علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے اس وقت دیا گیا جب جماعت کے افراد کی تعداد چند لاکھ تھی مگر اب یہ پیشگوئی سینکڑوں احمدی سائینس دانوں (خاص طور پر نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبد السلام) کی ذات میں حرف بہ حرف پوری ہو چکی ہے جو اپنی اپنی فیلڈ میں کمال حاصل کر کے اس پیشگوئی کی صداقت کا بین ثبوت بن چکے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی علم کے نور کو پھیلانے میں دلچسپی آپ کی ۸۰ سے زیادہ معرفت سے بھرپور کتابوں سے ثابت ہوتی ہے جن میں حکمت کے نایاب موتی جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں آپ نے مختلف کتابوں میں سائینسی مضامین (جیسے زمین کی عمر) پر موفشانی فرمائی۔ انسان یہ جان کر ششدر رہ جاتا ہے کہ آپ نے ایٹم کے اندر ایک دنیا موجود ہونے کا انکشاف ۱۸۸۶ء میں اپنے مندرجہ ذیل شعر سے فرمایا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

اس وقت کوئی بھی یہ بات نہ جانتا تھا کہ ایٹم کے اندر الیکٹران موجود ہوتے ہیں یہ نظریہ سب سے پہلے برطانوی سائینسدان جے جے تھامسن نے ۱۸۹۷ء میں پیش کیا۔ پھر آپ کے خلفاء بھی اس ضمن میں بہت دلچسپی رکھتے تھے مثلاً حضرت

مصلح موعودؓ نے فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا آغاز قادیان میں فرمایا اس قسم کے انسٹی ٹیوٹ ہندوستان کے چند بڑے شہروں میں قائم ہو چکے تھے اس کا افتتاح بھارت کے مشہور سائینسدان بھٹناگر نے کیا تھا۔ اس کا مقصد سائنس میں ریسرچ اور نئی مصنوعات تیار کرنا تھا۔ اس تحقیقاتی ادارہ کی تاسیس کا مقصد بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔

"یہ کام بہت لمبا ہے اور اسکے لئے بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے ابتدائی کام کیلئے بیس ایم ایس سی درکار ہونگے جو رات اور دن اس کام میں لگے رہیں اور اسلام کی تائید کیلئے نئی سے نئی تحقیقاتیں کرتے رہیں میں نے بتایا ہے کہ اس کام پر ستر ہزار سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوگا اور شروع میں اس غرض کیلئے دو لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی"۔ (تاریخ احمدیت صفحہ ۵۶ جلد ۱۰)

اس کی لائبریری میں نادر کتابیں تھیں جن کا تعلق برصغیر ہند کے میڈیسن پلانٹس اور جڑی بوٹیوں سے تھا ان نادر کتب میں سے کچھ اب بھی خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہیں اس لائبریری میں دنیا کے مشہور سائینسی جرنلز آیا کرتے تھے ایک زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دو ہوائی جہاز خریدے جن کا مقصد ٹی آئی کالج کے فزکس کے طلباء کیلئے ایروناٹکس کی تعلیم اور فضائی تربیت تھا۔ تقسیم کے بعد یہ ادارہ ربوہ منتقل ہو گیا اور اس کے انچارج ڈاکٹر عبدالاحد (پی ایچ ڈی) اور ملک محمد منور (ایم ایس سی) تھے اس ادارہ نے جو مصنوعات تیار کیں ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ گرائپ واٹر، شائینو Shino شو پالش۔ اور میگ لائٹ Maglite (یعنی نائٹ لائٹ)

آپ نے ذہین طلباء کیلئے وظائف کا اجراء فرمایا۔ دسمبر ۱۹۳۹ء میں جماعت احمدیہ کی خلافت ثانیہ کے پچیس سال گزرنے پر حضور نے جلسہ سالانہ پر فرمایا کہ نوجوانوں کی ہمت بڑھانے کیلئے یہ اعلان کرتا ہوں کی جماعت احمدیہ کا جو طالب علم اپنے سکول میں اوّل آئے گا اسے جوبلی فنڈ سے (جو ابھی قائم ہوا تھا) تیس روپے ماہوار وظیفہ ایف اے کے دو سالوں میں دیا جائے گا پھر جو ایف اے میں اوّل آئے گا اسے ۴۵ روپے ماہوار وظیفہ بی اے کرنے کیلئے دیا جائے گا بعد ازاں جو نوجوان بی اے میں اوّل آئے گا اسے ایم اے کرنے کیلئے دو سال کیلئے ساٹھ روپے ماہوار وظیفہ دیا جائے گا ایم اے کرنے کے بعد جو طالب علم مغرب کی کسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے جائے گا اسے تعلیم کا نصف خرچ دیا جائے گا۔ ان وظائف سے بہت سے طالب علموں نے اپنی تعلیم مکمل کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مغرب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور کئی سال تک تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ ثقہ بند ماہر تعلیم تھے طلباء کیلئے آپ کی محبت کی کوئی انتہا نہ تھی آپ کے علم کا احاطہ بہت سے علوم پر نہایت وسیع تھا اس تعلیمی ادارہ کے فزکس کیمسٹری۔ بیالوجی کے ڈیپارٹمنٹ کافی مشہور تھے جن میں اعلیٰ درجہ کے قابل پروفیسر لیکچر دیتے تھے آپ نے ذہین طلباء کیلئے گولڈ میڈل کا اجراء فرمایا آپ کی طرف سے بہت سے قابل طلباء کو وظائف یا تعلیمی قرضے دیئے گئے جس کی بناء پر درجنوں طلباء نے مغرب کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ حضور ایدہ اللہ نے ربوہ میں طبیہ کالج کا اجراء فرمایا جس کے پرنسپل حکیم محمد اسلم فاروقی (زبدۃ الحکماء) تھے اس میں پروفیسر شریف خان ہومن اناٹومی پر لیکچر دیتے تھے جملہ اساتذہ میں حکیم خورشید احمد بھی تھے اب اس عمارت میں مدرسۃ الحفاظ کی کلاسز ہوتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ٹی آئی کالج ربوہ کیلئے یونیورسٹی ونگ کی وسیع و عریض پر شوکت عمارت تعمیر کروائی جس کا مقصد یہاں طلباء کو سائینس کے مضامین جیسے فزکس۔ کیمسٹری، باٹنی اور زولوجی میں ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی کروانا تھا۔

ذہین اور ضرورت مند طلباء کو وظائف یا تعلیمی قرضوں کا سلسلہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت کے دور میں بھی جاری ہے۔ لجنہ اماء اللہ لندن سے سوال و جواب کی ایک محفل میں ایک خاتون نے سوال کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فضل عمر فاؤنڈیشن کے تحت سکیم جاری کی تھی جو طالب علم اپنی یونیورسٹی میں ٹاپ کرتے تھے ان کو گولڈ میڈل دیا جاتا تھا کیا یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ گولڈ میڈل تو اب بھی دیا جاتا ہے مگر اب خدا کے فضل سے اس سے بہت زیادہ مدد کرتے ہیں اور ایسے فنڈز مہیا کئے جاتے ہیں پہلے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ یہ کیا کرتے تھے کہ اگر کوئی غریب طالب علم ہو اور اس کا Potential اوپر کا ہو تو اس کو جماعت مدد دیا کرتی تھی مگر اب تو (یہ مدد) بہت زیادہ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ چوہدری شاہنواز صاحب (اللہ ان کو جزا دے) انہوں نے اپنے والد کے نام پر ایک فنڈ مجھے مہیا کیا اور وہ مستقل ایک کارخانہ ہے اس کی آمد کا تہائی یا جتنا بھی تجارت سے تھا وہ مستقل وقف کر دی ہے اور اس کے اوپر انہوں نے کہا کسی کمیٹی کی ضرورت نہیں خلیفہ جس کو چاہے قرضہ دے دے۔ روزانہ ایک دن بھی نہیں ایسا ہوا کہ غریب طالب علموں کی میں نے اس سے مدد نہ کی ہو ایک دن بھی نہیں جاتا آج ہی ایک طالب علم ملنے آیا تھا اس کے ماں باپ غریب تھے مگر قربانی کر رہے تھے انگلستان اعلیٰ تعلیم کیلئے بھیج دیا تھا بات بات پر اس کو رونا آرہا تھا میں نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا اس طرح میرے ابا کا حال ہے تو میں نے اس کو کہا تم

مجھ سے تعلیمی قرضہ لے لو پہلے اس نے انکار کیا میں نے کہا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا انکار کا میں حکم دے رہا ہوں ابا کو لکھ دو خدا نے میرا انتظام کر دیا ہے اور واپس کرنے کا جو خیال ہے یہ بھی بوجھ نہ رکھو اگر تمہاری تعلیم مکمل ہو گئی اور دنیا کی کمائی ہوئی تو جب چاہو جتنا چاہو واپس کر دینا۔

(الفضل ربوہ۔ ۲۴ر مارچ ۲۰۰۰ صفحہ ۵)

جماعت احمدیہ کے تعلیمی ادارے

جماعت احمدیہ کی سائینسی خدمات میں سے ایک قابل قدر خدمت تعلیمی اداروں کا قیام ہے یہ ادارے نہ صرف ہندو پاکستان بلکہ افریقہ کے براعظم میں بھی قائم کئے گئے تعلیم الاسلام کالج کا قیام بر صغیر کی تقسیم سے بہت پہلے عمل میں آیا کالج میں سائنس کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام تھا یہاں کے اساتذہ جو حساب، فزکس، کیمسٹری پڑھاتے تھے وہ چوٹی کے اساتذہ تھے نیز ان کا طریقہ تدریس بھی بہت اعلیٰ تھا جب یہ کالج پاکستان منتقل ہو گیا تو اس کے پرنسپل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث تھے جو خود آکسفورڈ کے گریجویٹ تھے۔ ان کے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جناب قاضی محمد اسلم صاحب پرنسپل مقرر ہوئے جو کیمبرج کے گریجویٹ تھے آپ ایک مانے ہوئے ماہر نفسیات ہونے کے ساتھ ماہر تعلیم بھی تھے آپ ایک عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل بھی رہے آپ کے مضامین مغربی رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سائینس کے قابل قدر اساتذہ میں سے چند ایک یہ تھے پروفیسر نصیر احمد خاں (مرحوم) نے انگلستان سے ڈاکٹریٹ کی اور لمبے عرصہ تک فزکس کے پروفیسر رہے آپ نے ڈاکٹر عبدالسلام (مرحوم) کے تعاون سے فزکس کے ڈیپارٹمنٹ کو وسیع کیا نیز اس کی لیبارٹری کو بھی جدید آلات سے مزین کیا آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے آپ کا مجموعہ کلام رود چناب کے نام سے شائع ہو چکا ہے درج ذیل اشعار اسی کتاب سے ہیں۔

شباب و شعر کی رت گد گدا گئی دل کو
خیال یار ہے گویا خرام باد شمال
یہ کہکشاں یہ ستارے یہ مہرو ماہ تمام
کسی کے نور کا پر تو کسی کے رخ کا جمال

پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب نے بھی کیمسٹری میں انگلستان سے ڈاکٹریٹ کیا۔ آپ کالج میں کیمیا کے پروفیسر تھے آپ کی کیمسٹری میں Helping Books ایف ایس سی کے طلباء مطالعہ کیا کرتے تھے۔ پروفیسر شریف احمد خان صاحب (حال امریکہ) زو آلوجی کے پروفیسر تھے آپ ۳۶ سال کی بے لوث خدمت کے بعد ۱۹۹۹ء میں ہزاروں طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کر کے ریٹائر ہوئے ایچ ایس سی کے امتحان میں آپ نے فرسٹ پوزیشن حاصل کی اور آپ کو گولڈ میڈل ملا۔ ۱۹۹۱ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی کو اپنا مقالہ پی ایچ ڈی کے لئے پیش کیا ملک میں اس کو کوئی سمجھ نہ سکا تو یہ مقالہ یونیورسٹی آف ہیلی فیکس نوا سکوشیا (کینیڈا) بھجوایا گیا ۱۹۹۶ء میں آپ کو ڈاکٹریٹ عطا کی گئی۔ آپ کے ۱۵۰ کے قریب تحقیقاتی مضامین امریکہ اور یوروپ کے سائینسی رسالوں کی زینت بن کر سائینسی حلقوں سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے چار کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔

۱۔ سر زمین پاکستان کے سانپ (اردو اور جرمن) ۲۔ سر زمین۔ پاکستان کے مینڈک اور خازندے ۳ پاکستان کے سانپ۔ مینڈک اور چھپکلیوں کی رنگین اٹلیس (یہ کتاب امریکہ سے شائع ہو گی) ہندو پاکستان میں اس وقت اس موضوع پر اردو میں صرف یہی کتابیں دستیاب ہیں ڈاکٹر صاحب نے سانپ کی سات نئی انواع۔ مینڈک کی چار اور چھپکلی کی دس نئی انواع دریافت کی ہیں آپ کے ایک صاحبزادے محمد ظفر اللہ خان نے جرمنی سے بائیو کیمسٹری میں ڈاکٹریٹ کی ہے کالج میں اس کے علاوہ سائینس کے پروفیسروں میں۔ عطاء الرحمٰن۔ چوہدری حمید اللہ حبیب اللہ خاں مبارک احمد انصاری اور رفیق احمد ثاقب کے نام نامی بھی قابل ذکر ہیں۔

پروفیسر نسیم بابر (شہید) اسلام آباد کی قائد اعظم یونیورسٹی میں فزکس کے پروفیسر تھے یورپ کی یونیورسٹیوں میں کئی بار آپ نے لیکچر دیئے آپ ایک مانے ہوئے سائینس دان اور مدرس تھے ۱۹۸۷ء میں انہوں نے سالڈ سٹیٹ فزکس کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کروائی جو بہت کامیاب رہی۔

ہندوستان سے ہجرت کر کے شمالی امریکہ آنے والے سائینس دانوں میں سے ڈاکٹر یوسف احمد قابل ذکر ہیں جو عرصہ تک اٹامک انرجی آف کینیڈا لمیٹڈ سے منسلک رہے آپ صوبہ بہار کے نامور احمدی جناب فضل احمد (آئی جی پولیس) کے قریبی عزیز ہیں میری ملاقات جناب فضل احمد صاحب (مرحوم) سے کینیڈا میں ہوئی جب وہ بیس سال قبل ٹورنٹو تشریف لائے تھے عاجز نے ان کو بہت ذہین معاملہ کی تہ تک جلد پہنچنے والے منکسر المزاج پایا۔ امریکہ میں ایک اور احمدی پروفیسر حمید نسیم ہیں جن کا تعلق قادیان سے ہے آپ یونیورسٹی آف ارکانسا میں فزکس کے استاد ہیں۔ امریکہ میں پاکستان سے آنے والے اعجاز رؤف (پی ایچ ڈی کیمبرج) ہیں جو یونیورسٹی آف ایلی نائس (شکاگو) میں فزکس کے شعبہ سے منسلک ہیں ڈاکٹر عبدالخالق ربوہ میں فزکس کے پروفیسر تھے اس وقت Minnesota کی یونیورسٹی میں الیکٹریکل انجینئرنگ کے شعبہ میں تدریس کا کام کر رہے ہیں اس کے علاوہ ایک احمدی خاتون Tennesee کی یونیورسٹی میں فزکس کی پروفیسر ہیں۔

کینیڈا میں اس وقت جماعت کے زیر اہتمام کمپیوٹر کی تعلیم کا انتظام مسز ساگا کی مسجد سے ملحق

وسیع عمارت اور کشادہ دفاتر میں کیا جارہا ہے۔ اس کمپیوٹر سکول میں زبانیں سکھانے کے علاوہ ہارڈویئر اور کمپیوٹر آپریشن کی بھی تعلیم دی جاتی ہے درجنوں طلباء یہاں سے تعلیم مکمل کر کے اچھی سے اچھی ملازمتیں حاصل کر چکے ہیں۔

پاکستان میں اس وقت احمدی کمپیوٹر انجینئرز ایسوسی ایشن کئی سالوں سے سرگرمی سے کام کر رہی ہے جس کے چیئرمین عبدالقادر شہید تھے پھر اسی طرح احمدیہ انجینئرز ایسوسی ایشن بھی فعال ہے۔ ایک اور تنظیم احمدی سائنٹیسٹ ایسوسی ایشن نے بھی کام شروع کیا ہے جس کے ماتحت تمام ایسے احمدی احباب کی تجدید کی جارہی ہے جو ایم ایس سی اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں رکھتے ہیں یہ کام حضور ایدہ اللہ کی نگرانی میں ہو رہا ہے کمپیوٹر کی تعلیم کے سلسلہ میں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ نستعلیق کتابت کیلئے کمپیوٹر کے حصول کی تحریک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں ۱۲ر جولائی ۱۹۸۵ء کو فرمائی چنانچہ اب جماعت احمدیہ کے اخبارات و رسائل کی کتابت کمپیوٹر پر ہوتی ہے جماعت کے مرکز ربوہ میں اس وقت کمپیوٹر کی تعلیم کیلئے انسٹی ٹیوٹ قائم ہیں جیسے انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ کامرس جہاں طالب علموں کے علاوہ طالبات کیلئے بھی شام کے وقت کلاسز ہوتی ہیں۔ نیشنل کالج برائے کمپیوٹر اسٹڈیز اندرون ملک اور بیرون ملک کام آنے والے ڈپلومہ اور شارٹ کورسز دیئے جاتے ہیں۔

سائنس میں احمدی طلباء پاکستان میں کئی سالوں سے خوب نام پیدا کر رہے ہیں مثلاً ربوہ کے قمر عزیز نے تین سال قبل سول انجینئرنگ میں ایم ایس سی میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور مارچ ۲۰۰۰ء میں نیشنل یونیورسٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی راولپنڈی کے سالانہ کانووکیشن میں چیف ایگزیکٹیو جناب پرویز مشرف نے ان کو گولڈ میڈل پیش کیا۔ احمدی خواتین بھی سائنس کی تعلیم میں پیچھے نہیں مثلاً طیبہ بشریٰ ربوہ نے ابھی حال ہی میں قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے شعبہ ریاضی میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل حاصل کیا عزیزہ طیبہ نے ۳۰۰۰ میں سے ۲۷۶۷ نمبر حاصل کر کے ساری یونیورسٹی میں ملنے والا واحد میڈل حاصل کیا۔ (الفضل ربوہ ۱۰ مئی اور ۱۳ر مئی ۲۰۰۰)

افریقہ میں اس وقت جماعت احمدیہ کے زیر انتظام ہزاروں سکول چل رہے ہیں جن میں سائنس کے مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں کی لیبارٹریز میں نا مساعد حالات کے باوجود جدید سامان رکھنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

یہاں میڈیسن کا ذکر نہیں کیا گیا اگر اسے بھی سائنسی مضامین میں شامل کر لیا جائے تو شاید یہ مضمون اس کا متحمل نہ ہو سکے پھر بھی ضمناً ذکر ہے کہ پاکستان کے بہت سے نامور ڈاکٹر احمدی ہیں۔ پاکستان کے ایک صدر کا ذاتی معالج احمدی ڈاکٹر تھا انگلستان میں بھی درجنوں ڈاکٹر احمدی ہیں امریکہ اور کینیڈا میں احمدی ڈاکٹرز کی تعداد ایک محتاط تخمینے کے مطابق دو صد کے قریب ہے جن کا تعلق میڈیسن کی ہر برانچ سے ہے مثلاً راقم الحروف کا بھانجا ڈاکٹر غلام مقتدا بوسٹن میں اسسٹنٹ پروفیسر آف میڈیسن اور کارڈی آلوجسٹ ہے۔

دو نامور احمدی سائنسدان

دنیائے سائنس کے مہر درخشاں، عالم اسلام کے عظیم سپوت. احمدیت کا گنج ہائے گراں مایہ، اسلامی دنیا کے پہلے نوبل انعام یافتہ، اٹلی میں سائنس کے تاج محل کے بانی، پاکستان کے بابائے سائنس، ڈاکٹر عبدالسلام تھا جن کا نام اور افضل تھا ان کا کام۔

آپ کی پیدائش جھنگ میں ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ ۱۹۷۹ء میں آپ کو فزکس میں نوبل انعام ملا یوں آپ اسلامی دنیا کے پہلے سائنسدان تھے جس کو یہ بین الاقوامی انعام ملا اور آنے والے مسلمان سائنس دانوں کیلئے راستہ ہموار ہوا۔

ڈاکٹر صاحب نے بچپن سے ہی تعلیمی میدان میں ریکارڈ قائم کیئے میٹرک کا امتحان صوبہ پنجاب میں اوّل آکر پاس کیا اور ایف اے کا امتحان ۶۵۰ میں ۵۵۵ نمبر لیکر صوبہ میں اوّل رہے بی اے کے امتحان میں بھی اوّل پوزیشن حاصل کی اور ۵۰۰ میں ۴۵۱ نمبر لیکر ریکارڈ قائم کیا گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے ریاضی میں ۶۰۰ میں ۵۷۳ نمبر لیکر اوّل پوزیشن حاصل کی۔

۱۹۵۱ء میں آپ نے کیمبرج سے پی ایچ ڈی کیا۔ اور لاہور میں ریاضی کے استاد مقرر ہوئے مگر چند سالوں بعد لندن پروفیسر بن کر آگئے امپریل کالج میں آپ نے پارٹیکل فزکس کے ڈیپارٹمنٹ کا اجراء کیا فزکس میں آپ کی فیلڈ پارٹیکل فزکس تھی جس کے افق پر آپ ۴۰ سال تک ماہتاب بن کر چمکے ذراتی طبیعات کی فیلڈ کو نت نئی راہوں سے روشناس کرایا آپ نے کئی ایک زمین شکن تھیوریز پیش کیں جن میں سے بعض پوری ہو گئیں اور بعض پر اب بھی کام ہو رہا ہے (جیسے یہ کہ پروٹان زوال پذیر ہے)۔ آپ کی سائنسی دریافتوں سے مذہب اسلام کا مقدس نام منور ہوا۔ اسے سربلندی ملی قریب سات سو سال بعد اسلامی سائنس کے میدان میں ان کی ذات سے جمود ٹوٹا اور دنیا کو معلوم ہوا کہ امت مسلمہ میں زکریا الرازی۔ بوعلی سینا کے پایہ کے انسان اب بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کو ڈاکٹر صاحب نے نوبل انعام کے حقدار ہونے کی خبر پاکر لندن مسجد میں جاکر سجدہ شکر ادا کیا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو درج ذیل تہنیتی پیغام بھیجا۔

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں میری طرف سے

اور جماعت احمدیہ کی طرف سے پر خلوص دلی مبارکباد قبول کریں احمدیت اور تمام پاکستانیوں کو آپ پر فخر ہے کہ وہ پہلا سائینسدان اور پاکستانی جس کو انعام ملا وہ ایک احمدی ہے خدا تعالیٰ مستقبل میں آپ کو تائید و نصرت سے نوازتا رہے۔
(الفضل ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۹ء)

۱۹۷۹ء کے جلسہ سالانہ ربوہ پر ڈاکٹر صاحب نے خطاب فرمایا اور کہا کہ..... میں اس ذات پاک کی حمد و ستائش سے لبریز ہوں کہ اس نے امام (جماعت) کی۔ میرے والدین اور جماعت کے دوستوں کی مسلسل اور متواتر دُعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا اور پاکستان کے لئے خوشی کا سامان پیدا کیا۔ (الفضل ربوہ ۳۱/دسمبر ۱۹۷۹ء)

سائینسی خدمات

اس وقت پاکستان میں پارٹیکل فزکس میں جتنے طلباء ڈاکٹریٹ کئے ہیں ان میں اکثریت ایسی ہے جو ڈاکٹر سلام کے ذاتی تعلق یا مہربانی سے اس مقام پر پہنچے ہیں۔ پاکستان میں سائنس کے کلچر کا فروغ آپ کا رہین منت ہے یہ بات تو مسلمہ ہے کہ پاکستان کے پانچ صد کے قریب سائنس دانوں اور انجینئروں کی ویسٹرن یونیورسٹیوں میں سائینسی تعلیم اور لیبارٹریز میں ٹریننگ کا انتظام آپ کی وساطت سے ہوا۔

بین الاقوامی سطح پر آپ کی خدمات میں سے ایک تو اقوام متحدہ کے ادارے کے ساتھ آپ کا کام ہے اور دوسرے اٹلی میں عبدالسلام انٹر نیشنل سینٹر فار تھیورٹیکل فزکس کا قیام ہے اقوام متحدہ میں انہوں نے مختلف حیثیتوں میں پاکستان کی نمائندگی کی ۱۹۵۸-۱۹۵۵ء کے عرصہ میں آپ اٹیمی توانائی کے پرامن استعمال کیلئے کانفرنسوں کے سکرٹری رہے پھر گیارہ سال تک ۱۹۷۵-۱۹۶۴ء آپ یو این کی ایڈوائزری کمیٹی برائے سائنس کے رکن رہے دو سال کیلئے ۱۹۷۲-۱۹۷۱ء اس کمیٹی کے چیئرمین رہے اور تین سال تک ۷۳-۱۹۷۰ء آپ یو این او- یونیورسٹی کی فاؤنڈیشن کمیٹی کے رکن رہے۔

دنیا کیلئے آپ کی سائینسی خدمات کے ضمن میں ان کی اہم ترین اور زندہ یادگار شہر ٹریسٹ میں انٹر نیشنل سنٹر فار تھیورٹیکل فزکس کا قیام ہے اس کا قیام اقوام متحدہ کے ادارہ اٹمک انرجی کمیشن۔ یونیسکو اور اٹلی کی حکومت کے تعاون سے عمل میں آیا یہ ادارہ (یا عالمی یونیورسٹی) کو قائم ہوئے اب ۳۶ سال ہو گئے ہیں۔

دنیا بھر سے خاص طور پر ترقی پذیر ممالک کے سائینسدان تبادلہ خیال کرنے نیز ریسرچ کرنے یہاں آتے ہیں ترقی پذیر ممالک کے سائینسدانوں کیلئے جدید موضوعات پر جامع کورسز دیئے جاتے ہیں پھر ایسے سائینسدان جو اپنے تعلیمی اداروں سے Sabbatical Leave پر ہوتے ہیں وہ بھی یہاں مختصر عرصہ کیلئے خود کو جدید معلومات اور تازہ ریسرچ سے آگاہ رکھنے کے ساتھ ساتھ دوسرے سائینسدانوں سے اپنے موضوع پر تبادلہ خیال کر کے مستفید ہوتے ہیں یوں ان کی ریسرچ بھی آگے بڑھتی ہے۔

ترقی پذیر ممالک سے سائینسدان یہاں آکر لیکچر دیتے ہیں یوں غریب ممالک کے سائینسدانوں کا ترقی یافتہ ممالک کے پروفیسروں اور سائینسدانوں سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ ICTP دنیا کے ۸۰ ممالک کی دو صد لائبریریوں کو پندرہ ہزار جرنل۔ چار ہزار سے زائد سائینسی رپورٹیں۔ بیس ہزار کتابیں امداد کے طور پر بھجوا چکا ہے سائینسی آلات بھی ان ممالک کی لائبریریوں کو دیئے گئے ہر سال قریب تین ہزار سائینسدان یہاں آتے ہیں۔

مشرق کی نادر المثال یادگار تاج محل کی طرح یہ مغرب میں سائینس کا دلآویز اور دلربا تاج محل ہے جہاں پسماندہ ممالک کے سائینسدان علم کی پیاس بجھانے آتے ہیں یہ انسانیت کی وحدت کا ایک زندہ ثبوت ہے کیونکہ یہاں بات رنگ و نسل کی نہیں۔ امیر و غریب کی نہیں چھوٹے بڑے کی نہیں بلکہ صرف اور صرف سائینس کی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب غربت کو کفر کی ایک قسم قرار دیتے تھے اور اس غربت سے نجات کا ذریعہ صرف سائینس میں موجود ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو جب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے آنریری ڈگری عطا کی تو ہندوستان کے مشہور شاعر آل احمد سرور نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

ہمارے دور میں مغرب کے علم و دانش سے
بشر کو نور ملا۔ زیست کو شعور ملا
ہمارے دور میں مشرق کے مے فروشوں کو
ملا تو بادہ دو شینہ کا سرور ملا
کسی کی فکر نے فطرت کے راز فاش کئے
کسی کو ماضی گم گشتہ پر غرور ملا

سلام تجھ پر تیرے ذوق آگہی کے طفیل
دیار مشرق کا دیدہ وری میں نام ہوا
وہ کم طلب جو گریزاں تھا بزم عرفاں سے
تیری کشش سے بلآخر شریک جام ہوا
عمیق بحر کی موجوں سے کر کے سرگوشی
فضا میں ہر نئے سورج سے ہم کلام ہوا

یہ جستجو یہ متاع نظر ہی سب کچھ ہے
یہ تازہ کاری زخم جگر ہی سب کچھ ہے
سوال کرتے رہے تو جواب بھی ہوں گے
یہ سوز و ساز یہ سعی بشر ہی سب کچھ ہے

حضور ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی:

ڈاکٹر صاحب کی وفات ۲۱/نومبر ۱۹۹۶ء کو آکسفورڈ میں صبح پونے تین بجے ہوئی امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۲ نومبر کو مسجد فضل لندن کے احاطہ

میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کو کندھا دیا۔ پھر خطبہ جمعہ میں حضور نے آپ کی جامع اور تاریخ ساز شخصیت کو ان الفاظ میں بڑے دلکش الفاظ میں بیان کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا آپ نے فرمایا۔ اللہ کے فضل سے آپ کی فضیلت عقل کی روشنی کے لحاظ سے ساری دنیا میں مسلم ہے بلکہ اخلاقی قدروں اور عظمت کے کردار کے لحاظ سے یہ وہ سائینسدان ہے جس کی دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ بھی عزت کرتے تھے لیکن ان باتوں کے باوجود تکبر کا نام و نشان نہیں تھا یہ وہ عظمت کردار تھی جس کا نوبل انعام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ (الفضل لندن ۶ دسمبر ۱۹۹۶)

پروفیسر مکرم حافظ صالح محمد الہ دین صاحب

آپ بھارت کے مشہور احمدی اسٹرانومر ہیں آپ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں ۲۵ سال تک اسٹرانومی میں تدریس کے فرائض نہایت خوبی اور امتیاز سے انجام دینے کے بعد ۱۹۹۱ء میں ریٹائر ہوئے۔

آپ کا ایجوکیشنل کیریئر یوں ہے آپ نے ۱۹۵۵ء میں فزکس میں ایم ایس سی کیا اسی سال آپ کی ملاقات حضرت المصلح الموعودؓ سے ہوئی حضور نے آپ کو ڈاکٹریٹ کرنے کیلئے کہا نیز دُعا بھی کی اس کے بعد حضور نے خواب میں دیکھا کہ آپ کامیابی سے ہم کنار ہوئے ہیں ۱۹۵۹ء میں آپ یونیورسٹی آف شکاگو۔ امریکہ اعلیٰ تعلیم کیلئے آئے اور یہاں کی مشہور زمانہ Yerkes Observatory میں ریسرچ کا کام شروع کیا آپ کے پروفیسر اس وقت Dr. Nelson Limber تھے جو شہرہ آفاق اسٹرانومر ڈاکٹر چندر شیکھر (نوبل انعام یافتہ کے تلامذہ میں سے تھے (چندرا کے نام سے منسوب اس وقت ایکس رے آبزرویٹری خلاء میں کام کر رہی ہے)۔ ۱۹۶۳ء آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی آپ کے پی ایچ ڈی کے ڈیزرٹیشن کا موضوع یہ تھا

To Compute the Orbits of colliding galaxies making use of the polytrope theory to obtain the forces between galaxies when they overlaerlap.

امریکہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کا تقرر عثمانیہ یونیورسٹی میں لیکچرار کے طور پر مئی ۱۹۶۴ء میں ہوا جہاں آپ نے ۲۵ سال تک تدریس کا کام کیا۔ آپ نے اسٹرانومی کے موضوع پر خود یا دوسرے سائینسدانوں کے ساتھ مل کر درجنوں دلچسپ اور تحقیقاتی مضامین تحریر کئے ہیں ۱۹۸۱ء میں آپ کو Maghand saha Award for Theoretical Science دیا گیا نیز آپ کو دو سال کیلئے فیلوشپ دی گئی ۱۹۸۰ء میں آپ نے تین ماہ یونیورسٹی آف آکسفورڈ میں گزارے اس کے بعد کیمبرج میں ایک ماہ گزارا ۱۹۸۵ء میں آپ نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی دعوت پر ٹریسٹ میں موجود سائینس سینٹر میں تین ماہ گزارے۔

ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب کا سب سے بڑا علمی کارنامہ سورج گرہن اور چاند گرہن پر ریسرچ ہے اس موضوع پر آپ نے کئی دلچسپ اور سائینسی حقائق سے بھرپور مضامین تحریر کئے ہیں جو ریویو آف ریلیجنز (لندن) میں شائع ہو کر داد تحسین حاصل کر چکے ہیں ۱۹۹۴ء میں سورج اور چاند گرہن کی پیشگوئی کے ایک سو سال پورا ہونے پر آپ نے انڈیا۔ انگلستان، امریکہ میں لیکچر دیئے ۳۱/ جولائی ۱۹۹۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے اس موضوع پر ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا جس میں ڈاکٹر صاحب کی ریسرچ کا بھی ذکر کیا۔

۱۹۷۴ء میں آپ نے Stellar Dynamics کے موضوع پر جو لیکچر دیئے وہ کتابی صورت میں منظر عام پر آئے اس کے علاوہ آپ کے درج ذیل تحقیقاتی مضامین بھی شائع ہو چکے ہیں۔

1. The Solar System and the development of celestial mechanics 1980.
2. *The rorating galaxy-1981*
3. The impact of astronomy on the development of scientific thought 1983
4. interactions of Arabs and Persians astronomers with India 1988
5. The motion of the moon and the Islamic calendar 1989

امریکن بائیوگرافیکل انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے شائع ہونے والی انٹرنیشنل ڈائرکٹری آف ڈسٹنگشڈ لیڈر شپ۔ ایڈیشن نمبر ۹ میں آپ کے بارہ میں جو نوٹ شائع ہوا وہ یہ ہے۔۔۔

ALLADIN,Saleh Mohammad. Retired Education, 72 sarojini Devi Road, Secunderabad 5000003. India. PhD University of Chicago 1963. Osmania University 1955, Retired Professor 1991, Professor 78-91 Reader 68-78, senior Research Fellow

6568, International Astronomical Union, Astronomical Society of India, Plasma Science Society, Indian Association for General Relativity and Gravitation, Regional President • Ahmadiyya Muslim Jamaat 90-95, Megnad Saha Award, University Grants Commission-1981.

پچھلے سال ۱۹۹۹ء میں آپ اپنے اعزہ سے ملاقات کرنے امریکہ اور کینڈا تشریف لائے تو میرے غریب خانہ پر تشریف لاکر مجھے شرف ملاقات بخشا۔ جب ہم کنگسٹن یونیورسٹی کی لائبریری دیکھنے گئے تو آپ نے سورج اور چاند گرہن کے موضوع پر کتابیں بڑے شوق سے دیکھیں۔

قرونِ وسطیٰ میں جس طرح سائنس کی قندیل کو مسلمان سائینسدانوں جیسے الرازی، بوعلی سینا، الخوارزمی، البیرونی، عمر ابن الخیام، ابن الہیثم نے فروزاں رکھا آج یہ کام جماعت احمدیہ کی فعال عالمگیر جماعت کے ذریعہ ہو رہا ہے وہ دن دور نہیں جب اس جماعت میں بھی اور شہرہ آفاق سائینسدان پیدا ہونگے۔ جن کے نام تاریخ انسانیت میں سنہری الفاظ میں لکھے جائیں گے۔ انشاءاللہ۔

میں اس جائزہ کو قرآن پاک کی آیت کریمہ پر ختم کرتا ہوں

وَمَنْ يُؤْتَى الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کرینگے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دینگے

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھادے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔

(تجلیاتِ الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۸ تا ۴۱۰)

یادِ خدا میں دِل کو لگاتے تو خوب تھا!

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے زمانہ طالب علمی میں شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے اسی دور کی ایک نظم ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

﴿کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ﴾

زندہ خدا سے دِل کو لگاتے تو خوب تھا ‌ ‌ مُردہ بُتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا
قصے کہانیاں نہ سناتے تو خوب تھا ‌ ‌ زندہ نشان کوئی دکھاتے تو خوب تھا
اپنے تئیں جو آپ ہی مسلم کہا تو کیا ‌ ‌ مسلم بنا کے خود کو دِکھاتے تو خوب تھا
تبلیغِ دین میں لگا دیتے زندگی! ‌ ‌ بے فائدہ نہ وقت گنواتے تو خوب تھا

دنیا کی کھیل کود میں ناصرؔ پڑے ہو کیوں
یادِ خدا میں دِل کو لگاتے تو خوب تھا

جماعتِ احمدیہ کی طبّی خدمات

مکرم ڈاکٹر طارق احمد صاحب S.M.O احمدیہ شفاخانہ قادیان

مذہب اسلام کے دو اہم جزو ہیں ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد خدمت خلق کے بغیر مذہب کبھی بھی مکمل نہیں کہلا سکتا ہر خدائی مذہب کے بانی خدمت خلق پر بہت زور دیتے رہے ہیں اور ان کی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات کا ذکر ملتا ہے جن سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ طبّی خدمت یعنی خدمت خلق حقوق العباد کا ایک اہم حصہ ہے انسان کی زندگی کا دور ایسا ہی ہے کہ وہ پیدا ہوتا ہے۔ بڑھتا ہے جوان بھی ہوتا ہے لیکن بڑھاپا اور بیماری بھی زندگی کے دور کا حصہ بن جاتا ہے اور آخر کار وہ فوت ہی ہو جاتا ہے۔

دنیا میں اکثریت غریبوں کی ہے جو غریب ملکوں میں رہتے ہیں اور جنہیں ہم تیسری دنیا یعنی Third World اور ترقی پذیر ممالک یعنی Developing Countries کہتے ہیں ایشیا افریقہ اور جنوبی امریکہ کے اکثر ممالک اس قسم کے ہیں۔ ان بد قسمت غریب لوگوں کو خاص کر دیہات میں بسنے والوں کو سرے سے کسی معیاری طبّی امداد کی سہولت ہی میسّر نہیں ہوتی نہ وہاں کوئی ہسپتال ہوتا ہے نہ کوئی سندیافتہ ڈاکٹر وہاں کام کرنے کو تیار ہوتا ہے کیونکہ نہ زندگی گزارنے کی سہولتیں اور عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے کے حالات وہاں ہوتے ہیں نہ روپے کمانے کا موقعہ۔ اکثر دیہاتوں میں پانی بجلی مکان راستہ وغیرہ جیسی بنیادی ضروریات مہیا نہیں ہوتیں اور غرباء کے پاس ڈاکٹروں کو فیس دینے کیلئے روپے بھی نہیں ہوتے۔ جن دیہاتوں یا شہروں میں ڈاکٹر موجود ہیں اور ہسپتال موجود ہے وہاں پر بھی غرباء کسی نہ کسی وجہ سے طبّی امداد سے محروم رہ جاتے ہیں اور جڑی بوٹی سے گزارا کرتے ہیں یا دیہاتی ڈاکٹروں سے اپنی بیماری کا علاج کرواتے ہیں بہر حال جسمانی تکلیف، ذہنی کوفت انہیں برداشت کرنی پڑتی ہے اور علاج کیلئے جو صحیح تدبیر کرنی چاہئے وہ کر نہیں سکتے یہ ایک حقیقت ہے جسے ساری دنیا جانتی ہے اور اسلئے کئی مذہبی اور غیر مذہبی ادارے ان ضرورت مندوں کو طبّی امداد پہنچانے کیلئے کوشاں رہتے ہیں جماعت احمدیہ بھی اس معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں ہے بلکہ تعداد کے لحاظ سے موازنہ کیا جائے تو اس میدان میں سب سے آگے ہے۔ فالحمد للہ۔

حضرت مسیح موعودؑ کی طبّی خدمات

بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۸۳۵ء میں قادیان میں پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خدمت خلق کا بے پناہ جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا ان کی پاک سوانح اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے ساری زندگی اسلام اور بنی نوع انسان کی خدمت میں لگا دی اور ضرورت مندوں کی چاہے دوست ہو یا دشمن ضرورت پوری کرنے کیلئے حیرت انگیز طور پر کوشاں رہتے تھے اور بعض وقت اپنے ذاتی مفاد کو اس پر قربان کر دیتے تھے آپ نے ورثہ میں طب کا فن حاصل کیا تھا اور غریبوں کا مفت علاج کرتے تھے اور ساتھ دُعا بھی کرتے تھے جس سے لوگوں کو شفا حاصل ہوتی تھی مسیح الزماں ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی شفا عطا فرمائی ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی طبی خدمات

آپؑ کے جانشین قابل قدر اور ہونہار ترین شاگرد حضرت الحاج مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ہندوستان کے بہت ہی مشہور و معروف چوٹی کے طبیب تھے اور کشمیر کے مہاراجہ کے شاہی طبیب کی حیثیت سے سال ہا سال خدمات بجا لاتے رہے بعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش پر آپ اپنا سارا کاروبار زمین مکان گھر بار وطن چھوڑ کر قادیان جیسی چھوٹی سی بستی میں آکر بس گئے۔ جہاں ان کو طب کی مشق کرنے کا کوئی مناسب موقعہ میسّر نہیں تھا لیکن امام وقت کی خوشنودی پر انہوں نے اپنے عیش و آرام کی زندگی کو قربان کر دیا۔ تاہم حضرت حکیم صاحب کی اتنی شہرت تھی کہ لوگ خود بخود دور دراز علاقے سے تکلیف اٹھا کر علاج کی خاطر ان کے پاس قادیان آپہنچتے اور قادیان میں ٹھہر کر اپنا علاج کرواتے ان کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ کئی مریض جو جماعت احمدیہ کے سخت مخالف تھے اور کسی بھی حالت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے علاج کی خاطر مجبور ہو کر قادیان آتے اور حضرت حکیم صاحب سے علاج کروا کر شفایاب ہو کر جاتے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کی ایک امتیازی خاصیت تھی کہ آپ غریب مریضوں کا بہت خیال رکھتے اور ان کی توفیق کے مطابق ان سے اپنی فیس اور دوائی کی قیمت وصول کرتے۔

نور ہسپتال

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی یاد میں نور ہسپتال قادیان میں قائم کیا گیا جو ملک کے بٹوارے تک بلا امتیاز مذہب و ملّت بنی نوع انسان کی خدمت میں لگا رہا اور بٹوارے کے بعد سرکاری

ہسپتال میں تبدیل ہو گیا چونکہ قادیان کی اکثر احمدی آبادی پاکستان چلی گئی ان حالات میں نور ہسپتال چلانا مشکل تھا۔

فضل عمر ہسپتال ربوہ

خلافت احمدیہ پاکستان میں منتقل ہونے پر ربوہ میں فضل عمر ہسپتال قائم کیا گیا جہاں پر تقریباً ۲۳ ڈاکٹر کام کر رہے ہیں۔ میڈیسن، سرجری ڈینٹسٹری آئی۔ این۔ ٹی۔ زچگی، زنانہ امراض Orthopaedics وغیرہ تمام اہم ڈیپارٹمنٹ یہاں موجود ہیں اور ربوہ کے مکینوں کے علاوہ ارد گرد کے مریضان بلا امتیاز اس ہسپتال سے طبی امداد حاصل کرتے ہیں۔

افریقہ میں طبی خدمات

۲۱-۱۹۲۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر رضی اللہ عنہ کا مبارک قدم افریقہ کی سرزمین پر پڑتے ہی جماعت احمدیہ مغربی افریقہ کے ملکوں میں پھیلنے لگی افریقہ کے اکثر ممالک Under Developed ہیں اور یہاں پر طبی سہولت بہت کم ہے سرکاری ہسپتال صرف شہروں میں موجود ہیں دیہاتوں میں تھوڑی بہت طبی سہولت عیسائی مشنریوں کی طرف سے مہیا ہو رہی ہے مسلمانوں کی ان ملکوں میں بڑی آبادی موجود ہونے کے باوجود اور باوجود اس کے کہ عرب ملکوں کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا پٹرول کی دولت عطا فرمائی ہے۔ مسلمان ممالک اس میدان میں خدمت سے عموماً محروم ہی ہیں افسوس کی بات یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو کچلنے میں اور آپس میں لڑائی میں یا پھر عیاشی میں یہ اپنی دولت و طاقت کو خرچ کر دیتے ہیں لیکن اسلام کی تبلیغ اور اسلامی جذبہ سے بنی نوع انسان کی طبی اور دیگر خدمات سے یہ محروم ہیں ان مسلمانوں کے تعلق سے علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

افریقہ میں جماعت احمدیہ قائم ہونے پر وہاں کے لوگوں کی بنیادی ضرورت کی طرف خلیفہ وقت کی توجہ منتقل ہوئی تحریک جدید کے ماتحت ہسپتال اور سکول وہاں کھولے جانے لگے ایسے اداروں میں سے گھانا میں احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی اور نائیجیریا میں احمدیہ ہسپتال کانوں ان علاقوں میں مشہور و معروف ہیں احمدیہ ہسپتال کانوں غالباً ۱۹۶۳ء میں شمالی نائیجیریا کے کانوں شہر میں کھولا گیا جس کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے یہاں پر احمدیہ شفاخانہ بہت ہی کامیاب رہا ہے سارا دن مریضوں کا تانتا لگا رہتا ہے وہاں پر کام کرنے والے ایک ڈاکٹر صاحب نے خاکسار کو بتایا کہ اس ہسپتال کی اتنی شہرت ہے کہ مریض بلا چون و چرا جو بھی فیس مانگو دے جاتا ہے۔

مجلس نصرت جہاں سکیم

۱۹۷۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ نے مغربی افریقہ کے پانچ ملک یعنی نائیجیریا، گھانا، لائبیریا، سیرالیون اور گیمبیا کا دورہ کیا جو سارے انگلوفون ممالک کہلاتے ہیں اور پہلے برٹش حکومت کے ماتحت تھے اور اسلئے آزادی کے بعد بھی انگریزی وہاں کی سرکاری زبان ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایک عالم انسان تھے اور سالہا سال تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل رہے خود بھی ہومیو پیتھی اور نیچرل میڈیسن میں اعتماد اور علم رکھتے تھے آپ افریقہ کی بدحالی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر متاثر ہوئے اور اپنے مبارک دورہ کے آخری مرحلہ میں یعنی گیمبیا میں مجلس نصرت جہاں لیپ فارورڈ سکیم (Majlis Nusrat Jahan Leap Forward Scheme) کا اعلان کیا اور اس طرح اس سکیم کے تحت ان پانچوں ملکوں میں سکولز اور شفاخانے کھولے گئے زیادہ تر یہ سکول اور ہسپتال دیہاتی علاقوں میں یا پھر چھوٹے چھوٹے شہروں میں قائم کئے گئے جہاں ان کی زیادہ ضرورت تھی اور اس میں کام کرنے کیلئے ڈاکٹرز اور ٹیچرز وقف کر کے وہاں پہنچے یہ سکیم حیرت انگیز طور پر کامیاب رہی اور اس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے بہت برکت نازل کی جو جماعت کی توسیع اور شہرت کا موجب بنی ان ملکوں کے حکام اور عوام جماعت کے ڈاکٹروں اور ٹیچروں کو عموماً عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار رہتے ہیں ڈاکٹروں کی اکثریت پاکستانی تھی تاہم کچھ ڈاکٹر انگلینڈ امریکہ ماریشس سے اور کچھ مقامی بھی تھے ہندوستان سے اس مبارک سکیم کے تحت سب سے پہلے ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کرنے کی سعادت خاکسار کو حاصل ہوئی خاکسار اپنی سرکاری نوکری سے استعفیٰ دے کر ۲۶ جون ۱۹۷۷ء کو گھانا پہنچا جہاں تقریباً ساڑھے تیرہ سال مسلسل کئی ہسپتالوں میں خدمت بجالانے کے بعد حضور ایدہ اللہ کے ارشاد پر ۱۹۹۰ء کے آخر میں قادیان میں احمدیہ شفاخانہ میں کام کرنے کیلئے آ پہنچا۔

مغربی افریقہ کے کئی ملکوں میں ہسپتال اور سکول وغیرہ دیکھنے کا خاکسار کو موقعہ ملا وہاں کے پولیس اور فوج کا عموماً جماعت کے ڈاکٹرز اور ٹیچرز پر اتنا اعتماد اور بھروسا ہے کہ عموماً پولیس اور فوجی ناکہ پر احمدیہ ہسپتال اور احمدیہ سکول کی گاڑی کی کوئی چیکنگ نہیں ہوتی ۱۹۹۰ء میں قادیان آنے سے پہلے میں نے سیرالیون اور گیمبیا کا دورہ کیا فری ٹاؤن ایئرپورٹ پر جب خاکسار نے بطور احمدی ڈاکٹر کے اپنا تعارف کرایا تو نہ کسٹمس والوں نے اور نہ ہی سکیورٹی والوں نے ہوائی جہاز پر اترتے اور چڑھتے وقت میری کوئی چیکنگ کی اور یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ کیوں کہ میں کام بھی ان کے ملک میں نہیں بلکہ گھانا میں کر رہا تھا۔ دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ باوجود مذہبی اختلافات کے ہمارے اکثر مریض مسلمان اور عیسائی ہیں اور عیسائی اپنا ہسپتال چھوڑ کر ہمارے ہسپتالوں میں

نسبتاً زیادہ رقم خرچ کر کے علاج کروانے کیلئے آمادہ ہیں کچھ سرکاری کارکن اور فوجی بھی مفت علاج کی سہولت چھوڑ کر احمدیہ شفاخانہ میں علاج کیلئے آتے ہیں خاکسار کو گھانا میں تقریباً ۸۰۰۰ چھوٹے بڑے اپریشن کرنے کا موقعہ ملا نہ وہاں بے ہوش کرنے کی سہولت تھی نہ آکسیجن موجود تھی۔ یہاں تک کہ بعض وقت لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے لال ٹین جلا کر ایمرجنسی آپریشن کر کے مریضوں کی جان بچانے کی توفیق حاصل ہوئی ان ہسپتالوں کی برکت سے ان دیہاتوں میں سرکار نے پانی اور بجلی کی سہولت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ سرکاری بسیں بھی چلائیں جماعت احمدیہ کی افریقہ میں طبی خدمات دن بہ دن وسیع تر ہوتی جارہی ہیں۔

اب مغربی افریقہ کے علاوہ مشرقی اور جنوبی افریقہ میں بھی چیدہ چیدہ ممالک میں ہسپتال اور سکولز کھولے جارہے ہیں فرانکوفون یعنی فرانسیسی زبان بولنے والے ملکوں میں بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے سکول ہسپتال قائم کئے جارہے ہیں اسی طرح کینیا یوگنڈا ذائرے آئیوری کوسٹ بورکینا فاسو وغیرہ وغیرہ ملکوں میں یہ خدمت جماعت احمدیہ بجالارہی ہے۔

ہومیو پیتھی Clinics

ماڈرن میڈیسن یا ایلوپیتھی کا سسٹم بہت مہنگا ہے ایسے ہسپتالوں کو کھولنے کیلئے ضخیم رقم کی ضرورت پڑتی ہے علاوہ ازیں دوائی بہت مہنگی ہوتی ہے اور آپریشن وغیرہ بھی کافی اخراجات طلب کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۸۸ء میں افریقہ کا دورہ کیا اور انہوں نے بھانپ لیا کہ افریقہ کے غریب لوگوں کو اگر زیادہ سے زیادہ طبی امداد کم سے کم خرچ میں مہیا کرنا مقصد ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ کثرت سے ہومیو پیتھی کلنک کھولے جائیں حضور بفضلہ تعالیٰ خود بھی ایک ماہر ہومیو پیتھی ڈاکٹر ہیں ایک لمبا تجربہ رکھتے ہیں بلکہ آپ نے ایک کتاب بھی ہومیو پیتھی پر لکھی ہے اور مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر اس پر لیکچر بھی دیتے ہیں اسلئے اب جماعت کی طرف سے افریقہ کے ملکوں میں کثرت سے ہومیو پیتھی کلنک بھی کھل رہے ہیں اور یہ بھی بڑی کامیابی سے کام کررہے ہیں۔ افریقہ کے علاوہ بھی بہت سے اور ملکوں میں جیسے بنگلہ دیش، سری لنکا، انڈونیشیا وغیرہ میں بھی کثرت سے ہومیو پیتھی کلنک کام کررہے ہیں۔ قادیان میں بھی ہومیو پیتھی کلنک گزشتہ پانچ سال سے گراں قدر خدمت بجالارہی ہے مکرم سید داؤد احمد صاحب اور ان کی ٹیم رضاکارانہ خدمت کررہے ہیں۔ احمدیوں کے علاوہ کثرت سے غیر مسلم بھی اس کلنک سے مفت علاج کراتے ہیں۔ جلسہ سالانہ کے وقت بھی کثرت سے آنے والے مہمانان کرام بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

احمدیہ شفاخانہ قادیان

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ہندوستان کے بٹوارے کے بعد قادیان میں احمدیہ شفاخانہ جو نور ہسپتال کہلاتا تھا سرکاری ہسپتال بن گیا اور جماعت کی طرف سے جو شفاخانہ کھولا گیا وہ کئی وجوہات کی بناء پر چند سالوں میں ایک ڈسپنسری بن کر رہ گیا تاہم درویشان قادیان اور غیر مسلم غرباء اس سے استفادہ کرتے رہے لیکن یہ بات واضح تھی کہ قادیان میں ایک مکمل احمدیہ شفاخانہ کی بہت ضرورت تھی ۱۹۸۹ء میں جماعت کی صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر حضور انور نے خاکسار کو قادیان جا کر احمدیہ شفاخانہ میں کام کرنے کی ہدایت بھی دی حضور کے ارشاد کی تعمیل میں خاکسار نومبر ۱۹۹۰ء میں گھانا سے قادیان آپہنچا اور احمدیہ ڈسپنسری کی عمارت کو کچھ مرمت و توسیع کر کے جولائی ۱۹۹۱ء سے ہسپتال شروع کروایا خوش قسمتی سے اسی سال حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بھی قادیان تشریف لائے اور اس کے بدولت ہسپتال کے معیار کو اور بڑھایا گیا اب تک احمدیہ شفاخانہ قادیان کے اوپر تقریباً تیس لاکھ روپئے Invest کئے جاچکے ہیں موجودہ شفاخانہ میں کارکنوں کی تعداد بھی چھ گنا بڑھ گئی ہے۔ سالانہ بجٹ تقریباً ۴۰ گنا بڑھ کر ۲۷ لاکھ روپئے سے تجاوز کر چکا ہے کارکنان جماعت پر ہونے والی ادویات کے اخراجات بھی ۴۰ گنا بڑھ چکے ہیں اور غیر کارکنان سے ہونے والی آمد خدا کے فضل سے ۷۵ گنا بڑھ چکی ہے۔

گزشتہ ۹ سالوں میں احمدیہ شفاخانہ قادیان کے آؤٹ ڈور میں بلا لحاظ مذہب و ملت دو لاکھ چالیس ہزار مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۴۴ سو مریضوں کو ہسپتال میں داخل کر کے علاج کیا گیا۔ ۱۷ سو چھوٹے بڑے آپریشن کئے گئے اور ۷۵۰ زچگی کے کیس کئے گئے۔ ہسپتال میں ایکسرے، ای سی جی، Blood Transfusion اور اکثر لیبارٹری ٹیسٹ کروانے کی بھی سہولت موجود ہے۔ AIDS کے ٹیسٹ بھی ہوتے ہیں بعض ایڈس کے مریضوں کا بھی ہسپتال میں علاج کیا گیا ہے۔ قادیان کے دوسرے ہسپتال اور کلنکس بھی ہمارے ہسپتال کی سہولتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

یہ بہت مسرت کی بات ہے کہ احمدیہ شفاخانہ کی نئی عمارت شہر کے مرکزی علاقہ میں حضور انور ایدہ اللہ کی خواہش کے مطابق بڑی تیزی سے بن رہی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ایک سال کے اندر یہ مکمل ہو جائے گی جس سے مزید جدید ترین سہولیات قادیان کے مکینوں اور ارد گرد کے دیہاتوں میں رہنے والے باشندوں کو بہتر رنگ میں پہنچائی جاسکیں گی یہ ہسپتال آگے چل کر ۲۰۰ بستر کا بنے گا جس میں الگ الگ ڈیپارٹمنٹ ہونگے اور اسپیشلسٹ ڈاکٹرز اس میں کام کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قادیان کے علاوہ کشمیر، کیرالہ، اڑیسہ اور دیگر صوبہ جات میں بھی جماعت طبی خدمات کیلئے پروگرام بنارہی ہے۔

☆☆☆☆

جلسہ سالانہ کی تاریخ

تدریجی ترقی، افادیت و برکات

از مکرم مولوی محمد یوسف انور صاحب اُستاذ مدرسہ احمدیہ قادیان

دعویٰ مسیحیت اور جلسہ سالانہ

جس زمانے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ فرمایا وہ ایام حضور اقدس کیلئے نہایت ہی مصروفیت کے ایام تھے۔ مخالف علماء نے چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑکا رکھی تھی مگر حضورؑ بڑے استقلال اور بہت ہمت کے ساتھ کوہِ وقار بن کر اس آگ کو بجھانے میں مصروف تھے اور اس غرض کیلئے آپ نے بعض لمبے لمبے سفر بھی اختیار کئے مگر جہاں حضورؑ اس عقائد کی جنگ میں شمشیر برہنہ لیکر کھڑے تھے وہاں مبائعین کی تربیت سے بھی آپ غافل نہ تھے۔

جلسہ کی بنیاد اور دُعائیں

آپؑ نے ارشاد الٰہی کی بناء پر قادیان میں ایک سالانہ جلسہ کی بنیاد رکھی۔ اور اس کیلئے ۲۷ دسمبر تا ۲۹ دسمبر کی تاریخیں مقرر کیں۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء کے جلسہ میں حاضرین کی کل تعداد ۷۵ تھی کیونکہ سب لوگ جلسہ میں شامل نہ ہوتے تھے اپنے گھروں کی بھی حفاظت ضروری تھی۔

مسیح موعود علیہ السلام کی جلسہ میں شمولیت کرنے والوں کیلئے دُعائیں

فرمایا: "ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرما دے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا! اے ذوالمجد و العطاء!! اے رحیم و مشکل کشا! یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کیساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھی کو ہے" آمین ثم آمین" اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء

جلسہ کے اغراض و مقاصد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء کو حسب ذیل اعلان فرمایا "تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول کریمؐ کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔

لیکن اس غرض کے حصول کیلئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کیلئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دُعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر ایک کیلئے بباعثِ ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعدِ مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کیلئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کیلئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھیں لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کیلئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدمِ موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷/ دسمبر سے ۲۹/ دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰/ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷/ دسمبر کی تاریخ آجائے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کیلئے اور دُعا میں شریک ہونے کیلئے اس تاریخ پر آجانا چاہئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کیلئے خاص دُعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الرحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی

طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے....

جلسہ کا ایک عارضی فائدہ

فرماتے ہیں "اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور یا جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کی دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کیلئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کیلئے بدرگاہ عزت جل شانہٗ کوشش کی جائے گی۔ اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے۔ جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے"۔

(آسمانی فیصلہ صفحہ ۹-۱۰)

جلسہ کی اہمیت وعظمت

فرمایا "اس جلسے کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس کی بنیادی اینٹ، خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کیلئے قومیں تیار کی ہیں۔ جو عنقریب اس میں آملیں گے۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۱)

۱۸۹۲ء کا جلسہ سالانہ

اس سال بھی ملک کے طول و عرض میں حضورؑ کی شدید مخالفت ہوتی رہی۔ لیکن آپ کے متبعین کی تعداد خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کرتی چلی گئی۔ چنانچہ جب ۱۸۹۲ء کا سالانہ جلسہ آیا اسمیں ۳۲۷ دوستوں نے شرکت کی۔ اس جلسہ میں حضرت اقدسؑ کی تقریر کے علاوہ حضرت حکیم حافظ مولانا نورالدین صاحبؓ کی تقریر بھی ہوئی۔ اس زمانہ میں چونکہ آج کل کی طرح مجلس مشاورت کیلئے الگ ایام مقرر نہیں تھے۔ اسلئے پیش آمدہ دینی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک قسم کی مجلس مشاورت بھی جلسہ کے ایام میں ہی ہو جاتی تھی۔ (رپورٹ جلسہ سالانہ ۹۲ء آئینہ کمالات اسلام)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی جلسہ سالانہ میں شرکت

حضرت میر ناصر نواب صاحب جو ابھی تک پورے طور سے سلسلہ کے ساتھ منسلک نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ بعض شکوک و شبہات میں مبتلا تھے۔ ان کو بھی حضرت اقدس نے بذریعہ خطوط جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔ جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے سارے شکوک رفع ہو گئے اور انہوں نے صدق دل سے حضورؑ کی بیعت کر لی۔ (آئینہ کمالات اسلام)

التواء جلسہ سالانہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ۱۸۹۱ء ۱۸۹۲ء دو سال جلسہ سالانہ منعقد ہوا پھر تیسرے سال حضور اقدس نے بعض وجوہ کی بناء پر ایک سال کیلئے جلسہ ملتوی فرما دیا لیکن پھر ۱۸۹۳ء سے حضور علیہ السلام کے وصال تک جلسہ سالانہ باقاعدگی سے منعقد ہوتا رہا اور ساتھ ساتھ جلسہ کے حاضرین میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ایک مذہبی عبادت کا رنگ نہیں رکھتا۔ جیسا کہ جماعت احمدیہ کے بعض معاندین کی طرف سے اسے حج کا قائمقام متصور کیا جاتا ہے اگر یہ جلسہ حج کا قائم مقام ہوتا تو پھر اس کے التواء کے کیا معنی؟ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ احمدیوں کا جلسہ سالانہ ایک مذہبی عبادت قطعاً نہیں ہے لیکن اس جلسہ نے جماعت کی بہت سی تعلیمی تربیتی اور جماعتی اغراض کو پورا کیا ہے جن کا ذکر آگے آئے گا۔

جلسہ سالانہ قادیان ایک روحانی اجتماع ہے جس کے بہت سے فوائد ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیگر تبلیغی و تربیتی امور کے علاوہ جماعت کے افراد کو منظم کرنے جماعت میں روحانیت کی دائمی بقاء کیلئے اور روحِ اجتماعیت کو از سر نو قائم کرنے کیلئے کئی پروگرام تجویز فرمائے اُن میں سے ایک احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں سال میں ایک روحانی اجتماع یعنی جلسہ سالانہ ہے ۱۰۹ سال قبل اس کی ابتداء ہوئی اللہ کے فضل سے جیسا کہ حضور کی تحریر سے ظاہر ہے وہ ترقی کرتا چلا جائے گا وہ فرمان آج تک لفظ بلفظ پورا ہوتا ہوا دنیا دیکھ رہی ہے اور کماحقہٗ اپنے اور بیگانے غرضیکہ سبھی شامل ہونے والے اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ جو بھی مخلص احمدی ایک دفعہ جلسہ سالانہ میں شرکت کرتا ہے اُس کے اندر ایک ایسا روحانی انقلاب پیدا ہوتا ہے اور ایک ایسی پاک تبدیلی نظر آتی ہے کہ اس کے آثار سارا سال اُس کی طبیعت پر نظر آتے ہیں۔

جلسہ گاہ و حاضرین جلسہ

یاد رہے کہ جماعت احمدیہ کا پہلا سالانہ جلسہ مسجد اقصیٰ میں دوسرا جلسہ ڈھاب کے کنارے منعقد ہوا۔ باقی تمام جلسے خلافتِ اولیٰ کے ابتدائی پانچ سالوں تک مسجد اقصیٰ میں ہوتے رہے ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۳ء تک جلسہ ہائے سالانہ مسجد نور میں

منعقد ہوئے اور ۱۹۲۴ء سے ۲۲ جلسے مسجد نور کے باہر تعلیم الاسلام کالج (حال خالصہ کالج) کے میدان میں ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد مرکزی جلسہ سالانہ دارالہجرت ربوہ میں ہوتا رہا۔ اور ادھر قادیان میں یہ جلسے پہلے تو مسجد اقصیٰ میں اور پھر سابقہ لنگر خانہ میں جو احمدیہ چوک سے دارالانوار کیطرف جاتے ہوئے بائیں طرف ہے منعقد ہوتا رہا۔

اور اب قادیان میں ۱۹۸۹ء سے جلسہ سالانہ قادیان میں حاضرین کی تعداد بڑھ جانے کے باعث مسجد ناصر آباد کے سامنے وسیع میدان میں منعقد ہوتا آرہا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے ابتدائی جلسوں میں حاضرین کی تعداد کم تھی۔ ۱۹۰۷ء کے آخری جلسہ سالانہ میں دو ہزار کے قریب تھی۔ بدر ۹/اکتوبر ۱۹۰۸ء حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانہ میں آخری جلسہ جو دسمبر ۱۹۱۳ء میں ہوا مہمانوں کی تعداد تین ہزار سے زائد تھی۔ (الفضل ۱۳/دسمبر ۱۹۱۳ء)

اسی طرح حضرت مرزا بشیر الدین محمود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مبارک دور میں آخری جلسہ سالانہ جو دسمبر ۱۹۶۴ء میں ہوا حاضرین جلسہ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی (بدر ۷/جنوری ۱۹۶۵ء) اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مبارک دور کے آخری جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء ربوہ کی حاضری دو لاکھ سے زائد تھی (بدر ۲۱ جنوری ۱۹۸۲ء) حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ربوہ سے ہجرت فرمانے سے قبل دسمبر ۱۹۸۳ء میں جس مبارک جلسہ میں شرکت فرمائی اس کی حاضری اڑھائی لاکھ سے زائد تھی۔

جلسہ سالانہ مستورات

جوں جوں جماعت کی تعداد بڑھتی گئی جلسہ میں حاضرین کی تعداد بھی بڑھتی چلی گئی جن میں مستورات کی بھی ایک خاص تعداد شامل ہوتی رہی چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک دور میں مستورات کی تعداد جلسہ میں مزید بڑھنی شروع ہو گئی تو حضورؓ کی منظوری سے مستورات کا علیحدہ جلسہ سالانہ شروع ہوا اس جلسہ میں بھی خلیفۃ المسیح خطاب فرماتے ہیں۔ اس جلسہ کے تمام انتظامات لجنہ اماء اللہ کے سپرد ہوتے ہیں۔

جلسہ سالانہ کی عالمی وسعت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں ہی جبکہ جماعت احمدیہ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل چکی تھی جلسہ سالانہ عالمی وسعت اختیار کر گیا اور ہندوستان پاکستان بنگلہ دیش کے علاوہ دیگر ایشیائی، یوروپی افریقی ممالک کے باشندے بھی اس جلسہ سالانہ میں شریک ہونے لگے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مبارک دور میں حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق غیر ملکی باشندے وفود کی شکل میں جلسہ سالانہ میں شریک ہونے لگے اور اب تک بے شمار ممالک کے وفود جلسہ سالانہ میں شرکت کر چکے ہیں۔

جلسہ سالانہ کی شاخیں

قادیان دارالامان میں جس جلسہ سالانہ کی ابتداء ہوئی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں جلسہ سالانہ قادیان کے ساتھ ساتھ ربوہ میں بھی جلسہ ہونے لگا۔ اور پھر آہستہ آہستہ دنیا کے کئی ممالک میں وہاں کی جماعتیں باقاعدگی سے اپنا جلسہ سالانہ منعقد کرنے لگیں۔ بلکہ بعض ممالک میں صوبائی سالانہ جلسے باقاعدگی سے منعقد ہوتے ہیں، جن میں مرکزی جلسہ کی طرح ہی تمام تعلیمی، تربیتی اور انتظامی امور سرانجام دیئے جاتے ہیں اور پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیغامات ان جلسوں میں سنائے جاتے ہیں۔ لیکن جب سے خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو ایم ٹی اے کی نعمت سے نوازا ہے تب سے پیارے آقا براہ راست حاضرین جلسہ سے ایم ٹی اے کے ذریعہ مخاطب ہوتے ہیں۔

ہجرت لندن اور جلسہ سالانہ

۱۹۸۴ء سے جب حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لندن تشریف لے گئے ہیں لندن میں باقاعدگی سے ہر سال جلسہ سالانہ منعقد ہوتا چلا آرہا ہے اور ہر سال حاضرین میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور خود لندن میں جماعت احمدیہ بڑی تیزی سے ترقی کرتی چلی جارہی ہے اور حضور کی موجودگی سے وہاں کے احمدیوں میں بھی ایک نمایاں روحانی تبدیلی آئی ہے جملہ احمدی دن رات فارغ اوقات میں آنریری خدمات بجا لارہے ہیں۔

لندن کے جلسہ کی خصوصیت

لندن کے جلسہ سالانہ کو سب سے بڑی خصوصیت اور یہ فخر حاصل ہے کہ خود حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنفس نفیس اس جلسہ میں رونق افروز ہو کر خطابات اور ارشادات سے نوازتے ہیں اور ایک لحاظ سے برطانیہ کا جلسہ تمام دنیا تک حضرت خلیفۃ المسیح کے خطابات پہنچانے کے اعتبار سے مرکزی جلسہ بن گیا ہے، حضور ہی کی راہنمائی میں جلسہ کے جملہ انتظامات تشکیل دیئے جاتے ہیں جلسہ شروع ہونے سے قبل جملہ انتظامات کا حضور بنفس نفیس جائزہ لیتے ہیں۔ اور جس شعبہ میں کوئی کمی بیشی ہو ساتھ ساتھ منتظمین جلسہ کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں اور ہدایات جاری فرماتے ہیں۔ اس لحاظ سے لندن کا ہر سالانہ جلسہ پہلے سے بڑھ کر اپنی برکتوں اور عظمتوں کو لے کر آتا ہے۔

جلسہ سالانہ اور عالمی بیعت

یکم اگست ۱۹۹۳ء کا دن تاریخ عالم میں ہمیشہ سنہرے حروف میں لکھا جائے گا یہ ایک ایسا تاریخ ساز لمحہ تھا اور سارے عالم کے احمدی ایک ایسی تاریخ ساز تقریب میں شامل ہونے جارہے تھے

جو اس سے قبل کسی آنکھ نے نہ دیکھی تھی اور نہ کبھی کسی مذہبی تاریخ میں یہ تقریب منعقد ہوئی تھی، اس دن حضور انور نے دو لاکھ چار ہزار تین صد آٹھ افراد سے بیعت لے کر انہیں جماعت احمدیہ میں شامل فرمایا یہ افراد داعین الی اللہ کی کوششوں سے ایک سال میں جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔

ایم ٹی اے کی نعمت اور جلسہ سالانہ کے مناظر

یہ محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان اور آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اس خدائے قدوس نے جماعت احمدیہ کو عین ضرورت کے موقعہ پر خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں ایم ٹی اے جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ اس کا جتنا بھی ہم شکر کریں کم ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

اب تک کل ۸ عالمی بیعت کی تقاریب لندن میں منعقد ہو چکی ہیں جلسہ سالانہ برطانیہ کے تیسرے روز منعقد ہونے والی یہ تقریب جلسہ کی روح رواں ہوتی ہے، جس میں پانچ براعظم کے پانچ نمائندے حضور اقدس کے دستِ مبارک کی انگلیاں تھامے ہوئے اقرار بیعت کرتے ہیں اور ان کے بعد دو ترچھی قطاروں میں بیٹھے ہوئے لوگ کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ان سے جسمانی رابطہ رکھتے ہیں اور اسی طرح باقی پنڈال کے لوگ ان کے ساتھ رابطہ رکھتے ہیں۔ حضور بیعت کے الفاظ انگلش میں ادا کرتے ہیں جبکہ باقی لوگ اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ دوہراتے ہیں اسی طرح سٹلائیٹ کے ذریعہ دنیا کے مختلف ممالک میں بھی یہ انتظام ہوتا ہے پہلی عالمی بیعت کے الفاظ ۶۰ زبانوں میں دوہرائے گئے۔

۱۹۹۴ء کے جلسہ سالانہ لندن کے موقعہ پر دوسری عالمی بیعت میں ۹۳ ممالک کی ۱۵۵ اقوام اور ۱۲۰ زبانیں بولنے والے چار لاکھ اٹھارہ ہزار دو صد چھ افراد نے حضور اقدس کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی ۱۹۹۵ء میں ۸ لاکھ پینتالیس ہزار دو صد چورانوے افراد نے عالمی بیعت میں شمولیت اختیار کی جبکہ ۱۹۹۶ء میں ۱۶ لاکھ دو ہزار سات صد اکیس افراد کو عالمگیر جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور حضور اقدس کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ۱۹۹۷ء میں عالمی بیعت میں حضور اقدس کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کی تعداد بڑھ کر تیس لاکھ چار ہزار پانچ صد تھی جبکہ ۱۹۹۸ء میں یہ تعداد ۵۰ لاکھ سے زائد تھی جنہوں نے حضور اقدس کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۱۹۹۹ء کا جلسہ سالانہ

یکم اگست ۱۹۹۹ء کو جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت اس وجہ سے حاصل ہوئی ہے کہ ساتویں عالمی بیعت کے موقعہ پر پہلی مرتبہ ایک کروڑ سے زائد لوگ ایک سال کے اندر اندر جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ سال احمدیت کیلئے بہت بابرکت ثابت ہوا۔

۱۰۴ ممالک کی ۲۳۱ قوموں کے ایک کروڑ آٹھ لاکھ بیس ہزار نئے افراد نے اس سال جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی اور ایم ٹی اے کی وساطت سے دنیا کی ۱۵۸ ممالک کے احمدیوں نے اپنے نئے احمدی بھائیوں کے ساتھ تجدید بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔ ۲۰۰۰ء کیلئے بھی حضور اقدس نے دنیا کی احمدی جماعتوں کو بیعتوں کا ایک بہت بڑا ٹارگٹ دیا ہے جسمیں صرف ہندوستان کو ہی ایک کروڑ کا ٹارگٹ دیا اللہ کے فضل سے اور بزرگان کی دُعاؤں کے طفیل داعین الی اللہ کی کوششوں سے حضور کا دیا ہوا یہ ٹارگٹ بھی پورا ہوا۔

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۰ء

جلسہ کے پہلے روز ۷۶ ممالک کے ۲۰ ہزار سے زائد افراد کی شرکت اردو کے علاوہ سات زبانوں میں رواں تراجم کے انتظامات۔ ۴ کروڑ ۱۳ لاکھ کا قبول احمدیت

تاریخ احمدیت کا عظیم دن

جلسہ سالانہ لندن ۲۸-۲۹-۳۰ جولائی کو منعقد ہوا۔ دوسرے روز حضور نے دنیا بھر میں داعیین الی اللہ مبلغین کرام اور معلمین کرام کے ذریعہ ہونے والی بیعتوں کا ذکر کرتے ہوئے خدا کے حضور سجدہ شکر کرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا کہ آج میں جماعت کو یہ خوشخبری دیتا ہوں کے سارے عالم میں نومبائعین جو اس ایک سال میں جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں کی تعداد چار کروڑ ۱۳ لاکھ ہیں جن میں صرف ہندوستان میں ہی دو کروڑ ۱۲ لاکھ بیعتیں ہوئیں ہیں۔ حضور نے اس سلسلے میں افریقہ کے ممالک میں پیش آنے والے ایمان افروز اور دلچسپ واقعات کا بھی تذکرہ فرمایا۔ اس سال جلسہ کے آخری دن حاضرین کی تعداد ۲۳ ہزار سے زائد تھی۔ اس طرح سے جو ٹارگٹ حضور اقدس نے جماعت کو دیا تھا اس سے کہیں بڑھ کر خدا تعالیٰ نے پھل عطا فرمایا۔ الحمد للہ۔ انشاء اللہ اگلے سال اس سے بھی دوگناہ پھل خدا تعالیٰ جماعت کو عطا کرے گا۔

جرمن میں سالانہ جلسہ

اللہ کے فضل سے جرمن میں بھی باقاعدہ اپنا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے اور کثیر تعداد میں احمدی اور غیر احمدی نیز غیر مسلم افراد شامل ہوتے ہیں۔ لندن کے جلسہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد بیس ہزار تک پہنچی ہے جبکہ جرمن میں حاضرین جلسہ کی تعداد ۲۳ ہزار تک بھی پہنچی ہے کیونکہ حضور اقدس بنفس نفیس جرمن کے جلسہ

میں شریک ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ امریکہ کنیڈا ہالینڈ اور دیگر کئی ممالک میں بھی اس قسم کے جلسے منعقد ہوتے ہیں اور حضور اقدس بھی بعض جلسوں میں تشریف لے جاتے ہیں اکثر بڑے بڑے جلسوں کی کارروائی سٹلائیٹ کے ذریعہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدی اپنے گھروں میں دیکھ لیتے ہیں۔

لندن کے سالانہ جلسوں کی ایک اور خصوصیت

حضور اقدس کے دور میں لندن میں ہونے والے جلسوں کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ ان میں عالمی شہرت کے افراد بھی اپنی شمولیت کو باعث فخر سمجھتے ہیں چنانچہ کئی ممالک کے وزراء ،ممبران پارلیمنٹ، وزرائے مملکت کے نمائندگان، میئرز، جج حضرات، افریقن چیفس جو اپنے علاقوں کے بادشاہ کہلاتے ہیں شریک ہوتے ہیں۔ میکسیکو اور روس کے وفد نے بھی ۱۹۹۱ء کے جلسہ میں شرکت کی تھی۔

جلسہ سالانہ اور انتظامات

ابتدائی دور میں جلسہ سالانہ کے انتظامات محدود رنگ میں ہوتے تھے اور اسی حساب سے شعبہ جات بھی کم تھے لیکن جوں جوں جماعت نے ترقی کی اور جماعت پھیلتی گئی اور پھیلتی چلی جارہی ہے توں توں جلسہ سالانہ کے انتظامات میں بھی توسیع ہوتی جارہی ہے۔ پہلے یہ کام نظارت ضیافت کے تحت ہوتے تھے اور اس کے مختلف شعبہ جات بنائے جاتے تھے ہر جلسہ میں ایک ناظم مقرر کیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ نظام اس قدر وسیع ہوگیا ہے کہ ربوہ کے جلسہ میں لاکھوں تک حاضرین جلسہ شامل ہوتے رہے۔

موجودہ دور میں پچیس ہزار کے قریب دیگر مقامات کے جلسوں میں لوگ شامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ جب حضور اقدس قادیان تشریف لائے تھے اُس وقت پچیس تیس ہزار کے قریب لوگ جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔

افسر جلسہ سالانہ

اب حضور اقدس کی ہدایت پر پہلے افسر صاحب جلسہ سالانہ کی منظوری حاصل کی جاتی ہے اس کے بعد افسر صاحب جلسہ سالانہ مختلف شعبہ جات کے پیش نظر کچھ نائب افسران اور ناظمین کی منظوری حضور پُر نور سے حاصل کر کے ان کی میٹنگ بلا کر سب کو ان کی ذمہ داریاں سونپ دیتے ہیں اور انہیں مختلف امور کے تعلق سے ہدایات دیتے ہیں۔ جملہ ناظمین اپنے اپنے شعبہ کے تحت معاونین کا انتخاب کر کے دفتر افسر جلسہ سالانہ سے منظوری لے کر ان سے کام لیتے ہیں۔

جلسہ سالانہ کے مختلف شعبہ جات

استقبال: جلسہ سالانہ میں ایک بڑا اور اہم شعبہ استقبال کا ہے۔ اس شعبہ کے تحت مہمانان کرام کو امرتسر بٹالہ قادیان میں معاونین تعاون دیتے ہیں۔

شعبہ انتظامات مکانات: مہمانوں کے قیام کیلئے یہ شعبہ کام کرتا ہے اور مہمانوں کی آمد کے مطابق انہیں مختلف مقامات پر ٹھہرایا جاتا ہے۔

انتظام اجرائے پرچی خوراک: جو بھی مہمان گھروں میں ٹھہرے ہوں یا جماعت کے نظام کے تحت سکولوں میں یا ٹینٹوں میں ٹھہرے ہوں ان کی تعداد کے مطابق پرچی بابت خوراک حاصل کی جاتی ہے جو یہ شعبہ جاری کرتا ہے۔

انتظام تقسیم روٹی: اس شعبہ کے تحت روٹی تقسیم کی جاتی ہے۔ انتظام تقسیم سالن۔ اسی طرح مختلف قیامگاہوں میں وہاں ٹھہرے ہوئے مہمانوں کی تعداد کے مطابق شعبہ ھذا سالن تقسیم کرتا ہے۔

انتظام مہمان نوازی: مہمانوں کو کھانا کھلانا ان کے قیام و طعام آرام اور دیگر چیزوں کا خیال رکھنا مہمان نوازی میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ جو شعبہ جات جلسہ سالانہ میں کام کرتے ہیں وہ اس طرح سے ہیں:

انتظام پہرہ، انتظام بازار، انتظام اسٹور، معائنہ پڑتال، انتظام متفرق امور، خدمت خلق، تربیت، روشنی وغیرہ جملہ شعبہ جات کے افسران ناظمین و معاونین اپنے اپنے دائرے میں دن رات مہمانان کرام کی خدمت بجالاتے ہیں۔

چونکہ اب قادیان میں ہر سال مہمانان کرام کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اس لئے یہاں اب بہت سی قیام گاہیں تیار کی جاتی ہیں ہر قیام گاہ کا الگ الگ مہمان نواز ہوتا ہے۔ ہر مہمان نواز روزانہ صبح شام دفتر افسر جلسہ سالانہ کو قیام و طعام کے جملہ امور کی مکمل رپورٹ دیتا ہے۔ ہر محکمہ اپنے پاس ایک کاپی یا رجسٹر رکھتا ہے اور اُس میں باقاعدہ جملہ سامان کا اندراج کرتا ہے نیز جو بھی کمی بیشی ہو اُس میں درج کرتا ہے جس شعبہ میں بھی کسی قسم کی کوئی کمی ہو فوری طور پر متعلقہ افسر کو رپورٹ کرنے پر وہ کام ہو جاتا ہے۔ لیکن جہاں خلیفہ وقت بنفس نفیس موجود ہوں وہاں ہر روز کی رپورٹ خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے تاہم دیگر مقامات سے بھی خلیفہ وقت کی خدمت میں روزانہ کی رپورٹ دفتر سے بھجوائی جاتی ہے۔

جلسہ سالانہ کے جملہ امور احباب جماعت رضاکارانہ طور پر انجام دیتے ہیں۔

جلسہ گاہ کا انتظام

جلسہ گاہ کا سارا انتظام دعوت و تبلیغ کے زیر نگرانی ہوتا ہے۔ جلسہ گاہ سجانا سائبان لگانا دریاں بچھانا، لاؤڈ اسپیکر کرسیوں کا انتظام کرنا۔ آڈیو ویڈیو کی دیکھ بھال یہ سب افسر صاحب جلسہ گاہ کی ذمہ داری ہوتی ہے مختلف زبانوں کے تراجم کا

انتظام کرانا اور غیر مسلم بھائیوں کی آمد پر ان کی خاطر مدارات اور اُن کی دیکھ بھال بھی نظارت ھذا کے سپرد ہوتی ہے۔

جلسہ سالانہ کے انتظامات کی تیاری

جلسہ سالانہ خواہ قادیان میں ہو یا ربوہ میں یا لندن یا جرمنی میں یا دنیا کے کسی بھی شہر میں ہو اس کیلئے کئی ماہ پہلے سے تیاری شروع کی جاتی ہے۔

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کی منظوری

سب سے پہلے جہاں اور جس ملک میں بھی سالانہ جلسہ منعقد کیا جانا مقصود ہوتا ہے۔ خلیفہ وقت سے باقاعدہ جلسہ کی اور تاریخوں کی منظوری حاصل کی جاتی ہے۔ پھر افسر جلسہ سالانہ جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں اپنے نائبین اور مختلف شعبہ جات کے ناظمین سے وقتاً فوقتاً میٹنگس کرتے ہیں اور جملہ انتظامی امور کو حتمی شکل دی جاتی ہے جلسہ کے لئے وافر مقدار میں ضروریات کی ساری اشیاء قبل از وقت اسٹاک کی جاتی ہیں جوں جوں جلسہ قریب آتا جاتا ہے سارے کارکنان خوب جوش اور جذبہ سے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں ہر خادم ناصر اور لجنات کی ممبرات مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں یہ محض اور محض خلافت کی برکت سے ہی ہوتا ہے کیونکہ جماعت احمدیہ کا ایک واجب الاطاعت امام ہے جن کی راہنمائی میں یہ سارے امور سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

معائنہ کارکنان جلسہ سالانہ

جلسہ شروع ہونے سے پہلے ایک دن تمام ناظمین نائبین و معاونین اور دیگر کارکنان ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور شعبہ وار قطاروں میں کھڑے ہوتے ہیں جہاں حضور اقدس کے مقرر کردہ نمائندہ جملہ افسران اور معاونین کا معائنہ کرتے ہیں۔

لوائے احمدیت

جلسہ گاہ میں لوائے احمدیت بھی لہرایا جاتا ہے موجودہ دور میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دور کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ جن ۱۵۸ ممالک میں اب تک جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے ان تمام ممالک کے جھنڈے بھی احمدیت کے جھنڈے کے ساتھ لہرائے جاتے ہیں۔

جلسہ سالانہ اور روحانی برکات کی بارش

ہمارا جلسہ سالانہ روحانی برکات کی بارش کا موسم ہے اس سے فائدہ اُٹھانے والے اسی طرح فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ جس طرح عقلمند زمیندار موقعہ کی بارش سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ جلسہ پر آنے والے بزرگ حتی الوسع اس موقعہ کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جو پہلی دفعہ آئیں وہ بار بار آتے رہنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اس سے پہلے نہ آنے کا افسوس کرتے ہیں۔

جلسہ سالانہ کے عظیم الشان فوائد

جلسہ سالانہ کے فوائد جو جماعت کو پہنچتے ہیں وہ بارش کے فائدوں کی طرح اَن گنت ہیں۔ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ جس طرح بارش سے مخلوق کی زندگی وابستہ ہے۔ اسی طرح جلسہ سالانہ کے وسیع فوائد کے ساتھ ہماری جماعتی زندگی کا بہت بڑا تعلق ہے۔ وسیع روشناسی جماعت کے افراد میں جلسہ سالانہ پر ہی ہوتی ہے۔ پُرانی ملاقاتیں تازہ اور مضبوط ہوتی ہیں۔ بہت سے نئے تعلقات اور نئے رشتے قائم ہوتے ہیں اس روحانی برادری کی کثرت اور اخلاص کا نظارہ احمدی افراد کے حوصلے بڑھاتا ہے جس کی وجہ سے اخلاص میں ترقی کرنے کیلئے ان کے دلوں میں مسابقت کا ایک جوش موجزن ہو جاتا ہے۔

ہونہار نئی پود کی نشو و نما کو اس قسم کے نظاروں سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ پھر سب کا مل کر امام وقت کی اقتداء میں دُعا کرنا ایک ایسا قلبی اثر پیدا کرتا ہے کہ انسان آن کی آن میں کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ دنیاوی اثر اور طبیعت کے بیجا لگاؤ اور دل کے نامناسب رجحانات اور اس قسم کے ہزاروں قلب کے مَیل جلسہ کے نظاروں اور جلسہ کی پاک صحبتوں اور ملاقاتوں اور وعظ و نصیحت کے سننے اور دُعاؤں میں شامل ہونے سے صاف ہو جاتے ہیں۔ مختلف حالات میں گزرنے سے جو ایمانی قبلہ نُما کی سوئی کا رُخ کچھ بدلتا ہے وہ جلسہ سالانہ پر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک ذریعہ ہے کہ ہر سال ہزاروں احمدی اپنی اصلاح کر کے دُور دور ملک میں پھیل جاتے ہیں اور اپنے دوسرے بھائیوں کی اصلاح کا موجب بنتے ہیں۔ اس طرح مرکز سے جاری ہونے والا فیض جلسہ میں شریک ہونے والے افراد ہی تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ کسی نہ کسی رنگ میں دیگر احمدی جماعت کے افراد تک بھی پہنچتا ہے۔ غرض کہ جلسہ کے کثیر فوائد اور لاتعداد فیوض کا بیان کرنا آسان نہیں ہے۔

خلیفہ وقت کی موجودگی اور جلسہ سالانہ

جس جلسہ سالانہ میں پیارے امام بنفس نفیس جلوہ افروز ہوں اس کا منظر ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ لوگوں میں ایک خاص جوش ولولہ اور جذبہ ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ اوقات حضور کی صحبت میں رہ کر مستفید ہوتے ہیں۔ جلسہ کا ماحول بھی پُر لطف ہوتا ہے۔ ایک گہما گہمی ہوتی ہے حضور کے خطابات سننے کیلئے لوگ بے چین ہوتے ہیں۔ حضور سے انفرادی اور اجتماعی ملاقات کا شرف حاصل کیا جاتا ہے۔

جلسہ کا ماحول

جلسہ کا ماحول نہایت ہی پُرکشش ہوتا ہے اور زیادہ تر تقاریر اردو زبان میں ہوتی ہیں۔ جلسہ میں

آنے والے مہمان جس علاقے کے بھی ہوں خواہ وہ اردو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں وہ کیرلہ کے ہوں یا بنگال کے یا اڑیسہ یا افریقہ یا انڈونیشیا یا کسی اور ملک کے ہوں وہ جلسہ گاہ میں مِل جل کر بیٹھتے ہیں اور کسی قسم کی اجنبیت اور غیریت محسوس ہی نہیں کرتے یہ لوگ اسطرح چل پھر رہے ہوتے ہیں اور اسطرح ایک دوسرے سے میل میلاپ رکھتے ہیں جیسے پُرانے جان پہچان کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملنا اور ایک دوسرے سے معانقہ کر کے ایسا سرور اور طمانیت حاصل کرتے ہیں جس کا نقشہ ایک شاعر نے یوں کھینچا ہے۔

جب مل گئے دو احمدی مجنوں کو لیلی مل گئی

اجتماعیت کی روح

اس موقعہ پر صوبائیت اور لسانیت وغیرہ تمام حدود کافور ہو جاتے ہیں اور صرف اور صرف روح احمدیت اُن کے سامنے ہوتی ہے۔ وہی روح اجتماعیت جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے جسکی بنیاد پر تمام عبادتیں قائم ہیں اور جو آج مسلمانوں میں بالکل کھوکھلی ہو کر رہ گئی ہے لیکن اسکے برعکس جماعت احمدیہ میں وہ قائم ہے اور قائم رہے گی۔ انشاء اللہ

جلسہ سالانہ میں شرکت، اتفاق واتحاد اور نئے احمدیوں سے تعارف کا ذریعہ ہے

جلسہ سالانہ میں شامل ہونے سے ایک اہم فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ مختلف ملکوں صوبوں کے مختلف طبائع سے تعلق رکھنے والے افراد جماعت بلا امتیاز رنگ و نسل کے ایک ہی جگہ ایک ہی مقصد کیلئے یعنی حصول رضائے باری تعالیٰ کیلئے اکٹھے ہوتے ہیں تو قدرتی بات ہے کہ آپسی بھائی چارہ اتفاق و اتحاد اور رشتہ تودد و تعارف بڑھتا ہے۔ ایک دوسرے کے احوال جانتے ہیں ایک دوسرے سے روابط قائم ہوتے ہیں خط و کتابت شروع ہوتی ہے پھر اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کی غمی خوشی میں بھی شامل ہونے لگتے ہیں اگرچہ جماعتی لحاظ سے جملہ افراد دنیا میں تمام بسنے والے احمدی ایک دوسرے کی غمی اور خوشی میں شامل ہوتے ہی ہیں اور ساتھ ہی خلافت کی برکت کے طفیل ایک دوسرے کے حال احوال سے ہر ہفتہ خطبہ جمعہ اور ایم ٹی اے اور دیگر ذرائع سے باخبر ہوتے ہی رہتے ہیں اور یہ سلسلہ ہر سال بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۸ء اور دس ہزار نومبائعین کی آمد

۱۹۹۸ء کو پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہندوستان میں دعوت الی اللہ کے کام کو دیکھ کر مسرّت کا اظہار فرماتے ہوئے مرکز احمدیت قادیان کو یہ ہدایت بھجوائی کہ ۱۹۹۸ء کے جلسہ میں دس ہزار نومبائعین کو ہندوستان کے مختلف صوبہ جات سے شامل کیا جائے چنانچہ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے جماعت کے عہدیداران نے نومبائعین کو جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کیلئے لایا اور دس ہزار سے زائد نومبائعین اُس سال جلسہ میں شامل ہوئے جن سے دیگر احمدی بھائی بغلگیر ہوئے اور ایک عجیب ساسماں نظر آرہا تھا۔

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۹ء اور پندرہ ہزار نومبائعین کی شرکت

۱۹۹۹ء کے جلسہ سالانہ میں حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر ہندوستان کے مختلف علاقہ جات کے ۱۵ ہزار نومبائعین احمدی شامل ہوئے۔ قادیان میں اس وقت وہ منظر دیکھنے والا تھا سب ہی لوگ جو کہ ایک دوسرے کو جانتے تک بھی نہ تھے اور دور کا بھی واسطہ نہیں تھا یہاں آکر سب رل مل گئے اور ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات قائم ہوئے جلسہ سالانہ کے روحانی ماحول سے وہ اچھے اور نیک تاثرات لے کر یہاں سے اپنے گھر لوٹے وہاں جاکر اپنے غیر از جماعت دوستوں کو بھی قادیان کے روحانی مناظر کے واقعات و حالات سنائے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو بھی نومبائعین جلسہ سالانہ قادیان میں شریک ہوتے ہیں وہ یہاں کے خوشگوار ماحول اور روحانی مناظر دیکھ کر بہت متاثر ہوتے ہیں۔ اور نیک خیالات اور نیک جذبات لے کر واپس لوٹتے ہیں۔

باجماعت نمازوں کی پابندی

جلسہ کے ایام میں بھی باجماعت نماز کی طرف خصوصی توجہ دلائی جاتی ہے اور مہمانان کرام جہاں ٹھہرے ہوں یا جہاں کوئی بڑی قیام گاہ ہوتی ہے وہاں پر باجماعت نماز کا التزام کیا جاتا ہے۔ اس کیلئے ناظم صاحب تربیت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ نماز کے ساتھ ساتھ درس کا بھی انتظام کریں چنانچہ صبح بعد نماز فجر درس کا انتظام بھی ہوتا ہے۔

شعائر اللہ کی زیارت اور انفرادی دُعائیں

مرکز دارالامان قادیان میں۔ شعائر اللہ موجود ہیں جن میں مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، منارۃ المسیح، بیت الدعا، بہشتی مقبرہ قابل ذکر ہیں۔ دنیا کے مختلف علاقوں سے آنے والے احمدی احباب ان کی زیارت بھی کرتے ہیں اور ان مقامات پر دُعائیں بھی کرتے ہیں خاص طور سے مساجد میں اور بیت الدعا میں احباب نوافل ادا کرتے ہیں۔ اور بہشتی مقبرہ میں مزار مبارک پر جاکر دُعا کرتے ہیں غرضیکہ جلسہ کے ایام ذکر الٰہی میں ہی گزرتے ہیں۔

جلسہ سالانہ اور رشتہ ناطہ

مرکز دارالامان قادیان میں نظارت دعوت و

تبلیغ کے ماتحت ایک دفتر رشتہ ناطہ کا بھی ہے چنانچہ دنیا بھر کے احمدی اپنے بچوں بچیوں کے رشتہ ناطے کرانے کے سلسلے میں مرکز کے اس دفتر سے رابطہ قائم کرتے ہیں چنانچہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر دونوں خاندان حاضر ہوتے ہیں اس طرح سے یہاں آپس میں احمدی لوگ رشتہ ناطہ بھی طے کر لیتے ہیں ہر سال جلسہ کے موقعہ پر بیسیوں نکاحوں کے اعلانات کئے جاتے ہیں۔ اور متعدد نئے رشتے بھی باہمی رضامندی سے طے ہوتے ہیں۔

ایمان افروز واقعات

ہر سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر نومبائعین کے تربیت کے پیش نظر جلسہ سالانہ کے تین دن کے علاوہ الگ سے ایک تربیتی جلسہ رات کو بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ یا کسی اور جگہ رکھا جاتا ہے جہاں پر نومبائعین کے علاوہ دیگر احمدی بھی شریک ہوتے ہیں نومبائعین میں سے بعض اپنے قبول احمدیت کے ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہیں اس کے علاوہ باری باری بعض نومبائعین کا تعارف بھی کرایا جاتا ہے اس کے علاوہ بعض تربیتی امور کے تعلق سے تقریر بھی کی جاتی ہے۔ قادیان کے جلسہ میں شریک ہونے والے احمدی افراد کی ہر پہلو سے ایک ایسی جھلک نمایاں نظر آتی ہے جیسے کہ وہ ایک ہی کنبہ کے افراد ہوں ایک ایسا منظر ہوتا ہے کہ بقول شاعر۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

مجلس شوریٰ

جلسہ سالانہ کی برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ جماعتوں کے منتخب شدہ نمائندگان اور امراء و ناظران جلسہ کے اختتام پر مجلس شوریٰ میں حصہ لیتے ہیں جس کا ایجنڈہ پہلے سے تیار کیا ہوا ہوتا ہے، اس موقعہ پر تفصیلی طور پر جملہ امور کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ جماعت کی تبلیغی تربیتی تعلیمی اور دیگر جملہ امور کا باہمی مشورہ سے فیصلہ لیا جاتا ہے پھر اس فیصلہ کو خلیفہ وقت کی خدمت میں بغرض منظوری بھجوایا جاتا ہے۔

اس موقعہ پر صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۱ء کا ذکر کرنا بھی نہایت ضرور اور لازمی ہے۔

صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان ۹۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قادیان تشریف آوری

یاد رہے کہ چوالیس سال کی طویل مدت کے بعد جماعت احمدیہ کے خلیفہ سرزمین ہند میں تشریف لائے یہ سفر تاریخ ساز ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت بابرکت سفر تھا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تشریف لانے پر ہندوستان کے احمدیوں کے حالات دینی و دنیاوی دونوں لحاظ سے اُن میں نمایاں تبدیلی آئی اور ساتھ ہی پنجاب کے حالات بھی اس کے معاً بعد امن میں بدل گئے۔

19-12-91 کو جب حضور اقدس بروز جمعرات امرتسر سے قادیان تشریف لائے تو سیکڑوں درویشان کرام اور مہمانان کرام نے نعرہ تکبیر اور دیگر اسلامی نعروں سے پیارے آقا کا استقبال کیا وہ منظر دیکھنے والا تھا حضور اقدس اور اُن کے ساتھ شرکاء قافلہ کے اپنے جذبات اور اہالیان قادیان کے اپنے جذبات تھے سب ہی لوگ خدا کا شکر دل ہی دل میں بجالا رہے تھے۔

منتظمین جلسہ سے حضور اقدس کا خطاب

حضور انور نے ۲۲ دسمبر کو دس بجے جلسہ سالانہ کے انتظامات کا معائنہ فرمایا اس کے بعد چار بجے مسجد اقصیٰ میں خطاب فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ ایسی تقریبات میں سالہا سال سے مجھے شرکت کی توفیق ملتی رہی ہے قادیان میں بھی اور ربوہ میں بھی اور خلافت کے بعد بھی ملتی رہی ہے لیکن اس وقت میرے دل میں مختلف خیالات اور جذبات کا طوفان موجزن ہے ان جذبات پر میں بے قابو ہو رہا ہوں اس وقت حضور انور پر رقت واضح رنگ میں طاری ہوتی نظر آئی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ صد سالہ جلسہ عام جلسوں کی طرح نہیں لیکن اپنی نوعیت کا ایک ہی جلسہ ہے سو سالہ تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی رہے گی۔ لیکن یہ پہلا جلسہ بہر حال پہلا جلسہ ہے ہم آپ سب بہت خوش قسمت ہیں کہ اس تاریخی جلسہ میں جو صرف سو سال میں ہی ایک دفعہ دوہرایا جاتا ہے شرکت کی توفیق ملی ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس جلسہ میں بیشمار برکتیں مخفی رکھی ہیں اس لئے عجز کے ساتھ دُعاؤں کی ضرورت ہے۔

اجتماعی دُعا

اگرچہ جلسہ سالانہ کے اختتام پر اجتماعی دُعا کی جاتی ہے لیکن جب سے خدا نے جماعت کو سٹلائیٹ کے ذریعہ ایم ٹی اے چینل عطا کیا ہے تب سے خلیفہ وقت بھی براہ راست اختتامی اجلاس میں اجتماعی دُعا کراتے ہیں جس میں دنیا بھر کے احمدی مسلمان شریک ہوتے ہیں یہ دُعا بھی عالمی ہوتی ہے۔ حضور اقدس کی اقتداء میں خدا کے حضور جماعت کے افراد گریہ وزاری کے ساتھ یہ عرض کرتے ہیں اے خدا تو جماعت کو ترقی عطا کر اور نوع انسان کو نیک ہدایت دے اور دنیا میں امن اور شانتی قائم ہو۔ اسلام کو ترقی حاصل ہو حضرت محمد صلعم کا دین پھلے اور پھولے اور آپ کے سچے پیروکار ہر دُکھ درد اور ظلم و ستم سے محفوظ رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خصوصی طور سے یہ دُعا بھی کی جاتی ہے کہ اے خدا دنیا کو بلاؤں سے مصائب سے خطرناک بیماریوں سے آسمانی آفات سے بچا اور اپنی رحمت نازل فرما۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆

آزادیٔ ہند اور جماعت احمدیہ

از۔ مکرم مولوی عبد
الجلیل صاحب سیال
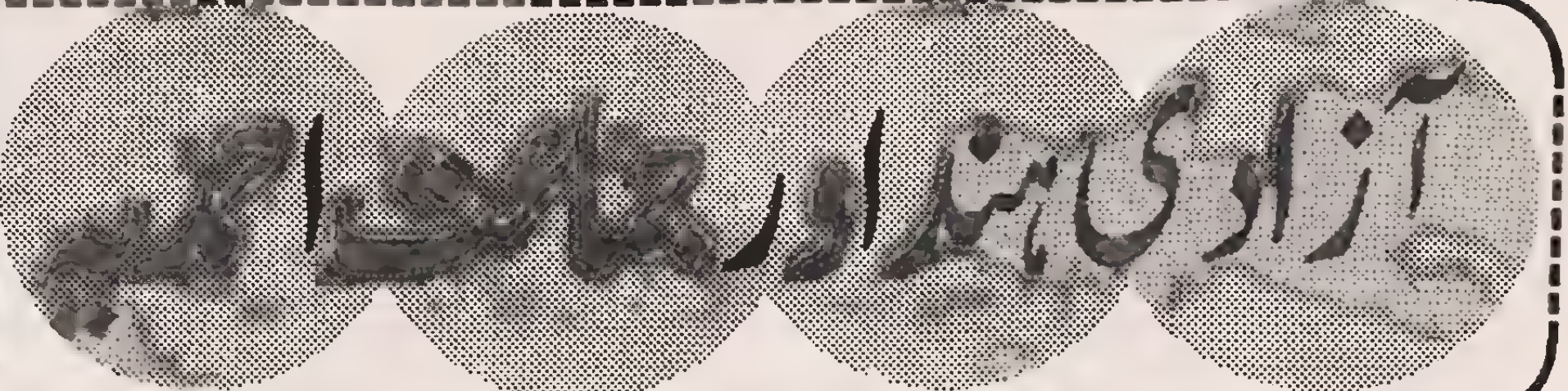
عظیم ہندوستان جس کی عظمت و جلال کا شہرہ ساری دُنیا میں تھا بد قسمتی سے جب غلامی کی زنجیروں میں جکڑا گیا تو غلامی کی ان زنجیروں کو اپنے اوپر سے اتار پھینکنے کیلئے جہاں بھارت کے تمام مذاہب اور فرقے کے لوگوں نے آزادی کی جنگ میں حصہ لیا وہاں جماعت احمدیہ کی بے مثال قربانیوں کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ آزادی کی اس جنگ کیلئے بانیٔ جماعت احمدیہ اور آپ کے خلیفہ اور افراد جماعت احمدیہ نے بھی ایک کلیدی رول ادا کیا ہے چونکہ جماعت احمدیہ کوئی سیاسی پارٹی نہیں ہے بلکہ ایک الٰہی اور روحانی جماعت ہے اس لئے جماعت احمدیہ قرآنی تعلیم کے مطابق یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ حاکم وقت کی اطاعت بھی فرض ہے۔ اس لئے اُس نے آزادیٔ ہند کے لئے جو بھی کاوشیں کی ہیں وہ احکام الٰہی کی روشنی میں کیں۔ جماعت احمدیہ کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ غیر ملکیوں سے اپنے وطن کو آزاد کرانا اور اپنے جائز حقوق حاصل کرنا بڑی اہم بات ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اُس کے نتیجہ میں بدامنی اور فتنہ فساد پیدا نہ ہو۔ قومی املاک کو نقصان نہ پہنچے۔ اس لئے جماعت احمدیہ حکومت وقت کے خلاف کسی قسم کی ہڑتال اور تحریک عدم تعاون میں حصہ نہیں لیتی۔ لیکن جماعت احمدیہ پر یہ بے بنیاد الزام عائد کیا جاتا ہے کہ چونکہ جماعت احمدیہ انگریزی حکومت کی فرمانبردار رہی ہے اس لئے آزادیٔ ہند کی مخالف رہی ہے اس بناء پر جماعت احمدیہ کو انگریزوں کے طرفدار انگریزوں کے پٹھو اور "انگریزوں کے غلام" جیسے خطابات سے نوازا گیا۔ ہم ان جھوٹے خطابات پر کوئی تبصرہ کئے بغیر صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ہمیشہ ہی آزادیٔ ہند کے لئے کوشاں رہی ہے۔ یہ جماعت احمدیہ کے خلاف ایک جھوٹا اور غلط پراپیگنڈا ہے۔ جماعت احمدیہ نے انگریزوں کی غیر ملکی حکومت سے آزادی کے مطالبہ کے وقت بھارت کے لیڈروں سے یہی اپیل کی تھی کہ بیشک آزادی کا حصول ہر انسان کا فطری حق ہے لیکن قانون کے اندر رہ کر اس حق کو حاصل کیا جائے۔ ورنہ جب ہمیں آزادی حاصل ہو گی۔ تو آزاد ملک کے عوام بھی اسی قسم کی اسٹرائیکیں اور ستیہ گرہ کریں گے اور آج ہم آزاد بھارت میں اپنی آنکھوں کے سامنے یہ نتیجہ دیکھ رہے ہیں۔ الغرض جماعت احمدیہ نے آزادی کی جنگ میں نہ صرف بھرپور حصہ لیا ہے بلکہ ہندوستان کی آزادی پر پختہ یقین رکھتی تھی۔ جبکہ آزادی حاصل کرنے والی کوئی بھی جماعت یا تنظیم کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ آزادی کے لئے کی جانے والی کوششیں کسی وقت کامیاب بھی ہوں گی یا نہیں۔

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال

چنانچہ 1891 میں جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت فرمایا تو سارے ملک میں بالخصوص مسلمان علماء کی طرف سے آپ کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ عین انہی دنوں میں جب کہ سلطنت برطانیہ اپنے عروج پر تھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو اس کے زوال اور پھر آہستہ آہستہ خاتمہ کی خبر دی۔ الہام کے الفاظ اس طرح ہیں:۔

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ضعف وفساد و اختلال

یعنی انگریزی حکومت کا عروج مزید آٹھ سال تک جاری رہے گا اس کے بعد آہستہ آہستہ کمزوری پیدا ہو گی کمزوری کے نتیجہ میں فساد پیدا ہو گا پھر مختلف قسم کے نقائص اور پھر مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔

چنانچہ 1885 میں جب نیشنل کانگریس کی بنیاد پڑی تاکہ رعایا کے خیالات گورنمنٹ پر واضح کئے جاسکیں۔ اُس وقت گورنمنٹ برطانیہ اپنے پورے عروج پر تھی۔ اور کانگریس کو کچھ بھی وقعت نہ دیتی تھی بلکہ ایک موقعہ پر تو اسے حکومت مخالف اور باغی جماعت قرار دیا گیا لیکن رفتہ رفتہ سلطنت برطانیہ کے مقابلہ پر کانگریس کو عوامی ہمدردی حاصل ہونے لگی اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کے ایک سال بعد 1892 میں انگریزی حکومت اس بات پر مجبور ہوئی کہ اپنے قوانین میں بعض اصلاحات کرے۔ 1892 سے ہی حکومت اپنے قوانین میں کسی قدر نرمی پیدا کرتی رہی۔

پھر 97-1896 میں قہری نشان کے طور پر پھیلنے والی طاعون کے نتیجہ میں ہندوستان میں لاکھوں اموات ہوئیں۔ جس کی وجہ سے رعایا میں ایک عام خیال پھیل گیا کہ حکومت اُن کی حفاظت کیلئے جان بوجھ کر اقدام نہیں کر رہی۔ ابھی یہ مصیبت دور نہ ہوئی تھی کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات نے سلطنت برطانیہ کو عظیم دھکا پہنچایا۔ اور حکومت کے نظم و ضبط کو سخت ضعف پہنچا۔ جس کی وجہ سے حکومت برطانیہ ہندوستان میں جلد جلد سیاسی اصلاحات نافذ کرنے لگی۔ 1916 میں پہلی جنگ عظیم کے نتیجہ میں اتحادیوں کی طاقت پر کاری ضرب لگی 1919 میں جلیانوالہ باغ کے دردناک اور ظالمانہ واقعہ سے رعایا میں حکومت کے خلاف سخت غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی جس نے انگریزی حکومت میں

ایک زلزلہ سا پیدا کر دیا۔ پھر 1927-1928 میں سر جان سائمن کی زیر سرکردگی ہندوستان کو مزید اختیارات دینے کیلئے ایک کمیشن آیا۔ بالآخر جنگ عظیم دوم کے خاتمہ پر 1945 میں سلطنت انگریزی پر اس قدر ضعف اور فساد چھا گیا کہ اُسے 1947 میں بھارت کو آزاد کرنا ہی پڑا۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا مذکورہ الہام نہایت شان سے پورا ہوا۔

پس جماعت احمدیہ کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس الہام کی روشنی میں روز اوّل سے ہی یہ پختہ یقین تھا کہ وہ دن دور نہیں جبکہ انگریزی حکومت کا خاتمہ ہو کر ہندوستان کو آزادی کی نعمت حاصل ہو گی۔ اور جماعت احمدیہ نے اس الہام کی خوب تشہیر بھی کی جو ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی انگریزی حکومت کی خوشنودی کا باعث نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے جماعت احمدیہ پر یہ الزام لگانا کہ جماعت احمدیہ آزادی کے حق میں نہیں تھی سراسر بے بنیاد اور حقائق کے خلاف ہے بلکہ جماعت احمدیہ جلد سے جلد ہندوستان کو آزادی سے ہمکنار کرنا چاہتی تھی اور یہ چاہتی تھی کہ ہندو اور مسلمان حصول آزادی کیلئے متحد ہو کر کوشش کریں کیونکہ جب تک ہندو اور مسلمان آپس میں متحد نہیں ہوں گے ہرگز سچی اور پائیدار اور باوقار آزادی حاصل نہیں کر سکیں گے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اس الہام کے نتیجہ میں جس میں سلطنت برطانیہ کے زوال کی پیشگوئی ہے مسلمان علماء کو حکومت برطانیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک سنہری موقعہ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے اس الہام کا ذکر کر کے حکومت پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی کہ گویا آپ حکومت کے باغی ہیں عجیب اتفاق ہے کہ اُنہی دنوں بعض مسلمان لیڈر جماعت احمدیہ کو "انگریزوں کے غلام" کا خطاب دے رہے تھے اور دوسری طرف بعض علماء مذہب کی آڑ میں سیاسی مفاد کے پیش نظر جماعت احمدیہ کو حکومت کا باغی گردان رہے تھے یاللعجب۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اصل بات جو یہاں واضح کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ مذکورہ الہام کا سہارا لیکر اُس دور کے مشہور اہلحدیث لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی جو دراصل انگریزوں کے پٹھو تھے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھا:۔

"گورنمنٹ کے حضور میں یہ مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ قادیانی... کو خیر خواہ سلطنت نہ سمجھ لے اور اس کے ان کارستانیوں پر جو سول ملٹری اور اشاعت السنہ نے گورنمنٹ کے حضور پیش کی ہیں چشم پوشی نہ کرے اور اس کے دعویٰ خیر خواہی گورنمنٹ پر اس سے یہ سوال کرے کہ اگر تم خیر خواہ سلطنت ہو اور بغاوت گورنمنٹ سے بری ہو تو تمہاری پیشگوئی میعادی ہشت سالہ سے کیا غرض ہے۔ مگر اس سوال کے وقت اپنے ملک و سلطنت کے وفادار ایڈووکیٹ ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو بھی سامنے کھڑا کرے پھر دیکھے کہ اس سوال کے جواب میں قادیانی سے دعویٰ خیر خواہی وعدم بغاوت قادیانی کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے یا جھوٹا ہونا"۔ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۶)

اسی طرح بعض اور مسلمان لیڈر بھی حکومت انگریزی کی وفاداری کا لبادہ اوڑھ کر اُسے حکومت کے ضعف و اختلال کی یہ پیشگوئی یاد دلاتے رہے مخالفین احمدیت کے ان بیانات سے قطع نظر جماعت احمدیہ کو اس الہام کے باعث بہر حال اس امر پر پختہ یقین تھا کہ انگریزی حکومت کا زوال تو لازمی ہے مگر بھارت واسیوں کو سمجھانے والی بات صرف یہی تھی کہ آزادی تو ایک یقینی امر ہے لیکن حصول آزادی کے لئے کوئی ایسی راہ متعین کرنی چاہئے جو آئندہ قوم کیلئے ہر طرح فائدہ مند ہو پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہندو مسلم اتحاد کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی باوقار آزادی کے خواہاں تھے جس کے لئے آپ نے ہر دو قوموں کو نصائح فرمائیں جن کا ذکر ہم آئندہ سطور میں کریں گے۔

آزادیٔ ہند کے لئے پہلا متحد قدم

بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی یہ شدید خواہش تھی کہ ہندو، مسلمان متحد ہو کر آزادی کی جنگ لڑیں جس کے نتیجہ میں ایک حقیقی اور باوقار آزادی حاصل ہو چنانچہ آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنے ایک لیکچر میں جو آپ نے 1908 میں تحریر فرمایا تھا جو آپ کی وفات کے بعد 21 جون 1908 کو لاہور کے ایک بڑے مجمع مسٹر جسٹس رائے بہادر پرتول چندر صاحب جج چیف کورٹ پنجاب کی صدارت میں پڑھ کر سنایا گیا۔ فرمایا تھا۔

(۱) "امابعد اے سامعین ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دُنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دُنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔

(پیغام صلح (صفحہ ۱)

تفریق وانتشار کی نحوستوں کا ذکر فرما کر آپ نے اتحاد و اتفاق کی برکات دونوں قوموں پر یوں واضح فرمائیں۔

(۲) "یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور مشیخت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغ

حقارت سے نہیں بچے گی۔اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اُس کا نقصان وہ آپ بھی اُٹھائے گا۔جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسرے کی تباہی کی فکر میں ہے اُس کی اس شخص کی مثال ہے جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اُس کو کاٹتا ہے۔۔۔ ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کیلئے بلاتا ہے جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ (پیغام صلح صفحہ 5-6)

ہندوؤں اور مسلمانوں نے حصول آزادی کیلئے جو الگ پارٹیاں بنائیں اور آپسی اتفاق نہیں کیا اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

(۳)"مجھے اس جگہ ان باتوں کا ذکر کرنے سے کچھ غرض نہیں کہ وہ نفاق اور فساد جو ہندو اور مسلمانوں میں آج کل بڑھتا جاتا ہے اُس کے وجوہ صرف مذہبی اختلافات تک محدود نہیں ہیں بلکہ دوسری اغراض اس کے وجوہ میں جو دنیا کی خواہشوں اور معاملات سے متعلق ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کی ابتداء سے یہ خواہش ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے معاملات میں اُن کا دخل ہو یا کم سے کم یہ کہ ملک داری کے معاملات میں اُن کی رائے لی جائے اور گورنمنٹ اُن کی ہر ایک شکایت کو توجہ سے سنے اور بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح اُن کو بھی ملا کریں مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ ہوئے اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں اور یہ سوچا کہ تمام کوششوں کا اگر کچھ فائدہ ہے تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کیلئے نہ صرف شراکت سے دستکش رہے بلکہ مخالفت کر کے ہندوؤں کی کوشش کے سدّ راہ ہوئے جس سے رنجش بڑھ گئی۔ (پیغام صلح صفحہ ۱۸)

پس حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ آزادی ہند کے حامی تھے اور ایسی آزادی کے حامی تھے جو تمام ملک کو متفق اور متحد ہو کر ملے۔ایسی آزادی کے حامی تھے جس سے اتحاد و اتفاق کی برکتیں تمام ملک میں پھیلیں۔اگر آپ کی اس تجویز پر اُس وقت عمل ہو جاتا تو آزاد ہندوستان کا نقشہ آج کچھ اور ہوتا۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ حضرت مسیح موعودؑ کے جذبہ آزادی ہند کے متعلق فرماتے ہیں۔

"باقی رہا ہندوستان کی آزادی کا سوال میں ایک منٹ کیلئے ماننے کو تیار نہیں کہ ہندوستان کی آزادی کا خیال گاندھی جی اور پنڈت نہرو کو اس سے نصف بھی ہے جتنا حضرت مسیح موعودؑ کو تھا۔انبیاء ہمیشہ دُنیا سے غلامی کو دور کرنے کیلئے آتے ہیں اُن کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ دُنیا کو کسی کا غلام بنا کر رکھیں۔ بلکہ اُن کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ دُنیا کو آزاد کریں اور حضرت مسیح موعودؑ چونکہ مامور تھے اس لئے آپ کا بھی یہ مقصد تھا اس لئے جب بھی غلامی کی صورت پیدا ہو جماعت احمدیہ کا فرض ہوگا کہ اس کا مقابلہ کرے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ جون ۱۹۳۶ء الفضل ۱۱ جون ۱۹۳۶)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء بھی ہندوؤں اور مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد اور قومی یکجہتی کی حقیقی آزادی کی طرف بلاتے رہے۔اور اس کے لئے کوششیں فرماتے رہے ہیں چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلیفہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ جو مصلح موعود بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خاص بشارتوں کے تحت پیدا ہوئے۔ آپ غیر معمولی اہمیت اور صفات کے مالک تھے منجملہ دیگر صفات کے الہام الٰہی میں آپ کی ایک صفت یہ بیان کی گئی تھی کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"۔چنانچہ آپ نے بھارت کی اسیر رعایا کی رُستگاری کیلئے دن رات انتھک محنت اور کوششیں اور دُعائیں کیں۔جو خدا کے حضور مقبول ہوئیں جس کے نتیجہ میں آزادیٔ ہند کا واقعہ رونما ہوا۔ جس کا تذکرہ ہم آئندہ سطور میں کریں گے۔

چونکہ آزادی سے قبل ہی مسلمان اپنے مزاجوں میں ناموافقت رکھتے تھے اس لئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 1927 میں گورنمنٹ کے سامنے مذہبی پیشواؤں کی عزت و تکریم کیلئے ایک خاص قانون پاس کرنے کی تجویز رکھی چنانچہ حکومت نے ملک کے مخدوش حالات کے پیش نظر تعزیرات ہند میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ کر کے یہ قانون پاس کیا حضرت مصلح موعودؓ کی اس عظیم تاریخی کوشش پر اُس وقت کے مشہور قومی اخبارات نے بے حد تعریف کی۔ حضورؓ نے جہاں پیشوایان مذاہب کے احترام کیلئے حکومت سے قانون منظور کروائے وہیں آپ نے امن و اتحاد کے قیام کیلئے بھی ہر ممکن کوششیں کیں تاکہ کسی طرح ہندوستان کی تمام قومیں متحد و متفق ہو جائیں اور متحد ہو کر آزادی حاصل کریں کیونکہ آپ کے نزدیک ایسی آزادی جو ہندوستان کی دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمان میں نا اتفاقی اور بدامنی کے نتیجہ میں حاصل ہو گی وہ ہرگز باوقار آزادی قرار نہیں دی جاسکتی۔اس کیلئے جہاں آپ نے مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کی تلقین کی وہیں شملہ کی اتحاد کانفرنس میں ہندو بھائیوں کے سامنے بھی درج ذیل تجاویز رکھیں۔

۱۔ ہندو مسلمانوں کے بزرگوں بالخصوص آنحضرت ﷺ کا احترام کریں۔

۲۔ چھوت چھات اور ذات برادری کی اونچ نیچ کا خاتمہ کریں۔

۳۔ ملکی ترقی اور ملکی معاملات میں ہندو اور مسلمان باہم مساوات و رواداری کے اصول پر چلیں۔

۴۔ ہر قوم کو مکمل آزادی ہو کہ وہ اپنے افراد کی اقتصادی اصلاح کر سکے۔

۵۔ ہر جماعت کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے اور دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہئے۔

۶۔ کسی قوم کے مذہبی اور سوشل عقائد سے تعرض نہ کیا جائے۔

۷۔ انڈین نیشنل کانگریس صحیح معنوں میں قومی جماعت ہونی چاہئے اور ہر خیال اور عقیدہ کے لوگوں کو اس کا ممبر ہونے کی اجازت ہو۔اور حلف وفاداری صرف انہی الفاظ کی حد تک ہو کہ "میں اپنے آپ کو ہندوستانی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ ہندوستان کی بہبودی کو مدنظر رکھوں گا"۔

(الفضل ستمبر ۱۹۲۷ء آزادیٔ ہند اور جماعت احمدیہ)

مذکورہ امور جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شملہ میں ہندو مسلم اتحاد کانفرنس میں ۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو بیان فرمائے اس پر مدن موہن مالویہ نے یوں خراج تحسین پیش کیا۔

"کل حضرت صاحب نے بہت ہی معقول تقریر کی۔اور صحیح راستہ دکھایا" (الفضل ۳۰ ستمبر ۱۹۲۷ء)

خونیں واقعہ جلیانوالہ باغ

آزادیٔ ہند کیلئے اسیر دن کے رستگار سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی کاوشوں اور مجاہدانہ قیادت کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے ہر موقعہ پر مجاہدانہ اور بے خوف قیادت کے ذریعہ انگریزی حکومت کو باخبر کیا ہے۔ چنانچہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو امر تسر کے جلیانوالہ باغ میں جو خونی واقعہ پیش آیا کہ جب اہالیان امر تسر آزادی کی جدوجہد کیلئے جلیانوالہ باغ میں جلسہ کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے۔ تو امر تسر کے فوجی افسر جنرل ڈائر نے نہتے اور مظلوم ہندوستانیوں پر گولیوں کی بارش کردی۔ جس سے بہت سے معصوم لوگ مارے گئے ۔ بہتوں نے ایک قریبی کنویں میں کود کود کر اپنی جانیں گنوادیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کو اس اندوہناک واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے بلاخوف و خطر مارشل لاء کے دور میں جنرل ڈائر کو مجرم قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

"جلیانوالہ باغ میں جس سختی سے کام لیا گیا ہے وہ نہایت ہی قابل افسوس ہے۔اور جنرل ڈائر کا یہ قول کہ وہ اس لئے گولیاں چلاتے گئے تاکہ ملک کے دوسرے حصوں پر اثر ہو اور بغاوت فرو ہو جائے ان کے مجرم ثابت کرنے کیلئے کافی ہے اور کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔

(ترک موالات اور احکام اسلام صفحہ ۲)

جب ظالم انگریزوں نے معصوم ہندوستانیوں کو رینگ کر چلنے کا حکم دیا تو حضور نے بے خوف فرمایا:۔

"اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ رینگ کر چلنے کا حکم ایسا وحشیانہ اور ظالمانہ ہے کہ کوئی شخص بھی اسے برداشت نہیں کر سکتا۔اور اس کے خلاف اگر ہندوستانیوں کو غصہ پیدا ہو تو یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں"۔ (ایضاً صفحہ ۵)

جلیانوالہ باغ کے اس المناک واقعہ کے بعد جب مارشل ٹریبونلز نے بعض لیڈروں پر سنگین الزامات عائد کر کے ان پر مقدمات چلائے تو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جو عالمی عدالت انصاف کے صدر رہے ہیں مارشل لاء کی عدالتوں میں نہایت بے خوفی سے ان لیڈروں کی وکالت کے فرائض سرانجام دیئے یہ اس دور کی بات ہے جب کہ عام طور پر ہندوستانی وکلاء مارشل لاء کمیٹیوں کی پیروی کرنے سے سخت گھبراتے تھے ایسے دور میں آپ نے کئی لیڈران کے مقدمہ کی پیروی کی۔ مجاہدین آزادی کی خدمت کے ضمن میں حضرت چوہدری صاحب موصوف کا یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

تحریک ترک موالات

جلیانوالہ باغ کے دردناک اور وحشیانہ خونی واقعہ کے بعد تمام ملک میں انگریزوں کے خلاف ردعمل کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہر طرف ہڑتالیں۔ لوٹ مار۔ قتل و غارت اور تشدد کی وارداتیں ہو رہی تھیں۔ بعض لیڈروں کی طرف سے انگریزوں کیخلاف ترک موالات کے فتوے دیئے گئے۔ کانگریس کے لیڈروں کی طرف سے سول نافرمانی کی عام تحریک چلائی گئی ایسے نازک موقعہ پر بھی حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عظیم قائد اور راہنما کی حیثیت سے سیاسی قائدین اور عوام کی راہنمائی فرمائی اور مفید مشورے دیئے۔ آپ نے فرمایا ہمیں ہمیشہ تین مقاصد کو سامنے رکھ کر آزادی حاصل کرنی چاہئے۔

۱۔ جب ہمارا ملک آزاد ہو تو اس وقت ہمیں تعلیم یافتہ سلجھے ہوئے راہنما اور دانشور مہیا ہوں۔ اسی طرح ہر شعبے کے تجربہ کار میسر ہوں۔

۲۔ چونکہ انگریز ایک تجربہ کار قوم ہے۔ ہمیں آزادی کے حصول کے وقت اس سے ایسا سلوک کرنا چاہئے کہ آزادی کے بعد ہم ان کے تجربات سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

۳۔ آپ نے مسلمان لیڈوں کو یہ بات سمجھائی کہ انگریزوں کے خلاف ترک موالات کی تحریک چلانے کی بجائے انہیں اپنا شکار سمجھتے ہوئے ان کے سامنے اسلامی تعلیم کا حسن پیش کریں۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ اگر انگریز اسلامی تعلیم کے حسن اور ہمارے احسن نمونہ کی وجہ سے مسلمان ہوگئے تو اسلام کی رو سے وہ خود بخود ہمیں آزاد کردیں گے اور اس طرح ہمیں دوہرا فائدہ ہوگا۔

پس دیگر مسلم سیاسی لیڈران جو آزادی ترک موالات سے حاصل کرنا چاہتے تھے حضرت مصلح موعودؓ وہی آزادی موالات کے نتیجہ میں حاصل کرنا چاہتے تھے چنانچہ عالمگیر جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ اس پر شاہد و ناطق ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے خلفاء نے وقتاً فوقتاً ایسے مواقع سے فائدہ اٹھایا اور اسلامی تعلیم کا حسن برٹش ایمپائر کے سامنے پیش کیا چنانچہ

۱۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی عظیم تبلیغی کتاب "تحفہ قیصریہ" جو 1897 میں آپؑ نے تصنیف فرمائی ملکہ برطانیہ کو بھجوائی گئی۔

۲۔ 1922 میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک کتاب "تحفہ شہزادہ ویلز" شہزادہ ویلز کو مخاطب کر کے لکھی۔ جو دورہ ہندوستان کے موقعہ پر انہیں پیش کی گئی۔

۳۔ 1924 میں جب لنڈن میں برٹش ایمپائر کے مختلف مذاہب کی کانفرنس ہوئی تو حضرت خلیفہ ثانیؓ نے "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کے نام سے ایک نہایت جامع اور پراثر مضمون تحریر فرمایا۔ جو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے عیسائی دُنیا کے مرکز میں پڑھ کر سنایا۔

۴۔ لارڈ اردون جو 1926 سے 1931 تک ہندوستان کے وائسرائے رہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 1926 میں "تحفہ لارڈ اردون" کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی۔ اور لارڈ اردون کو تحفہ کے طور پر 1931 میں پیش کی۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے خلفاء عظام نے انگریزوں کے سامنے اسلامی تعلیم کے حسن کو پیش فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں کثرت سے انگریز قوم کو جماعت احمدیہ کے

ذریعہ قبول اسلام کی توفیق ملی اور ہمیں آزادی ملی۔
لیکن اگر دیگر سیاسی لیڈران کی طرح جماعت احمدیہ بھی ترک موالات سے کام لیتی تو آزادی تو بھلے ہی ہم کو مل جاتی جو ہمارا مقدر تھی کیونکہ ہر رات کا خاتمہ سویرے میں ہوتا ہے لیکن انگریز قوم کو قبول اسلام کی توفیق شائد نہ ملتی۔ جو موالات کے نتیجہ میں ملی ہے جو عدم تشدد کے نتیجہ میں ملی ہے۔ جو محبت اور پیار کے نتیجہ میں ملی ہے۔ آپؓ نے اپنی عظیم قائدانہ فراست سے مجاہدین آزادی کو ایسے مشورے دیئے کہ اُس وقت کے دانشور ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سول نافرمانی اور ترک موالات کا یہ مطلب ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو انگریزوں کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلے نہ دلوائیں۔ اور اُن کے علوم و فنون اور تجارب سے فائدہ حاصل نہ کریں تو یہ ہماری آزادی کی کوشش نہیں بلکہ غلامی کی زنجیروں پر اور تالے لگانے والی بات ہوگی اسلئے آپ نے ایسے موقعہ پر بڑی ہی میانہ اور بین بین تعلیم دی آپ نے فرمایا:۔

"قومی غیرت مجھے اس امر پر مجبور کرتی ہے کہ میں ہندوستان کے نیک نام کی حفاظت کروں اور یہ میرے رب کی محبت ہے جو مجھے آمادہ کرتی ہے کہ میں اُس کے بندوں کو صحیح راستہ کی طرف ہدایت دوں... پس میری نصیحت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کیلئے اور اپنے ملک کے نیک نام کے قائم رکھنے کے لئے۔"

(ترک موالات اور احکام اسلام صفحہ ۶)

پس جماعت احمدیہ نے آزادی ہند کیلئے جو لڑائی لڑی ہے وہ ہندو مسلم اتحاد و اتفاق اور عدم تشدد پر مبنی ہے او راس امر کی طرف آپ نے مجاہدین آزادی کو توجہ دلائی کہ وہ تشدد اور انتہاپسندی سے الگ ہو کر آزادی کے حصول کی کوشش کریں تاکہ آزادی مل جانے کے بعد یہ ذہنیت کہیں آزاد ہندوستان کے عوام کے اندر منتقل نہ ہو جائے جس کے نتیجہ میں آزاد حکومت کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ جب آزادی کے حصول کیلئے بعض انتہاپسند ہندو اور مسلمان لیڈروں کی طرف سے متشددانہ کاروائیاں کی گئیں تو اُن سے ملک و قوم کو شدید نقصان پہنچا۔ یہ لوگ وہ تھے جو سیاست کو مذہب کے ساتھ ملا کر چلنا چاہتے تھے مثلاً بعض انتہاپسند ہندو لیڈر یہ خیال کرتے تھے کہ جب تک ہندو دھرم ترقی نہیں کرتا یا سب لوگ ہندو دھرم میں شامل نہیں ہو جاتے ہمیں حقیقی آزادی نصیب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مشہور ہندو لیڈر لالہ دھر دیال جی نے کہا کہ

"سوراج پارٹی کا اصول ہونا چاہئے کہ ہر ہندوستانی بچے کو قومی رتن دیئے جائیں خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی۔ اور اگر کوئی فرقہ ان کے لینے سے انکار کرے اور ملک میں دورنگی پھیلائے تو اس کی قانونی طور پر ممانعت کر دی جائے۔ یا اُس کو عرب کے ریگستان میں کھجوریں کھانے کیلئے بھیج دیا جائے ہمارے ہندوستان کے آم اور نارنگیاں کھانے کا انہیں کوئی حق نہیں۔ (ملاپ جون ۱۹۲۸ء)

ہندو مذہبی لیڈروں کی ان اشتعال انگیز نصیحتوں کا یہ اثر ہوا کہ گلی گلی میں ہندو نوجوانوں کی زبانوں پر "وندے ماترم" کے نعرے گونجنے لگ گئے۔

دوسری طرف مسلمان مذہبی لیڈر بھی اشتعال انگیزی کی دوڑ میں پیچھے نہیں رہے۔ اُنہوں نے اس جنگ آزادی کو اسلامی جہاد کے نام سے تعبیر کیا حالانکہ اسلامی جہاد کا تصور تو انتہائی ارفع ہے۔ اس نعرۂ جہاد کے نتیجہ میں 1906 میں مسلم لیگ سامنے آئی۔ چنانچہ ہندوؤں کے دھرم یدھ اور مسلمانوں کے نعرہ جہاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں تشدد کی لہر پھیل گئی سرکاری افسروں کو قتل کیا جانے لگا۔ ریل گاڑیوں کو بموں سے اڑایا جانے لگا جس سے معصوم شہری بھی متاثر ہوئے۔ ڈکیتیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان پر تشدد واقعات کے نتیجہ میں ہندو دھرم اور اسلام دونوں ہی بدنام ہو رہے تھے۔ دوسری طرف جماعت احمدیہ اس بات کی شدید مخالف تھی کہ جنگ آزادی کو مذہب کی آڑ میں لڑا جائے بلکہ جماعت احمدیہ نے اس موقعہ پر بھی اعتدال پسندی کی راہ اختیار کرنے کی نصیحت کی۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی ہر دو قوموں کو صلح کی امن بخش تعلیم دی جس کا ذکر ہم ابتدائی سطور میں کر چکے ہیں۔ اس موقعہ پر اخبار "فرنٹیر میل" دہرہ دون ۱۲ دسمبر ۱۹۴۸ء کا ایک حوالہ جو جماعت احمدیہ کی صلح کن نصائح کی تصدیق کرتا ہے پیش ہے۔

اخبار مذکور نے لکھا:۔

"جماعت احمدیہ مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے تمام مذاہب سے رواداری اس کے بنیادی اصول میں شامل ہے 40 سال پہلے جبکہ ابھی مہاتما گاندھی ہندوستان کی سیاست پر نمودار نہیں ہوئے تھے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے 1889 میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرما کر اپنی تجاویز رسالہ پیغام صلح کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی الگ الگ قوموں میں اتفاق و اتحاد بھائی چارہ اور محبت و پیار پیدا ہوتا ہے آپ کی شخصیت ہزار تعریفوں کی مستحق اور قابل قدر ہے کہ آپ کی آنکھوں نے مستقبل کی باتوں کو اس وقت بھانپ لیا اور ٹھیک راستے کی طرف راہنمائی کی"۔

سائمن کمیشن

۱۹۱۸ء کی جیمس فورڈ ریفارم سکیم کے مطابق حکومت برطانیہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہر دس سال کے بعد ایک کمیشن اس غرض سے ہندوستان بھجوایا جائے گا جو یہ جائزہ لے گا کہ کیا ہندوستان میں اتنی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے کہ آزادی حاصل کر سکیں۔ چنانچہ 1927 کے آخر میں جو کمیٹی جائزہ کیلئے بھجوائی گئی اس کے صدر مشہور بیرسٹر جان سائمن مقرر کئے گئے اُنہیں کے نام سے اس کمیشن کا نام سائمن کمیشن مشہور ہوا۔ کمیشن جب 1927 اور پھر 1928 میں ہندوستان آیا تو چونکہ اس کے ممبروں میں کوئی بھی ہندوستانی نہیں تھا۔ اس لئے کانگریس سمیت دیگر سیاسی پارٹیاں اس کی مخالف ہو گئیں۔ سائمن کمیشن کی آمد پر حضرت مصلح موعودؓ نے آزادی ہند کیلئے ملک و قوم کی صحیح راہنمائی فرمائی اور بعض مفید مشورے دیئے۔ آپؓ نے برادران وطن کو مشورہ دیا کہ وہ سائمن کمیشن کو

یکدم رونہ کریں بلکہ آہستہ آہستہ حکمت عملی کے ساتھ آزادی کے جنگ کا سفر طے کریں۔

آپ نے اس موقعہ پر ہندو قوم سے اپیل کی کہ مسلمان چونکہ اقلیت میں ہیں اس اعتبار سے وہ اُن کے چھوٹے بھائی ہیں۔ لہٰذا دونوں کو آپس میں اتفاق سے رہنا چاہئے تاکہ انگریزوں کو آزادی میں رکاوٹ ڈالنے کا کوئی بہانہ نہ ملے۔

اس موقع پر آپ نے انگریزی حکومت کے خلاف نہایت مؤثر قلمی لڑائی لڑی۔ نیز آپ نے انگریزی حکومت کو پرزور توجہ دلائی کہ جب تک اس کمیشن میں ہندوستانیوں کی نمائندگی نہیں ہوگی یہ کمیشن ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک کتاب ''ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل'' تصنیف فرمائی۔ جس میں فرمایا۔

''میں اپنے اہل وطن سے کہتا ہوں کہ اس نازک موقع پر اپنے دلوں کو تعصب اور کینہ سے خالی کرو کہ گو یہ جذبات بظاہر میٹھے معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اُن سے زیادہ تلخ اور تکلیف دہ کوئی چیز نہیں واقعات بتا رہے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی کا وقت آگیا ہے خدا تعالیٰ دلوں میں ایک نئی روح پھونک رہا ہے تاریکی کے بادلوں کے پیچھے سے اُمید کی بجلی بار بار کوندرہی ہے خواہ ہر آنے والی ساعت کی تاریکی پہلی تاریکی کی نسبت کس قدر ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ ہر بعد میں ظاہر ہونے والی روشنی پہلی روشنی سے بہت زیادہ روشن ہوتی ہے۔

(صفحہ ۳۔۴)

آپ نے ہندوستان کی آزادی کے حق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''اب میں دوسرے سوال کو لیتا ہوں کہ کیا ہندوستان سیاسی طور پر آزادی کا مستحق ہے تو میرے نزدیک اس سوال کا جواب بھی اثبات میں ہے سیاسی استحقاق دو طرح حاصل ہوتے ہیں یا خدمت سے یا قابلیت سے۔ ہندوستان نے جنگ عظیم کے موقعہ پر انسانی آزادی کے قیام کیلئے ایک بے نظیر قربانی کر کے اپنے اس حق کو ثابت کردیا ہے۔ **(ایضاً صفحہ ۱۶)**

حضرت مصلح موعودؓ نے سائمن کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا جو انتہائی اعتدال پسند تبصرہ ہے فرمایا۔

''قومی نقطۂ نگاہ سے اس میں بہت سے اچھے امور بھی ہیں اور بہت سے برے اُمور بھی ہیں لیکن باوجود کمیشن کی اس رائے کے کہ یہ رپورٹ ایسے رنگ میں لکھی گئی کہ یا اسے کلی طور پر قبول کرنا ہوگا یا کلی طور پر رد کرنا ہوگا میرے نزدیک اس کی اصلاح آسانی سے ہوسکتی ہے۔۔۔ میں نے اسے خوب غور سے پڑھا ہے اور میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بعض حصوں میں تبدیلی کر کے اور بعض کی جگہ پر بالکل اور قوانین تجویز کر کے ہم اس سکیم کو اختیار کر سکتے ہیں اور اس سے کسی صورت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ (ایضاً صفحہ ۷۔۸)

اس موقعہ پر آزادی ہند کے لئے جماعت احمدیہ کی جدوجہد اور بے لوث خدمات کا ذکر عظیم مجاہد آزادی مولانا محمد علی جوہر نے ان الفاظ میں کیا کہ ''ناشکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد (امام جماعت احمدیہ۔ ناقل) اور اُن کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کردی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک طرف مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کیلئے بالعموم اور اُن اشخاص کیلئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ درباطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔

(اخبار ہمدرد دہلی ۲۴ ستمبر ۱۹۲۷)

گول میز کانفرنس

سائمن کمیشن کی رپورٹ کی شدید مخالفت اور سائمن کمیشن کی ناکامی کے بعد سلطنت برطانیہ پر واضح ہوگیا کہ اب اصلاحات کا دور ختم ہو کر آزادی ہند کا دور شروع ہونے والا ہے چنانچہ اس احساس کے بعد وزیر اعظم ریمزے میکڈانلڈ نے ہندوستان کے آئینی مستقبل کیلئے لندن میں گول میز کانفرنس کی تجویز رکھی۔ جس میں ہندوستان کی سبھی پارٹیوں اور قوموں کو آزادی کے سلسلہ میں تجاویز پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ اس طرح سائمن کمیشن کے موقعہ پر کی گئی جماعت احمدیہ کی یہ کوشش کامیاب ہوئی کہ جب تک ہندوستانی اراکین کو تجاویز کیلئے شامل نہ کیا جائے انگریزوں کی کوئی بھی کوشش سرے نہیں چڑھ سکتی۔

۱۔ پہلی گول میز کانفرنس ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ کو شروع ہوئی۔ لیکن چونکہ کانگریس کے اکثر اراکین جیلوں میں بند تھے اس لئے کانگریس نے اس میں حصہ نہیں لیا۔ دو ماہ بعد ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ء کو پہلی گول میز کانفرنس ختم ہوئی۔

۲۔ دوسری گول میز کانفرنس ۷ ستمبر ۱۹۳۱ء کو شروع ہوئی کانگریس نے اس میں حصہ لیا۔ تین ماہ بعد ۱۹۳۱ء میں یہ کانفرنس ختم ہوئی۔

تیسری گول میز کانفرنس ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ء کو شروع ہو کر ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء کو ختم ہوئی چونکہ دوسری گول میز کانفرنس میں کانگریس ناامید لوٹی تھی اس لئے کانگریس کا کوئی نمائندہ اس میں شامل نہیں ہوا۔

ان تینوں گول میز کانفرنسوں کے بعد برٹش سرکار نے ایک وائٹ پیپر شائع کیا۔ جس میں ہندوستان کیلئے نئے قوانین پر روشنی ڈالی گئی تھی اور جسے بعد میں ۱۹۳۵ء میں ہندوستانی قانون کے طور پر پاس کیا گیا۔ جماعت احمدیہ کو ان تینوں گول میز کانفرنسوں کے موقعہ پر آزادی ہند کے سلسلہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ جس کو اُس وقت کے اخبارات نے خوب خراج تحسین پیش کیا۔

۱۔ حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب ''ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل'' جو ۱۹۳۰ء میں لکھی گئی تھی ان تینوں گول میز کانفرنسوں کے موقعہ پر مجاہدین آزادی کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی جو ہندوستان اور برٹش حکام تک پہنچادی گئی تھی۔ اس کتاب پر اُس وقت کے اعلیٰ حکام اور ہندوستانی

اخبارات نے بھرپور تبصرے کئے چنانچہ اخبار انقلاب لاہور نے لکھا۔

"جناب مرزا صاحب نے اس تبصرے کے ذریعہ مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے یہ بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا جو مرزا صاحب نے انجام دیا۔ (انقلاب ۱۶ نومبر ۱۹۳۰)

مذکورہ کتاب کے لکھنے کے علاوہ حضور ؓ نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو اپنی مکمل ہدایات کے ساتھ تینوں گول میز کانفرنسوں میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی حضرت چوہدری صاحب موصوف اس موقعہ پر برابر حضور سے رابطہ رکھتے رہے اور ہدایات لیتے رہے اور آپ نے اپنے خطوط میں جو آپ نے حضور ؓ کو تحریر فرمائے ہیں اظہار فرمایا ہے کہ میں حضور کی تصنیف شدہ کتاب میں تحریر فرمودہ تجاویز پر عمل کروانے کی کوشش میں مصروف ہوں۔

ان تینوں گول میز کانفرنس میں حضرت چوہدری صاحب موصوف کو وطن عزیز کیلئے جو تاریخی خدمات کا موقعہ ملا اُنہیں مختلف اخبارات نے بنظر تحسین دیکھا اور اس کا تذکرہ کیا ہے طوالت کے باعث صرف ایک اخبار کی رائے پیش کی جاتی ہے۔

اخبار انقلاب لاہور نے ۱۳ر جولائی ۱۹۶۱ میں لکھا "سر سموئیل ہور وزیر ہند نے اپنی تقریر میں اعلان کیا تھا کہ گول میز کانفرنسوں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اُنہیں حل کرنے کیلئے قیمتی اور نتیجہ خیز خدمات سر محمد ظفر اللہ خان نے سرانجام دیں"۔

قارئین! ۱۹۰۸ء سے ۱۹۴۶ء تک ہندوستان کیلئے پائیدار اور باوقار آزادی کے حصول کیلئے جماعت احمدیہ کی بے لوث اور بے خوف خدمات کی داستان اس قدر طویل ہے کہ اس مختصر مضمون میں اس کو ضبط تحریر میں لانا ناممکن امر ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں کی جانے والی بہت سی مجاہدانہ کوششوں کے تذکرہ کو چھوڑتے ہوئے آزادیٔ ہند کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے ایک انقلاب انگیز تاریخی خطبہ جمعہ جو آپ نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں ارشاد فرمایا تھا کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس میں حضور ؓ نے انگلستان اور ہندوستان کو باہمی سمجھوتہ اور آپسی صلح کی دعوت دی۔ آپ نے دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا:-

"اے انگلستان تیرا فائدہ ہندوستان سے صلح کرنے میں ہے خدا تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ تم دونوں مل کر کام کرو۔ دونوں مل کر دُنیا میں صحیح آزادی قائم کرو"۔ (الفضل ۱۷ر جنوری ۴۵ صفحہ ۲)

نیز فرمایا:" میں پھر یہ آواز اُٹھاتا ہوں کہ انگلستان اور ہندوستان اپنے اختلافات بھلا کر آپس میں جلد از جلد صلح کرلیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری جماعت کو سیاست سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مگر یہ بات جو میں اب کہنے لگا ہوں سیاسی نہیں بلکہ اخلاقی ہے اور دُنیا میں صلح اور امن کی بنیادوں کے قائم ہونے کا موجب ہے۔ دُنیا میں صلح کی سکیم اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہندوستان کی مختلف قومیں آپس میں صلح نہ کرلیں اگر انگلستان ہندوستان سے صلح کرنا بھی چاہے تو موجودہ صورت میں کس سے کرے۔ (ایضاً صفحہ ۳)

پھر آپ نے ہندوستان کی مختلف سیاسی پارٹیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ہندوستان کی مختلف قومیں آپس میں صلح کریں مسلمان، ہندو۔ کانگریس و مسلم لیگ اور دوسری سیاسی پارٹیاں پہلے آپس میں صلح کریں۔ موجودہ حالات میں ہندوستان کی قوموں کے آپس میں اختلافات ایسی شدت پیدا کرچکے ہیں کہ دماغوں کو سکون نہیں اور جب صلح کے سوال پر غور کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں تو غصہ میں آجاتے ہیں اور صلح کی بجائے طعن و تشنیع پر اتر آتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۶)

نیز فرمایا: میں اپنی طرف سے دُنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہوں میں انگلستان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ اور ہندوستان سے صلح کرلو۔ اور میں ہندوستان کی ہر قوم کو دعوت دیتا ہوں اور پورے ادب واحترام کے ساتھ دیتا ہوں بلکہ لجاجت اور خوشامد سے ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ آپس میں صلح کرلو اور میں ہر قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک دُنیاوی تعاون کا تعلق ہے ہم اُن کی باہمی صلح اور محبت کے لئے تعاون کرنے کیلئے تیار ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۵)

گویا حصول آزادی کے دن جوں جوں قریب آتے جاتے تھے حضور ؓ کے دل میں شدت سے یہ تڑپ پیدا ہو رہی تھی کہ کسی طرح ہندوستان کی سب قومیں ایک ہو کر متحدہ طور پر آزادی حاصل کریں تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہندوستانی قوموں کی نا اتفاقی کی وجہ سے حصول آزادی کے خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکیں۔ اس سلسلہ میں جہاں آپ نے ہندوستان کی سیاسی پارٹیوں اور تمام قوموں کو متحد ہونے کی تلقین فرمائی وہیں آپ نے دُنیا بھر کے تمام احمدیوں کو بالخصوص جماعت کے دانشوروں اور مبلغین کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ آپ کی اس آواز کو دنیا بھر میں پھیلانے کی کوشش کریں چنانچہ اس تعلق میں حضور ؓ نے فرمایا:-

"ہماری جماعت ہندوستان میں بھی ہے پنجاب کے اضلاع میں بھی کثرت سے ہے سندھ میں بھی ہے صوبہ سرحد میں بھی ہے یوپی، بہار بمبئی مدراس میں بھی ہے۔ اڑیسہ میں بھی ہے۔ بنگال میں بھی ہے اور آسام میں بھی ہے مختلف ریاستوں میں بھی ہے کسی میں کم اور کسی میں زیادہ اور میری آواز کا اثر غیروں پر نہیں ہوسکتا تو اپنی جماعت کے لوگوں پر تو ہوسکتا ہے اور جب جماعت کے لوگ جو ملک کے مختلف صوبوں اور ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں اگر دیانتداری سے اپنے فرض بیعت کو ادا کرنے والے ہوں اگر اُن کے تعلقات مخلصانہ ہوں اور وہ وہی آواز دہرائیں جو میرے منہ سے نکلے تو وہ آواز یقیناً لاکھوں انسانوں سے گزر کر کروڑوں کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے پھر ہمارے مبلغ اور ہماری جماعت انگلستان میں بھی ہے۔ اور یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ میں بھی مبلغ اور جماعت ہے جنوبی امریکہ میں مبلغ بھی اور جماعت بھی ہے۔ فلسطین میں بھی ہیں شام میں بھی اور مصر میں بھی ہماری جماعت ہے عراق میں بھی جماعت ہے سوڈان میں بھی ہماری جماعت ہے۔ مغربی افریقہ کے تین اہم ملکوں میں بھی اور مختلف جزیروں میں بھی ہماری جماعتیں قائم ہیں اور اگر یہ مبلغ اور یہ

جماعتیں اپنے فرائض کو صحیح طور پر ادا کرنے والے ہوں تو میری آواز دُنیا کے ہر ملک میں پہنچ سکتی ہے مبلغ دراصل امام کا لاؤڈ سپیکر ہوتا ہے جس طرح میری یہ آواز دور دور بیٹھے ہوئے لوگوں تک یوں تو نہیں پہنچ سکتی۔ مگر یہ آلہ پہنچا دیتا ہے اسی طرح مبلغ بھی امام کی آواز کو اُن لوگوں تک پہنچانے والا ہوتا ہے جن تک وہ براہ راست نہیں پہنچ سکتی اور اگر ہمارے مبلغ اپنے فرض کو سمجھیں اور محسوس کریں کہ مبلغ ہونے کی حیثیت سے ہم پر یہ ذمہ داری ہے کہ امام جماعت کے منہ سے جو الفاظ نکلیں اُن کو ہر چھوٹے بڑے تک پہنچا دیں اور اس میں زیادہ سے زیادہ اثر پیدا کرنے کی کوشش کریں تو میری آواز کا ہر جگہ پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

(الفضل ۷ اجنوری ۱۹۴۵ء صفحہ ۲)

حضرت مصلح موعودؓ کا مذکورہ بالا تاریخی خطبہ جب احباب جماعت تک پہنچا تو اس خطبہ کے بعد جماعت کی ساری مشینری حرکت میں آگئی کیا احمدی سیاستدان کیا احمدی مبلغین۔ اور کیا دُنیا میں بسنے والے احمدی سب نے ہی آزادیٔ ہند کی خاطر اپنی خدمات کو پیش کر دیا۔ اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ خطبہ جمعہ کی پورے ہندوستان اور انگلستان میں خوب تشہیر کی گئی جس کا انگلستان کے اخبارات نے بھی ذکر کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے اس تاریخ ساز خطبہ کے معاً بعد اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سامان پیدا کر دئے کہ مارچ 1945 میں چیتھم ہاؤس لندن میں رائل انسٹی چیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز کی سرپرستی میں دولت مشترکہ کے نمائندگان کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ہندوستان کی طرف سے بھی ایک وفد نے شرکت کی حکومت ہند نے احمدیت کے مایۂ ناز فرزند حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کو جو اُن دنوں ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کے جج تھے ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان بھجوایا اس کانفرنس میں حضرت چوہدری صاحب کو بھی خطاب کا موقعہ دیا گیا آپ نے سرکاری نمائندہ ہونے کے باوجود حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبہ کی روشنی میں آزادیٔ ہند کا مطالبہ ایسے پرزور اور اثرانگیز الفاظ میں پیش فرمایا کہ پوری دُنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ حضرت چوہدری صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہندوستان کی باری آنے پر میں نے تین منٹ میں ہندوستان کی جنگی سرگرمیوں کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا 25 لاکھ ہندوستانی کسی نہ کسی حیثیت میں جنگ کے مختلف محاذوں پر برطانیہ اور اتحادیوں کی آزادی اور سالمیت کی حفاظت اور دفاع کے سلسلہ میں مختلف النوع خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور اُن کی طرف سے جان کی قربانی دینے میں بھی دریغ نہیں ہوا۔ اس سلسلہ میں بعض تفاصیل کا ذکر کرنے کے بعد میں نے کہا اے دولت مشترکہ کے سیاستدانو کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ ہندوستان کے 25 لاکھ فرزندں نے میدان جنگ میں مملکت برطانیہ کی آزادی کی حفاظت کیلئے دادِ شجاعت دی ہو۔ لیکن خود ہندوستان ابھی تک اپنی ہی آزادی کا منتظر اور اُس کے لئے ملتجی ہو۔ شائد ایک مثال اس کیفیت کو واضح کرنے میں ممد ہو سکے چین کی آبادی اور رقبہ ہندوستان کی آبادی اور رقبے سے بے شک زیادہ ہے لیکن وسعت اور آبادی کے علاوہ باقی ہر لحاظ سے چین آج ہندوستان سے کوسوں پیچھے ہے۔ تعلیم صنعت و حرفت وسائل آمد و رفت غرض خوشحالی کے تمام عناصر کے لحاظ سے ہندوستان چین سے کہیں آگے نظر آتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ چین تو آج دُنیا کی بڑی طاقتوں میں شمار ہوتا ہے اور ہندوستان کسی گنتی میں نہیں کیا اس کی صرف یہی وجہ نہیں کہ چین آزاد ہے اور ہندوستان محکوم؟ لیکن یہ حالت اب دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ ہندوستان بیدار ہو چکا ہے اور آزاد ہو کر رہے گا۔ (تحدیث نعمت صفحہ ۴۸۱)

پنڈت جواہر لال نہرو کی دادِ تحسین:۔

کامن ویلتھ کانفرنس کی کارروائی باقاعدہ ریڈیو پر نشر ہوئی۔ اس تعلق میں حضرت چوہدری صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

"کچھ عرصہ بعد کانگریسی لیڈر مسٹر آصف علی صاحب نے مجھے بتلایا کہ جن دنوں لندن میں تم نے یہ تقریر کی پنڈت جواہر لال نہرو اور کانگریس کے سرکردہ اراکین جن میں میں بھی شامل تھا اورنگ آباد دکن کے قلعہ میں نظر بند تھے۔ ہم کانفرنس کے اس اجلاس کی کارروائی کو ریڈیو پر سن رہے تھے جب تم نے دولت مشترکہ کے سیاستدانو کہہ کر آواز بلند کی تو ہم سب توجہ سے تمہاری تقریر سننے لگے پنڈت نہرو تو اپنا کان ریڈیو کے بہت قریب لے آئے۔ جب تم نے تقریر ختم کی تو پنڈت جی نے کہا اس شخص نے تو ہم سے بھی بڑھ کر بے باکی سے حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا ہے"۔

(تحدیث نعمت صفحہ ۴۹۴ ایڈیشن دوم)

صرف کامن ویلتھ کانفرنس کے افتتاحیہ میں ہی حضرت چوہدری صاحب نے نعرۂ آزادی بلند نہیں کیا بلکہ اُسی روز مندوبین کو دیئے گئے عشائیہ کی ایک خصوصی سرکاری تقریب میں بھی آپ کو آزادیٔ ہند پر تقریر کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ کی گزشتہ تقریر پر بعض انگریز حکمران کا یہ خیال تھا کہ آزادی ہند کو ٹالنے کی تمام تر ذمہ داری برطانیہ سرکار پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ بلکہ اس روک کی بڑی وجہ ہندوستان کے ہندو مسلم لیڈران کی تفرقہ بازی ہے۔ حضرت چوہدری صاحب نے اس عشائیہ کے موقعہ پر اس اعتراض کا نہایت مدلل اور ٹھوس جواب دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"حکومت برطانیہ ہندو مسلم اختلافات کا عذر رکھ کر اپنی ذمہ داری سے گریز نہیں کر سکتی۔ جنگ کے دوران برطانیہ اپنی بہت سی مشکلات کا حل دریافت کرنے میں کامیاب ہو گیا کیا ہندوستان کی آزادی ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا حل دریافت کرنے سے برطانیہ عاجز ہے؟"۔ (تحدیث نعمت ۴۸۲)

اخبارات کا خراجِ تحسین

یہ پہلی مثال تھی کہ حکومت کے ایک سربرآوردہ نمائندے نے ہندوستانیوں کے سیاسی اور ملکی جذبات کی وضاحت اور ترجمانی کا فرض اس جرأت اور بے باقی سے ادا کیا ہو اس لئے ہندوستان کے متعدد ہندو اور مسلم اخبارات نے حضرت

چوہدری صاحبؓ کو دل کھول کر خراج تحسین پیش کیا۔ صرف چند ایک حوالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۔ اخبار "انقلاب" مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء نے سر ظفر اللہ خان صاحب کی صاف گوئی کے عنوان سے اپنے اداریہ میں لکھا:

"چوہدری ظفر اللہ خان نے کامن ویلتھ کی کانفرنس میں جو تقریر فرمائی وہ ہر انگریز اور اتحادی ملکوں کے ہر فرد کیلئے دلی توجہ کی مستحق ہے کیا اس ستم ظریفی کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ جس ہندوستان کے پچیس لاکھ بہادر مختلف جنگی میدانوں میں جمعیت اقوام برطانیہ کی آزادی کو محفوظ رکھنے کی خاطر لڑ رہے ہیں وہ خود آزادی سے محروم ہیں۔

یہ الفاظ کسی غیر ذمہ دار مقرر کی زبان سے نہیں نکلے جس نے مجمع عام میں عوام سے نعرے لگوانے کے لئے یہ طریق بیان اختیار کیا ہو۔ بلکہ ایک ذمہ دار ہندوستانی وفد کے قائد ور ہنما کے الفاظ ہیں اور کوئی شخص ان کی سچائی اور درستی میں ایک لمحہ کیلئے بھی شبہ نہیں کر سکتا۔ (الفضل ۲۴ر فروری ۴۵ء)

۲۔ حیدر آباد دکن کے روزنامہ "پیامؔ" نے اپنی اشاعت ۲۲ فروری ۴۵ میں لکھا "سر ظفر اللہ کی اس آواز میں ایک گرج ہے ایک دھماکہ ہے جس کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے"۔

۳۔ روزنامہ پربھات ۲۰ فروری ۱۹۴۵ء نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا "ایک ایک ہندوستانی کو سر ظفر اللہ کا ممنون ہونا چاہئے کہ انہوں نے انگریزوں کے گھر جا کر حق بات کہہ دی"۔

۴۔ اخبار پرتاپ ۲۲ر فروری ۴۵ء نے چوہدری صاحب کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا "لندن میں آپ نے جو تقریریں کی ہیں اُن سے ہندوستان تو کیا ساری کامن ویلتھ میں تہلکہ مچ گیا ہے کوئی اُمید نہ کر سکتا تھا کہ سر ظفر اللہ جیسا شخص بھی برطانیہ کی مذمت میں ایسے الفاظ استعمال کر سکتا ہے۔ چند دن ہوئے آپ نے ایک تقریر کی۔ جسے سن کر یوپی کے سابق گورنر سر میلکم ہیلی جو اس وقت لارڈ ہیلی آف سرگودھا ہیں آگ بگولہ ہو گئے اور میٹنگ سے اُٹھ کر چلے گئے آپ نے برطانوی حکمرانوں کو وہ کھری کھری سنائی کہ سننے والے دنگ رہ گئے برطانوی حکومت کے درجنوں تنخواہ دار ایجنٹوں کے کئے کرائے پر آپ کی ایک تقریر نے پانی پھیر دیا"۔

۵۔ اخبار ریاست دہلی ۲۶ر فروری ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں یوں رقمطراز ہے "چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب جج فیڈرل کورٹ ایک بلند کیریکٹر شخصیت ہیں اور آپ کے لئے یہ ممکن نہیں کہ آپ کے دل او رزبان میں فرق ہو۔ چنانچہ چوہدری صاحبؓ چونکہ برطانیہ کے مخلص دوست ہیں آپ نے اپنے ان اصلی جذبات کو کبھی چھپانے کی کوشش نہ کی اور جب کبھی آپ کو برطانوی پالیسی اور برطانوی مدبروں سے اختلاف ہوا تو آپ نے اس اختلاف کو بھی کھلے طور پر بیان کر دیا۔

چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب نے برطانیہ کے مخلص دوست ہوتے ہوئے حال میں جو بیان دیا ہے وہ برطانوی مدبروں کی آنکھیں کھولنے کا باعث ہونا چاہئے۔ (بحوالہ الفضل ۸ مارچ ۴۵)

حضرت چوہدری صاحب کی کامن ویلتھ کانفرنس کی تقریروں کے بعد برطانیہ کے سرکاری حلقوں میں ایک کھلبلی مچ گئی اور آپ کی مدلل و مسکت تقریر کے سامنے انگریز حکام لاجواب رہ گئے اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کے انقلاب انگیز خطبہ کے بعد انگلستان میں اس قدر معجزانہ طور پر حالات بدلنے لگے کہ برٹش حکام از خود آزادیٔ ہند کی طرف سفر شروع کرنے لگے چنانچہ دولت مشترکہ کی کانفرنس کے بعد برطانوی حکومت نے وائسرائے ہند لارڈ ویول کو انگلستان طلب کیا۔ مسٹر ویول ۲۳ مارچ ۴۵ کو لندن پہنچے اور ۲۴ مارچ کو وار کابینہ کے اجلاس میں حضرت چوہدری صاحبؓ کی تجاویز زیر غور آئیں ۱۴ر جون ۱۹۴۵ء کو لارڈ ویول نے حضرت چوہدری صاحبؓ کی تجاویز کی روشنی میں ہندوستان کی آزادی کیلئے برٹش حکومت سے صلاح مشورہ کر کے اپنی ایک سکیم کا اعلان کیا۔ لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ خود ہندوستانی لیڈر حصول آزادی کیلئے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے نہیں ہو رہے تھے چنانچہ حضور رضی اللہ عنہ نے اپنے ۲۲ جون ۴۵ کے خطبہ جمعہ میں ہندوستانی سیاسی لیڈروں کو ایک بار پھر متحد ہونے کی نصیحت فرمائی۔ اور ویول سکیم کو قبول کرنے کیلئے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ وہ پیشکش ہے جو اس وقت ہندوستان کے سامنے ہے اور چونکہ یہ غیر معمولی آسمانی سامانوں کے ساتھ پیش ہوئی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ خدائی پیش کش ہے اور ہندوستان کی نہایت ہی بدقسمتی ہوگی کہ اگر اُس نے اس پیش کش کو رد کر دیا"۔

یاد رہے کہ جس وقت حضور رضی اللہ عنہ نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کو آزادی ہند کے سلسلہ میں انقلاب انگیز تاریخی خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا اُس وقت وائسرائے ہند لارڈ ویول آزادیٔ ہند کے سخت مخالف تھے ایسے مخالف اور مایوس کن ماحول میں حضور نے آزادیٔ ہند کی آواز بلند کی اور پھر خدا تعالیٰ نے لارڈ ویول کے دل میں ہندوستان کی آزادی کی تحریک پیدا کی اور وہ از خود اپنی سکیم لیکر انگلستان گئے۔ اور انگلستان کو آگاہ کیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے۔ گویا خدا کی تقدیر نے اُسے امام وقت کی آواز پر چلنے کیلئے مجبور کر دیا لیکن جب حضرت امام جماعت احمدیہ نے یہ دیکھا کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر تو ہندوستان کے عوام کو آزادی دلانا چاہتی ہے لیکن ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کی نااتفاقی کی وجہ سے یہ آزادی دور جاتی ہوئی نظر آرہی ہے تو آپ نے اپنے خطبہ جمعہ ۲۲ جون ۱۹۴۵ء میں سیاسی لیڈروں کو یوں نصیحت فرمائی۔

"دیکھو سچی محبت میں انسان اپنی چیز بچانے کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے یہاں چالیس کروڑ انسان غلامی میں مبتلا ہیں چالیس کروڑ انسان کی ذہنیت نہایت خطرناک حالت میں بدل چکی ہے نسلاً بعد نسلٍ وہ ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گرتے چلے جا رہے ہیں وہ انگریز جس نے ہندوستان پر قبضہ کیا ہوا ہے وہ ہندوستان کو آزادی دینے کا اعلان کر رہا ہے لیکن سیاسی لیڈر آپس میں لڑ

رہے ہیں کہ تمہارے اتنے ممبر ہونے چاہئیں۔ اور ہمارے برابر اتنے اگر ہندوستان کی سچی محبت اُن کے دلوں میں ہوتی تو میں سمجھتا ہوں اُن میں سے ہر شخص کہتا کہ کسی طرح ہندوستان آزاد ہو جائے کسی طرح چالیس کروڑ انسان غلامی کے گڑھے سے نکل آئے"۔ (خطبہ جمعہ ۲۲جون ۱۹۴۵ء)

الغرض لارڈ ویول کی سکیم پر غور کرنے کیلئے سیاسی لیڈر شملہ میں اکٹھے ہوئے اس موقعہ پر ان تمام لیڈروں کو امام جماعت احمدیہ کا خطبہ جمعہ ۲۲جون ۱۹۴۵ء انگریزی میں ترجمہ کر کے پہنچایا گیا۔ جو آزادی کے حصول کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور نے اس خطبہ کے تعلق میں اپنی ۲۴جون ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی نہایت ہی بدقسمتی ہوگی کہ اگر اُس نے اس پیشکش (لارڈ ویول پیشکش۔ ناقل) کو رد کر دیا ہندوستان کو اس پیشکش کے ذریعہ ۹۰ فیصدی حقوق مل رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ ان کو اس واسطے مسترد کر دیں کہ ہمیں باقی دس فیصدی بھی کیوں نہیں ملتے تو ان کی سخت بے وقوفی ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ لیڈر نہیں ہوں گے جو چھوٹی باتوں کی وجہ سے ضد کر کے بیٹھ جائیں۔ اس پیش کش کو قبول کر لینا ہندوستان کو آزادی کے قریب تر لے آئے گا"۔

(الفضل ۲۶؍جون ۴۵)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو جماعت احمدیہ کے کٹر مخالفوں میں سے تھے حضرت امام جماعت احمدیہ کی آزادئ ہند کے لئے کوششوں کو سراہتے ہوئے اپنے اخبار اہلحدیث میں لکھا:۔

"یہ الفاظ کس جرأت اور حیرت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ہم کانگریسی تقریروں میں اس سے زیادہ نہیں ملتے چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا" (اہلحدیث امرتسر ۶ جولائی ۴۵ بحوالہ الفضل ۱۴۔۷۔۴۵)

یہ وہ حقیقت پسندانہ اعتراف ہے جو جماعت احمدیہ کے کٹر مخالف نے کیا ہے 'الفضل ما شهدت به الاعداء'۔ لیکن برا ہو حسد و تعصب کا کہ جس وقت ویول سکیم کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اور ہندوستان کی تقدیر بدلنے کیلئے ہندوستانی لیڈر شملہ میں اکٹھے ہوئے اور حضرت امام جماعت احمدیہ اپنی بیش قیمت تجاویز اُنہیں پہنچانے میں مصروف تھے عین اُس وقت ہندو مہا سبھا اور جمعیۃ العلماء کے مولویان صرف اس حسد کی وجہ سے اُس شملہ کانفرنس کو ناکام کرنے پر تلے ہوئے تھے کہ اُنہیں وائسرائے کی جانب سے اس کانفرنس میں کیوں مدعو نہیں کیا گیا۔ نتیجۃً شملہ کانفرنس جو نہایت اُمید افزاء ماحول میں ۲۹جون کو شروع ہوئی تھی۔ بعض فرقہ پرست لیڈروں کی مفاد پرستی کے نتیجہ میں ۱۴؍جولائی کو ناکامی کے ساتھ ختم ہوگئی جس کی ناکامی کی خبر اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ایک رؤیا کے ذریعہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو عطا فرمادی تھی کہ ہندوستان کو آزاد کرنے کی خوش قسمتی مسٹر چرچل کی کنزرویٹو پارٹی کی قسمت میں نہیں بلکہ یہ خوش قسمتی لیبر پارٹی کو حاصل ہونے والی ہے جن دنوں حضورؓ نے یہ خواب دیکھی اُن دنوں مسٹر مارین کی لیبر پارٹی انگلستان کی پارلیمنٹ میں اقلیت میں تھی اور مسٹر چرچل کی کنزرویٹو پارٹی طاقت میں تھی اور یہ اُمید کی جارہی تھی کہ چونکہ جنگ عظیم دوم کی کامیابی کا سہرا مسٹر چرچل کے سر پر ہے اس لئے آئندہ جب بھی انتخاب ہوں گے مسٹر چرچل کی پارٹی ہی فتح سے ہمکنار ہوگی چنانچہ الیکشن کے بعد دُنیا یہ خبر سن کر ورطہ حیرت میں پڑ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو رؤیا کے ذریعہ قبل از وقت جو خبر دی تھی عین اُس کے مطابق واقعہ ظہور پذیر ہوا اور کنزرویٹو پارٹی کے مقابل پر لیبر پارٹی ۲۰۴ سیٹوں کی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئی۔ اور اس نتیجہ سے خود لیبر پارٹی کے کارکنان حیرت میں پڑ گئے خود مسٹر مارین نے اپنی فتح کے متعلق مبلغ اسلام مولانا جلال الدین شمسؓ کو لکھا "یقیناً یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہوا ہے"۔

چنانچہ لیبر پارٹی نے اقتدار میں آتے ہی آزادئ ہند کیلئے Cabinet Mission بھجوانے کا اعلان کیا۔ یہ مشن مارچ 1946 میں ہندوستان پہنچا۔ یہ مشن سہ رکنی ممبران پر مشتمل تھا۔ ا۔ لارڈ پیتھک لارنس۔ ۲۔ سر سٹیفورڈ کرپس۔ ۳۔ اور اے بی الیگزنڈر۔ اس سہ رکنی وفد نے ڈیڑھ ماہ ہندوستان میں قیام کیا اور مختلف سیاسی پارٹیوں سے بات چیت کی۔ اور اس طرح ۱۶؍جولائی ۱۹۴۶ء کو کانگریس اور مسلم لیگ دونوں ایک ایسے سمجھوتے پر متفق ہوئے جس کے نتیجہ میں ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ عمل میں آیا۔ بالآخر لارڈ ماؤنٹ بیٹن ۲۲؍مارچ ۱۹۴۷ء کو گورنر جنرل کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور 3جون ۱۹۴۷ء کو اپنی سکیم کا اعلان کیا۔ 4جولائی 1947 کو برٹش پارلیمنٹ نے اس سکیم کی منظوری عطا کی۔ اس طرح 15اگست 1947 کو ہندوستان نے اپنی آزادی کا اعلان کیا اور پنڈت جواہر لال نہرو آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم بنے۔

پس آزادئ ہند کیلئے جماعت احمدیہ کی طرف سے 1908 سے 1946 تک کی جانے والی گراں قدر خدمات اور طویل جدوجہد کی مختصر داستاں جو ہم یہاں بیان کر چکے ہیں اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جماعت احمدیہ ہمیشہ ہی آزادئ ہند کے لئے کوشاں رہی ہے بلکہ اگر کہا جائے کہ ہندوستان کو جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہی آزادی ملی تو یہ کوئی مبالغہ آمیز بات نہ ہوگی۔

جماعت احمدیہ اور عالمی پریس

قریشی محمد فضل اللہ استاذ مدرسہ احمدیہ قادیان

عالمی پریس کے ذریعہ محققین اور دانشوروں نے جماعت احمدیہ کی صداقت غیر معمولی ترقی، استحکام اور گراں قدر ملی و قومی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے اپنے رنگ میں خراج تحسین پیش کیا ہے ہزاروں صفحات پر مشتمل ان بے لاگ تبصروں میں جماعتی ترقی پر حیرت و حسرت اور رشک واستعجاب کا بھی اظہار کیا ہے۔ الفضل ماشھدت بہ الاعداء کے پیش نظر چند ایک آراء و تاثرات ھدیہ قارئین ہیں۔

"اشاعۃ السنہ"

مشہور اہل حدیث لیڈر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھا:

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لَعلّ اللّٰہ یُحدِثُ بعدَ ذٰلکَ اَمراً۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔

ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اُٹھالیا ہو اور مخالفینِ اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجودِ الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ کرلے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھادیا ہو"۔ (اشاعۃ السنہ جلد ہفتم نمبر ۶ صفحہ ۱۶۹-۱۷۰)

رسالہ منشور محمدی بنگلور

مولانا محمد شریف صاحب مشہور مسلمان اخبار "منشور محمدی" بنگلور کے مدیر نے لکھا:

"اس کتاب کی زیادہ تعریف کرنی حدِ امکان سے باہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس تحقیق و تدقیق سے اس کتاب میں مخالفینِ اسلام پر حُجتِ اسلام قائم کی گئی ہے وہ کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں.... اثبات اسلام و حقیقت نبوت و قرآن میں یہ لاجواب کتاب اپنا نظیر نہیں رکھتی.... یہ وہ عالی مضامین اور قاطع دلائل ہیں جن کے جواب کیلئے مخالفین کو دس ہزار کی تحریص دلائی گئی ہے اور اشتہار دیئے ہوئے عرصہ ہو چکا۔ مگر کسی کو قلم اُٹھانے کی اب تک طاقت نہیں ہوئی"۔ (منشور محمدی ۵ رجمادی الآخر ۱۳۰۰ھ)

دی آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس

۱۸۹۴ء میں جبکہ ابھی احمدیت کا آغاز ہی ہوا تھا۔ لندن میں منعقدہ عیسائی پادریوں کی ایک عظیم الشان کانفرنس میں لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ نے تقریر کرتے ہوئے کہا:-

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے اُن لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اِسلام ہمارے سامنے آرہا ہے اور اِس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں.... یہ اُن بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بناء پر محمد کا مذہب ہماری نگاہ میں قابلِ نفرین قرار پاتا ہے۔ اِس نئے اِسلام کی وجہ سے محمد کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جارہی ہے.... پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اِس بات کا کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں"۔ (دی آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس ۱۸۹۴ء صفحہ ۶۴ بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ جنوری ۱۹۸۳ء صفحہ ۷۵)

اخبار "دی یونٹی اینڈ دی مسٹری" کلکتہ

"مرحوم ایک عالم تھے۔ اور آپ صرف اپنے ہی مذہب سے پوری پوری واقفیت نہ رکھتے تھے بلکہ عیسائیت اور ہندو مذہب کے بھی خوب جاننے والے۔ آپ کا میگزین جس کا نام ریویو آف ریلیجنز ہے اور جس کو بڑی قابلیت سے چلایا جاتا ہے۔ آپ کی طاقت تنقید کی باریکی کو ظاہر کرتا ہے۔ اِن کو بھی مذہبی اتحاد کا خیال تھا... لیکن آپ نے عیسائیت کے بعض مسائل کی خوب دل بھر کر قلعی کھولی ہے"۔ (ترجمہ) بحوالہ تشحیذ الاذہان صفحہ ۲۳۱ ۱۹۰۸ء)

صادق الاخبار۔ ریواڑی

"چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پُر زور تقریروں اور شاندار تصنیف سے مخالفین اِسلام کے ان لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کیلئے انہیں ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حقِ حمایت

اسلام کما حقہٗ ادا کر کے خدمت دینِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے"۔

اخبار وکیل امرتسر

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا:-

"…. مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ اُن کا ایک بہت بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے مجبور کرتی ہے کہ اس احسان کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے… میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابل پر اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے…. آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو"۔(اخبار وکیل امرتسر)

کرزن گزٹ دہلی نے لکھا:-

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کے مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا…. اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں ایسی قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوت کا لکھنے والا نہیں…. اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے"۔(کرزن گزٹ دہلی یکم جولائی ۱۹۰۸ء)

اخبار چودھویں صدی راولپنڈی (پاکستان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک انصاف پسند اخبار نویس نے لکھا:

"ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ اُن سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے۔ اور تمام بڑے بڑے اُصول و فروع اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ مبرہن و مزین کیا….. غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بہ ہیئت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا۔ جس میں بے شمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہلِ مذاہب ششدر رہ گئے… مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں میں امتیاز کیلئے اس قدر کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آگری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اُٹھ جاتے"۔(اخبار چودھویں صدی راولپنڈی یکم فروری ۱۸۹۷ء)

تہذیب النسوان لاہور

لاہور کے مشہور غیر احمدی رسالہ "تہذیب النسوان" کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا:

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم۔ بلند ہمت مصلح۔ اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردہ روحوں کیلئے واقعی مسیحائی تھی"۔(بحوالہ سلسلہ احمدیہ)

اخبار زمیندار لاہور

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ کی وفات پر مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار لاہور نے لکھا:

مولوی حکیم نورالدین جو ایک زبردست عالم اور جید فاضل تھے ۱۳؍ مارچ کو کئی ہفتے کی مسلسل علالت کے بعد دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون…. مولانا حکیم نورالدین صاحب کی شخصیت اور قابلیت ضرور اس قابل تھی جس کے فقدان پر تمام مسلمانوں کو رنج اور افسوس کرنا چاہئے کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کرتا ہے الحق اپنے تبحر علم و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔ افسوس کہ آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گیا۔(۱۹۱۴-۳-۱۹ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم)

"زمیندار" لاہور

مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر زمیندار نے لکھا:

"یہ (جماعت احمدیہ - ناقل) ایک تناور درخت

ہو چکا ہے۔ اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں۔ اور آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کانٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ کو خاطر میں نہ لاتے تھے، غلام احمد قادیانی.... پر اندھادھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے ہیں"۔ (اخبار "زمیندار" لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

کتاب احمدیہ "موومنٹ"

مسٹر والٹر ایم اے سیکرٹری آل انڈیا کرسچن ایسوسی ایشن نے اپنی انگریزی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں لکھا:

"میں نے ۱۹۱۶ء میں قادیان جاکر (حالانکہ اس وقت مرزا صاحب فوت ہوئے آٹھ سال گزر چکے تھے) ایک ایسی جماعت دیکھی جس میں مذہب کیلئے وہ سچا اور زبردست جوش موجود تھا جو ہندوستان کے عام مسلمان کو محبت اور ایمان کی وہ روح جسے وہ عام مسلمانوں میں بے سود تلاش کرتا ہے احمد کی جماعت میں بافراط ملے گی"۔

"ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر"

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے لکھا:

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اُسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے، ٹھیٹھ اِسلامی صورت کا نمونہ ہے۔ ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہئے کہ اِس نمونہ کو ترقی دی جائے اور ہر مسلمان ہر وقت اسے پیشِ نظر رکھے۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اُس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا جسے فرقہ قادیانی (جماعت احمدیہ) کہتے ہیں"۔ (ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر)

اخبار "المنبر" لائلپور

رسالہ مذکور ۱۹۵۶ء کی ایک اشاعت میں لکھتا ہے:

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا اُن میں سے اکثر تقویٰ۔ تعلق باللہ۔ دیانت۔ خلوص۔ علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی۔ مولانا عبدالجبار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر کے بارہ میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور اُن کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو اُن کے ہمسایہ ہوں.... ہم اِس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھے۔ تقسیم ملک کے بعد اس گروہ نے نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں اُن کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں اُن کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں.... اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم ترین ہنگاموں کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۷-۱۹۵۶ء کا بجٹ پچیس لاکھ کا ہو"۔

(اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ کی مرکزی انجمنوں اور ذیلی تنظیموں کا بجٹ کروڑوں تک جا پہنچا ہے-ناقل)

"صدق جدید" لکھنؤ

مولانا عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر صدق جدید نے لکھا:-

"مشرقی پنجاب کی خبر ہے کہ آچاریہ ونوبا بھاوے جب پیدل سفر کرتے ہوئے وہاں پہنچے تو اُنہیں ایک وفد نے قرآن کریم کا ترجمہ انگریزی اور سیرتِ نبویؐ انگریزی کتابیں پیش کیں۔ یہ وفد قادیان کی جماعتِ احمدیہ کا تھا۔

خبر پڑھ کر ان سطور کے راقم پر تو جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اچاریہ جی نے دورہ اَودھ کا بھی کیا۔ بلکہ خاص قصبہ دریاباد میں قیام کرتے ہوئے گئے۔ لیکن اپنے کو اِس قسم کا کوئی تبلیغی تحفہ پیش کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ نہ اپنے کسی ہم ملک ندوی، دیوبندی، اسلامی جماعتوں میں سے۔ آخر یہ سوچنے کی بات ہے یا نہیں کہ جب بھی کوئی موقعہ اِس قسم کی تبلیغی خدمت کا پیش آتا ہے یہی خارج از اسلام جماعت شاہ نکل جاتی ہے۔ اور ہم سب دیندار منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں"۔ (صدقِ جدید ۱۲/جون ۱۹۵۹ء)

رسالہ "Baptest Times"

لندن

مسجد فضل لندن کی تعمیر پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار مذکور نے لکھا:-

"اِس مسجد کی تعمیر کو ایک چیلنج سمجھنا چاہئے۔ مغرب اب تک مشرق کو مذہباً اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا رہا ہے مگر افسوس کہ اس نے اپنی طاقت کو گھر میں کمزور کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مشرق بھی مغرب کی طرف دیکھنے لگا ہے۔ اب مسلمانوں کی اذان کا نعرہ اِس سرزمین پر سنا جانے والا ہے"۔ (بحوالہ خالد ربوہ جنوری ۱۹۸۳ء صفحہ ۸۷)

"نیویارک ٹائمز" امریکہ

اخبار مذکور نے اپنی یکم جون ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں لکھا:-

"برصغیر پاک و ہند کی لاتعداد مذہبی جماعتوں میں ایک جو اپنے آپ کو "جماعتِ احمدیہ" کہتی ہے ان معدودے چند جماعتوں میں سے ایک ہے جو اپنی تعداد کی بجائے اپنی مستعدی اور مستحکم تنظیم کی وجہ سے غیر متعصب (سیکولر) دنیا میں زیادہ ذی رسوخ و بااثر ہے۔ اِس سو سالہ عقیدہ کے (جس کی جڑیں اسلام میں ہیں) تسلیم کرنے والے احمدیوں کا مرکز چالیس ہزار نفوس پر مشتمل ایک ایسے سرسبز نخلستان قسم کے قصبہ میں واقع ہے جو پاکستانی پنجاب کے میدان میں جھانکتی ہوئی سنگلاخ چٹانوں اور اُن کی ناہموار چوٹیوں کے درمیان

گھرا ہوا ہے۔

پاکستان کے واحد نوبل انعام یافتہ ماہر طبیعات عبدالسلام احمدی ہیں۔ اس ملک کے پہلے وزیر خارجہ سر چوہدری ظفر اللہ خان جو بعد میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر اور بین الاقوامی عدالت کے جج بھی ہوئے وہ بھی احمدی ہیں ...“۔ (بحوالہ ہفت روزہ ”لاہور“ لاہور ۳۰؍جون ۱۹۸۴ء صفحہ ۴)

روزنامہ ”دعوت“ دہلی

جماعت اسلامی کا آرگن ”دعوت“ دہلی، ”صدق جدید“ ۶۱-۶-۱۶ کے حوالہ سے رقمطراز ہے:-

”ہمیں ان احمدی حضرات کو اختلاف کے باوجود داد دینی چاہئے جو مغربی اور افریقن ممالک میں اپنے طور پر اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آخر یہ لوگ کس کرۂ مریخ سے وارد نہیں ہوئے انہوں نے اپنے خاص نظام کے تحت اپنے نظریات و عقائد کی تربیت حاصل کی اور اپنے کردار کو پختہ بنایا۔ اور مذہب کی دولت انہوں نے پائی اسے لے کر وہ افریقہ اور دوسرے ممالک میں پہنچے اور ایمان کے سہارے اس کی دکانیں وہاں سجائیں جہاں اُن کا نام لینا بھی دوسروں کیلئے باعثِ شرم ہے“۔ (بحوالہ اخبار بدر قادیان ۲۹؍جون ۱۹۶۱ء)

مسٹر ایس۔ جی۔ ولیم سن پروفیسر غانا یونیورسٹی

افریقہ میں تبلیغ اسلام سے متعلق اپنی کتاب "Christ and Mohammad" میں لکھتے ہیں:-

”غانا کے شمالی حصہ میں رومن کیتھولک کے سوا عیسائیت کے تمام اہم فرقوں نے محمدؐ کے پیروؤں کے لئے میدان خالی کر دیا ہے۔ اشانٹی اور گولڈ کوسٹ کے جنوبی حصوں میں خصوصاً ساحل کے ساتھ ساتھ جماعتِ احمدیہ کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔ یہ خوشکن توقع کہ گولڈ کوسٹ جلد ہی عیسائی بن جائے گا اب معرض خطر میں ہے اور یہ خطرہ ہمارے خیال کی وسعتوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ کیونکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد احمدیت کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہے۔ اور یقیناً یہ صورتِ حال عیسائیت کیلئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ تاہم یہ فیصلہ ابھی باقی ہے کہ آئندہ افریقہ میں ہلال کا غلبہ ہوگا یا صلیب کا“۔

اخبار ”الفتح“۔ مصر

”میں نے بغور دیکھا تو قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔ انہوں نے بذریعہ تحریر و تقریر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے“۔ (اس کے بعد اخبار مذکورہ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے تبلیغی مراکز کا تعریفی رنگ میں ذکر کر کے کہ وہ پادریوں وغیرہ سے بڑھ چڑھ کر کامیاب ہیں کیونکہ اُن کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پُر حکمت باتیں ہیں لکھتا ہے:-) ”جو شخص بھی اُن کے حیرت زا کاموں کو دیکھے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اِس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے“۔ (”الفتح“ ۲۵؍جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ)

ماہنامہ ”نگار“ لکھنؤ

علامہ نیاز محمد خان نیاز فتحپوری ایڈیٹر ماہنامہ ”نگار“ لکھنؤ نے لکھا:-

”.... یہ تحریک ایک مختصر گاؤں سے شروع ہو کر نصف صدی کے اندر تمام دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچ جاتی ہے تو ہم کو اس کی استقامتِ عزم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ استقامت کسی جماعت میں اُس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اس کا بانی و مؤسس خود بڑا مخلص انسان ہو....“ (ملاحظات صفحہ ۱۱۷)

رسالہ ”ترجمان القرآن“

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے رسالہ ”ترجمان القرآن“ کے مدیر لکھتے ہیں:-

”میں اکثر اوقات اِس پر غور کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کو اپنے مشن... میں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی؟ مجھے مرزا صاحب کی کامیابیوں کا سلسلہ لامتناہی نظر آتا ہے۔ اور جس وقت مرزا صاحب کے مخالفین کی نامرادیوں پر غور کرتا ہوں تو وہ بھی بیحد و حساب نظر آتی ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ ایک شخص خدا اور اُس کے رسول کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے۔ نائبینِ رسول کو چیلنج کرتا ہے کہ تم سب مل کر بھی میرے مشن کو فیل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا کی تائید میرے شامل حال ہے۔ تم جب بھی میرے مقابلہ پر آؤ گے ہر مرتبہ ذلیل و نامراد ہو گے اور یہی میرے نبی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ مرزائیوں کی حفاظت کے سامان غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں... دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آجاتے ہیں... ذرا سچے رسول کی ختم نبوت کی حفاظت کرنے والوں کی ناکامیاں اور تباہیاں سامنے لائیے۔ کس قدر زور دار تحریک اُٹھی تھی اور کیسے ہمیشہ کیلئے ختم ہو کر رہ گئی...“۔ (ترجمان القرآن اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۵۷، ۵۸)

محترم میر مشتاق احمد صاحب سابق چیئرمین میٹروپولیٹن کونسل دہلی

گزشتہ پچاس سالوں سے مَیں جماعتِ احمدیہ اور اُس کے تعمیری کاموں سے باخبر ہوں۔ یہ جماعت اسلامی تعلیم کے مطابق حقیقت پسندانہ نظریہ رکھتی ہے۔ اور یہ جماعت ایک پُر امن اور منظّم تحریک کی صورت میں محبت اور امن کے ساتھ دنیا کے تمام کونوں میں اسلام کی تعلیم پھیلا رہی ہے۔ اسلام کی صحیح روح کے مطابق یہ دنیا کے تمام مذاہب کے پیشواؤں کا احترام کرتے ہیں۔ سیاسی نقطہ نظر سے یہ جماعت ہمیشہ امن کے اُصولوں کو اپناتی رہی ہے اور اُن کا نقطہ نظر قومی یکجہتی کے حصول میں ممد و معاون رہا ہے۔ مَیں اِن کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ وہ اِنسانیت کی ہمدردی اور خدمت کے نیک اُصولوں پر آئندہ بھی ہمیشہ کاربند رہیں گے۔

معروف جرنلسٹ جناب سردار

خوشونت سنگھ صاحب

مجھے دنیا کے مختلف ممالک میں جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشنز دیکھنے کا موقعہ ملا ہے اور ان میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین اسلام کو پھیلانے کا جو جذبہ پایا جاتا ہے اس سے میں کافی متاثر ہوا ہوں۔ میرے علم میں کوئی اور اسلامی تنظیم اتنی زیادہ باعمل اور مستعد نہیں ہے جس نے افریقہ جیسے دور دراز علاقوں میں باوجود انتہائی مشکلات کے کامیابی کے ساتھ اسلام کے جھنڈے کو سربلند کرتے ہوئے عیسائی مشنوں کا مقابلہ کیا ہے۔ یورپین ممالک میں بھی ان کی جدوجہد اسی طرح قابلِ ستائش ہے جہاں انہوں نے اپنے مدارس اور مساجد تعمیر کی ہیں۔ مجھے یہ جان کر دکھ ہوا کہ پاکستان میں ان پر تشدّد کیا گیا اور اُن کو غیر مسلم اقلیّت قرار دیا گیا۔ میرے علم کے مطابق ہر آدمی کا مذہب کُلّی پر اُس کا ذاتی معاملہ ہے۔ ان کو اذان دینے سے منع کرنا اور تنگ نظری و تعصّب کی آنکھ سے دیکھتے ہوئے غیرمسلم قرار دینا اِسلامی روح کے منافی ہے۔ مجھے اِس بات سے خوشی ہے کہ یہ جماعت ایک صِدی تک ایسے امتیازی سلوک و مشکلات کے باوجود ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ آئندہ بھی کئی صدیوں تک زندہ و پائندہ رہے گی۔

جناب آر۔ سیٹھی پنجاب کے ایک تجربہ کار اور عمر رسیدہ اخبار نویس لکھتے ہیں:

"یہ حالات کی ستم ظریفی ہے کہ موجودہ دَور میں احمدیہ جماعت کو مذہب کے نام پر ظلم و تشدد کا شکار بنایا جارہا ہے۔ اور وہ بھی اپنے ہم مذہب مسلمان کہلانے والے لوگوں کے ہاتھ سے۔ قادیان میں کچھ لوگ اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر تقسیم ملک کے وقت ٹھہرے رہے۔ کچھ وقت تکلیف کا سامنا کیا مگر اپنی رواداری اور ملکی وفاداری کے اُصولوں کو اپناتے ہوئے جلد ہی یہاں کی غیر مسلم پبلک کا اعتماد حاصل کر لیا۔ اور وقتی خطرات ختم ہو کر اُمن کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ اور پوری آزادی کے ساتھ ہر سال دسمبر میں اپنا مذہبی جلسہ مناتے ہیں۔

احمدیہ جماعت لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے تمام ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اُن کا مذہبی عقیدہ ہے کہ جس ملک میں بھی وہ رہیں گے اُس ملک کے وفادار شہری کے طور پر رہیں گے۔ اِسلام کی سچی تعلیم اور روح کے مطابق وہ دوسرے مذاہب کے خلاف نفرت کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ وہ اِسلام کی محبت اور رواداری کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں۔

یہ امر قابل افسوس ہے کہ اِس قدر امن پسند جماعت کو پاکستان میں بنیادی حقوق سے محروم کر کے اُن کو تشدد کا نشانہ بنایا جائے۔

جناب سردار گیانی ذیل سنگھ صاحب

سابق صدر جمہوریۂ ہند

"میں ایک لمبے عرصے سے جماعت احمدیہ کو جانتا ہوں اور مجھے متعدد دفعہ اُن کے مقدس مرکز قادیان کی زیارت کا موقعہ ملا ہے۔ یہ اقلیتی جماعت اپنے امن پسند اُصولوں اور قانون کا احترام اور باہمی تعاون اور رواداری کے طریقہ کار کے باعث نہ صرف انتہائی مشکل اور نامساعد حالات میں زندہ رہی بلکہ اِس جماعت نے اپنے اچھے اثرات پیدا کرتے ہوئے اپنے علاقہ میں ایک عزت اور احترام کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ جماعت احمدیہ تمام مذہبی پیشواؤں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اُنہوں نے محبت اور خدمت خلق کے جذبہ سے سب لوگوں کے دلوں کو جیتا ہے۔ احمدیہ جماعت دوسرے مسلمانوں کی نسبت زیادہ وسیع القلب اور حقیقت پسند اُصول اپناتی ہے۔ اور اُس نے ہمیشہ اَخلاقی سربلندی اور قومی یکجہتی کے اُصولوں کو اختیار کیا ہے۔ انہوں نے مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے ہیں۔ مَیں اِس موقعہ پر جماعت احمدیہ کو مختلف میدانوں میں تعمیری کاموں کو سرانجام دینے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ اُمید رکھتا ہوں کہ وہ بے لوث خدمت محبت اور لگن کے ساتھ اپنے نیک مقصد پر گامزن رہے گی۔ مَیں دِل سے اس کی ترقی کا متمنّی ہوں۔

ہفت روزہ (NU) ہالینڈ

ہالینڈ پارلیمنٹ کے پریس روم میں ایک پریس کانفرنس ۱۵ اگست ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔

اخباروں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی پریس کانفرنس کی خبر کو نمایاں طور پر شائع کیا ہفت روزہ "نیو" (NU) جس کے معنے ہیں "آجکل" نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے فوٹو کے ساتھ جو خبر شائع کی اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ اخبار مذکور نے خبر پر جو عنوان لگایا وہ یہ ہے:-

"اسمبلی کے پریس روم میں پیغمبرانہ باتیں"

"دی ہیگ، نیوز رپورٹ (اسمبلی کے پریس روم) میں ہم نے ایک مقدس وجود سے ہاتھ ملائے۔ یہ ہے وہ تاثر جو حضرت حافظ مرزا ناصر احمد امام جماعت احمدیہ سے مل کر دل میں اُبھرتا ہے۔ آپ یورپی خدوخال رکھتے ہیں۔ اور چہرے سے آپ کے نور جھلکتا ہے جو اہلِ مغرب کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

احمد ثالث (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے ۱۹۶۷ء میں لندن میں احمدیت کی تعلیم بڑی وضاحت سے بیان کی تھی۔ اس صدی میں رونما ہونے والے بڑے بڑے اور اہم واقعات مثلاً روس اور جاپان کی جنگ، ایشیا میں بڑی طاقتوں کا ظہور، زار کی حالتِ زار، کمیونزم کا پھیلاؤ، پہلی اور دوسری جنگِ عظیم۔ یہ سب واقعات آپ کے دادا (حضرت مرزا غلام احمد) کی کتب میں بطور پیشگوئی پہلے ہی سے درج تھے۔ یہی نہیں اس سے بڑھ کر یہ مزید بتایا گیا ہے کہ ایک اور بہت بڑی تباہی نوعِ انسان پر آنے والی ہے صرف جنگیں ہی نہیں بلکہ زلزلے آنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ بتایا گیا ہیکہ امریکہ اور رُوس اپنی طاقت کھو بیٹھیں گے۔ روس نسبتاً پہلے سنبھلے گا اور لوگ خدائے واحد کی طرف لوٹیں گے۔ تب اسلام فاتحانہ شان میں عالمی مذہب کی حیثیت اختیار کریگا۔ آخر میں ہم یہ کہہ کر اپنی بات مکمل کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جو روئے زمین پر ہر جگہ تبلیغ اسلام میں معروف

عمل ہے۔ مسلمان اس جماعت کے بارہ میں متضاد نظریات رکھتے ہیں"۔

(ہفت روزہ "Nu" (آجکل) ہیگ ہالینڈ مورخہ ۱۳راگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۴)

گوٹن برگ سویڈن کے مشہور اخبار "آربے تت" نے نہایت جلی عنوان کے تحت لکھا:

"حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایسی شخصیت ہیں جو مغرب اور مشرق کو پیار اور خیر خواہی سے مسخر کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ ان کی جماعت سختی کو پسند کرنے کی بجائے محبت اور پیار پر یقین رکھتی ہے ان کے عقیدہ کی رُو سے صرف پیار ہی لوگوں کے مسائل حل کر سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا مسلمانوں کی جنگی تحریکوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو اُن ایام میں بھی اپنے مخالفین کیلئے دُعائیں مانگتے تھے جب اُنہیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے مخالفین میں سے ہی بہت سے لوگ جماعت میں آشامل ہوئے۔ ابتداء میں افغانستان میں چند احمدیوں کو سنگسار بھی کیا گیا تھا مگر باوجود ہر تنگی اور تلخی کے اس جماعت نے اپنے آپ کو خوب سنبھالا ہوا ہے۔ افریقی ممالک غانا اور نائیجیریا میں تو اس کی بہت مضبوط شاخیں قائم ہیں۔ وہاں مقامی طور پر مبلغین تیار کرنے کا انتظام بھی ہے جبکہ پہلے یہ اہتمام صرف پاکستان میں تھا۔ امریکہ میں جماعت کا پیغام وہاں کے سیاہ فام لوگوں تک بھی پہنچایا گیا ہے۔ (ترجمہ رپورٹ روزنامہ آربے تت مورخہ ۳۰ر جولائی ۱۹۸۰ء)

فرنٹیئر میل

شری برہم دَت ڈیرہ دون کے اخبار "فرنٹیئر میل" (The Frontier Mail) مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۸ء میں لکھتے ہیں:-

"احمدیہ جماعت مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے۔ جملہ مذاہب کے ساتھ رواداری اس کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے۔ تمام پیشوایانِ مذاہب کی عزت و تکریم کرتے ہوئے احمدیوں نے ان کی تعلیمات کو اپنی مذہبی کتب میں شامل کیا ہے۔ چالیس سال پیشتر یعنی اس وقت جبکہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے اُفق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ پیغام صلح کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری، اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو۔ بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابلِ قدر ہے۔ کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردہ میں سے دیکھا اور (صحیح) رستہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اگر لوگ اپنی خود غرضی اور غلط لیڈر شپ کی وجہ سے اس سیدھے رستہ کو نہ دیکھ سکے تو یہ اُن کی اپنی غلطی تھی اور نفرت و حقارت کے جو کھیت اُنہوں نے بوئے تھے اُن کی فصل کاٹنے کے وہ اب ضرور مستحق ہیں"۔

جناب لالہ جگت نارائن وزیر تعلیم حکومت پنجاب میں وبانی ایڈیٹر ہند سماچار جالندھر

اپنے خط بنام ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ میں لکھتے ہیں:-

"احمدیہ فرقہ اگرچہ تعداد میں ہندوستان کے دوسرے مذاہب سے چھوٹا ہے لیکن اس کی عظیم روایات ہیں۔ اور اس کے نام لیواؤں نے دنیا بھر میں شہرت و عزت پائی ہے۔ اس لئے ہندوستان کو آپ پر فخر ہے"۔ (ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۶ء)

روزنامہ "ریاست" دہلی

محترم جناب سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر "ریاست دہلی" تحریر کرتے ہیں:-

"جو لوگ احمدیوں کے مذہبی کیریکٹر اور ان کے بلند شعار سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر دنیا کے تمام احمدی ہلاک ہو جائیں۔ ان کی تمام جائداد لوٹ لی جائے۔ صرف ایک احمدی زندہ بچ جائے۔ اور اس احمدی سے کہا جائے کہ اگر تم بھی اپنا مذہبی شعار تبدیل نہ کرو گے تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ تو یقیناً دنیا میں زندہ رہنے والا یہ واحد احمدی بھی اپنے شعار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مرنا اور تباہ ہونا قبول کرے گا"۔ (اخبار ریاست ۱۶ر مارچ ۱۹۵۳ء)

ہفت روزہ میڈیا لاہور

جماعت احمدیہ اس قدر منظم ہو چکی ہے کہ اس نے انٹر نیشنل ٹیلی ویژن سے ۱۲ گھنٹے کی نشریات خرید رکھی ہیں (اب تو اللہ کے فضل سے ۲۴ گھنٹے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل تمام دنیا میں روحانی و جسمانی برکات انڈیل رہا ہے۔ ناقل) پاکستان کے اندر احمدی تبلیغ نہیں کر سکتا اس کے برعکس انٹینا پر ۱۲ گھنٹے پاکستانی عوام "مسلم ٹیلی ویژن انٹرنیشنل احمدیہ" کی نشریات دیکھتے اور سنتے ہیں اور احمدیوں کی نشریات مختلف حصوں میں تقسیم ہیں لیکن ان نشریات کو ٹیلی کاسٹ کرنے کا انداز بہت پُر فریب ہے ٹیلی ویژن پر ایسے ایسے حیرت انگیز دعوے کئے جاتے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ احمدی اس صدی میں غالب آنے والے ہیں۔ کیا عالم اسلام، پاکستان اور مسلمان علماء کرام احمدیوں کی ترقی کا کوئی توڑ کرنے کی پوزیشن میں نہیں؟ اس سوال کا جواب وقت دے گا" ہفت روزہ میڈیا لاہور ۵ تا ۲۰ مئی ۱۹۹۵ء بحوالہ الفضل انٹر نیشنل ۹ فروری ۹۶ء صفحہ ۱۶)

ماہنامہ "دفاع" کراچی

ماہنامہ "دفاع کراچی نے اگست ۹۷ء کے صفحہ ۴۰ پر لکھا:

"قادیانیوں کی روز افزوں ترقی - لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کا قادیانی مذہب میں داخل ہونا اور دنیا کا قادیانیت کی طرف بڑھتا ہوا سیلاب بظاہر اس بات کی علامت معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف ہے۔۔۔ جس رفتار سے قادیانیت کا سیلاب بڑھ رہا ہے اس کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آئندہ چند برسوں میں یہ ساری دنیا۔۔۔۔ کو بھی بہالے جائے گا"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

20 ویں صدی کے چند معروف احمدی شعراء نعت کے میدان میں

مکرم سفیر احمد بھٹی مبلغ سلسلہ ہریانہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان جو خدا تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان اللہ وملئکتہٗ یصلون علی النبی ۔ یٰأیّھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (سورہ الاحزاب آیت ۵۷)

ترجمہ:۔ اللہ یقیناً اس نبی (ﷺ) پر اپنی رحمت نازل کر رہا ہے۔ اور اُس کے فرشتے بھی پس اے مومنو تم بھی اس نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے رہا کرو۔ اور اُن کیلئے دُعائیں کرتے رہا کرو۔ اور اُن کیلئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔

اللھم صل علی محمد ومبارك وسلم انک حمید مجید.

اسلام کی اشاعت کے فرائض وہی انسان سرانجام دے سکتا ہے جو کامل طور پر الٰہی فرمان کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے گا اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں یہ خدمات اُس وجود کیلئے مقدر تھیں۔ جو عاشق رسول (ﷺ) تھا۔

اس تعلق میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''کہ ایک بار میں نے کشف میں دیکھا کہ ملاءِ اعلیٰ میں فرشتے کسی کی تلاش کر رہے ہیں ۔ اتنے میں اُن میں سے ایک فرشتے نے میری طرف (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل) اشارہ کر کے کہا۔ ھذا رجلٌ یحبُّ رسول اللہ یعنی یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی محبت اس قدر جوڑ دی ہے کہ کوئی انسان بنا آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کئے اسلام کی اشاعت کے عظیم فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس آیت کریمہ سے آنحضرت ﷺ سے خدا تعالیٰ کی محبت کا بھی علم ہوتا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ اے محمد ﷺ جو دین تو لایا ہے۔ اس کی اشاعت کا کام صرف اور صرف اُس انسان کے سپرد کروں گا جو تجھ سے سچی محبت کرنے والا اور تیرا کامل غلام ہوگا۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے کامل غلام تھے۔ تب ہی خدا تعالیٰ نے اس دُنیائے فانی میں سے اگر اسلام کی ترقی کیلئے کسی وجود کو چنا تو وہ آپؑ ہی تھے۔ اگرچہ اس زمین پر بیشمار انسان ایسے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی محبت اور آپؐ سے سچے عشق کا دم بھرتے ہیں۔ مگر جب ان کے کاموں کی طرف نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات خالی محبت کے ہی دعویدار ہیں۔ اشاعت اسلام کے کاموں میں ان کا کوئی بھی مقام نہیں ہے۔

ادھر جب ہم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں کی طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپؑ کے سپرد جو کام کیا تھا آپؑ نے کس عمدگی سے اس کام کو سرانجام دیا۔ آپؑ کو دُنیا نے اسلام کا پہلوان اور جرنیل عظیم جیسے خطابات سے نوازا اور یہ عظیم الشان کام جو خدا تعالیٰ نے آپ سے لئے جس کا اقرار کیا اپنوں اور کیا غیروں سبھی نے کیا۔ یہ صرف اور صرف اس وجہ سے ہوا کہ ۱۴ سو سال کے عرصہ میں اسقدر آنحضرت ﷺ سے محبت کرنے والا کوئی انسان پیدا نہیں ہوا۔

آپؑ اسی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کتاب تجلیات الٰہیہ میں فرماتے ہیں۔ ''اگر میرے اعمال دُنیا کے پہاڑوں کے برابر بھی ہوتے اور میں حضرت اقدس محمدؐ کی امت میں سے نہ ہوتا تو جو مخاطبہ اور مکالمہ کا مقام مجھے ملا ہے یہ کبھی نہ ملتا''۔

گویا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تمام ترقی اور کامیابی کا راز آنحضرت ﷺ سے سچا عشق تھا۔

اسی طرح سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ایک رات میں نے کثرت سے درود شریف پڑھی چنانچہ کشف میں میں نے دیکھا فرشتے میرے گھر کی درو دیوار پر نور کی مشکیں انڈیل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے تو جواب ملا۔

ھذا بما صلیت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

کہ یہ برکت آنحضرت ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کے نتیجہ میں ہے۔ اسی طرح سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔

'' کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کہ تمام برکات وفیوض کا سرچشمہ اور منبع اگر کوئی ہے تو وہ صرف آنحضرت ﷺ کا کامل وجود ہے۔ اسلئے خیر کے طالبوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کامل واکمل ترین وجود سے صدق دل سے وابستہ کر لیں۔ کیونکہ اس عظیم وجود سے فیض لئے بنا اسلام کی خدمت ممکن ہے اور نہ ہی انسان کی خدمت۔

چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جو اپنے آقا و مولا آنحضرت ﷺ سے محبت تھی اسی محبت کو آپؑ نے اپنی تمام زندگی اپنے منثور و منظوم کلام جسقدر بیان کیا ہے اس کی مثال روئے زمین پر ملنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

۱۴ سو سال کے طویل عرصہ میں جسقدر فدایانِ محمدؐ نے آپ کی شانِ اقدس میں نعتیں لکھی ہیں اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمی ادبی اور روحانی کلام میں جو چاشنی پائی جاتی ہے وہ نہ تو کسی عربی، نہ فارسی نہ اردو اور نہ ہی کسی اور زبان کے شاعر کی نعتوں میں پائی گئی ہے۔ چنانچہ اس تعلق میں نمونہ کے طور پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز عربی فارسی اور اردو کلام سے صرف تین شعر پیش خدمت ہیں۔

آپؑ اپنے عربی منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

۱۔ یاعین فیض اللہ والعرفان
یسعیٰ الیک الخلق کالظمآن

اے اللہ تعالیٰ کے فیض اور عرفان کے چشمہ (رسولؐ) آپؐ کی طرف لوگ پیاسوں کی طرح دوڑے، چلے آتے ہیں۔

اسی طرح آپؑ اپنے فارسی منظوم کلام میں فرماتے ہیں:۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچہ آلِ محمد است

میرا دل و جان محمدؐ کے جمال پر فدا ہے میری خاک آلِ محمد کے کوچہ پر نثار ہے۔

پھر سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے اردو کلام میں فرمایا۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

آنحضرت ﷺ کے عشق میں جو سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے منظوم کلام بیان فرمایا۔ اس پر مخالفین نے اعتراض کیا کہ شعر و شاعری نبی کی شان کے خلاف ہے۔ مگر اس کی مخالفین نے کوئی بھی قرآن کریم سے یا حدیث نبوی سے دلیل پیش نہیں کی بلکہ اس کے اُلٹ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک موقعہ پر شعر پڑھے ہیں جیسا کہ کہا۔

ان انتِ الّا اصبعٌ دمیت
وفی سبیل اللہ مالقیت

یہ فقرہ آپؐ نے اپنی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

مگر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی شعر و شاعری کے متعلق فرماتے ہیں۔

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

چنانچہ سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کے منظوم کلام کے ذریعہ قبول احمدیت کے بیشمار واقعات میں سے صرف ایک واقعہ کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ آپ کے منظوم کلام کی بدولت حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ حلقہ بگوش احمدیت ہوئے جن کی فضیلت و بزرگی سے احمدیت کا بچہ بچہ واقف ہے۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ میں احمدیت سے قبل سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی تصنیف آئینہ کمالات اسلام کا مطالعہ کر رہا تھا۔ جب اس شعر پر پہنچا جس کا مفہوم یہ تھا کہ جس نے آج زندہ خدا کے نشان دیکھنے ہوں وہ میرے پاس آئے اور ان خدائی نشانوں کا مشاہدہ کرے۔

تو میں بے اختیار کہہ اٹھا کہ یہ انسان جھوٹا نہیں ہو سکتا جو اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کے نشان دکھانے کی دُنیا کو دعوت دے رہا ہے۔ چنانچہ اس کی بدولت میں احمدی ہو گیا۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کی برکت اور آپ کا فیض آپ کے بعد خلفاء اور جماعت کے شعراء میں بھی اسی رنگ میں نظر آتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے شعراء کی نعتیں دیگر شعراء کی نعتوں کے مقابل پر اپنے اندر عجیب قسم کا حسن و جاذبیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ جن کی پیدائش اور عالمی شہرت کے بارہ میں انبیاء نے پیشگوئیاں فرمائیں تھیں۔ اپنے منظوم کلام میں اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ سے اپنی محبت کا ان الفاظ میں اظہار فرماتے ہیں۔

محمد پر مری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
اے محمد اے حبیب کردگار
میں ترا عاشق ترا دلدادہ ہوں
اے میرے پیارے سہارا دو مجھے
بے کس و بے بس ہوں خاک افتادہ ہوں

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آنحضرتؐ کی محبت میں فرماتے ہیں۔

وہ پاک محمدؐ ہے سب کا ہی حبیب آقا
انوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
آیا وہ غنی جس کو جب دُعا پہنچی
ہم در کے فقیروں کے بھی بخت سنوار آئی
نام محمد کام مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ہادیٔ کامل رہبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کے جلوہ حسن کے آگے شرم سے نوروں والے بھاگے
مٹ گئے مہر و ماہ و انجم صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کے علاوہ وہ مایۂ ناز ہستیاں بھی پیدا ہوئیں جنہوں نے سائنس اور سیاست کی دُنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا اس طرح احمدیت کے اندر ایسے ہی سینکڑوں مایہ ناز شعراء بھی پیدا ہوئے ان سینکڑوں شعراء میں سے چند ایک کے منظوم کلام میں سے چند نمونے اس اُمید سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں تا اپنے آقا و مولا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سے ڈوبے ہوئے کلام سے محض للہ فائدہ اُٹھائیں گے۔ اور بنی نوع انسان کیلئے رہنمائی کا موجب بنیں گے۔

حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

بدرگاہ ذی شان خیر الانام
شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
نبوت کے تھے جسقدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال

حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکملؓ فرماتے ہیں۔

درد مرا ہے رات دن صلِّ علیٰ محمد
صلِّ علیٰ محمد صلِّ علیٰ محمد
تیرے صدقے تیرے قرباں مدینے والے
میری اولاد میری جاں مدینے والے

حافظ محمد سلیم صاحب اٹاوی فرماتے ہیں۔

فیض جاری ہے ترا عام رسول عربیؐ
ہو عطا مجھ کو بھی اک جام رسول عربیؐ
نہ ہوا ہے نہ جہاں میں کہیں پیدا ہوگا
تجھ سا محبوب دل آرام رسول عربی

حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری فرماتے ہیں

نہ ہوتا آسماں پیدا نہ ہوتی یہ زمیں پیدا
اگر ہوتے نہ اس دُنیا میں ختم المرسلیں پیدا
نہ ہوتے یہ ملائک اور نہ یہ جن و بشر ہوتے
نہ ہوتے آپ تو نہ ہوتے جبریل پیدا
امام انبیاء ہیں آپؐ سب کے مقتدا ہیں آپ
ہوئے ہیں آپ فخر اولیں و آخریں پیدا

حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر فرماتے ہیں:۔

تیرے دیدار کی جس دل میں اے احمد تمنا ہے
وہی دل شمع نورانی وہی دل عرش اعلیٰ ہے
محمد پہ فدا آل محمد پر فدا ہونا
یہی تو ابتداء و انتہائے زہد و تقویٰ

حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپور فرماتے ہیں۔

از آدم تا حضرت عیسیٰ سب عالی مرتبہ ہیں لیکن
اور ہی کچھ ہے شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بہتر سب سے اعلیٰ سب اعجاز رسل سے بالا
معجزہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آدم و نوح و ابراہیم و داؤد و موسیٰ و عیسیٰ
سب ہیں ثنا گویانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جناب سید عبد الھادی بھاگلپوری لکھتے ہیں۔

روئے زمیں پر دین کے سلطان تمہیں تو ہو
شمس و قمر سے بڑھ کر درخشاں تمہیں تو ہو
احسان آپ کا ہر ایک جاندار پر
خلق خدا میں رحمت یزداں تمہیں تو ہو

جہاں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ اس روحانی جماعت کے مرد حضرات نے سلسلہ کی نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہیں مقدس خواتین نے بھی سلسلہ کی مالی جانی اور قلمی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان میں سے چند ایک شاعرات کے کلام کا نمونہ بھی پیش خدمت ہے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اپنے منظوم کلام میں فرماتی ہیں۔

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

اسی طرح آپؐ ایک دوسرے مقام پر فرماتی ہیں۔

کیا کہیں ہم کہ کیا دیا تونے
ہر بلا سے چھڑا دیا تونے
آدمی میں نہ آدمیت تھی
اُس کو انسان بنا دیا تو نے

محترمہ القدوس بیگم صاحبہ فرماتی ہیں۔

زندہ رہنے کا عورت کو حق دے دیا
اُس کے اُلجھے مقدر کو سلجھا دیا
خلد کو اُس کے قدموں تلے کردیا
اُس نے عورت کو بخشا نمایاں مقام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

پس یہ وہ چند نمونہ ہیں جو اوپر درج کئے گئے ہیں اس کے علاوہ اللہ کے فضل و کرم سے سینکڑوں ایسے احمدیت کے سپوتوں کا منظوم کلام موجود ہے جو ان شعراء نے اپنے جان سے پیارے آقا حضرت اقدس محمدؐ کی محبت میں لکھا ہے۔ اور ان شعراء کا یہ سارا کلام چھپا ہوا موجود ہے۔ منظوم کلام میں شوق رکھنے والے حضرات اس کلام سے بھرپور فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ان شعراء میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی آنحضرت ﷺ کی محبت میں گزاری۔

ا۔ محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب۔ ۲۔ جناب اکبر خان صاحب اصغر۔ ۳۔ جناب سید احمد اعجاز صاحب۔ ۴۔ جناب اکرم سرحدی صاحب۔ ۵۔ جناب آفتاب احمد بسمل صاحب۔ ۶۔ جناب ناصر احمد پرویز پروازی صاحب۔ ۷۔ جناب ثاقب زیروی صاحب۔ ۸۔ جناب عبد الرحمٰن صاحب خادم گجراتی۔ ۹۔ جناب خالد ہدایت بھٹی صاحب۔ ۱۰۔ جناب ملک نذیر احمد صاحب ریاض۔ ۱۱۔ جناب سلیم شاہجہان پوری ۱۲۔ جناب سمیع اللہ بھاگلپوری۔ ۱۳۔ جناب مرزا محمد افضل شاہد صاحب۔ ۱۴۔ جناب منصور احمد شاہد صاحب اٹاوی لکھنؤ۔ ۱۵۔ جناب شبیر احمد صاحب شبیر۔ ۱۶۔ جناب غلام قادر صاحب شرق بنگلوری۔ ۱۷۔ جناب ارشاد احمد شکیب صاحب۔ ۱۸۔ جناب حکیم محمد صدیق شمس صاحب۔ ۱۹۔ جناب عبد الحمید خان شوق۔ ۲۰۔ جناب غلام محی الدین صاحب۔ ۲۱۔ جناب محمد صدیق امرتسری صاحب۔ ۲۲۔ جناب ظفر احمد صاحب ظفر۔ ۲۳۔ مولانا ظفر محمد ظفر صاحب۔ ۲۴۔ راجہ نذیر احمد صاحب ظفر۔ ۲۵۔ جناب عبد الحی صاحب عارف بھاگلپوری۔ ۲۶۔ جناب عبد الرحیم صاحب راٹھور کاشمیری۔ ۲۷۔ جناب عبید اللہ علیم صاحب۔ ۲۸۔ جناب فیض چنگوی صاحب۔ ۲۹۔ جناب عبد الکریم صاحب قدسی۔ ۳۰۔ جناب مبشر احمد صاحب راجیکی۔ ۳۱۔ جناب محمود احمد صاحب مرزا۔ ۳۲۔ جناب ڈاکٹر محمود الحسن صاحب۔ ۳۳۔ جناب سیٹھ معین الدین صاحب محشر حیدر آباد۔ ۳۴۔ مکرم چوہدری احمد مختار صاحب۔ ۳۵۔ جناب میجر۔ منظور احمد صاحب۔ ۳۶۔ جناب نادر قریشی صاحب۔ ۳۷۔ جناب عبد المنان ناہید صاحب۔ ۳۸۔ جناب غلام نبی ناظر صاحب کاشمیری۔ ۳۹۔ جناب نسیم سیفی صاحب۔ ۴۰۔ ڈاکٹر سید حمید اللہ نصرت پاشا صاحب۔ ۴۱۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل دہلوی۔ ۴۲۔ حضرت سید حسن ذوقی صاحب حیدر آباد۔ ۴۳۔ جناب مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ ۴۴۔ قریشی عبد الرحمٰن صاحب ابد۔ ۴۵۔ عبد السلام اختر صاحب۔ ۴۶۔ جناب حنیف ادیب صاحب۔ ۴۷۔ جناب عبد المومن صاحب اوسلو ناروے۔ ۴۸۔ مکرم خلیق فائق صاحب گورداسپوری۔ ۴۹۔ مکرم محمود احمد صاحب مبشر درویش قادیان۔ ۵۰۔ مکرم خورشید احمد صاحب پربھاکر درویش قادیان ۵۱۔ مکرم عبد الحمید صاحب عاجز درویش قادیان۔ ۵۲۔ مکرم مولوی عبد القادر صاحب درویش۔ ۵۳۔ مکرم ڈاکٹر سید منور علی صاحب مرحوم۔

ان شعراء کے علاوہ کچھ شاعرات کے نام بھی درج کئے جاتے ہیں۔

محترمہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ۔ محترمہ ارشاد بنت پروفیسر محمد علی صاحب۔ محترمہ اصغری نور الحق صاحبہ۔ محترمہ شاکرہ بیگم صاحبہ۔ محترمہ سیدہ طیبہ سروش صاحبہ۔ محترمہ عابدہ مبارک صاحبہ۔ محترمہ فہمیدہ منیر صاحبہ۔ محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ۔ محترمہ سیدہ منیرہ ظہور صاحبہ۔

یہ وہ مایہ ناز احمدیت کے سپوت ہیں جنہوں نے اپنی قلموں سے سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی محبت میں بیشمار موتی بکھیرے ہیں دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان موتیوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جماعتی تربیت میں ذیلی تنظیموں کا کردار

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ ایک عظیم انقلابی دور میں داخل ہو چکی ہے۔ جسکا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں یوں کھینچا گیا ہے۔

"خدا ایک ہوا چلائے گا جسطرح موسم بہار کی ہوا چلتی ہے اور ایک رُوحانیت آسمان سے نازل ہو گی اور مختلف بلاد اور ممالک میں بہت جلد پھیل جائے گی جس طرح بجلی مشرق و مغرب میں اپنی چمک ظاہر کرتی ہے ایسا ہی روحانیت کے ظہور کے وقت میں ہوگا۔ تب جو نہیں دیکھتے تھے دیکھیں گے اور جو نہیں سمجھتے سمجھیں گے اور امن اور سلامتی کے ساتھ راستی پھیل جائے گی۔
(کتاب البریہ صفحہ ۲۷۰)

قارئین کرام مختلف ذرائع ابلاغ سے یہ عظیم الشان و عدیم المثال خوشخبری ہم نے سنی اور M.T.A کی عالمی نشریات میں ہم نے براہ راست بچشم خود مشاہدہ کیا کہ 30 جولائی 2000 کو لندن میں منعقدہ نویں عالمی بیعت کے موقعہ پر چار کروڑ تیرہ لاکھ آٹھ ہزار سے زائد افراد باقاعدہ بیعت کر کے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم کردہ آسمانی نظام خلافت میں منسلک ہو گئے ہیں الحمد للہ علی ذالک۔

۱۹۹۳ء سے اب تک جب سے عالمی بیعت کا نظام جاری ہے کم و بیش ساڑھے چھ کروڑ سعید روحوں کو قبول اسلام واحمدیت کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور اس 8 سالہ تاریخ میں نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ۱۹۹۹ تک ہر سال بیعتوں کی تعداد سالِ گذشتہ سے دگنی ہوتی چلی آرہی ہے۔

آسمان احمدیت پر رونما ہونے والے اس عظیم الشان روحانی تغیرّ سے جہاں جماعت مؤمنین کے دل شکر و امتنان کے جذبات سے بھر جاتے ہیں

مکرم زین الدین صاحب حامد
اُستاذ مدرسۃ الاحمدیہ قادیان......

"خدام الاحمدیہ نمائندے ہیں جوش اور اُمنگ کے اور انصار اللہ نمائندے ہیں تجربہ اور حکمت کے اور جوش اور اُمنگ اور تجربہ اور حکمت کے بغیر کبھی کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی"۔
(الفضل ۳۰/ جولائی ۱۹۶۵ء)

وہاں ان پر پڑنے والی غیر معمولی ذمہ داریوں کی وجہ سے تسبیح واستغفار کی طرف مائل ہوتے ہیں یہ ایک طبعی بات ہے کہ خدا کے مامورین کو قبول کرنے سے جہاں انسان بے شمار دینی و دنیاوی فیوض و برکات سے حصہ پاتے ہیں وہیں ان پر جماعت مومنین میں شامل ہونے کے نتیجہ میں بڑی بھاری ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا۔

یعنی جب اللہ کی نصرت اور فتح آئے گی اور لوگ فوج در فوج دین اللہ میں داخل ہوں گے تو تو اپنے رب کی تحمید اور تسبیح کر اور اس سے استغفار کر تا۔ یقیناً وہ توّاب ہے۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر فتح اور نصرت کے موقعہ پر جماعتِ مومنین پر پڑنے والی ذمہ داریوں کا ذکر کیا ہے" فسبح بحمدربک " میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمام صفات حمیدہ کا سرچشمہ خدا کی ہی ذات ہے وہی نقائص سے منزہ اور تمام خوبیوں کی جامع ہے۔ اسلئے نووار دین میں اگر کوئی کمزوری نظر آئے تو صرف نظر کی عادت ڈال اور اپنے رب کی پاکی بیان کر۔ نرمی اور حکمت کے ساتھ، پیار اور محبت کے ساتھ ان کو نصیحت کر۔ جس خدا نے تمہیں قدوسیت کی خلعت عطا کی ہے وہ انہیں بھی عطا کر سکتا ہے۔ واستغفرہٗ میں یہ پیغام ہے کہ پرانے احمدیوں کو چاہئے کہ وہ خدا سے اپنی کمزوریوں کے ازالہ کیلئے خدا کے عفو اور ستاری اور غفران سے حصہ پانے کیلئے دعا کرتے رہیں اور جدوجہد کریں تاکہ ان کی کمزوریاں اور غفلتیں اور کوتاہیاں نووار دین کیلئے ٹھوکر اور لغزش کی موجب نہ بنیں اسلئے ایسے مواقع پر مومنون سابقون کو اپنے ایمان عقائد اور اعمال کا بغور محاسبہ کرنا چاہئے اور حتی الامکان اس کی اصلاح کیلئے جدوجہد کرنا چاہئے تاکہ ان کے کردار و گفتار، اعمال و اقوال سب کے سب نئے آنے والوں کیلئے قابل تقلید ہوں اور صداقت احمدیت کی زندہ تصویر بن جائیں۔

آسمان احمدیت پر رونما ہونے والے اس عظیم الشان تغیرّ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

دیکھو! صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے۔
(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۳۹۲)

مختلف قوموں مذہبوں ملکوں اور نسلوں سے تعلق رکھنے والے مختلف زبانیں بولنے والے مختلف ماحول میں پرورش پانے والے ان نووار دین کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے ان کا استقبال کیسے کرنا چاہئے ان کی تعلیم و تربیت کیلئے ان کو نظام

جماعت کا زندہ اور فعال حصہ بنانے کیلئے ہمیں کیا طریق اپنانا چاہئے۔ اور جس چشمہ فیض سے ان کا تعارف کروایا گیا ہے ان کو اس تک کیسے پہنچایا جاسکتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی روحانی تشنگی بجھا سکیں۔ بیعت تو صرف ایک دروازہ ہے۔ جس میں سے گزر کر انسان اس عظیم الشان چشمہ ہدایت کی طرف اپنا سفر شروع کرتا ہے۔ جو مامور زمانہ کے ذریعہ جاری کیا جاتا ہے۔ منزل بہت دور ہے۔ ان خطرات کی نشاندہی کرنا جو اس سفر میں ان کو درپیش ہیں اور ان چوروں اور قزاقوں سے آگاہ کرنا جو ان کی متاع ایمان کو لوٹنے کیلئے راستہ بہ راستہ چھپے ہوئے ہیں ان سرسبز و شاداب بستان احمد سے جو قرآنی علوم و معارف کے پھلوں سے بھرا ہوا ہے اُن کو آگاہی بخشنا جو ان کیلئے اس دشوار گذار سفر میں زادِ راہ مہیا کرتا ہے ہماری اولین ذمہ داری ہے وہ اخوت و محبت جو صحابہ رضوان اللہ علیہم کا طرہ امتیاز تھی جسے اُمت مسلمہ بھول چکی تھی۔ جس کو از سر نو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندہ کیا تھا اس محبت اور اخوت کے دائمی رشتہ میں ان کو منسلک کرنا تمام تر امتیازات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُن کو اپنے سینے سے لگانا ان کے سکھ دکھ میں شریک ہونا ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں اور کم علمیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ان کو آگے قدم بڑھانے کی تلقین کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہوگئے ہیں خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب بچے جوان بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیوں کہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جدا جدا ہیں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں"..... ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں جنہیں پوری طاقت دی گئی ہے وہ کمزور سے محبت کریں"۔

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۴۸-۳۴۹)

قارئین کرام! سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جامع اقتباس ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپؑ اپنی روحانی بصیرت سے وعدہ الٰہی پر یقین کرتے ہوئے پرامید تھے کہ مستقبل قریب میں کروڑوں کی تعداد میں سعید روحیں جماعت میں داخل ہونے والی ہیں اور یہ کہ مختلف مزاج اور مختلف معیار کے لوگ اس میں داخل ہوں گے اس لئے تمام متوقع مسائل کا حل آپ نے بیان فرمایا۔ اور حضور علیہ السلام کے بیان کردہ زرین ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہم ان نوواردین کی دلجوئی کر سکتے ہیں اور ان کی بہتر خدمت بجالا سکتے ہیں۔

کروڑوں کی تعداد میں آنے والے یہ نومبائعین اپنی اپنی عمروں کے لحاظ سے مختلف تنظیموں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ یعنی جماعت احمدیہ مسلمہ میں جو پانچ ذیلی تنظیمیں کام کررہی ہیں وہ دراصل عمر کے لحاظ سے انسانی زندگی کے مختلف مراحل ہیں جو انسان کی تعلیم و تربیت اور ان کے اندر قرب و محبت الٰہی کی جوت لگانے کیلئے اور خدمت خلق اور بنی نوع انسان کی بے لوث و بلا معاوضہ خدمت کے جذبات کو دلوں میں جاگزیں کرنے کیلئے ہیں انہی اغراض و مقاصد کیلئے ہی یہ ذیلی تنظیمیں قائم کی گئی ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں نے چالیس سال سے کم عمر والوں کیلئے خدام الاحمدیہ اور زیادہ عمر والوں کیلئے مجلس انصار اللہ قائم کی ہے یا پھر عورتیں ہیں ان کیلئے لجنہ اماء اللہ قائم کی۔ ہے میری غرض ان تحریکات سے یہ ہے کہ جو قوم بھی اصلاح وارشاد کے کام میں پڑتی ہے اس کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے کہ اور لوگ ان کے ساتھ شامل ہوں اور یہ خواہش کہ اور لوگ جماعت میں شامل ہو جائیں جہاں جماعت کو عزت بخشتی ہے وہاں بعض اوقات جماعت میں ایسا رخنہ پیدا کرنے کا موجب بھی ہو جایا کرتی ہے جو تباہی کا باعث ہوتا ہے جماعت اگر کروڑ دو کروڑ بھی ہو جائے اور اس میں دس لاکھ منافق ہوں تو بھی اس میں اتنی طاقت نہیں ہو سکتی جتنی اگر دس ہزار مخلص ہوں تو ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ چند صحابہؓ نے جو کام کئے وہ آج چالیس کروڑ مسلمان بھی نہیں کر سکتے۔۔۔ پس جماعت میں نئے لوگوں کے شامل ہونے کا اسی صورت میں فائدہ ہو سکتا ہے کہ شامل ہونے والوں کے اندر ایمان اور اخلاص ہو صرف تعداد میں اضافہ کوئی خوشی کی بات نہیں۔۔۔ جو قومیں تبلیغ میں زیادہ کوشش کرتی ہیں ان کی تربیت کا پہلو کمزور ہو جایا کرتا ہے اور ان مجالس کا قیام میں نے تربیت کی غرض سے کیا ہے۔

(تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء مطبوعہ الفضل ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۰ء)

نیز حضور رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ ۲۹ ستمبر ۱۹۴۴ء میں فرمایا۔

"میں نے جماعت کو کچھ عرصہ سے تین مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ جماعت کا سارا زور اور اس کی طاقت اسلام اور احمدیت کی اشاعت میں صرف ہو اسلامی عقائد کے قیام میں وہ مشغول ہو جائے اور اعمال خیر کی ترویج میں اس کی تمام مساعی صرف ہونے لگیں۔ جماعت کے یہ تین اہم ترین حصے انصار اللہ خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ ہیں یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جس قسم کا کوئی آدمی ہوتا ہے اسی قسم کے لوگوں کی وہ نقل کرنے کا عادی ہوتا ہے بوڑھے عام طور پر بوڑھوں کی نقل کرتے ہیں اور نوجوان عام طور پر نوجوانوں کی نقل کرتے ہیں اور بچے بچوں کی نقل کرتے ہیں۔۔۔

یہی حکمت ہے جس کے ماتحت میں نے انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اور اطفال الاحمدیہ تین الگ الگ جماعتیں قائم کی ہیں تاکہ نیک کاموں میں ایک دوسرے کی نقل کا مادہ جماعت میں زیادہ سے

زیادہ پیدا ہو بچے بچوں کی نقل کریں۔ نوجوان نوجوانوں کی نقل کریں۔ اور بوڑھے بوڑھوں کی نقل کریں جب بچے اور نوجوان اور بوڑھے سب اپنی اپنی جگہ پر دیکھیں گے کہ ہمارے ہم عمر دین کے متعلق رغبت رکھتے ہیں وہ اسلام کی اشاعت کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اسلامی مسائل کو سیکھنے اور ان کو دنیا میں پھیلانے میں مشغول ہیں۔ وہ نیک کاموں کی بجا آوری میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں تو ان کے دلوں میں شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی ان نیک کاموں میں حصہ لیں اور اپنے ہم عمروں میں نیکی کے کاموں میں آگے نکلنے کی کوشش کریں۔

پس ان اقتباسات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جماعتی تربیت و تعلیم کیلئے سب سے اہم اور بنیادی کردار ذیلی تنظیموں کا ہے۔ سب سے پہلے ان نومبائعین اور نومبائعات کو ان کی عمروں کے لحاظ سے متعلقہ تنظیم سے وابستہ کیا جائے اور ان میں کثرت کے ساتھ مجالس کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اور تمام تنظیمیں بیک وقت ان کی تعلیم و تربیت میں اسطرح مشغول ہوں کہ وہ بسہولت تمام نظام جماعت میں اسطرح منسلک ہوں کہ کبھی منتشر نہ ہوں اور اتحاد اور اتفاق کے لحاظ سے جماعت مومنین میں بنیانِ مرصوص کی تعمیر میں اہم کردار ادا کر سکیں پھر دشمن کا کوئی وار کارگر نہیں ہو سکے گا۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حصن حصین میں داخل ہو جائیں گے تا وہ ان چوروں قزاقوں سے محفوظ رہیں جو ان کی متاع ایمان کو لوٹنے اور تباہ کرنے کیلئے گھات لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ان گڑھوں اور خندقوں سے محفوظ رہیں گے جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کیلئے تیار کی ہیں۔

پس مقامی سطح سے لیکر ملکی اور بین الاقوامی سطح تک ان ذیلی تنظیموں سے وابستہ تمام عہدیداروں کا یہ اولین فریضہ ہے کہ نئے آنے والے بھائیوں اور بہنوں کو ان کے عمر کے حساب سے جس تنظیم کا حصہ وہ بن سکتے ہیں اُن کو بنائیں پھر ان کی تعلیم و تربیت کیلئے ان اصول کو اپناتے ہوئے سرگرم ہوں جو اصول و ضوابط قرآن و سنت کے مطابق نظام جماعت نے ان کیلئے وضع کئے ہیں۔

جب اس نہج پر تمام ذیلی تنظیمیں نظام جماعت کے ساتھ ہم آواز ہو کر اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کریں گی تو کروڑوں کی تعداد میں آنے والے ان نومبائعین کی تعلیم و تربیت کا مرحلہ بہت ہی آسانی کے ساتھ طے کیا جا سکے گا۔ اور ان تمام فسادوں اور رخنوں سے جماعت محفوظ رہے گی جو قرونِ اولیٰ میں فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے والے مسلمانوں کی تربیت کی کمی یا عدم تربیت کے نتیجہ میں اعتقادی اور عملی لحاظ سے اسلام میں راہ پا گئے تھے۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جس علاقہ میں بھی تبلیغ و دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں لوگوں کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملتی ہے فوری طور پر اس علاقہ میں موجود مجلس کو متنبہ ہونا چاہئے اور فوری طور پر ان کی تعلیم و تربیت کا کام اپنے ذمہ لینا چاہئے۔ اُن میں مجالس قائم کریں عہدیداران کا تعین کریں ان کی توفیق اور ظرف اور تجربہ کے مطابق آہستہ آہستہ بعض انتظامی امور اُن کے سپرد کر دیں پھر رفتہ رفتہ اُن ہی میں سے ایسے باشعور اور صاحبان فہم لوگ کھڑے ہوں گے جو اپنے بھائیوں کی تربیت بہتر رنگ میں کر سکیں گے۔ الغرض یہ کام ایک تسلسل چاہتا ہے جماعت کے مختلف طبقات اور تنظیموں میں ہم آہنگی کا متقاضی ہے جسطرح ایک خود کار مشین کو مختلف مراحل میں سے گزار کر آخر کار ایک Valueable Product کی صورت میں پیش کرتی ہے بالکل ویسا ہی یا پھر جسطرح ایک بھینس مختلف قسم کے چارے کھا کر ایک ایک لقمہ کو لیکر جگالی کرتی ہے چباتی ہے اور اسی چارے سے زیادہ سے زیادہ حصہ کو قابل ہضم بناتی ہے اس طرح جماعت میں روحانی جگالی کا کام ذیلی تنظیموں کا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ حصہ نظام جماعت میں جذب ہونے کے لائق ہو اور ناقابل جذب حصہ کو Weste Product کے طور پر باہر نکالا جا سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک بصیرت افروز اقتباس پر میں یہ مضمون ختم کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"میں ان لوگوں کیلئے جنہوں نے بیعت کی ہے چند نصیحت آمیز کلمات کہنا چاہتا ہوں یہ بیعت تخم ریزی ہے اعمالِ صالحہ کی جسطرح کوئی باغبان درخت لگاتا ہے یا کسی چیز کا بیج بوتا ہے پھر اگر کوئی شخص بیج بو کر درخت لگا کر وہیں اس کو ختم کر دے اور آئندہ آبپاشی اور حفاظت نہ کرے تو وہ تخم ضائع جائے گا۔" (ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۲۲۴)

پس ایمان اور اعمال صالحہ کا جو بیج نیک فطرت رکھنے والے کروڑوں لوگوں کے دلوں میں بویا گیا ہے یا بویا جا رہا ہے اس کی آبیاری۔ دیکھ بھال۔ مواسم کے مناسب حال نگرانی کرنا۔ اُن موذی کیڑوں اور جانوروں سے اس کی حفاظت کرنا ہم باغبانوں کا کام ہے۔ اگر ہم اس فرض منصبی سے غافل رہیں گے تو یوم الحصاد میں کف افسوس ملتے رہ جائیں گے کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور مجموعی طور پر قوم کو لاحق ہونے والے اس نقصان کی ذمہ داری بھی ہمارے کندھوں پر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت وجود کے شاخ مثمر بنکر خدماتِ دینیہ بجا لانے کی سعادت پائیں۔

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ" (کشتی نوح)

دنیا کے پانچوں براعظموں میں جماعت احمدیہ نے اس وقت تک ہزاروں مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ تبرکاً و نمونتاً ذیل میں پانچوں براعظموں کی ایک ایک مسجد کی تصویر شائع کی جا رہی ہے۔

احمدیہ مسجد فضل نگمبو سری لنکا (**ایشیا**)

مسجد احمدیہ بیت الہدیٰ (**آسٹریلیا**)

احمدیہ مسجد بشارت سپین (**یورپ**)

احمدیہ مسجد واشنگٹن (**امریکہ**)

احمدیہ مسجد نیروبی کینیا (**افریقہ**)

صدر صاحبان جماعتہائے احمدیہ پنجاب کی مسجد اقصیٰ قادیان میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان کی زیر صدارت میٹنگ: محترم مولانا عبدالرحیم صاحب فاضل دیوبند (نواحمدی) خطاب فرمارہے ہیں۔ جنہیں ۱۵/اپریل ۲۰۰۰ء کو لدھیانہ کی جامع مسجد میں دیوبندی مولویوں نے نہایت اذیتیں دے کر شہید کر دیا۔ تصویر میں محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اصلاح وارشاد اور محترم مولانا تنویر احمد صاحب خادم نگران پنجاب و ہماچل بھی نظر آرہے ہیں۔

ریل ماجرا پنجاب میں ۸/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو جماعت احمدیہ کی طرف سے جلسہ یوم پیشوایان مذاہب کا انعقاد کیا گیا جسمیں سردار ہر بھجن سنگھ صاحب سوچ وائس چانسلر گورونانک دیویونیورسٹی امرتسر بطور مہمان خصوصی شامل ہوئے۔ جناب سنگھ صاحب پروفیسر منجیت سنگھ جتھیدار تخت شری کیس گڑھ صاحب (آنند پور صاحب) خطاب فرماتے ہوئے سٹیج پر (دائیں سے) مکرم ڈاکٹر محمد عارف صاحب ناظر تعلیم، مکرم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ایڈیشنل ناظم وقف جدید بیرون، مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری ناظر اصلاح وارشاد، مہمان خصوصی، مکرم تنویر احمد صاحب خادم نگران پنجاب، مکرم مولانا محمد حمید صاحب کوثر مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان تشریف فرماہیں۔

امسال بفضلہٖ تعالیٰ بھارت میں ایک کروڑ ۱۲ لاکھ سعید روحیں حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں ان میں داعین الی اللہ ایسے علاقوں میں بھی پہنچے ہیں جہاں عرصہ دراز سے افریقن نژاد مسلمان آباد ہیں یہ لوگ بھی کثیر تعداد میں جماعت احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ بھارت منعقدہ 25,26,27 ستمبر 2000ء کے موقعہ پر مذکورہ افریقن نسل کے بچے اجتماع میں شامل ہوئے محترم چوہدری محمد اکبر صاحب قائمقام ناظر اعلیٰ اور مکرم مولوی محمد نسیم خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ و مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب اور مکرم خالد محمود صاحب نائب صدران مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے ساتھ ایک گروپ فوٹو

جناب وشنو کانت شاستری گورنر ہماچل پردیش کی خدمت میں محترم مولانا محمد یوسف صاحب فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان قرآن مجید انگلش ترجمہ اور اسلامی لٹریچر پیش کرتے ہوئے
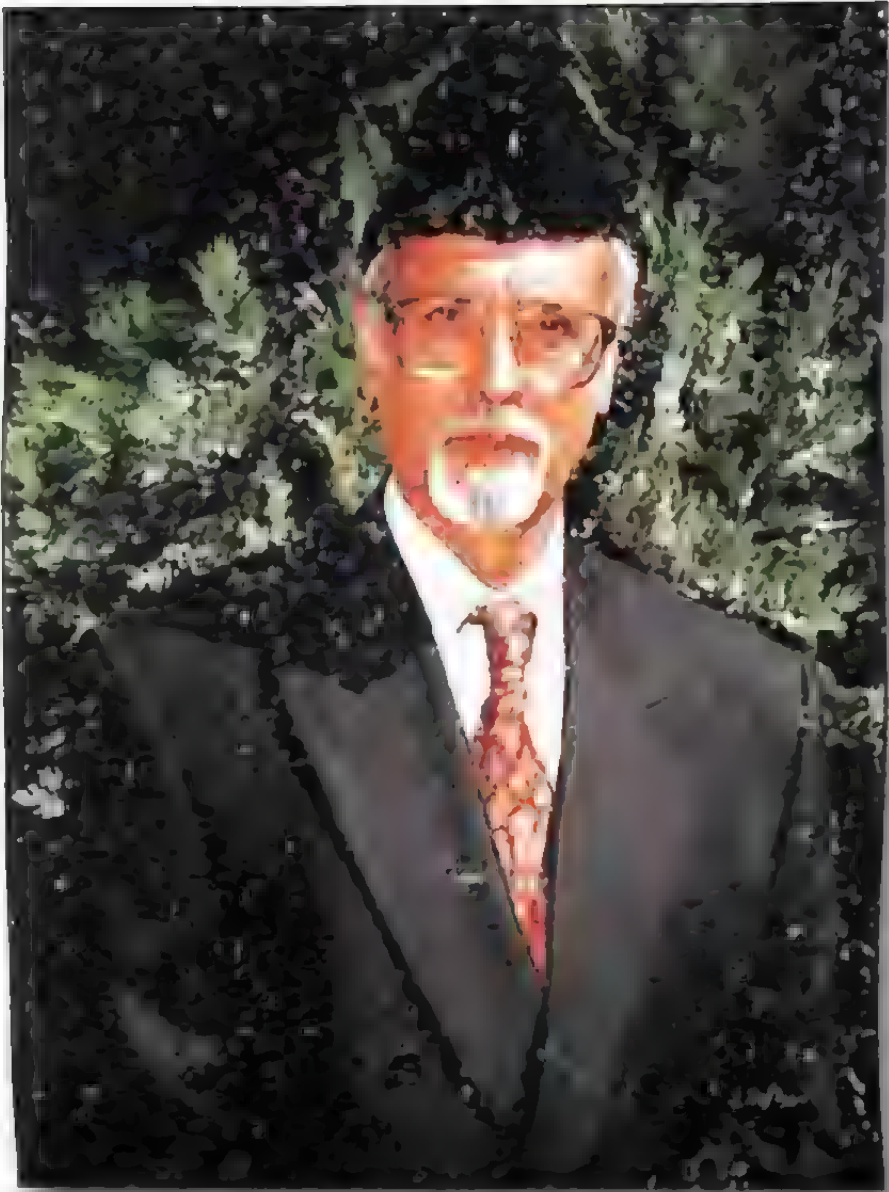
مکرم بشیر الدین احمد صاحب سامی نمائندہ بدر برطانیہ جنکا شمارہ ھذا کے لئے خصوصی تعاون حاصل رہا

جلسہ سالانہ قادیان کے انتظامات کے تعلق سے جماعت احمدیہ کے وفد کی جناب نتھا سنگھ صاحب دالم وزیر تعلقات عامہ پنجاب کے ہمراہ عزت مآب وزیر اعلیٰ پنجاب سردار پرکاش سنگھ بادل سے چنڈی گڑھ میں ملاقات۔ تصویر میں (دائیں سے بائیں) (۱) عزت مآب نتھا سنگھ صاحب دالم وزیر تعلقات عامہ پنجاب۔ (۲) مکرم مولوی سعادت احمد صاحب جاوید ایڈیشنل ناظر امور عامہ خارجہ اور مکرم چوہدری محمد اکبر صاحب قائمقام ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان وناظر امور عامہ۔ (۳) عزتمآب سردار پرکاش سنگھ صاحب بادل وزیر اعلیٰ پنجاب۔ (۴) مکرم چوہدری عبدالواسع صاحب نائب ناظر امور عامہ۔ (۵) مکرم چوہدری محمد اکرم صاحب گجراتی۔

حالیہ موسم برسات میں ہماچل میں تباہ کن سیلاب آیا۔ بادل کے پھٹنے کے نتیجہ میں سینکڑوں موتیں ہوئیں اور کروڑوں روپے کا مالی نقصان ہوا۔ اس موقع پر مکرم سعادت احمد صاحب جاوید ایڈیشنل ناظر اُمور عامہ خارجہ احمدیہ وفد کے ہمراہ چیف منسٹر ہماچل پردیش جناب پریم کمار دھومل کی خدمت میں جماعت احمدیہ کی طرف سے شملہ میں ڈیڑھ لاکھ روپے کا چیک پیش کرتے ہوئے۔ (وفد میں دائیں سے بائیں) مکرم گیانی تنویر احمد صاحب خادم نگران ہماچل و پنجاب، مکرم سراج لدین صاحب صدر جماعت احمدیہ ہرڑی، مکرم عزیز الدین صاحب صدر جماعت کھبلی، مکرم حبیب خان صاحب صدر جماعت لڈبڑھول، مکرم بدر الدین صاحب صدر جماعت اونہ نظر آرہے ہیں۔

تقریب سنگ بنیاد تعلیم الاسلام احمدیہ سکول یاری پور۔ کشمیر کے موقعہ پر محترم عبد الحمید صاحب ٹاک امیر صوبائی کشمیر اور مکرم مولانا غلام نبی صاحب نیاز انچارج مبلغ کشمیر احباب سے خطاب فرما رہے ہیں

طلباء تعلیم الاسلام سکول یاری پورہ

مکرم غلام نبی صاحب پڈر چیئرمین تعلیم الاسلام سکول ناصر آباد (کشمیر) طلباء میں انعامات تقسیم فرماتے ہوئے

پنجاب

ہریانہ

ہماچل

جناب اشرف خان پٹھان اسسٹنٹ کمشنر آف پولیس شولاپور (مہاراشٹر) کی خدمت میں مکرم عقیل احمد صاحب سہارنپوری سرکل انچارج شولاپور قرآن مجید و اسلامی لٹریچر پیش کرتے ہوئے۔

جناب میرو گوستیانارائن ضلع پریشد چیرمین کو مکرم حافظ سید رسول نیاز مبلغ سلسلہ قرآن مجید تلگو ترجمہ اور اسلامی لٹریچر پیش کرتے ہوئے۔

قادیان دارالامان میں پنجاب ہریانہ اور ھماچل کے میٹرک پاس طلباء کی پندرہ روزہ تربیتی کلاس یکم سے ۱۵ر جولائی تک لگائی گئی جسمیں: پنجاب، ہریانہ، ہماچل اور راجستھان کے ۶۵ نومبائعین طلباء شامل ہوئے۔ کلاس میں طلباء کو نماز، قرآن اور دینی معلومات سکھائی گئیں اور تحریری امتحان لے کر پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات دئے گئے

تاریخ احمدیت
تاریخوں کے آئینے میں

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

ولادت سے آغازِ ماموریت تک

۱۸۳۵ء: ۱۳ فروری بمطابق ۱۴ر شوال ۱۲۵۰ کو بروز جمعہ طلوع فجر کے بعد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا۔ وہ جلد ہی فوت ہو گئی۔

۱۸۴۲: ابتدائی تعلیم از منشی فضل الٰہی صاحب

۱۸۴۶: صرف و نحو کی تعلیم از مولوی فضل احمد صاحب۔

۱۸۵۲: حضورؑ کی پہلی شادی حرمت بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ کثرت مطالعہ کا آغاز۔

۱۸۵۳: نحو منطق حکمت اور دیگر مروجہ علوم کی تعلیم از مولوی گل علی شاہ صاحب۔ اسی زمانہ میں طب کی بعض کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔

۱۸۵۳: حضور کے پہلے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب کی ولادت۔

۱۸۵۵: ولادت مرزا فضل احمد صاحب۔

۱۸۶۴: رؤیا میں آنحضرت ﷺ کی زیارت اور اشارات ماموریت۔

۱۸۶۴: سیالکوٹ میں ملازمت کا آغاز جو ۱۸۶۸ء تک جاری رہا۔

عیسائی پادریوں سے مناظروں کا آغاز

۱۸۶۸: حضورؑ کی والدہ ماجدہ حضرت چراغ بی بی صاحبہ کا انتقال۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ بعض مسائل میں مباحثہ کی تیاری اور الہام۔ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

۱۸۷۲: ملک کے مختلف اخبارات میں مذہبی مضامین کے سلسلہ کا آغاز۔

۱۸۷۳: فارسی میں منظوم کلام کہنا شروع کیا۔

۱۸۷۴: رؤیا میں فرشتہ کو دیکھا جس نے ایک نان آپ کو پیش کرتے ہوئے کہا "یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے"۔

۱۸۷۵: حضورؑ کے والد ماجد نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی جو جون ۱۸۷۶ء میں مکمل ہوئی۔ حضور نے آٹھ یا نو ماہ تک لگاتار روزے رکھے۔

۱۸۷۶: حضرت میر ناصر نواب صاحب کی قادیان میں پہلی بار آمد حضورؑ کی مولوی عبد اللہ غزنوی صاحب اور دوسرے اہل اللہ سے ملاقات۔

۲ جون کو حضورؑ کے والد ماجد کی وفات اور حضورؑ کا الہام "**الیس اللہ بکاف عبدہ**" کثرت مکالمات و مخاطبات کی ابتدا۔

۱۸۷۷: حضورؑ کے خلاف پہلا مقدمہ ایک عیسائی رلیارام کی طرف سے جو مقدمہ ڈاکخانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور حضورؑ کی بریت۔ سفر سیالکوٹ۔

منشی سراج الدین صاحب بانی اخبار "زمیندار" کی قادیان آمد۔

۱۸۷۸ء: ۹ فروری تا ۹ مارچ اخبار "سفیر ہند" میں آریہ سماج کے خلاف حضورؑ کا انعامی مضمون شائع ہوا۔ انعام کی رقم پانچ سو روپیہ تھی۔ پنڈت کھڑک سنگھ اور باوا نرائن سنگھ کے ساتھ حضورؑ کی قلمی جنگ۔

۱۸۷۹: ۲۱ مئی تا ۱۷ جون برہمو سماج کے لیڈر پنڈت اگنی ہوتری سے ضرورتِ الہام سے متعلق تحریری مباحثہ ابتداء تصنیف براہین احمدیہ و اعلان طبع و اشاعت۔

۱۸۸۰: اشاعت براہین احمدیہ حصہ اوّل و دوم اور دس ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج۔ حضورؑ پر قولنج زُحیری کا خطرناک حملہ اور اعجازی شفاء کا نشان۔

آغازِ ماموریت سے وفات تک

۱۸۸۲: ماموریت کا پہلا الہام قل انی امرت وانا اول المسلمین مکمل الہام قریباً ستر فقرات پر مشتمل تھا۔ اشاعتِ براہین احمدیہ حصہ سوم۔ تمام مذاہب باطلہ کو نشان نمائی کی دعوت۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب (بعد میں خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) کو اسی سال حضورؑ کے نام سے واقفیت ہوئی۔

۱۸۸۳: مسجد مبارک کی تعمیر کا آغاز اور ۹ اکتوبر کو تکمیل نواب صدیق حسن خان صاحب کی طرف سے براہین احمدیہ کی بے حرمتی اور اُس کی سزا۔ آخر حضورؑ کی دُعا سے اُن کی مشکلات ختم ہوئیں۔

وفات مرزا غلام قادر صاحب برادر اکبر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ۔ الہام "وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"۔

بانی آریہ سماج پنڈت دیانند سرسوتی پر اتمام حجت اور ان کو قادیان آنے کی دعوت۔

پنڈت لیکھرام سے مقابلہ کا آغاز

۱۸۸۴: حضورؑ کا پہلا سفر لدھیانہ۔ اکتوبر میں دوبارہ لدھیانہ اور پھر مالیر کوٹلہ کا سفر۔

انبالہ چھاؤنی میں آمد۔ منشی عبد اللہ سنوری صاحب کی درخواست پر سفر سنور۔ اور راستے میں

پٹیالہ میں مختصر قیام۔ وزیراعظم پٹیالہ سید محمد حسن صاحب کی طرف سے استقبال۔

۱۷؍ نومبر کو حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے دلی میں حضورؑ کا نکاح اور اُن کا رُخصتانہ۔

۱۸۸۵ء

مارچ: ایک اشتہار کے ذریعہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مجدّدیت کے دعویٰ کا عام اعلان فرمایا اور نشان نمائی کی عالمگیر دعوت دی۔ یہ اشتہار ۲۰ ہزار کی تعداد میں اردو اور انگریزی میں شائع کیا گیا اور ایشیا، یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے مذہبی لیڈروں اور سیاسی مدبروں اور دانشوروں کو بھیجا گیا۔ اس زمانہ کی کوئی نامور اور معزز شخصیت ایسی نہ تھی جس تک یہ آواز نہ پہنچائی گئی ہو۔

پنڈت اندر من مراد آبادی اور پادری سوفٹ کو مقابلہ کی دعوت اور ان کا گریز۔

۱۰؍ جولائی: حضورؑ کے کپڑوں پر سرخی کے چھینٹے پڑنے کا نشان ظاہر ہوا۔

اگست: قادیان کے آریوں کی طرف سے نشان نمائی کی درخواست۔

۱۹؍ ستمبر: حج کے موقع پر میدان عرفات میں حضورؑ کی دُعا حضرت صوفی احمد جان صاحب کی زبانی پڑھی گئی۔ یہی دُعا بیت اللہ اور دوسرے مقدس مقامات پر بھی کی گئی۔

۱۹؍ نومبر: پنڈت لیکھرام کی قادیان میں آمد اور دو ماہ تک بدزبانی اور حضورؑ کا غیر معمولی صبر۔

۲۸؍ نومبر: ستارے ٹوٹنے کا آسمانی نظارہ ظاہر ہوا۔

دسمبر: منشی احمد جان کی وفات پر حضورؑ کا سفر لدھیانہ۔ اسی سال حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ پہلی دفعہ قادیان تشریف لائے۔

۱۸۸۶ء

۲۲؍ جنوری حضورؑ چلّہ کشی کیلئے ہوشیار پور تشریف لے گئے واپسی ۷؍ مارچ کو ہوئی۔

۲۰؍ فروری: حضورؑ نے اشتہار دربارہ پیشگوئی مصلح موعود تحریر فرمایا جو یکم مارچ کو اخبار ''ریاض ہند'' امرتسر میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔

۱۱؍ مارچ: ہوشیارپور ماسٹر مرلی دھر ڈرائنگ ماسٹر سے تحریری مباحثہ جو ستمبر میں سرمہ چشم آریہ کے نام سے شائع ہوا۔

۱۸؍ مارچ: پیشگوئی مصلح موعود کے مقابل پر لیکھرام نے جوابی اشتہار شائع کیا اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نیست ونابود ہو جانے کی پیشگوئی کی۔

۱۵؍ اپریل حضورؑ کی صاحبزادی عصمت کی ولادت (وفات جولائی ۱۸۹۱ء) آریہ سماج کے مشہور لیڈروں کو دعوت مباہلہ دی۔

حضورؑ کا سفر انبالہ ایک ماہ کے قیام کے بعد ۲۵ نومبر کو قادیان واپسی۔

۱۸۸۷ء

تصنیف واشاعت ''شحنۂ حق''

جون: حضورؑ کا سفر انبالہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے حضورؑ کی پر تکلف دعوت۔

امریکہ میں حضورؑ کی نشان نمائی کی دعوت کی بازگشت۔ مسٹر الیگزنڈر رسل وب صاحب سے خط وکتابت اور اُن کا قبول اسلام۔

اگست: ولادت بشیر اوّل۔

۱۸ ستمبر: حضورؑ کو الہام ہوا ''داغ ہجرت''

۱۸۸۸ء

۷ جنوری: حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی بیماری کی وجہ سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا سفر جموں۔

۱۸؍ مئی: پادری فتح مسیح کی طرف سے حضورؑ کو پیشگوئیوں میں مقابلہ کی دعوت اور پھر اس کا اعتراف شکست۔

مئی: حضورؑ کے الہامات درباره پیشگوئی محمدی بیگم۔

جون: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورؑ کو بیعت لینے کا ارشاد۔ وزیر اعظم پٹیالہ سید محمد حسن خان صاحب کی دعوت پر پٹیالہ کا سفر۔

۴؍ نومبر: وفات بشیر اوّل۔

یکم دسمبر: اشاعت سبز اشتہار اور بیعت کا اعلان عام۔

۱۸۸۹ء

۱۲ جنوری: اشتہار بعنوان ''تکمیل تبلیغ'' میں دس شرائط بیعت کا اعلان۔

۱۲؍ جنوری: ولادت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (المصلح الموعودؓ) وفات ۸؍ نومبر ۱۹۶۵ء۔

۱۸؍ جنوری: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا عقیقہ۔

حضورؑ کا سفر لدھیانہ۔

۴ مارچ: بیعت کے اغراض و مقاصد پر مشتمل اشتہار شائع کیا۔ ہوشیار پور میں شیخ مہر علی صاحب کے لڑکے کی تقریب شادی میں شمولیت۔

۲۳؍ مارچ لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان واقع محلّہ جدید میں بیعت اولیٰ اور جماعت احمدیہ کا آغاز۔

مردوں کے بعد عورتوں نے بیعت کی۔

اوّل المبائعین حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ۔ نیز حضرت حافظ حامد علی صاحب۔ حضرت منشی عبد اللہ سنوری صاحب۔ حضرت منشی اروڑا خان صاحب پہلی بیعت میں شامل ہوئے۔ انہی ایام میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب۔ حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب نے بیعت کی۔

اپریل: لدھیانہ سے حضورؑ علی گڑھ تشریف لے گئے۔

۱۸۹۰ء

اشاعت فتح اسلام و توضیح مرام۔

اعلان دعویٰ مسیحیت۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے فتویٰ تکفیر۔ اشاعت تصدیق براہین احمدیہ (از۔ حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ) بجواب تکذیب براہین احمدیہ (از لیکھرام) اس سال حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی اور حضرت غلام حسن صاحب پشاوری نے بیعت کی۔

۱۸۹۱ء

۳؍مارچ : دعویٰ مسیحیت کے بعد حضورؑ کا پہلا سفر لدھیانہ۔

۲۶مارچ : علماء کو تحریری مباحثہ کی دعوت۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا مباحثہ سے انکار۔

۲۰؍مئی : پادریوں کو وفاتِ مسیح پر " تبادلہ خیالات کی دعوت۔ ازالہ اوہام کی تصنیف واشاعت لفظ توفی اور الدجال کے بارہ میں ایک ہزار روپیہ کا انعامی اعلان۔ اعلان دعویٰ مھدویت۔

جولائی: سفر امرتسر ولدھیانہ۔

۲۰ تا ۲۹ جولائی: لدھیانہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے مباحثہ۔ جو "الحق لدھیانہ" کے نام سے شائع ہوا۔ جولائی میں حضورؑ کی صاحبزادی عصمت کی وفات ہوئی۔

۲۹؍ستمبر حضورؑ کا سفر دلی۔

۲؍اکتوبر مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی عبدالحق صاحب کو مباحثہ کی دعوت اور ان کا گریز۔

۲۲؍اکتوبر: دہلی میں مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی سے مناظرہ جو "الحق دہلی" کے نام سے شائع ہوا۔

سفر لدھیانہ وپٹیالہ۔

دسمبر: تصنیف واشاعت "آسمانی فیصلہ"

۲۷ دسمبر: جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ مسجد اقصیٰ قادیان میں ہوا جس میں ۷۵۔ افراد شریک ہوئے۔

اس سال مندرجہ ذیل بزرگوں نے حضورؑ کی بیعت کی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ۔ حضرت مولوی غلام نبی صاحب خوشابیؓ۔ حضورؑ نے اپنی زوجہ اوّل کو بے دین رشتہ داروں کے ساتھ مل کر کھلم کھلا مخالفت اور باوجود بار بار تنبیہ کے باز نہ آنے کی وجہ سے طلاق دے دی۔

ولادت صاحبزادی شوکت جو حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بطن سے ہوئیں۔

۱۸۹۲ء

جنوری: حضورؑ نے اہل لاہور پر اتمام حجت کے لئے سفر لاہور اختیار فرمایا۔

۲۱ جنوری: لاہور میں منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی کے احاطہ میں جلسہ۔ حضورؑ اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی عظیم الشان تقاریر۔

عبدالحکیم کلانوری سے مباحثہ جو ۳ فروری تک جاری رہا۔

فروری: سفر سیالکوٹ۔ حکیم حسام الدین صاحب کے مکان میں فروکش ہوئے۔

سفر کپورتھلہ۔ جالندھر ولدھیانہ۔

تصنیف واشاعت "نشانِ آسمانی"

۳۰ ستمبر پیشگوئی کے مطابق وفات مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری۔

۱۰ دسمبر: علماء کو مباہلہ کی پہلی دعوتِ عام۔

۲۷۔۲۸۔۲۹ دسمبر: دوسرا جلسہ سالانہ ۳۲۷۔ احباب کی شرکت۔ اس سال مندرجہ ذیل بزرگ جماعت میں شامل ہوئے۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ۔ حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ حضرت مولانا برہان الدین صاحبؓ جہلمی۔ حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ۔

حضورؑ کی صاحبزادی شوکت کی وفات۔

۱۸۹۳ء

جنوری: حضورؑ کو ایک رات میں عربی زبان کے چالیس ہزار مادے سکھائے گئے۔

" **التبلیغ**" کے عنوان سے عربی میں ایک فصیح وبلیغ خط کی شکل میں تصنیف جس کے آخر میں قصیدہ یاعین فیض اللہ والعرفان تحریر فرمایا۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کا خراج عقیدت۔

لیکھرام کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع کی۔

فروری: آئینہ کمالاتِ اسلام کی اشاعت۔

ملکہ وکٹوریہ کو پیغام حق۔

۳۰ مارچ: مخالفین کو عربی زبان میں مقابلہ کی دعوت۔ تصنیف کرامات الصادقین۔

۲۰؍اپریل ولادت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔

اپریل: تصنیف واشاعت برکات الدعا۔

اپریل: حضرت مولانا نورالدین صاحب گھربار چھوڑ کر خدا کی خاطر قادیان آگئے اور " **الدار** " میں رہائش اختیار کی۔

۲۲؍مئی تا ۵ جون: امرتسر میں آتھم کے ساتھ مباحثہ جو "جنگ مقدس" کے نام سے شائع ہوا۔

جون: پیشگوئی دربارہ آتھم اور سفر جنڈیالہ۔

جولائی: اشاعت "تحفہ بغداد"۔

اگست: اشاعت "شہادت القرآن" تصنیف "حجۃ الاسلام" "وسچائی کا اظہار۔

نومبر: سفر فیروزپور۔ واپسی ۱۴ دسمبر کو ہوئی۔

اِسی سفر کے دوران لاہور سٹیشن پر غیرت دینی کے ماتحت لیکھرام کے سلام کا جواب نہ دینے کا ایمان افروز واقعہ ظاہر ہوا۔

اسی سال حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی قادیان میں آبسے۔

۱۸۹۴ء

فروری: تصنیف "حمامۃ البشریٰ"۔ "نور الحق" حصہ اوّل۔

۲۰؍مارچ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ھ کو چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا۔

۶؍اپریل آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ھ کو سورج گرہن کا نشان ظاہر ہوا۔

مئی: اشاعت "نورالحق" حصہ دوم۔

جون: اشاعت "اتمام الحجۃ"۔

جولائی: اشاعت "سر الخلافہ"۔

۶ ستمبر: دعوتِ مباہلہ برائے پیشگوئی محمدی بیگم۔

ستمبر: آتھم کے رجوع الی الحق کی وجہ سے ہلاک نہ ہونے پر مخالفین کا شور اور استہزا اور حضورؑ کی طرف سے جوابی اشتہارات کی اشاعت۔

۹ ستمبر: آتھم کو ایک ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج کہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قسم کھائے۔ ۲۰ ستمبر کو یہ رقم دو ہزار کر دی گئی ۵/اکتوبر کو ۳ ہزار اور ۲۷ اکتوبر کو چار ہزار تک بڑھادی گئی۔

ستمبر: اشاعت "انوار الاسلام"۔

۲۹ ستمبر: سعد اللہ لدھیانوی کے مقطوع النسل مرنے کی پیشگوئی۔ اس سال پادریوں اور دوسرے مخالفین کی طرف سے حضورؑ کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر کے حضورؑ پر بغاوت کا الزام لگایا گیا۔ لندن میں پادریوں کی عالمی کانفرنس میں تحریک احمدیت کے بارہ میں تشویش کا اظہار کیا گیا۔

اسی سال حضرت سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی جماعت میں داخل ہوئے۔

۱۸۹۵ء

قادیان میں ضیاء الاسلام پریس اور کتب خانہ قائم کیا گیا۔

۲۰ مئی: ضیاء الاسلام پریس سے پہلی کتاب "ضیاء الحق" کی اشاعت۔

۲۴/مئی ولادت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ۔

۱۵/جون: اشاعت "نور القرآن" حصہ اوّل۔

تصنیف "**منن الرحمن**" اس تحقیق کے متعلق کہ عربی اُم الالسنہ ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے سفر کشمیر اور ان کی قبر واقع سری نگر کا انکشاف کیا۔

باوا نانک کے متعلق انکشافات۔

۳۰/ستمبر: حضورؑ مقدس چولہ دیکھنے کیلئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے۔

نومبر: اشاعت "ست بچن" اور "آریہ دھرم"۔

۲۰/دسمبر: اشاعت "نور القرآن" حصہ دوم۔

اس سال ناموسِ مصطفیٰ اور مذہبی مباحثات میں امن کے قیام کیلئے حضورؑ نے دو تجاویز پیش کیں۔

ا۔ کوئی فرقہ دوسرے فرقہ پر ایسا اعتراض نہ کرے جو خود اس کی الہامی کتاب یا پیشوا پر ہوتا ہو۔

ب۔ صرف انہی کتابوں پر اعتراض کیا جائے جو فریق ثانی کے نزدیک مسلم ہوں۔

اسی سال "الدار" میں کنواں لگایا گیا۔ جو احمدی آبادی میں مسجد اقصیٰ کے علاوہ پہلا کنواں تھا۔

حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ اور حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحبؓ قادیانی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ خدا کی خاطر قادیان میں آن بسے۔

۱۸۹۶ء

یکم جنوری: حضورؑ نے ایک اشتہار کے ذریعہ حکومت کو جمعہ کی تعطیل کی تحریک فرمائی۔

مارچ: والئ کابل امیر عبد الرحمٰن کے نام حضورؑ کا خط۔

خدا کے حکم سے ہندوستان کے تمام قابل ذکر مخالفین کو حضورؑ کی طرف سے دعوت مباہلہ۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کی طرف سے اظہار عقیدت۔

۲۷/جولائی حق کو چھپانے کی وجہ سے آتھم کی ہلاکت۔

۲۶ تا ۲۹ دسمبر: جلسہ اعظم مذاہب لاہور منعقد ہوا۔ ۲۸، ۲۹ دسمبر کو حضورؑ کا مضمون پڑھا گیا اور "مضمون بالا رہا" کا نشان ظاہر ہوا۔

تصنیف و اشاعت "اسلامی اُصول کی فلاسفی"

اس سال کے آخر پر بمبئی سے طاعون کا آغاز ہوا۔ جو بعد میں بہت بھیانک شکل اختیار کر گئی۔

۱۸۹۷ء

۱۴/جنوری "الاشتهار مستيقناً بوحی الله القهار" کی اشاعت جس میں آپؑ نے عیسائیوں کو چالیس دن کے روحانی مقابلہ کا چیلنج دیا۔

۲۲/جنوری: اشاعت "انجام آتھم" اس کتاب میں حضورؑ نے ۳۱۳ بزرگ صحابہؓ کے نام درج فرمائے۔

۲۸ جنوری: حضورؑ نے یسوع کی پیشگوئیوں کی نسبت پادریوں کو ایک ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیا۔

۲/مارچ: ولادت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ۔

۶/مارچ لیکھرام کی ہلاکت۔

۶/مارچ اشتہار بعنوان "خدا کی لعنت اور کسر صلیب" کی اشاعت۔

۱۰/مارچ: اشتہار کے ذریعہ شیخ محمد رضا طہرانی نجفی کی دریدہ دہنی کا جواب دیا۔

۸/اپریل لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں حضورؑ کے گھر کی تلاشی لی گئی۔

اپریل: "سراج منیر" کی اشاعت۔

۱۰/مئی نائب سفیر سلطان ترکی حسین کامی کی قادیان میں آمد حضورؑ کی طرف سے سلطنت ترکی میں انقلاب کی پیشگوئی۔

۱۲/مئی: "**استفتاء**" کی اشاعت۔

۲۶/مئی: "حجۃ اللہ" کی اشاعت۔

۲۷/مئی: تحفہ قیصریہ کی اشاعت جس میں آپؑ نے ملکہ وکٹوریہ کو پیغام حق پہنچایا۔

۷/جون حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ (المصلح الموعود) کے ختم قرآن کے موقع پر ایک یادگار تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے "محمود کی آمین" کے عنوان سے نظم لکھی۔

۲۰۔۲۱/جون: قادیان میں جلسہ احباب منعقد ہوا۔

۲۲ جون: اشاعت "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب"

۱۵/جولائی: مخالفین کو قسم دیکر استخارہ کی درخواست۔

اگست: پادری مارٹن کلارک کی طرف سے حضورؑ پر مقدمہ اقدام قتل کا اندراج اور حضورؑ کا اس سلسلہ میں سفر بٹالہ۔

۱۳/اگست: کپتان ڈگلس کی عدالت میں حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی گواہی۔

۲۳/اگست: حضورؑ کی باعزت بریّت۔

حضورؑ کا سفر ملتان اور لاہور میں قیام۔

۱۵ ستمبر: حضورؑ نے قادیان میں بچوں اور نوجوانوں کیلئے مثالی درس گاہ کے قیام کیلئے بذریعہ اشتہار تحریک فرمائی۔

۸ر اکتوبر: جماعت کے سب سے پہلے اخبار "الحکم" کا اجراء جو پہلے امرتسر سے اور پھر قادیان سے شائع ہونے لگا۔

۲۹ر اکتوبر: سفر ملتان۔

اس سال حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ اور حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحبؓ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

۱۸۹۸ء

۳ر جنوری: حضورؑ نے مدرسہ تعلیم الاسلام کا افتتاح فرمایا۔ پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ تراب تھے اور طلبہ کی کل تعداد ۱۴ تھی۔

۲۴ر جنوری: "کتاب البریہ" کی اشاعت جس میں حضورؑ نے دو عظیم الشان انعامی چیلنج بھی دیئے۔

عیسائیوں کو اپنے الہامات کی نسبت ایک ہزار روپیہ کا چیلنج۔

اس بات پر بیس ہزار روپیہ کا چیلنج کہ کسی حدیث سے مسیح کا جسم عنصری سمیت آسمان پر جانا ثابت کیا جائے۔

۶ فروری: بذریعہ اشتہار پنجاب میں طاعون پھیلنے کی پیشگوئی۔

اپریل: تصنیف "البلاغ یا فریاد درد" اور دنیا کی اہم زبانوں میں اشاعتِ لٹریچر کی جامع سکیم کا اعلان۔

اپریل: محمد بخش جعفر زٹلی کی طرف سے حضورؑ کی وفات کی مفتریانہ خبر کی اشاعت۔

۲ر مئی: قادیان میں جلسہ طاعون اور حضورؑ کی نصائح۔

۷ر جون: جماعت کے نام رشتہ ناطہ کے متعلق احکام پر مشتمل اشتہار شائع کیا۔

۱۷ر ستمبر: مقدمہ انکم ٹیکس اور اس سے بریّت

اکتوبر: اشاعت "ضرورۃ الامام"۔

اکتوبر: امن عامہ کے قیام کیلئے وائسرائے ہند کے نام حضورؑ کا میموریل۔

نومبر:۔ ایک دن میں (یعنی ۲۰ نومبر کو) تصنیف کردہ کتاب "نجم الہدیٰ" نیز "رازِ حقیقت" کی اشاعت۔

یکم دسمبر: مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے مقدمہ ضمانت برائے حفظ امن۔

یکم دسمبر: گورداسپور اور دھاریوال کے سفر۔

۲۷ دسمبر: اشاعت "کشف الغطاء"۔

۱۸۹۹ء

جنوری: "ایام الصلح" کی اشاعت۔

۲۱ فروری: "حقیقۃ المہدی" کی اشاعت۔

۲۴ فروری: مقدمہ نقضِ امن سے حضورؑ کی بریّت۔

۳ مارچ: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ (مصلح موعود) کی قائم کردہ انجمن ہمدردانِ اسلام کا پہلا اجلاس۔

اپریل: تصنیف "مسیح ہندوستان میں"۔

۱۴ر جون ولادت حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ۔

۲۴ر اگست "ستارہ قیصریہ" کی اشاعت۔

اگست: حضورؑ کے زمانۂ ماموریت کا پہلا پورے قد کا فوٹو لیا گیا۔

۲۷ر ستمبر: مذاہب عالم کے جلسہ کیلئے حضورؑ نے حکومت کے نام میموریل شائع کیا۔

ستمبر: امسال فریادِ درد کا انگریزی ایڈیشن شائع ہوا۔

منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کا فتنہ اور "تریاق القلوب" کی اشاعت مقدمہ گوڑ گانواں از اصغر حسین۔

اسی سال حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ قادیان میں آن بسے۔

۱۹۰۰ء

۵ر جنوری: مرزا امام الدین نے مسجد مبارک کو مہمان خانہ سے ملانے والی شارع عام کو اینٹوں سے دیوار کھینچ کر بند کر دیا جس سے مقامی اور باہر سے آنے والے احمدیوں کو بھی شدید تکلیف پہنچی۔ دیوانی عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا۔

یکم فروری: مدرسہ تعلیم الاسلام کو پرائمری سے مڈل کر دیا گیا۔

۲ فروری: حضورؑ کی تحریک پر عید الفطر کے موقع پر ایک ہزار احمدیوں کا اجتماع اس تقریب کو جلسہ احباب بھی کہا جاتا ہے۔

۱۰ر فروری بذریعہ اشتہار جنگ ٹرانسوال کے زخمیوں کیلئے چندہ کی تحریک ۵۰۰ روپے جمع ہوئے۔

فروری: مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول بنا۔

۱۱ر اپریل: عید الاضحیٰ پر "خطبہ الہامیہ" کا زبردست علمی نشان ظاہر ہوا۔

۲۱ر مئی: اشاعت "گورنمنٹ انگریزی اور جہاد"۔

۲۴ر مئی: پادری لیفرائے کے مقابل پر معصوم نبی کے عنوان سے زبردست مضمون تحریر فرمایا جو ۲۵ مئی کو حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے لاہور میں پادری لیفرائے کے جلسہ میں سنایا۔

۲۵ر مئی: پادری لیفرائے کو معصوم نبی سے متعلق مقابلہ کی کھلی دعوت۔

۲۸ مئی: جہاد بالسیف کے متعلق فتویٰ کی اشاعت۔

۲۸ر مئی: منارۃ المسیح کیلئے چندہ کی تحریک کا اشتہار۔

مئی: "لجۃ النور" کی تصنیف۔

۲۰ر جولائی: پیر مہر علی شاہ صاحب کو تفسیر نویسی کا چیلنج تصنیف "تحفہ گولڑویہ"۔

۱۲ر اگست: مقدمہ دیوار کا فیصلہ حضورؑ کے حق میں ہوا۔

اکتوبر: حضورؑ کی شدید مصروفیات کی وجہ سے قادیان میں ظہر و عصر کی نمازیں جمع ہوتی رہیں۔ اور تجمع لہ الصلوٰۃ کا نشان پورا ہوا۔ یہ سلسلہ فروری ۱۹۰۱ء تک جاری رہا۔

۴ر نومبر: بذریعہ اشتہار جماعت کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ رکھا۔

۱۵ر دسمبر: "اربعین" کی اشاعت جس میں امامتِ نماز کے متعلق صریح احکامات بھی

درج فرمائے۔

دسمبر: حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی بذریعہ خط بیعت جو مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ لیکر آئے۔ اسی سال حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے مجلس تشحیذ الاذہان کی بنیاد رکھی اسی سال حضرت حافظ روشن علی صاحب اور حضرت مولانا ذوالفقار علی خان گوہر صاحبؓ نے بیعت کی اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ قادیان میں آن بسے۔

۱۹۰۱ء

۱۵/ جنوری: حضورؑ نے "ریویو آف ریلیجنز" کے اجراء کا اعلان فرمایا۔

۲۳/ فروری اشاعت "اعجاز المسیح"۔

۵/ مارچ: حضورؑ نے مخالفین کو دعوت دی کہ فریقین آپس میں ایک دوسرے کی عزت پر حملہ نہ کریں۔ اور تہذیب وشائستگی سے پیش آئیں۔

۷/ مارچ: حضورؑ نے اشتہار کے ذریعہ پھر طاعون سے ہوشیار کیا۔

وسط سال میں کابل میں حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب شہید راہِ حق میں قربان ہوگئے۔

اگست: اشاعت "خطبہ الہامیہ"۔

۹ ستمبر: اشتہار بعنوان مفید الاخبار" جس میں حضورؑ نے اپنی کتب کے امتحان لینے کی تحریک فرمائی۔

۳/ اکتوبر: امیر کابل عبدالرحمٰن فالج سے فوت ہوگئے۔

۵/ نومبر: اشاعت "ایک غلطی کا ازالہ"

۷/ نومبر: برطانوی سیاح ڈکسن کی قادیان میں آمد۔

۲۰/ نومبر: حضورؑ کی نظم فونوگراف میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے ریکارڈ کی " آواز آرہی ہے فونوگراف سے"۔

۳۰/ نومبر: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی تقریب آمین منعقد ہوئی۔

۲۶/ دسمبر: لکھنؤ کے نواب عماد الملک فتح نواز جنگ مولوی سید مہدی حسین صاحب کی قادیان میں آمد اور قبول حق۔ اسی سال حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ اور حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ نے بیعت کی۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ اور حافظ روشن علی صاحبؓ کی قادیان میں مستقل رہائش۔

۱۹۰۲ء

جنوری: ریویو آف ریلیجنز کا اُردو انگریزی میں اجراء۔

۵/ مارچ: بذریعہ اشتہار حضورؑ نے ماہوار جماعتی چندوں کیلئے مستقل نظام کی بنیاد رکھنے کا اعلان فرمایا۔

اپریل: اشاعت "دافع البلاء" و معیار اہل الاصطفاء۔

۱۲/ جون اشاعت "الهدیٰ والتبصرة لمن یریٰ"۔ سید محمد رشید رضا (مصر) کو عربی میں مقابلہ کا چیلنج۔ تصنیف نزول المسیح۔

۲۳/ اگست: پگٹ (لندن) کی ہلاکت کی پیشگوئی۔

یکم ستمبر: اشاعت "تحفہ گولڑویہ"۔

۱۲/ ستمبر: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا نکاح۔

ستمبر: ڈاکٹر ڈوئی کو مباہلہ کا چیلنج اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی۔

۲/ اکتوبر: صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا پہلا نکاح۔

۵/ اکتوبر: اشاعت "کشتی نوح"

۶/ اکتوبر: اشاعت تحفۃ الندوہ"۔

۲۸/ اکتوبر: اشاعت "تریاق القلوب"۔

۲۹/ اکتوبر: حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب اور مولوی ثناءاللہ کے درمیان مباحثہ مُدّ۔

۳۱/ اکتوبر: ہفت روزہ "البدر" کا اجراء۔

اکتوبر: اشاعت "تحفہ غزنویہ"۔

۷/ نومبر: عدالت میں ایک گواہی کے سلسلہ میں حضورؑ کا سفر بٹالہ۔

۱۵/ نومبر: اشاعت اعجاز احمدی اور دس ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج۔

۲۷/ نومبر: اشاعت "ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی"۔

نومبر: حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ قادیان تشریف لائے۔

۱۹۰۳ء

۴/ جنوری: کرم دین جہلمی کی طرف سے حضورؑ پر پہلا مقدمہ اور حضورؑ کا سفر جہلم امرتسر اور لاہور۔

۱۰/ جنوری مولوی ثناءاللہ صاحب کی قادیان میں آمد۔ حضور کی طرف سے تحقیق حق کی دعوت مگر اُن کا گریز۔

۱۴/ جنوری: "مواہب الرحمٰن" کی اشاعت۔

۱۹/ جنوری: مقدمہ کرم دین جہلمی میں حضورؑ کی بریّت۔

۲۲/ جنوری: حضورؑ کو رؤیا کے ذریعہ روس کا عصا ملنے کی اطلاع دی گئی۔

۲۸: جنوری کرم دین کی طرف سے دوسرا مقدمہ حضورؑ کی گرفتاری کی سازش۔ سفر گورداسپور۔

۲۸/ جنوری: ولادت صاحبزادی امۃ النصیر وفات ۳/ دسمبر کو ہوئی۔

جنوری: صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی قادیان سے کابل واپسی۔

۲۸/ فروری: اشاعت "نسیم دعوت"۔

۸/ مارچ: اشاعت "سناتن دھرم"۔

۱۳/ مارچ: منارۃ المسیح اور بیت الدعا کا حضورؑ نے سنگ بنیاد رکھا۔

۲۸/ مئی: تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح حضورؑ کے ارشاد پر حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے فرمایا حضورؑ نے خاص پیغام بھیجا۔ پہلے پرنسپل حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ مقرر ہوئے۔

۱۴/ جولائی: حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ شہید ہوگئے۔

۱۶/ اکتوبر: "تذکرۃ الشہادتین" کی اشاعت۔

۲۵ اکتوبر: نواب عبد الرحیم ابن نواب محمد علی خان صاحبؓ کی شفایابی کا معجزہ ظاہر ہوا۔
اکتوبر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی پہلی شادی۔
دسمبر: "سیرۃ الابدال" کی اشاعت۔
اسی سال حضورؑ کی پیشگوئی کے مطابق پنجاب میں طاعون کثرت سے پھیلی اور بہت سے افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

۱۹۰۴ء

۲۵ جون: حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی ولادت ہوئی۔
۲۰ راگست: سفر لاہور اور چار عظیم الشان لیکچر مضمون موسومہ "اس ملک کے موجودہ مذاہب اور اسلام"۔ ۳ ستمبر کو منڈوہ لیلا رام میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔
بہائی مبلغ حکیم مرزا محمود صاحب زرقانی کی طرف سے مباحثہ کی دعوت اور حضورؑ کی طرف سے طریق فیصلہ مگر ان کا گریز۔
۲۷ راکتوبر: سفر سیالکوٹ کا آغاز ۲۸ اکتوبر کو جمعہ کے بعد بیعت اور تقریر۔
۳۱ راکتوبر: "لیکچر سیالکوٹ" کی تصنیف۔
۴ رنومبر: لیکچر سیالکوٹ کی تصنیف واشاعت اور جلسہ عام میں سنایا جانا، دعویٰ مثیلِ کرشن۔
۴ رنومبر: قادیان واپسی۔
جلسہ سالانہ پر حضورؑ کی تقاریر۔ "حضرت اقدس کی تقریریں"۔ کے عنوان سے شائع ہوئیں۔
اس سال حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

۱۹۰۵ء

۷ رجنوری: کرم دین جہلمی کے دوسرے مقدمہ سے حضورؑ کی بریت از ہائیکورٹ۔
فروری: تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم اور زلزلہ عظیمہ (جنگ عظیم) کی پیشگوئی۔
۴ راپریل: پیشگوئیوں کے مطابق کانگڑہ میں قیامت خیز زلزلہ۔
۵ راپریل: اشتہار بعنوان "الدعوت کی اشاعت"۔
۲ رمئی: ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی ابوالنصر آہ کی قادیان میں آمد اور بیعت۔
۳ رمئی: الہام "آہ نادر شاہ کہاں گیا" یہ پیشگوئی ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو پوری ہوئی۔
۲۵ مئی: ابوالکلام آزاد کی قادیان آمد اور حضورؑ سے ملاقات۔
۸ راکتوبر: اشتہار "تبلیغ الحق" کی اشاعت حضرت امام حسینؓ اور اہل بیت سے بے انتہا محبت کا اظہار۔
۱۱ راکتوبر: وفات حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی۔ اماتناً دفن کئے گئے۔
۲۳ راکتوبر: حضورؑ کا آخری سفر دہلی۔
۲۴ راکتوبر: دہلی میں اولیاء اللہ کی قبور پر دُعا۔
۵ رنومبر: حضورؑ کا سفر لدھیانہ اور لیکچر۔
۸ نومبر: سفر امرتسر اور لیکچر۔
۱۲ رنومبر قادیان میں واپسی۔
۳ دسمبر: وفات حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمیؓ
۶ ردسمبر: حضورؑ نے رخصت ہونے والے علماء کے جانشین تیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔
۲۰ ردسمبر: "الوصیت" کی اشاعت، قرب وصال کے متعلق الہامات۔ بہشتی مقبرہ کے قیام اور اس میں دفن ہونے کی شرائط کا اعلان۔
۲۷ ردسمبر حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ آپؓ کے مقدس وجود سے بہشتی مقبرہ کا افتتاح ہوا۔
۲۷ دسمبر: جلسہ سالانہ پر حضورؑ کی تقریر "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے"۔
اس سال حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری اور حضرت چوہدری علی محمد صاحبؓ بی اے بی ٹی نے بیعت کی۔

۱۹۰۶ء

۱۵ رجنوری: الہام "تزلزل در ایوانِ کسریٰ افتاد"۔
۲۹ رجنوری صدر انجمن احمدیہ کا قیام۔
جنوری: مدرسہ احمدیہ کا آغاز۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کی دینیات شاخ کی شکل میں ہوا۔
۵ رفروری: حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی شادی حضورؑ کے رؤیا کے مطابق ہوئی۔
۱۱ فروری: تقسیم بنگال کی تنسیخ کے متعلق حضورؑ کا الہام جو ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو پورا ہوا۔
یکم مارچ: سہ ماہی رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجرا ہوا۔
۹ رمارچ: "چشمۂ مسیحی" کی اشاعت۔
مارچ: "تجلیات الٰہیہ" کی تصنیف۔
۴ راپریل: چراغ دین جمونی کی حضورؑ کی پیشگوئی کے مطابق وفات۔
۳۰ راپریل: حضورؑ نے عبد الحکیم پٹیالوی کے بدعقائد کی وجہ سے اُسے جماعت سے خارج کر دیا۔
اپریل: حضرت میر قاسم علی صاحب سے پادری احمد مسیح کا مباحثہ۔ ناکامی کے بعد پادری احمد مسیح کا مباہلہ سے گریز۔
۱۰ رمئی: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی شادی۔
۲۶ رمئی: حضورؑ کے پہلے پوتے مرزا نصیر احمد ابن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی ولادت۔
۵ رجون: حضورؑ کا پادری احمد مسیح کو مباہلہ کا چیلنج اور اُس کا گریز۔
جولائی: رسالہ تعلیم الاسلام کا اجراء ایڈیٹر حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ مقرر ہوئے۔
۱۵ رنومبر: حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کا نکاح۔
دسمبر: جلسہ سالانہ میں ۲۵۰۰ افراد کی شمولیت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے جلسہ پر پہلی دفعہ تقریر کی۔

۱۹۰۷ء

جنوری: سعد اللہ لدھیانوی کی طاعون سے وفات۔
۲۰ رفروری: قادیان کے آریہ اور ہم" کی

اشاعت"۔

فروری:اخبار شبھ چنتک کے عملہ کی طاعون سے ہلاکت۔

۹مارچ:ڈاکٹر ڈوئی کی ہلاکت۔

۷/اپریل: منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کی ہلاکت۔

۱۵/اپریل:اشاعت "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ"

۷/اپریل: ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق اشتہار "فتح عظیم" کی اشاعت۔

۷/ مئی : بذریعہ اشتہار جماعت احمدیہ کو ملکی شورش میں امن کے ساتھ رہنے کی تلقین۔

۱۲/مئی: قادیان میں جلسہ۔

۱۵/مئی:اشاعت "حقیقۃ الوحی"۔

۱۲/جولائی:الہام "مرزا غلام احمد کی جے"۔

۱۴/جولائی:سفر بٹالہ۔

۳۰/ اگست : حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا نکاح حضرت مریم بیگم صاحبہؓ سے۔

۱۶/ستمبر: حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات۔

۱۶/ستمبر: حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی دستی بیعت۔

ستمبر: وقف زندگی کی پہلی منظم تحریک ۔ ۱۳۔احباب نے وقف کیا۔

۲/دسمبر: آریہ سماج لاہور کی مذہبی کانفرنس میں حضورؑ کا مضمون حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا۔

۲۷۔۲۸۔۲۹ دسمبر: حضورؑ کی زندگی کا آخری جلسہ سالانہ حاضری تین ہزار تھی۔ حضورؑ نے دو تقاریر فرمائیں۔

۲۸/دسمبر:صدر انجمن احمدیہ کی کانفرنس۔

اس سال عبد الکریم نامی طالب علم کے متعلق احیائے موتیٰ کا نشان ظاہر ہوا۔

۱۹۰۸ء

۱۷/فروری: حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح۔

۲۱/مارچ: سر جیمز ولسن فنانشل کمشنر پنجاب کا دورہ قادیان۔

۷/اپریل: امریکن سیاح جارج ٹرنر کی قادیان میں آمد۔

۲۴/اپریل: قادیان میں حضورؑ کی زندگی کا آخری جمعہ حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ نے پڑھایا۔

۲۷/اپریل: حضورؑ کا آخری سفر لاہور، بٹالہ میں قیام فرماتے ہوئے ۲۹/اپریل کو لاہور پہنچے۔احمدیہ بلڈنگس میں قیام۔

۲/ مئی : شہزادہ سلطان ابراہیم اور محمد علی صاحب جعفری نے حضورؑ سے ملاقات کی۔

۹/مئی:الہام "الرحیل ثم الرحیل"

۱۵/مئی: "چشمہ معرفت" کی اشاعت۔

۱۵/مئی: سر فضل حسین کی حضورؑ سے ملاقات۔

۱۷/مئی حضورؑ کا پبلک لیکچر اور رؤسائے لاہور کو پیغام حق۔

۱۷/مئی:الہام "مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار"۔

۱۸/ مئی : پروفیسر ریگ کی دوبارہ ملاقات بعد میں وہ احمدی ہوگئے۔

۲۰/ مئی : الہام الرحیل ثم الرحیل و الموت قریب۔

۲۵/ مئی : احباب جماعت سے حضورؑ کا آخری خطاب بعد نماز عصر آخری سیر۔

آخری کتاب "پیغام صلح" کی تکمیل۔

شام کو مرض الموت کا آغاز۔

۲۶/مئی:سفر آخرت۔

آخری نماز ادا کی جو فجر کی نماز تھی۔ ساڑھے دس بجے ۷۳ سال کی عمر میں وفات بمطابق ۲۴/ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ۔ آپؑ کی نعش کے سامنے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا تاریخی عہد۔

ڈھائی بجے جنازہ پڑھا گیا۔ پونے چھ بجے جنازہ گاڑی پر سوار کر کے لاہور سے بٹالہ لایا گیا۔ گاڑی ۱۰ بجے بٹالہ پہنچی۔ احباب نعش مبارک کو کندھوں پر اُٹھا کر قادیان کی طرف روانہ ہوئے۔

۲۷/ مئی : ۸ بجے صبح احباب جنازہ لیکر قادیان پہنچے۔ تمام جماعت نے حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کی حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے خلیفہ اور جماعت احمدیہ کے نئے امام کے طور پر بیعت کی۔

نماز عصر کے بعد حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ نے جنازہ پڑھایا جس کے بعد آخری دیدار ہوا۔ شام چھ بجے حضورؑ کا جسد مبارک سینکڑوں اشکبار آنکھوں اور غمزدہ دلوں کے ساتھ بہشتی مقبرہ کی خاک مقدس کے سپرد کردیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ

قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل

۱۸۴۱ء بھیرہ ضلع شاہ پور کے محلہ معماراں میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد صاحب کا نام غلام رسول اور والدہ صاحبہ کا نام نور بخت تھا۔ بچپن میں والدہ محترمہ سے قرآن کریم پڑھا فقہ کی چند کتب پنجابی میں پڑھیں۔ مدرسہ میں ابتدائی تعلیم

۱۸۵۳: اپنے بڑے بھائی سلطان احمد کے پاس لاہور آگئے۔ آپ کو خناق کا مرض ہوگیا۔ منشی محمد قاسم صاحب سے فارسی کی تعلیم پائی۔ ۱۸۵۵ء بھیرہ واپسی عربی اور فارسی کی تعلیم کا حصول۔ ۱۸۵۷ء دل میں قرآن کریم کی اُلفت و محبت کا پیدا ہونا۔ ترجمہ قرآن کی طرف رغبت۔

۱۸۵۸ء راولپنڈی کے نارمل اسکول میں داخلہ اور کامیابی ۔ ۴ سال تک ورنیکلر مڈل اسکول پنڈ دادنخان کے ہیڈ ماسٹر رہے۔

ملازمت کے بعد ایک سال تک سفر و حضر میں مولوی احمد الدین صاحب بگوی سے عربی کی تعلیم پائی۔ تین ساتھیوں کے ہمراہ رامپور، مراد آباد اور لکھنؤ کئی اساتذہ سے استفادہ کیا۔

۱۸۶۴ء سفر میرٹھ۔ دہلی بھوپال۔

۱۸۶۵ء حرمین شریفین کا سفر حج بیت اللہ کی سعادت پائی مکہ مکرمہ میں شیخ محمد خزرجی صاحب سید حسین صاحب اور مولوی رحمت اللہ صاحب سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مدینہ میں حضرت شاہ عبد الغنی مجددی سے بیعت کی۔

۱۸۶۹ء: مکہ معظمہ کو واپسی۔

۱۸۷۰ء: ہندوستان کو واپسی، دلی میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے درس میں شمولیت۔

۱۸۷۱ء: آبائی وطن بھیرہ میں آمد، علماء کی طرف سے شدید مخالفت قتل کی کوششیں۔

آپ کی پہلی شادی محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ بنت مفتی شیخ مکرم صاحب قریشی عثمانی سے ہوئی۔

بھیرہ میں درس و تدریس اور مطب کا آغاز۔

آپ کے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کا انتقال۔

۱۸۷۴ء: آپ کی بیٹی حفصہ کی ولادت۔

یکم جنوری ۱۸۷۷ء: وائسرائے ہند لارڈ لٹن کے دربار دہلی میں شمولیت۔

بھوپال میں چند ماہ تک ملازمت اور پھر بھیرہ کو واپسی۔

اپریل ۱۸۷۷ء لاہور میں بانی آریہ سماج سوامی دیانند سرسوتی پر اتمام حجت آخر ۱۸۷۷ء ریاست جموں و کشمیر میں ملازمت کا آغاز۔

۱۸۷۹ء: کشمیر میں ہیضہ کی وبا کے دوران زبردست طبی خدمات۔ دعوت الی اللہ کی وسیع سرگرمیاں، جموں میں درس قرآن۔

۱۵/نومبر ۱۸۷۹ء اشاعت فصل الخطاب فی مسئلۃ فاتحۃ الکتاب۔

۱۸۸۰: انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے ممبر بنے۔

۱۸۸۱ء: کشمیر میں ایک ماہ کے سفر کے دوران چودہ پارے حفظ کر لئے بقیہ سولہ پارے بعد میں حفظ کئے۔

۱۸۸۲ء: براہین احمدیہ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات دیکھ کر پہلا غائبانہ تعارف۔

۱۸۸۴ء: انجمن حمایت اسلام لاہور میں شمولیت۔

۱۸۸۵ء: حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی قادیان میں پہلی بار آمد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شرفِ ملاقات اسی سال حضورؑ سے دوبارہ ملاقات اور حضورؑ کا ارشاد کہ عیسائیت کے مقابل پر ایک کتاب لکھیں۔

۱۸۸۶ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "سرمہ چشم آریہ" کی سو جلدیں خرید کر مفت تقسیم کیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ آپ کی شاگردی میں آئے۔

جون ۱۸۸۷ء: "نور افشاں" میں پادری تھامس ہاول کے "شحنہ حق" پر اعتراضات کے جواب میں ایک زبردست مضمون "منشورِ محمدیؐ" میں تحریر فرمایا۔

۱۸۸۷ء: سر سید احمد خاں کی قائم کردہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی معاونت۔

۷/جنوری ۱۸۸۸ء: حضرت مولانا صاحبؓ کی بیماری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیادت کی خاطر جموں تشریف لے گئے۔

مختلف زبانوں کے علماء تیار کر کے خدماتِ دینیہ بجالانے کا منصوبہ۔

۱۸۸۸ء: اشاعت تصنیف "فصل الخطاب المقدمۃ اہل الکتاب"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام وہ تاریخی خط جو فتح اسلام میں حضورؑ نے درج فرمایا۔

مہاراجہ کشمیر کی ملازمت سے استعفیٰ دینے کا پروگرام مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منع فرمادیا۔

۱۸۸۸ء: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ آپ کی شاگردی میں آئے۔

مارچ ۱۸۸۹ء حضرت مولوی صاحبؓ کا عقد ثانی حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ بنت حضرت منشی احمد جان صاحب کے ساتھ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی برات کے ساتھ لدھیانہ تشریف لائے۔

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے اوّل المبائعین ہونے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات تک

۱۸۹۰ء "تکذیب براہین احمدیہ" از پنڈت لیکھرام کے جواب میں آپکی تصنیف "تصدیق براہین احمدیہ" کی اشاعت۔

آپ کا سب سے پہلا فوٹو راجہ امر سنگھ نے لیا جو پہلی دفعہ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔

مارچ ۱۸۹۱ء ڈاکٹر جگناتھ (جموں) سے حقیقت دین پر خط و کتابت۔

۱۳/اپریل ۱۸۹۱ء لاہور میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے مسئلہ حیات اور وفات مسیحؑ پر گفتگو۔

۱۸۹۱ء "ازالہ اوہام" کی اشاعت میں مالی معاونت۔

اشاعت تصنیف "ردِ تناسخ"۔

ملازمت سے استعفیٰ کا دوبارہ خیال مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ممانعت۔

۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء جماعت احمدیہ کے پہلے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت۔

۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر لاہور اور منشی میراں بخش کی کوٹھی پر حضورؑ کے خطاب کے بعد تائیدی تقریر۔

۱۸۹۲ء مہمانان جلسہ کیلئے قادیان میں ایک مکان تعمیر کرایا۔

ستمبر ۱۸۹۲ء ریاست جموں و کشمیر میں ملازمت کا خاتمہ۔ بھیرہ واپسی پر ایک شفاخانہ عالی شان مکان کی تعمیر کا آغاز۔

۲۸ دسمبر ۱۸۹۲ء جلسہ سالانہ کے موقع پر یورپ سے ایک رسالہ نکالنے کی منظم کمیٹی کے صدر بنے۔

۱۸۹۰ء انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں شرکت اور پرمعارف لیکچر۔

اپریل ۱۸۹۳ء سفر لاہور۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے لئے قادیان میں آمد اور پھر حضورؑ کے ارشاد پر وہیں کے ہو کے رہ گئے "الدار" میں رہائش قادیان میں مطب، درسِ قرآن و حدیث۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کو تعلیم دیتے رہے۔ آپ کی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ "برکات الدعا" تحریر فرمایا۔

۲۲ مئی تا ۵ جون ۱۸۹۳ء عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ (جنگ مقدس) میں حضرت مسیح موعود کی معاونت اور اس کے بعد امرتسر میں پبلک تقاریر۔

جون ۱۸۹۳: حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ سفر جنڈیالہ اور تقریر۔

اگست ۱۸۹۳ء حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں فصیح و بلیغ عربی میں مضمون اور قصیدہ رقم فرمایا جو "کرامات الصادقین" میں شائع ہوا۔

دسمبر ۱۸۹۴ء جلسہ سالانہ پر آپ کی شاندار تقریر۔

۱۸۹۵ء سفر جموں مہاراجہ کشمیر کی طرف سے دوبارہ ملازمت کی پیش کش مگر آپ کا انکار۔

اُم الالسنہ کی تحقیق میں گراں قدر حصہ لیا۔

۲۰ ستمبر ۱۸۹۵ء مقدس چولہ دیکھنے کیلئے سفر ڈیرہ بابانانک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رفاقت۔

۱۸۹۶ء سفر بہاولپور اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف سے ملاقات۔

اپریل تا اکتوبر ۱۸۹۶ء حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کو قرآن پڑھانے کیلئے حضرت موعودؑ کے ارشاد پر مالیر کوٹلہ میں رہے۔

۲۸۔۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء جلسہ مذاہب عالم لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون "اسلامی اُصول کی فلاسفی" آپ کی صدارت میں پڑھا گیا۔ اجلاس کا آغاز اور اختتام آپ کی تقریر سے ہوا۔

۱۸۹۷ء

جنوری: سفر مالیر کوٹلہ: مارچ تک وہیں رہے۔

۳۰ جنوری ۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں لیکچر۔

اپریل: لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ آپ کی بھی خانہ تلاشی لی گئی۔

۲۰، ۲۱ جون: جلسہ احباب قادیان میں شمولیت اور تقریر۔

۱۲/ اگست: مقدمہ مارٹن کلارک کے سلسلہ میں کپتان ڈگلس کی عدالت میں گواہی۔

اکتوبر: حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ سفر ملتان۔ مدرسہ اسلامیہ کے ہال میں تقریر۔

۲۷ دسمبر۔ جلسہ سالانہ پر وجد انگیز خطاب۔

۱۸۹۸ء

جنوری: تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اجراء اور تکمیل کیلئے شاندار جدو جہد کی۔

فروری: الحکم کی قلمی معاونت کا آغاز۔

۳۱ مئی: آپ کی بیٹی حفصہ کی شادی حکیم مفتی فضل الرحمن صاحبؓ سے ہوئی۔

جولائی: انجمن ہمدردانِ اسلام میں لیکچروں کا سلسلہ۔

۲۶ اگست: حضورؓ کی بیٹی اُمامہ کی وفات۔

نومبر: حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کا دوسرا نکاح پڑھانے کیلئے سفر مالیر کوٹلہ۔

دسمبر:۔ جلسہ سالانہ پر تقاریر۔

۱۸۹۹ء

۴/ جنوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر گورداسپور۔

۲۸/ جنوری، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر دھاریوال۔

۱۵/ فروری۔ ولادت میاں عبدالحی صاحب۔

مولوی کرم دین آف بھین کے خطوط کی اشاعت۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کا سب سے پہلا فوٹو لیا گیا اس سال سوالات پر مشتمل قریباً تین ہزار خطوط آپ کی خدمت میں موصول ہوئے۔ جن کے جواب آپ نے بذریعہ الحکم یا بذریعہ خطوط دیئے۔

۱۹۰۰ء

۲۴ مارچ: آپ کی تجویز پر بعض قومی ضرورتوں میں مالی معاونت کی خاطر آمد و خرچ کے رجسٹر کھولے گئے۔

۲۹/ مارچ: علامہ شبلی نعمانی سے خط و کتابت اور انہیں دعوت حق۔

مارچ: پیر مہر علی صاحب گولڑوی سے خط و کتابت۔

۱۱/ اپریل خطبہ الہامیہ قلمبند کیا۔

مئی: منارۃ المسیح کیلئے سو روپیہ چندہ۔

۲۷/ دسمبر جلسہ سالانہ پر تقریر۔

۱۹۰۱ء

۱۳/ فروری: بغرض شہادت سفر سیالکوٹ راستہ میں لاہور میں عظیم الشان تقاریر۔

یکم اپریل: انجمن اشاعتِ اسلام کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۵/ جولائی: مقدمہ دیوار کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ گورداسپور کا سفر۔

یکم اگست: آپ کی صاحبزادی امۃ الحی صاحبہ کی ولادت جو ۱۹۱۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے عقد میں آئیں۔

اکتوبر: آپ کی تصنیف خطوط جواب شیعہ وردِ نسخ قرآن کی اشاعت۔

حضرت مولوی صاحبؓ نے اس سال قرآن مجید کا مکمل ترجمہ فرمایا۔

مگر اس کا صرف ایک پارہ شائع ہو سکا جو ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔

۱۹۰۲ء

۱۲/ ستمبر: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا نکاح پڑھا۔

۲/ اکتوبر: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا پہلا نکاح پڑھا۔

۲۴ اکتوبر: فونوگراف میں آپ کا وعظ ریکارڈ کیا گیا۔ ۳۱/ اکتوبر اخبار "البدر" کے جاری ہونے پر اس کی قلمی معاونت کا آغاز۔

۱۹۰۳ء

جنوری: قادیان میں درس قرآن کا آغاز کیا گیا۔

۲۸/ مئی تعلیم الاسلام کالج قادیان کا افتتاح فرمایا۔

۲۲ر ستمبر آپ کے صاحبزادہ عبد القیوم کی ولادت۔

۴راکتوبر: حضرت محمد خان صاحبؓ کپور تھلوی کے علاج کیلئے سفر کپور تھلہ وہاں پر جلسہ میں تقریر فرمائی۔اشاعت تفسیر الجمعہ۔

۱۹۰۴ء

۲۰راگست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر لاہور۔

اگست: آخر اگست تا اکتوبر مقدمات کرم دین کے سلسلہ میں گورداسپور میں مقیم رہے اور وہاں مجلس علم وحکمت جاری رہی۔

۲۷راکتوبر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر سیالکوٹ لیکچر سیالکوٹ آپؓ کی صدارت میں پڑھا گیا۔

اسی سال ترک اسلام کے جواب میں آپ کی کتاب نورالدین شائع ہوئی نیز رسالہ ابطال الوہیت مسیح کی اشاعت۔

۱۹۰۵ء

۱۷اپریل زلزلہ کانگڑہ پر ایک لطیف مضمون تحریر فرمایا۔

۱۵رجون: شدید بیماری کی وجہ سے وصیت تحریر فرمائی مگر حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً آپ کی شفایابی کی بشارت دی گئی۔

۲۷رجون: صاحبزادہ عبدالحی کا ختم قرآن۔

۲۹/۲۸رجون: ختم قرآن کی خوشی میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے ارشاد پر دعوت کا اہتمام۔

۲۸رجولائی: آپؓ کے حرم اوّل کی وفات۔

۱۲راگست: صاحبزادہ عبدالقیوم کی وفات۔

۲۸راکتوبر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بلاوے پر سفر دلی۔

۳رنومبر دہلی میں حضرت مسیح موعودؑ کی موجودگی میں لیکچر۔

۵رنومبر: لدھیانہ میں آپؓ کا لیکچر۔

۲۰ر دسمبر: انجمن کارپرداز مصالح قبرستان بہشتی مقبرہ کے امین مقرر کیے گئے۔

۲۵ر دسمبر: ولادت میاں عبدالسلام صاحب۔

اسی سال طبیب حاذق میں آپؓ کے مجربات کی اشاعت شروع۔

۱۹۰۶ء

جنوری: مسائل نماز کے متعلق دینیات کا پہلا رسالہ شائع فرمایا۔

۲۹ر جنوری: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ کا پہلا صدر مقرر فرمایا۔

۵ر فروری: حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کا نکاح پڑھایا۔

۲۸ر دسمبر: جلسہ سالانہ پر تقریر۔

اسی سال آپؓ کا رسالہ "مبادی الصرف" اور ۱۹۰۷ء میں بعض اضافہ جات کے ساتھ "مبادی الصرف والنحو" کے نام سے شائع ہوا۔

۱۹۰۷ء

جنوری: نمازِ کسوف پڑھائی۔

اپریل: آپ کا ترجمہ شدہ پہلا پارہٗ قرآن شائع ہوا۔

۱۲ر مئی: جماعت احمدیہ کو ملکی شورش میں پرامن رہنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں جلسہ منعقد فرمایا۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے بھی اس میں تقریر فرمائی۔

اگست : شدید علالت ۔ ۲۳راگست کو غسل صحت۔

۳۰راگست: حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور اپنے فرزند میاں عبدالحی صاحب کا نکاح پڑھایا۔

ستمبر: حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے علاج میں حصہ لیا۔

۲، ۳، ۴ دسمبر: آریہ سماج وچھووال لاہور کے زیراہتمام مذاہب کانفرنس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون پڑھ کر سنایا۔

۲۵ر دسمبر: انجمن تشحیذ الاذہان کے تحت جلسہ عام سے خطاب

۲۸ دسمبر: جلسہ سالانہ پر تقریر فرمائی۔

۱۹۰۸ء

۸ر فروری: ولادت میاں عبدالوہاب صاحب۔

۱۷ر فروری: حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح پڑھایا۔

۱۹ر مارچ: مجمع الاخوان قائم فرمایا۔

۳۰مارچ: قرآن کریم سیکھنے کا لطیف طریق بیان فرمایا۔

۲۴اپریل: قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

مئی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آخری سفر لاہور کے درمیان آپؓ کو لاہور طلب فرمالیا۔ لاہور میں درس قرآن کا آغاز۔

۱۵ر مئی مفتی غلام مرتضٰی صاحب میانوی سے حیات ووفات مسیح علیہ السلام پر مباحثہ۔

۱۷ر مئی: رؤسائے لاہور کو پیغام حق پہنچانے کیلئے دعوتِ طعام ۔ آپ نے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطاب فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مرض الموت میں علاج۔

۲۶ر مئی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ڈھائی بجے حضرت مولوی صاحبؓ نے جنازہ پڑھایا۔ پونے چھ بجے نعش مبارک کو گاڑی پر لاہور سے بٹالہ لایا گیا۔ حضرت مولوی صاحبؓ بھی ساتھ تھے۔

۲۷ر مئی: تمام جماعت نے حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین اور قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر کے طور پر بیعت کی۔ بیعت سے پہلے خطاب عام اور بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ پڑھایا۔

دورِ خلافت

۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء تا آخر ۱۹۰۸ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے جماعت کو سخت صدمہ پہنچا اور مخالفین کی طرف سے منظم قلمی اور لسانی یورش کی گئی جس کے

جواب میں امام جماعت احمدیہ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے وفات المسیح اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے صادقوں کی روشنی کون دور کر سکتا ہے" کے عنوان سے رسائل تحریر فرمائے۔

۳۰ مئی: حضورؓ کے عہد میں صدر انجمن احمدیہ کا پہلا اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی صدارت میں ہوا۔ حضورؓ نے بیت المال کا مستقل محکمہ قائم فرمایا۔

جون: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے قادیان میں پہلی پبلک لائبریری قائم کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے کتابیں اور چندہ عنایت فرمایا۔

۱۴ر جون: حضورؓ نے تحریک فرمائی کہ خوشنویس حضرات مرکز میں آکر رہیں تا سلسلہ کے کام بروقت ہو سکیں۔

۲۱ر جون: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری تصنیف "پیغام صلح" خواجہ کمال الدین صاحب نے پنجاب یونیورسٹی ہال میں پڑھ کر سنائی۔

جون: حضورؓ کے ارشاد پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں دینی مدرسہ کے قیام کی تحریک کی گئی۔

۱۸ر جولائی: حضورؓ نے تحریک فرمائی کہ جماعت مبائعین کی مکمل فہرست تیار کی جائے تاکہ مطبوعہ لٹریچر ہر فرد تک پہنچایا جاسکے۔

جولائی: حضورؓ نے اپنی بھیرہ کی جائیداد صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کر دی۔

یکم اگست: واعظین سلسلہ کے تقرر کے بعد پہلے واعظ شیخ غلام احمد صاحب کی روانگی۔

۱۷ر ستمبر: رسالہ "البیان" کے ایڈیٹر عبداللہ الہادی کے ایک مضمون کے جواب میں حضورؓ نے تفصیلی مضمون رقم فرمایا۔

ستمبر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہندوستان اور پنجاب میں تپ کی سخت وبا اور مملکت نظام حیدر آباد میں ہولناک سیلاب اور احمدیوں کی معجزانہ حفاظت۔

اکتوبر: رمضان میں مسجد مبارک میں اعتکاف اور روزانہ تین تین پاروں کا درس القرآن۔

دسمبر: حضورؓ کے دور کے پہلے جلسہ سالانہ میں تین ہزار احمدیوں کی شرکت۔ جلسہ پر حضورؓ کی دو تقاریر جو رُوحانی علوم کے عنوان سے شائع ہوئیں۔ اسی سال حضورؓ نے قادیان میں ڈسپینسری کے ساتھ وسیع ہال تعمیر کرنے کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ منکرین نظامِ خلافت احمدیہ کی کوششوں کا آغاز اور امام جماعت کے خلاف ناروا حملے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر مطبوعہ کتب "مسیح ہندوستان میں" "نجم الہدیٰ" اور "براہین احمدیہ حصہ پنجم" کی اشاعت۔

۱۹۰۹ء

۱۲ر جنوری: حضورؓ نے یتامیٰ، مساکین اور طلبہ کی امداد کی تحریک فرمائی۔

۳۱ر جنوری: منکرینِ خلافت کے اُٹھائے ہوئے فتنہ کہ انجمن خلیفہ پر حاکم ہے۔ کے متعلق حضورؓ نے مجلس مشاورت طلب کی 250 نمائندے شریک ہوئے۔ حضورؓ نے جلالی تقریر فرمائی اور مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی دوبارہ بیعت لی۔

فروری: اشاعتِ درس القرآن۔

یکم مارچ: مدرسہ احمدیہ کی مستقل درسگاہ کی حیثیت سے بنیاد رکھی گئی۔

۲۵ر اپریل: حضورؓ کی صدارت میں صدر انجمن احمدیہ نے پنجاب میں اردو کو تعلیمی زبان بنانے کے لئے قرار داد پاس کی۔

یکم جون: مولوی محمد علی صاحب نے صدر انجمن احمدیہ کے تحت انگریزی ترجمہ قرآن کا کام شروع کیا۔ مگر بعد میں اپنی ملکیت قرار دیکر شائع کیا۔

۱۶ر اکتوبر: عید الفطر کے روز منصبِ خلافت کے حق میں حضورؓ کی زبردست تقریر۔

اکتوبر: حضورؓ کے عہدِ خلافت میں نیا اخبار "نور" جاری ہوا۔

۱۵ر نومبر: ولادت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ (جو بعد میں جماعت کے تیسرے خلیفہ بنے)

اسی سال حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے انجمن ارشاد قائم کی نیز ہندوؤں اور سکھوں میں دعوت الی اللہ کی غرض سے سادہ سنگت کے نام سے ایک انجمن قائم فرمائی۔ جسنے گورمکھی میں ہزاروں پمفلٹ شائع کئے۔ حضورؓ نے بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام کی تعمیر کے لئے تیس ہزار روپیہ کی اپیل کی۔

۱۹۱۰ء

۷ر جنوری: حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے دہلی سے اخبار الحق جاری کیا

۲۱ر جنوری: نمازِ جمعہ میں احمدی مستورات نے پہلی بار شرکت کی۔

فروری: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "ملحمۃ النور" پہلی دفعہ شائع ہوئی۔

فروری: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے درس القرآن دینا شروع کیا۔

۵ر مارچ: حضورؓ نے دار العلوم میں مسجد نور کا سنگِ بنیاد رکھ کر محلّہ کی آبادی کا آغاز کیا۔

۱۱ر مارچ: مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لئے اجتماعی وقارِ عمل میں حضورؓ کی شرکت۔

۲۵ر مارچ: خطبہ جمعہ میں پہلی بار آواز آگے پہنچانے کے لئے آدمی مقرر کئے گئے۔

۲۵ سے ۲۷ مارچ: دسمبر ۱۹۰۹ء کا مؤخر جلسہ منعقد ہوا۔

۲۷ر مارچ: راجپوتوں میں دعوت الی اللہ کیلئے انجمن راجپوتانِ ہند کا قیام۔

مارچ: حضورؓ نے "الانذار" کے نام سے اعلان شائع کر کے زلازل سے خبردار فرمایا۔

۱۹ر اپریل: حضورؓ کے چوتھے فرزند میاں عبد المنان عمر صاحب پیدا ہوئے۔

۲۳ر اپریل: مسجد نور میں نمازِ عصر پڑھا کر افتتاح فرمایا۔

مئی: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے نوجوانوں کے لئے تربیتی کلاس جاری

فرمائی۔

جون: آپؓ کی صاحبزادی امۃ الحی کی تقریب آمین منعقد ہوئی۔

۲۴؍جولائی: منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد حضورؓ نے پہلا سفر ملتان کی طرف اختیار فرمایا جو ایک طبی شہادت کے سلسلہ میں تھا۔ آپ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔

۲۷؍جولائی: ملتان میں انجمن اسلامیہ کے ہال میں ڈیڑھ گھنٹہ کا خطاب۔

ستمبر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت" پورا ہوا۔

اکتوبر: یو.پی. میں مبلغینِ احمدیت کے کامیاب دورے۔

۱۸؍نومبر: حضورؓ گھوڑے سے گر گئے اور سخت چوٹیں آئیں۔

۲۹؍نومبر: جماعتِ احمدیہ کے نام ایک پُر درد پیغام۔

۲؍دسمبر: حضورؓ نے اپنی جگہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو صدر انجمن احمدیہ کا امیر مقرر فرمایا۔

۲۵ تا ۲۷؍دسمبر: جلسہ سالانہ، حضورؓ کے تین پر معارف خطاب۔

اس سال حضورؓ نے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کو جماعت لاہور کا مبلغ مقرر فرمایا۔

حضورؓ نے بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی اسکول کی عمارت کی بنیاد رکھی۔

۱۹۱۱ء

۱۹؍جنوری: حضورؓ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے حق میں بطور خلیفہ وصیت تحریر فرمائی مگر تندرست ہونے پر اُسے چاک کر دیا۔

جنوری: حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے رسالہ "احمدی" جاری کیا۔ قادیان میں دار الضعفاء کا قیام۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب منتظم۔

فروری: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے انجمن انصار اللہ قائم کی حضورؓ نے فرمایا میں بھی انصار اللہ میں شامل ہوں۔ ۱۶؍اپریل کو انجمن کا افتتاحی اجلاس ہوا۔

مارچ: حضورؓ نے شیخ یعقوب علی صاحبؓ اور شیخ محمد یعقوب کو اپنے خرچ پر سنسکرت پڑھانے کا اہتمام فرمایا۔

۱۹؍مئی: بیماری کے بعد حضورؓ نے مسجد اقصیٰ میں پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

جولائی: حضورؓ نے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے حکومت سے اجازت کی خاطر میموریل کی تحریک فرمائی۔ جو مارچ ۱۹۱۳ء میں حکومت نے منظور کر لی۔

یکم ستمبر: حضورؓ کی اجازت سے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان روانہ ہوئے۔

۹؍اکتوبر: حضورؓ نے بیماری کے بعد درسِ قرآن شروع فرمایا۔

۱۲؍دسمبر: تقسیم بنگال کی تنسیخ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام پورا ہوا۔

۲۶ تا ۲۸؍دسمبر: جلسہ سالانہ قادیان، ۲۷؍دسمبر کو حضورؓ کا خطاب۔

۱۹۱۲ء

فروری: حضورؓ کی تحریک پر "انجمن مبلغین" کا قیام۔

فروری تا جون: حضورؓ نے اپنے حالات و سوانح لکھوائے جو آخر سال میں "مرقاۃ الیقین" کے نام سے شائع ہوئے۔

۱۰؍مارچ: ایک خاص درس میں شامل ہونے والوں کیلئے دُعا اور جنت کی بشارت۔

۳؍اپریل: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ اور دوسرے بزرگ علماء کا دورۂ ہندوستان (دہلی، سہانپور، دیوبند وغیرہ)

۱۵؍جون: شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے سفر لاہور یہ حضورؓ کے عہد خلافت کا آخری سفر تھا سنگ بنیاد رکھنے کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا مگر ایفاء سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔

۱۶، ۱۷؍جون: لاہور اور امرتسر میں رُوح پرور خطاب۔

۲۵؍جولائی: تعلیم الاسلام ہائی اسکول کی عمارت کی بنیاد رکھی۔

جولائی: خطباتِ نور کی اشاعت۔ دوسرا حصہ نومبر میں شائع ہوا۔

۲۵؍ستمبر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے سفرِ حج سے قبل جلسۃ الوداع اور حضورؓ کا خطاب۔

ستمبر: حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ نے رسالہ "احمدی خاتون" جاری کیا۔

یکم نومبر: مولانا عبد الواحد برہمن بڑیہ کی بیعت۔

دسمبر: ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ سے خط و کتابت۔

۲۵؍ تا ۲۷؍دسمبر: جلسہ سالانہ ۲۵؍دسمبر کو حضورؓ کا خطاب۔

۱۹۱۳ء

۱۴؍فروری: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے سفرِ حج سے واپسی پر استقبالیہ تقریب میں حضورؓ کی شرکت اور خطاب۔

صلوٰۃ الحاجۃ پڑھی گئی۔

مارچ: حضورؓ نے بخاری شریف کا درس شروع فرمایا۔

۱۹؍جون: الفضل جاری ہوا۔ بانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ

جون: حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کو انگلستان بھیجا گیا۔

۱۰؍جولائی: لاہور سے "پیغامِ صلح" کا اجراء۔

۲۶؍جولائی: عربی کی اعلیٰ تعلیم کی خاطر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کو مصر اور شام کے لئے روانہ کیا گیا۔

ستمبر: حضورؓ نے ایک خاص کیفیت میں پنجابی اشعار کہے۔

نومبر: لاہور سے منکرین خلافت کے خفیہ

ٹریکٹوں کی اشاعت جن کا جواب حضورؓ نے انجمن انصار اللہ کے ذمہ لگایا۔

۱۸ر نومبر: حضورؓ کے صاحبزادہ محمد عبداللہ کی ولادت۔

۱۸ر دسمبر: اخبار بدر عیسائیت کے خلاف ایک مضمون لکھنے کی پاداش میں بند کردیا گیا۔

۲۶ر تا ۲۸ دسمبر: جلسہ سالانہ ۲۷ر دسمبر کو حضورؓ کا خطاب۔

حضورؓ نے درسِ قرآن کیلئے ایک ہال کی تعمیر کی تحریک فرمائی۔ عرب ممالک میں پیغام حق کیلئے مصالح العرب کے نام سے بدر کے ساتھ ہفتہ دار عربی ضمیمہ شائع ہوتا رہا۔

حضورؓ کی گورکھی سیکھنے کی خواہش اور اس پر عملدر آمد۔

۱۹۱۴ء

جنوری: حضورؓ کی اجازت سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے اشاعتِ حق کی ملک گیر سکیم تیار کی اور دعوت الی الخیر فنڈ قائم کیا۔ بیماری کے باوجود حضورؓ مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ قرآن کے نوٹ سنتے اور ہدایات دیتے رہے۔ وسطِ جنوری میں مرض الموت کا آغاز مگر ہر ممکن حد تک حضورؓ قرآن کریم اور بخاری کا درس دیتے رہے۔

۸ر فروری: آپؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اِس بیماری میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پانچ لاکھ عیسائی افریقہ میں احمدی ہوں گے۔

۲۷ر فروری: کھلی آب وہوا کی خاطر حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی کوٹھی دار السلام میں منتقل ہو گئے۔

۴ر مارچ: شدید ضعف کا آغاز اور آخری تحریری وصیت۔

۱۳ر مارچ: حضورؓ کے عہد کا آخری جمعہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے پڑھایا۔

۱۳ر مارچ: حضورؓ کی اپنی اولاد کو دین پر قائم رہنے کی وصیت اسی دن دوپہر دو بجکر بیس منٹ پر حالت نماز میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔

۱۴ر مارچ: مسجد نور میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بیعت لی۔ بیعت کے بعد عام خطاب۔

حضورؓ نے دو ہزار مردوں اور کئی سو عورتوں کے مجمع میں حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا اور سوا چھ بجے شام اس مبارک انسان کے مبارک وجود کو ہزاروں دُعاؤں کے ساتھ اس کے آقاو محبوبؑ کے پہلو میں بہشتی مقبرہ کے اندر دفن کردیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعودؓ

۱۸۸۶ تا ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی حیات میں

۱۸۸۶ء: سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام چلہ کشی کے لئے ہوشیار پور تشریف لے گئے۔

۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء: سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود کے بارے میں الہامی پیشگوئی شائع فرمائی۔

۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء: (بروز ہفتہ) سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ولادت ہوئی۔

۳ر مارچ ۱۸۹۱ء: حضرت بانی سلسلہؑ کے دعویٰ مسیحیت کے بعد حضورؑ کے ساتھ پہلا سفر لدھیانہ۔

۱۸۹۵ء: میں حضورؓ کی تعلیم قرآن کی ابتداء ہوئی۔ حافظ احمد اللہ صاحب نے آپ کو قرآن کریم ناظرہ پڑھایا۔

۷ر جون ۱۸۹۷ء: حضورؓ کے ختم قرآن کے موقعہ پر یادگار تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقعہ پر ایک نظم بعنوان "محمود کی آمین" لکھی۔

۱۸۹۸ء: میں حضورؓ نے مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخلہ لیا۔ اسی سال آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مُبارک پر بیعت کی۔

۱۸۹۹ء: میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہؓ کے ساتھ آپؓ کا پہلا فوٹو لیا گیا۔

۱۹۰۰ء: آپؓ نے انجمن تشحیذ الاذہان کی بنیاد رکھی۔

۱۹۰۱ء: حضورؓ نے پہلا روزہ رکھا۔

اکتوبر ۱۹۰۲ء: میں حضورؓ کا پہلا نکاح سیدہ محمودہ بیگم اُم ناصر صاحبہ سے ہوا۔

اکتوبر ۱۹۰۳ء: حضرت اُم ناصر صاحبہ کا رخصتانہ ہوا۔

مارچ ۱۹۰۵ء: امرتسر میں میٹرک کا امتحان دیا۔

۱۹۰۵ء: میں ہی پہلا الہام ہوا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

جنوری ۱۹۰۶ء: صدر انجمن احمدیہ کی مجلس معتمد میں بطور ممبر نامزدگی۔

مارچ ۱۹۰۶ء: آپ کی ادارت میں رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء ہوا۔

دسمبر ۱۹۰۶ء: جلسہ سالانہ میں آپ کی پہلی تقریر۔

۱۹۰۷ء: ایک فرشتہ نے رؤیا میں آپ کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی۔

۲۷ر اپریل ۱۹۰۸ء: حضرت مسیح موعودؑ کے ہمراہ آخری سفر لاہور۔

۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر حضور علیہ السلام کے مشن کا تاریخی عہد کیا۔

۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء تا ۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء

قُدرتِ ثانیہ کے پہلے دور میں

۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء: قدرت ثانیہ کے مظہر اول کی بیعت کا شرف۔

دسمبر ۱۹۰۸ء: مدرسہ احمدیہ کی بقاء کے لئے زبردست جدوجہد فرمائی۔

۱۹۰۸ء: میں آپ کی پہلی تصنیف "صادقوں کی روشنی کون دور کر سکتا ہے؟" شائع ہوئی۔

جولائی ۱۹۰۹ء: سرزمین کشمیر کی طرف پہلا سفر۔

۱۵؍نومبر ۱۹۰۹ء: حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی ولادت۔

نومبر ۱۹۰۹ء: حضورؓ نے انگریزی میں مضمون لکھنے کی مشق شروع کی۔

فروری ۱۹۱۰ء: قادیان میں نماز مغرب کے بعد درسِ قرآن شروع کیا۔

۲۴؍جولائی ۱۹۱۰ء: حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ نے سفر ملتان کے دوران آپ کو پہلی دفعہ امیر مقامی مقرر فرمایا۔

۲۹؍جولائی ۱۹۱۰ء: حضورؓ نے پہلی دفعہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

۲۶؍اگست ۱۹۱۰ء: حضرت مولانا نورالدینؓ خلیفۃ المسیح الاول نے آپ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔

جولائی ۱۹۱۱ء: حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے ختم قرآن پر آمین لکھی بعنوان "فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَوْفَی الْاَمَانِیْ"۔

۲۵؍ستمبر ۱۹۱۱ء: پہلا خُطبہ عید الفطر ارشاد فرمایا۔

۲۳؍اپریل ۱۹۱۲ء: سفر بلادِ عرب وحج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

۱۳؍مارچ ۱۹۱۴ء: خلافتِ اُولیٰ کے زمانہ میں آپ کا آخری خطبہ جمعہ۔

قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثانی

۱۴؍مارچ ۱۹۱۴ء تا آخر ۱۹۱۴ء

۱۴؍مارچ ۱۹۱۴ء: (بروز ہفتہ) حضرت مولانا نورالدینؓ کی وفات پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ بیعت کے بعد پہلے عام خطاب فرمایا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا جنازہ پڑھایا۔

۱۷؍مارچ: مسجد اقصیٰ قادیان میں درس القرآن کا آغاز فرمایا۔

۲۰؍مارچ: زمانہ خلافت کا پہلا خُطبہ ارشاد فرمایا۔

۲۱؍مارچ: حضور کی طرف سے ایک زبردست اشتہار شائع ہوا۔ "کون ہے جو خُدا کے کام روک سکے"

۱۰؍اپریل: خلافتِ ثانیہ میں صدر انجمن احمدیہ کا پہلا اجلاس آپ کی صدارت میں ہوا۔

۱۲؍اپریل: اس دور کی پہلی مجلسِ شوریٰ ہوئی۔ حضورؓ کا "منصبِ خلافت" کے موضوع پر خطاب۔

اپریل: احمدیہ مشن لندن کا مستقل صورت میں قیام۔

اپریل: جماعت سے ۱۲ ہزار روپیہ کی اپیل۔

جون: نظامِ دکن کو تبلیغ کی خاطر "تحفۃ الملوک" شائع فرمائی۔

۲۶؍تا ۲۹؍دسمبر: قُدرتِ ثانیہ کے دُوسرے دور کا پہلا جلسہ سالانہ حضورؓ کی تقاریر برکاتِ خلافت کے عنوان سے شائع ہوئیں۔

۱۹۱۵ء

۲۱؍جنوری: حضور نے "اَلْقَوْلُ الْفَصْل" تصنیف فرمائی۔

۱۴؍مارچ: حضرت صُوفی غُلام محمد صاحب نے سیلون میں احمدیہ مشن قائم کیا۔

مارچ: حضور کی تصنیف "حقیقۃ النبوۃ" شائع ہوئی۔

۱۵؍جون: حضرت صوفی غلام محمد صاحب نے ماریشس میں احمدیہ مشن قائم کیا۔

۷؍اکتوبر: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں مرکز سے پہلا اخبار "فاروق" حضرت میر قاسم علی صاحبؓ کی ادارت میں جاری ہوا۔

دسمبر: جلسہ سالانہ پر آپ کی تقاریر جو بعد میں انوارِ خلافت کے نام سے شائع ہوئیں۔

دسمبر: حضور کی بیان فرمودہ قرآن کریم کے پہلے پارہ کی تفسیر اُردو اور انگریزی میں شائع ہوئی۔

اسی سال مشہور خادم سلسلہ حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد دکن نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔

۱۹۱۶ء

جنوری: مسٹر والٹر (سیکرٹری ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن لاہور) قادیان آئے۔

مارچ: حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی بیوہ حُرمت بی بی (تائی صاحبہ) نے بیعت کرلی اور "تائی آئی" کا الہام پورا ہوا۔

اگست: حضور نے مُسلم شریف کا درسِ عام جاری فرمایا۔

نومبر: حضور کی حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے بارے میں کتاب شائع ہوئی۔

۱۶؍دسمبر: مشہور مستشرق اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ قادیان آئے۔

دسمبر: قادیان میں منارۃ المسیح کی تکمیل ہوئی۔

دسمبر: قادیان میں مستقل مرکزی "صادق لائبریری" قائم ہوئی۔

دسمبر: جلسہ سالانہ پر حضورؓ نے "ذکرِ الٰہی" کے عنوان سے تقریر فرمائی۔

دسمبر: اسی سال حضور نے خواتین کے لئے تبلیغی فنڈ کی پہلی تحریک فرمائی۔

۱۹۱۷ء

۲۴؍فروری: حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ختم قرآن پر آمین کی تقریب منعقد ہوئی۔

۱۲؍مارچ: "زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار" کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

۱۴؍اپریل: زار روس کے متعلق پیشگوئی پوری ہونے پر حضور نے ایک ٹریکٹ بعنوان "زندہ خُدا کے زبردست نشان" لکھا۔

۲۱؍جون: قادیان میں نور ہسپتال کا سنگ بُنیاد رکھا گیا۔

۲۲؍جون: حضور نے قرآن کریم کے پہلے دس پاروں کے درس کا آغاز فرمایا۔

ستمبر: نور ہسپتال کی تکمیل ہوئی۔

۷؍دسمبر: حضور نے زندگی وقف کرنے کی

پہلی تحریک فرمائی۔

۲۷، ۲۸ر دسمبر: جلسہ سالانہ پر حضور نے "حقیقۃ الرؤیا" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

اسی سال لائبیریا میں پہلی بار احمدیت کا پیغام پہنچا۔

سیلون مشن سے ہفتہ وار The Message جاری ہوا۔

۱۹۱۸ء

یکم مارچ: حضور کے دفتر میں ڈاک کا مستقل صیغہ پہلی بار قائم کیا گیا پہلے افسر ڈاک حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر مقرر ہوئے۔

جولائی: حضور کا رسالہ "اظہار حقیقت" شائع ہوا۔

ستمبر: حضور کا رسالہ "حقیقۃ الامر" شائع ہوا۔

۱۹ر اکتوبر: حضور نے شدید بیماری کے عالم میں وصیت تحریر فرمائی۔

دسمبر: حضور نے جنگِ عظیم میں کام آنے والے مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے فنڈ میں ۵ ہزار روپیہ دیا۔

اسی سال انفلوئنزا کی وبا پھیل جانے پر حضور کے ارشاد کے ماتحت جماعتِ احمدیہ نے حیرت انگیز طبّی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۱۹ء

یکم جنوری: حضور نے انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا نظام قائم فرمایا۔

۲۳ر فروری: حضور نے بریڈلا ہال لاہور میں "اسلام اور تعلقاتِ بین الاقوام" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

۲۶ر فروری: حضور نے حبیبیہ حال لاہور میں "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

مارچ: دسمبر ۱۹۱۸ء کا جلسہ اس سال مارچ میں ہوا۔ حضور نے "عرفان الٰہی" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

مئی: حضور نے ہندوستان میں سول نافرمانی کی تحریک اور اس کے نتائج سے متعلق مسلمانانِ ہند کی راہنمائی فرمائی۔

جون: قادیان میں یتیم خانہ قائم کیا گیا۔

۳۰ر ستمبر: حضور نے آل انڈیا مُسلم کانفرنس کے لئے ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض" کے موضوع پر کتابچہ تصنیف فرمایا۔

دسمبر: جلسہ سالانہ پر حضور نے "تقدیر الٰہی" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۱۹۲۰ء

۲۳ر جنوری: حضور نے "ضرورت مذہب" پر لیکچر دیا۔

۱۵ر فروری: حضور نے بریڈلا ہال میں "مستقبل میں امن کا قیام اسلام سے وابستہ ہے" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۱۵ر فروری: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ امریکہ میں مشن قائم کرنے کے لئے فلاڈلفیا کی بندرگاہ پر اُترے۔ مگر آپ کو شہر میں جانے سے روک دیا گیا۔

۲۳ر فروری: حضور نے بندے ماترم ہال امرتسر میں صداقتِ اسلام و ذرائع ترقیٔ اسلام پر لیکچر دیا۔

۱۰ر اپریل: حضور نے سیالکوٹ میں "احمدیہ ہال" کی بنیاد رکھی۔

۱۱ر اپریل: سیالکوٹ میں "دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا"۔ کے موضوع پر حضور کا خطاب۔

مئی: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو امریکہ میں داخل ہوکر تبلیغ کی اجازت مل گئی۔

یکم جون: حضور نے معاہدہ ترکیہ اور مُسلمانوں کا آئندہ رویہ "تصنیف فرمائی۔

۷ر جون: حضور نے مسجد احمدیہ لندن کیلئے چندہ کی تحریک فرمائی۔

۲۱ر جون: پہلی یادگار مبلغین کلاس جاری ہوئی۔

جون: حضور نے مشہور نظم "نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے"، لکھی۔

۹ر ستمبر: مسجد احمدیہ لندن کے لئے زمین کی خرید پر قادیان میں پُرمسرت تقریب منعقد ہوئی۔

دسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر "ملائکۃ اللہ" کے عنوان سے خطاب فرمایا۔

دسمبر: میں ہی حضور کی تصنیف "ترک موالات واحکام اسلام" شائع ہوئی۔

۱۹۲۱ء

۷ر فروری: حضور کا نکاح حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہ سے ہوا۔

۱۹ر فروری: حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے سیرالیون مشن کی بنیاد رکھی۔

۲۸ر فروری: حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیر غانا میں احمدیہ مشن قائم کرنے کے لئے پہنچے۔

مارچ: حضور نے لاہور میں دو تقاریر فرمائیں۔ "مذہب کی ضرورت"، "حقیقی مقصد اور اس کے حصول کے طریق"

۸ر اپریل: حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے نائیجیریا مشن کی بنیاد رکھی۔

۲۲ر اگست: حضور کشمیر میں حضرت عیسیٰؑ کی قبر پر دُعا کے لئے تشریف لے گئے۔

دسمبر: حضور نے "تحفہ شہزادہ ویلز" تصنیف فرمائی"

دسمبر: حضور کی تصنیف "آئینہ صداقت" شائع ہوئی۔

دسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر "ہستی باری تعالیٰ" کے عنوان سے خطاب فرمایا۔

اسی سال حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے شکاگو امریکہ میں احمدیہ مشن قائم فرمایا۔

۱۹۲۲ء

۱۸ر فروری: مصر میں مشن قائم کرنے کے لئے شیخ محمود احمد صاحب عرفانی قادیان سے روانہ ہوئے۔

۲۷ر فروری: جماعت احمدیہ کے وفد نے حضورؓ کی تصنیف تحفہ شہزادہ ویلز لاہور میں ایڈورڈ ہشتم کو پیش کی یہ انہیں کے لئے لکھی گئی تھی۔

۱۵، ۱۶ر اپریل: جماعت احمدیہ کی مستقل طور

پر پہلی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔
اپریل: حضور نے ایک سکیم کے مطابق پنجاب کی اچھوت اقوام میں تبلیغ شروع کروادی۔
مئی: حضور نے جماعت میں حفظِ قرآن کی تحریک فرمائی۔
۲۰رمئی: قادیان سے انگریزی اخبار "البشریٰ" کی اشاعت شروع ہوئی۔
یکم اگست: حضور نے قرآن کریم کے پہلے دس پاروں کے درس کا آغاز فرمایا جو کہ مہینہ بھر جاری رہا۔
۲۵ردسمبر: حضور نے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی۔
دسمبر: جلسہ سالانہ پر حضور نے "مسئلہ نجاتِ" پر تقریر فرمائی۔

۱۹۲۳ء

۷رمارچ حضور نے تحریک شدھی کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔
۱۲رمارچ: حضور نے مجاہدین کا پہلا وفد تحریک شدھی کے علاقہ میں روانہ فرمایا۔
ستمبر: جماعت احمدیہ کے زبردست تبلیغی حملوں کے نتیجہ میں آریوں نے تحریک شدھی کو بند کرنے کا اعلان کردیا۔
۱۹رستمبر: حضور نے اعلان فرمایا کہ جب تک شُدھ ہونے والے مسلمانوں میں سے ایک فرد بھی باقی ہے ہم اپنی مہم بند نہیں کریں گے۔
نومبر: قادیان میں احمدیہ ٹورنامنٹ کا اجراء ہوا۔
۱۸ردسمبر: محترم ملک غلام فرید صاحب جرمنی میں مشن قائم کرنے کے لئے برلن پہنچے۔
اسی سال جرمنی میں احمدیہ مسجد کے لئے ایک لاکھ روپیہ فراہم کیا گیا۔

۱۹۲۴ء

۲۴رمئی: حضور نے "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" لکھنی شروع کی۔ یہ کتاب ۶رجون کو مکمل ہوئی۔
۲۸رمئی: امریکہ کے معروف مستشرق زویمر قادیان آئے۔
۱۲رجولائی: حضور اپنے پہلے سفر یورپ پر قادیان سے روانہ ہوئے۔
۴راگست: حضور دمشق پہنچے اور ایک پیشگوئی ظاہری طور پر پوری ہوئی۔
۱۷راگست: حضور نے اٹلی کے وزیر اعظم مسولینی سے ملاقات کی۔
۲۲راگست: حضور نے پہلی دفعہ لندن میں ورود فرمایا۔
۹رستمبر: حضور نے "ایسٹ اینڈ ویسٹ" یونین کے اجلاس میں پہلا انگریزی لیکچر دیا۔
۲۳رستمبر: ویمبلے کانفرنس میں حضور کا مضمون "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے پڑھا۔
۱۶راکتوبر: ایران میں مشن کا قیام۔
۱۹راکتوبر: حضور نے مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی۔
۲۴رنومبر: حضور پہلے سفر یورپ کے بعد قادیان تشریف لائے۔
۱۰ردسمبر: مولوی ظہور حسین صاحب تبلیغ اسلام کے لئے روس میں داخل ہوئے۔
دسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر بہائی ازم کی تاریخ وعقائد کے موضوع پر خطاب فرمایا۔
اسی سال حضور نے امیر امان اللہ خان شاہ افغانستان پر اتمام حجت کے لئے دعوۃ الامیر شائع فرمائی۔

۱۹۲۵ء

۱۰رفروری: حضور نے ایک لاکھ روپے کے چندہ خاص کی تحریک فرمائی۔
۱۷رمارچ: حضور نے مدرستہ الخواتین کی بنیاد رکھی۔
۱۶رجولائی: حضور نے علمائے دیوبند کو تفسیر نویسی میں مقابلہ کا چیلنج دیا۔
۱۶، ۱۷رجولائی: حضور نے آل مسلم پارٹیز کے لئے آل مسلم پارٹیز کانفرنس" پر ایک نظر تصنیف فرمائی۔
۱۷رجولائی: حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب شام میں مشن قائم کرنے کے لئے دمشق پہنچے۔
ستمبر: حضرت مولوی رحمت علی صاحب نے انڈونیشیا میں مشن کی بنیاد رکھی۔
اکتوبر: کلکتہ سے ماہوار رسالہ "احمدی" بنگلہ زبان میں جاری ہوا۔
۲۷،۲۸ردسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر منہاج الطالبین" کے عنوان سے خطاب فرمایا۔
اسی سال شیخ عبد القادر صاحب سابق سوداگر مل جماعت میں داخل ہوئے۔

۱۹۲۶ء

۲۹رجنوری قادیان میں پہلی بار ایک جلسہ میں ۲۴زبانوں میں تقریریں کی گئیں۔
جنوری: قادیان میں تار گھر کا افتتاح ہوا۔ پہلا تار حضور کی طرف سے ہندوستان کی بعض مشہور جماعتوں کے نام تھا۔
یکم مئی: قادیان میں غرباء اور یتامیٰ کے لئے دارالشیوخ قائم کیا گیا۔
۲۲رمئی: حضور نے قصر خلافت کی بنیاد رکھی۔
۲۶رمئی: قادیان سے "احمدیہ گزٹ" جاری ہوا۔
۳راکتوبر: سر شیخ عبدالقادر صاحب نے مسجد فضل لندن کا افتتاح کیا۔
نومبر: حضور نے بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے لئے مجلس انصار اللہ قائم فرمائی۔
۱۵ردسمبر: لجنہ اماء اللہ کے تحت رسالہ "مصباح" شائع ہونا شروع ہوا۔
دسمبر: قادیان سے انگریزی اخبار "سن رائز" جاری ہوا۔
دسمبر: احمدی مستورات کے سالانہ جلسہ کا آغاز ہوا۔
دسمبر: پہلی بار جلسہ سالانہ کا اعلان اور پروگرام بڑے بڑے پوسٹروں پر شائع کیا گیا۔

اس سال حضور نے "حق الیقین" تصنیف فرمائی۔

۱۹۲۷ء

مئی: حضور نے مسلمانان ہند کی ترقی و بہبود کے لئے وسیع پیمانہ پر جدوجہد کا آغاز کیا۔

جون: حضور نے "رنگیلا رسول" اور "ورتمان" امرتسر کی توہین اسلام کے خلاف زبردست احتجاج فرمایا۔

جولائی: حضور نے لاوارث عورتوں اور بچوں کی خبر گیری کے لئے تحریک فرمائی۔

۳۰/اگست: حضور نے ہندو مسلم اتحاد کانفرنس سے جس میں چوٹی کے مسلم لیڈر موجود تھے خطاب فرمایا۔

۱۶/ستمبر: قادیان میں امۃ الحی لائبریری کا افتتاح ہوا۔

۸/دسمبر: حضور نے ہندوستان میں سائمن کمیشن کی آمد پر مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت تصنیف فرمائی۔

۲۰/دسمبر: شام میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔

۲۸/دسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

اس جلسہ پر حضور کی حفاظت کا پہلی بار خاص انتظام کیا گیا اسی سال حضور نے ۲۵ لاکھ روپے کا ریزرو فنڈ قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔ اور اسی سال شام میں السید منیر الحصنی جماعت میں داخل ہوئے جو بعد میں شام کے امیر و مبلغ بنے۔

۱۹۲۸ء

۲۰/مئی: حضور نے جامعہ احمدیہ کا افتتاح فرمایا۔

۱۷/جون: حضور کی تحریک پر ہندوستان کے طول و عرض میں پہلا عظیم الشان یوم سیرت النبی ﷺ منایا گیا۔

۳۰/جون: حضور نے پہلی دفعہ ۴۵ کے قریب عربی اشعار کہے۔

۸/اگست تا ۸/ستمبر: حضور نے مسجد اقصیٰ قادیان میں سورۃ یونس تا سورۃ کہف کا درس دیا جو بعد میں تفسیر کبیر جلد سوئم کی صورت میں شائع ہوا۔

۱۸/دسمبر: حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی ولادت ہوئی۔

۱۹/دسمبر: قادیان میں ریل گاڑی پہلی دفعہ پہنچی حضور کثیر احباب سمیت امرتسر سے اس گاڑی پر قادیان آئے۔

۲۸/دسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر "فضائل القرآن" کے عنوان سے سلسلہ تقاریر کا آغاز فرمایا۔

۱۹۲۹ء

۲۵/جنوری حضور نے انقلاب افغانستان پر تبصرہ کیا اور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔

۲۲/مارچ: حضور نے اشاعت لٹریچر کے ضمن میں کتابوں کی قیمتوں میں کمی اور اخبارات کی توسیع کی طرف توجہ دلائی۔

۵/جون: حضور کشمیر تشریف لے گئے۔ اور اہل کشمیر کو اخلاقی، ذہنی اور روحانی تغیر پیدا کرنے کی دعوت دی۔

جون: حفیظ جالندھری کی قادیان آمد پر مجلس مشاعرہ ہوئی جس میں حضور نے بھی شرکت فرمائی۔

جولائی: حضور نشاط باغ میں خواجہ کمال الدین کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

۳۰/اگست: سائمن کمیشن کی رپورٹ پر حضور کا تبصرہ شائع ہوا۔ جسے بہت سراہا گیا۔

۱۹۳۰ء

۳/جنوری: مشہور مسلم لیگی لیڈر شوکت علی قادیان آئے۔

۱۷/جنوری: حضور نے "ندائے ایمان" کے نام سے اشتہارات کا مفید سلسلہ شروع فرمایا۔

۵/اپریل: ڈچ قونصل مسٹر انڈریاسا قادیان آئے۔

۳/جون: اخبار ٹربیون نے حضور کی وفات کی جھوٹی خبر شائع کر دی۔

دسمبر: حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے احمدیت میں شمولیت اختیار فرمائی۔

اس سال سے لجنہ اماء اللہ کو مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا حق دیا گیا۔ اس سال بہت سے سیاسی معاملات میں حضور نے مسلمانوں کی راہ نمائی فرمائی۔ اور سیاسی حلقوں میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

۱۹۳۱ء

۳۰/فروری: مولانا رحمت علی صاحب نے جاوا میں مشن قائم کیا۔

۲۷/مارچ: حضور نے "تحفہ لارڈ ارون" تصنیف فرمائی جو ۸/اپریل کو وائسرائے ہند لارڈ ارون کو پیش کی گئی۔

۳/اپریل: مولانا جلال الدین صاحب شمس نے کبابیر میں فلسطین کی پہلی احمدیہ مسجد "سیدنا محمود" کا سنگ بنیاد رکھا۔

۳۰/مئی: حضور نے ایک افغانی سیاح کو شرف ملاقات بخشا۔

۲۹/جون: حضور نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے قرآن ختم کرنے کے سلسلہ میں تقریب منعقد کی اور اس موقع پر ایک نظم بھی کہی جو "کلام محمود" میں شامل ہے۔

جون: مردم شماری کے مطابق قادیان میں احمدیوں کی تعداد ۵۱۹۸ تھی۔

۲۵/جولائی: حضور کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔

۱۹۳۲ء

۵/فروری: حضور نے مسلمانان کشمیر کے لئے ایک پائی فی روپیہ چندہ دینے کی تحریک فرمائی۔

۶/مارچ: لندن میں ہونے والی گول میز کانفرنس کے متعلق حضور نے مسلمانوں کو اپنی رائے سے نوازا

۲۵/مارچ: حضور نے قادیان میں اپنی کوٹھی دار الحمد کی بنیاد رکھی۔

۲۶؍جولائی: قادیان میں حضور اور چند ناظران کے دفاتر میں ٹیلیفون لگا۔

۸؍اکتوبر: ہندوستان کے طول وعرض میں حضور کی تحریک پر پہلا یوم تبلیغ منایا گیا۔

۲۲؍اکتوبر: ہندوستان سے باہر پہلی بار جماعت احمدیہ کی خدماتِ اسلامیہ کا مصری پریس نے اقرار کیا۔

۱۹۳۳ء

یکم جنوری: حضور نے ہوائی جہاز میں پہلی بار پرواز کی۔

۱۵؍جنوری: قادیان میں حضور نے اپنی کوٹھی دارالحمد کا افتتاح فرمایا۔

۲۳؍فروری: حضور نے مسجد النصرت کا سنگ بنیاد رکھا جو آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے تعمیر کروائی۔

۲۳؍اپریل: قائداعظم محمد علی جناح نے مسجد فضل لندن میں تقریر فرمائی۔

۲۳؍جولائی: حضور نے اُردو سیکھنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنے کی تحریک فرمائی۔

۸؍نومبر: حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ”آہ نادرشاہ کہاں گیا“ پوری ہوئی۔

۳؍دسمبر: فلسطین کی پہلی احمدیہ مسجد ”سیدنا محمودؓ“ کا افتتاح ہوا۔

دسمبر: جلسہ سالانہ پر ۳۶۴ افراد نے بیعت کی۔

۱۹۳۴ء

۴؍جنوری: حضور نے تربیت واصلاح کی خاطر ایک اہم تحریک ”تحریک سالکین“ کے نام سے جاری فرمائی۔ یہ تحریک تین سال کیلئے تھی۔

۴؍فروری: حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات، رؤیا اور کشوف کی جمع وتدوین کا کام شروع ہوا۔

۷؍اپریل: حضور نے مسجد الفضل فیصل آباد کا افتتاح فرمایا۔

۲؍جولائی: حضور نے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اشاعتِ اسلام کی زبردست تحریک فرمائی۔

۴؍اگست: سرینگر سے سہ روزہ اخبار اصلاح کا اجراء ۱۳، ۱۴؍اکتوبر: لیگوس (نائیجیریا) میں پہلا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔

۲۱ تا ۲۳؍اکتوبر: قادیان میں احرار کی کانفرنس قادیان کے قریب رجادہ میں منعقد ہوئی۔

۲۳؍نومبر: تحریک جدید کے اجراء کا اعلان فرمایا۔

۲۷؍نومبر: نیروبی (کینیا) میں مستقل احمدیہ مشن کا قیام۔

۱۹۳۵ء

جنوری: حضور نے تحریک جدید کا مستقل دفتر قائم کیا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پہلے انچارج تحریک جدید بنے۔

۲۲؍فروری: حضور نے سکھوں کے ایک گوردوارہ کے لئے پانچ سو روپیہ کی رقم عطا فرمائی۔

فروری: ہندوستان سے باہر سب سے پہلے بلادِ عربیہ کے احمدیوں نے تحریک جدید پر لبیک کہا۔

جماعت فلسطین کی طرف سے چار سو شلنگ کے وعدے موصول ہوئے۔

۲؍مارچ: قادیان میں حضور نے دارالصناعت کا افتتاح فرمایا۔

۲؍مارچ: برما میں احمدیہ مشن کا قیام۔

یکم مئی ۳۵ء تا ۳۰؍اپریل ۳۶ء تحریک جدید کا پہلا بجٹ ۶۱۷۸۲ روپے کا تھا۔

۶؍مئی: تحریک جدید کے تحت تین مبلغین کا پہلا قافلہ قادیان سے بیرونِ ممالک روانہ ہوا۔

۹؍مئی: حضور پہلے سفرِ سندھ پر روانہ ہوئے۔

۲۷؍مئی: ہانگ کانگ میں احمدیہ مشن کا قیام۔

مئی: سنگاپور میں احمدیہ مشن کا قیام۔

۴؍جون: جاپان میں احمدیہ مشن کا قیام۔

۱۲؍جولائی: شاہ فیصل مسجد فضل لندن میں تشریف لائے۔

۳۰؍ستمبر: حضور کا نکاح حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے ہوا۔

دسمبر: ”تذکرہ“ پہلی دفعہ شائع ہوا۔

۱۹۳۶ء

یکم جنوری: مکرم محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔

جنوری: ارجنٹائن میں احمدیہ مشن کا قیام۔

۲۱؍فروری: بوڈاپسٹ میں احمدیہ مشن کا قیام۔ تحریک جدید کے تحت یہ یورپ میں پہلا احمدیہ مشن تھا۔

۱۰؍مارچ: ملک محمد شریف صاحب گجراتی اسپین میں احمدیہ مشن قائم کرنے کے لئے میڈرڈ پہنچے۔

۲۸؍مارچ: قادیان میں پہلا اجتماعی وقار عمل ہوا۔

اپریل: البانیہ میں مولوی محمد الدین صاحب نے احمدیہ مشن کی بنیاد رکھی۔

نومبر: شیخ امری عبیدی صاحب۔ (مشرقی افریقہ) کا قبول احمدیت۔

۱۴؍دسمبر: حضور نے قادیان میں ٹیلی فون کا افتتاح کیا اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے گفتگو فرمائی۔

۱۸؍دسمبر: جلسہ سالانہ پر حضور نے ”فضائل القرآن“ کے سلسلے کا آخری لیکچر ارشاد فرمایا۔

اسی سال یوگوسلاویہ میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔

۱۹۳۷ء

جنوری: سنگاپور میں پہلے فرد حاجی جعفر صاحب احمدیت میں داخل ہوئے۔

۱۷؍جون: ییل یونیورسٹی امریکہ کے شعبۂ مذاہب کے پروفیسر جان کلارک آرچر کی قادیان آمد و حضور سے ملاقات۔

۱۳؍اکتوبر: سیرالیون مشن کی بنیاد رکھی گئی۔

۲۶؍نومبر: تحریک جدید کے پہلے تین سال کے اختتام پر حضور نے اسے مزید سات سال کے

لیئے بڑھانے کا اعلان فرمایا اور یہ پہلا دس سالہ دور دفتر اول کے نام سے موسوم کیا گیا۔

دسمبر: حضور نے تحریک جدید کے پہلے ۱۹ مطالبات میں مزید ۵ مطالبات شامل کئے۔

اسی سال اٹلی اور پولینڈ میں تبلیغی کوششوں کا منظم آغاز ہوا۔

۱۹۳۸ء

۷ر جنوری: حضور نے پہلی بار مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

۳۱ر جنوری: حضور نے مجلس خُدام الاحمدیہ قائم کی۔ ۴ر فروری کو اس کا نام رکھا۔

۱۲ر اپریل: حضور نے مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لئے نئے حصے کا سنگ بنیاد رکھا۔

۳ر مئی: ایک زرتشتی ایرانی سیاح منو چہر آزین کی قادیان آمد اور قبول احمدیت۔

یکم اکتوبر: ایک رؤیا کی بناء پر حضور کا سفر حیدر آباد دکن شروع ہوا۔ یہی سفر "سیر روحانی" کے علمی مضمون کا باعث بنا۔

۱۸ر دسمبر: اُردو کے ممتاز ادیب مرزا فرحت اللہ بیگ کی قادیان آمد۔

۲۵ر دسمبر: مجلس خدام الاحمدیہ کے پہلے اجتماع (منعقدہ مسجد نور) سے حضور کا خطاب۔

۲۸ر دسمبر: حضور نے "سیر رُوحانی" کے عنوان سے پر معارف علمی لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا۔

۱۹۳۹ء

فروری: حضور نے مجلس ناصرات الاحمدیہ قائم فرمائی۔

فروری: مسجد فضل لندن میں شاہ فیصل اور دوسرے معزز مُسلم سیاسی عمائدین ایک جلسہ میں شامل ہوئے۔

۱۶ر اپریل: لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر جان ڈگلس ینگ کی قادیان میں آمد۔

۳ر دسمبر: دنیا بھر میں جماعت کی طرف سے پہلا "یوم پیشوایان مذاہب" نہایت جوش و خروش سے منایا گیا۔

۲۸ر دسمبر: حضور کی خلافت کے ۲۵ سال پورے ہونے پر جوبلی کی تقریب منائی گئی۔ جلسہ پر حضور نے پہلی دفعہ لوائے احمدیت لہرایا۔ پھر لوائے خُدام الاحمدیہ لہرایا اور پھر زنانہ جلسہ گاہ میں لجنہ اماء اللہ کا جھنڈا لہرایا۔ جلسہ پر حضور نے "خلافت راشدہ" کے عنوان سے تقریر فرمائی۔

خُدام الاحمدیہ کا علم انعامی پہلی دفعہ مجلس کیرنگ اُڑیسہ نے حاصل کیا۔ جلسہ خلافت جوبلی پر جماعت نے ۳ لاکھ روپیہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اسی سال قرآن کریم کے گورمکھی اور ہندی تراجم کی اشاعت ہوئی۔

۱۹۴۰ء

۲۶ر جنوری: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی قائم کردہ ہجری شمسی تقویم پہلی دفعہ الفضل میں شائع ہوئی۔ اور پھر یہ کیلنڈر جماعت میں رائج ہو گیا۔

۱۹ر فروری: اپنے عقیدہ کے بارے میں حضورؓ کی تقریر بمبئی ریڈیو اسٹیشن سے پڑھ کر سُنائی گئی۔

مارچ: نواب بہادر یار جنگ نے قادیان میں حضورؓ کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

۲۶ر جولائی: حضورؓ نے مجلس انصار اللہ مرکزیہ قائم کی پہلے صدر حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے۔

۷ر اگست: انگلستان میں پہلا مناظرہ مولانا جلال الدین صاحب شمس نے ایک پادری سے کیا۔

۲۰ر اکتوبر: احمدیہ مسجد سرینگر کی بُنیاد رکھی گئی۔

۲۵ر دسمبر: تفسیر کبیر جلد سوم شائع ہوئی۔

۲۸ر دسمبر: جلسہ سالانہ پر ۳۸۶ احباب بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

۱۹۴۱ء

۱۳ر جنوری: سلطان زنجبار کو احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا۔

۲۵ر مئی: حضور نے لاہور ریڈیو اسٹیشن سے "عراق کے حالات پر تبصرہ" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ جسے دہلی اور لکھنؤ کے ریڈیو اسٹیشنوں سے بھی نشر کیا گیا۔

۲۴ر اگست: مسجد احمدیہ کوئٹہ کی بُنیاد رکھی گئی۔

۱۲ر دسمبر: حضور نے رؤیا بیان فرمائی جس میں بتایا گیا تھا کہ حضور کو مستقبل میں ہجرت کر کے پہاڑیوں کی وادی میں تنظیم کی غرض سے نیا مرکز قائم کرنا پڑے گا۔

۲۸ر دسمبر: حضور نے سیر رُوحانی کے سلسلہ میں معرکہ آراء تقریر فرمائی۔ اسی جلسہ پر حضورؓ نے قادیان کے غرباء کے لئے ملکی قحط کے پیش نظر غلہ کی تحریک فرمائی۔

۱۹۴۲ء

۱۱ر مئی: مصر کے علامہ محمود شلتوت کا فتویٰ وفاتِ مسیح کے بارہ میں ہفتہ وار "الرسالۃ" میں شائع ہوا۔

۲۲ر مئی: حضور نے غُرباء کے لئے ۵۰۰ من غلہ کا مطالبہ فرمایا۔ جماعت نے ۱۵۰۰ من غلہ پیش کر دیا۔

یکم اکتوبر: چینی مُسلمانوں کی تنظیم نیشنل اسلامک سالولیشن کے نمائندے شیخ عثمان کی قادیان آمد۔

اکتوبر: پٹنہ کے مشہور ادیب سید اختر احمد اورینوی کی قادیان آمد اور اشتراکیت اور اسلام کے معاشی نظام کے متعلق حضور سے استفادہ۔

۲۷ر نومبر: حضور نے جماعت کو سینما بینی اور ریڈیو کے بداثرات سے بچنے کی نصیحت فرمائی۔

۲۷ر دسمبر: جلسہ سالانہ پر حضور نے "نظام نو" کے عنوان سے خطاب فرمایا۔

۱۹۴۳ء

۲۹ر جنوری: حضور نے وقفِ زندگی اسکیم برائے دیہاتی مبلغین جاری فرمائی۔

۱۲ر مارچ: لیگوس نائیجیریا کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔

اپریل: حضور نے مجلس مشاورت کے دوران

مخلوط تعلیم کی ممانعت فرمائی۔
مئی: قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ مکمل ہو گیا۔
اگست: حضور نے بنگال اور اُڑیسہ کے قحط زدگان کی مدد کے لئے تحریک فرمائی۔
۲۷/اکتوبر: مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا دستور اساسی حضور نے منظور فرمالیا۔
۲۸/دسمبر: جلسہ سالانہ پر حضور نے "اُسوۂ حسنہ" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اسی سال حضورؓ نے افتاء کمیٹی قائم فرمائی۔

۱۹۴۴ء

۵،۶/جنوری: کی درمیانی شب اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں حضور پر "مصلح موعود" ہونے کا انکشاف فرمایا۔
۲۸/جنوری: حضور نے پہلی دفعہ مصلح موعود کے بارہ میں پیشگوئی کا مِصداق ہونے کا دعویٰ قادیان میں فرمایا۔
۲۹/جنوری: قادیان میں پہلی بار یوم مُصلح موعود منایا گیا۔
۱۰/مارچ: حضور نے وقفِ جائیداد کی تحریک فرمائی۔
۱۱/مئی: فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی بُنیاد رکھی۔
۴/جون: تعلیم الاسلام کالج قادیان کا حضور نے افتتاح فرمایا۔
۲۴/جولائی: حضور نے اپنا آخری نکاح سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ مہر آپا سے پڑھا۔
۲۴/جولائی: حضور نے الہام کی بناء پر معاہدہ حلف الفضول کا اجراء فرمایا۔
جولائی: حضور نے ڈلہوزی میں تیسویں پارہ کے درس القرآن کا آغاز فرمایا۔
۲۴/نومبر: حضور نے تحریک جدید کے پہلے دس سالہ دور کے اختتام پر دفتر دوم کی بنیاد رکھی۔
۲/دسمبر: مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا پہلا بجٹ منظور کیا گیا۔
۲۵/دسمبر: مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے پہلے سالانہ اجتماع کا افتتاح مسجد اقصیٰ قادیان میں حضور نے فرمایا۔

۱۹۴۵ء

۵/جنوری: حضور نے تحریک فرمائی کہ ہر احمدی خاندان اپنے لئے لازمی کر لے کہ وہ کسی فرد کو خدمت دین کے لئے وقف کرے گا۔
یکم/فروری: حضور نے ۲۲ واقفین زندگی کو بیرونی ممالک میں بھجوانے اور نو واقفین کو علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے منتخب فرمایا۔
۲۵/فروری: حضور نے لاہور میں "اسلام کا اقتصادی نظام" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔
فروری: حضور نے بیرون ہند کے جملہ تبلیغی مشن تحریک جدید کے سپرد کر دیئے۔
۲۰/اپریل: حضور نے منارۃ المسیح کے ساتھ ایک ہال اور ایک لائبریری کی تحریک فرمائی۔
۲۴/جولائی: حضور نے ۱۹۴۵ء سے جماعت احمدیہ کے لئے ایک نئے اور انقلابی دور کی پیشگوئی فرمائی۔
اگست: تفسیر کبیر سورۃ نباء تا سورۃ بلد شائع ہوئی۔
۱۰/اگست: حضور نے جاپان میں ایٹم بم کے استعمال کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔
۱۹/اکتوبر: حضور نے جماعت احمدیہ میں اعلیٰ تعلیم کی توسیع کی سکیم پیش کی۔ اسی سال ضلع وار نظام کے تحت پہلی دفعہ حضور نے آٹھ اُمراء اضلاع مقرر کئے۔

۱۹۴۶ء

۱۹/اپریل: فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قادیان کا افتتاح ہوا۔
۳/مئی: سیرالیون کی پہلی مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔
۷/مئی: فرانس میں احمدیہ مشن کا قیام۔
۱۰/جون: احمدیہ مشن اسپین کا احیاء ہوا۔
۱۸/اکتوبر: تحریک جدید کی رجسٹریشن ہوئی۔ اس کا پورا نام تحریک جدید انجمن احمدیہ رکھا گیا۔
۱۸، ۱۹، ۲۰/اکتوبر: مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا قادیان میں آخری سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ ۷۵ بیرونی خدام شریک ہوئے۔
اکتوبر: جنوبی افریقہ میں مشن کی بنیاد۔
۲۶، ۲۷، ۲۸/دسمبر: متحدہ ہندوستان کا آخری جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد ۳۹۷۰۰ تھی۔
اسی سال سوئٹزرلینڈ میں مشن قائم ہوا۔

۱۹۴۷ء

۳۱/اگست: حضور نے قادیان سے پاکستان کی طرف ہجرت فرمائی اور لاہور پہنچے۔
یکم ستمبر: حضور نے لاہور میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد رکھی۔
۳/ستمبر: لوائے احمدیت ہندوستان سے پاکستان پہنچایا گیا۔
۵/ستمبر: حضور نے پاکستان میں پہلا خُطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔
۷/ستمبر: پاکستان میں پہلی مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔
۱۵/ستمبر: پاکستان میں روزنامہ الفضل کا اجراء۔
۱۸/اکتوبر پاکستان میں جماعت احمدیہ کے ظلّی مرکز کے قیام کے لئے حضور نے اراضی ربوہ کا سفر اختیار فرمایا۔
۲۷، ۲۸/دسمبر: پاکستان میں جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ لاہور میں منعقد ہوا۔

۱۹۴۸ء

۳/مارچ: اُردن میں احمدیہ مشن کا قیام۔
۲۸/مارچ: سالانہ جلسہ ۱۹۴۷ء کے تتمہ کے موقعہ پر منعقد ہونے والے جلسہ میں حضور نے "سیر روحانی" کے سلسلہ کا خطاب فرمایا۔
۵/اگست: صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے حکومت سے اراضی ربوہ کا قبضہ حاصل کیا۔
۲۰/ستمبر: حضور نے ربوہ کا افتتاح فرمایا۔
۷/نومبر: حضور نے ربوہ میں پہلی پریس

کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

۱۳ر نومبر: فرانس میں جماعت احمدیہ کا پہلا پبلک تبلیغی جلسہ منعقد ہوا۔

۷ر دسمبر: ربوہ میں پہلی عارضی عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۹۴۹ء

۲۰ر جنوری: جرمن مشن کا قیام۔

یکم فروری: ربوہ کا نقشہ تیار کیا گیا۔

۲ر فروری: مسقط مشن قائم ہوا۔

فروری: گلاسگو مشن کا قیام

یکم اپریل: ربوہ میں گاڑیوں کی آمد و رفت کا آغاز۔

۱۵،۱۶،۱۷ر اپریل: ربوہ میں پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

۲۳ر مئی: فرانس میں پہلی سعید روح نے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔

۱۳،۱۴ر اگست: جماعت احمدیہ نائیجیریا کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

۲۷ر اگست: لبنان میں احمدیہ مشن کا قیام۔

۱۹ر ستمبر: حضور مستقل رہائش کے لئے ربوہ تشریف لائے۔

۳۰ر ستمبر: حضور نے ربوہ میں مستقل رہائش کے بعد پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

۳ر اکتوبر: حضور نے مسجد مبارک ربوہ کا سنگ بنیاد رکھا۔

۳۰،۳۱ر اکتوبر: مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ربوہ میں پہلا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ کی صدارت خود سنبھالی۔

۱۱ر نومبر: کمپنی باغ سرگودھا میں حضور کا جلسہ عام سے خطاب۔

۱۰ر دسمبر: ربوہ میں جامعۃ المبشرین کا قیام۔

۱۹۵۰ء

۳۰ر جنوری:: بیرون پاکستان جماعت کا پہلا کالج غانا میں جاری ہوا۔

جنوری: حضور کی تصنیف ''اسلام اور ملکیتِ زمین'' شائع ہوئی۔

فروری: حضور نے تحریک جدید کے مختلف شعبوں کے لئے مفصل دستور العمل تجویز فرمایا۔

۳۱ر مئی: حضور نے مندرجہ ذیل مرکزی عمارات کا سنگ بنیاد رکھا قصرِ خلافت، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، دفاتر تحریک جدید، دفتر لجنہ اماء اللہ، تعلیم الاسلام ہائی اسکول۔

جون: گلاسگو مشن سے ماہوار رسالہ The Muslim Herald جاری ہوا۔

دسمبر: تفسیر کبیر سورۃ عادیات تا سورۃ کوثر شائع ہوئی۔

۱۹۵۱ء

جنوری: عراق کی طرف سے مؤتمر عالم اسلامی کے نمائندہ عبدالوہاب عسکری ربوہ آئے۔

فروری: چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ اعلیٰ ڈاکٹر فشر کو سیرالیون مشن کی طرف سے مقابلہ کی دعوت دی گئی۔

۲۳ر مارچ: حضور نے مسجد مبارک ربوہ میں پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرما کر مسجد کا افتتاح کیا۔

۲۱ر مئی: ربوہ میں ٹیلیفون کا اجراء ہوا۔ پہلا فون امیر جماعت احمدیہ قادیان کو کیا گیا جو حضور کے مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل تھا ''جماعت کو سلام بیماروں کی عیادت اور دعاؤں کی تحریک''

۱۴ر جون: حضور نے جامعہ نصرت ربوہ کا افتتاح فرمایا۔

۶ر اگست تحریک جدید کا سیلون مشن قائم ہوا۔

۲۸ر دسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر ''سیر رُوحانی'' کے سلسلہ میں عالم روحانی کا دربار خاص کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

اسی سال ٹرینیڈاڈ میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔

۱۹۵۲ء

۷ر جنوری: حضور نے افتاء کمیٹی کا احیاء کیا۔ یہ پہلے ۱۹۴۳ء میں قائم ہوئی تھی۔

۶ر فروری: حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دفتر کا سنگ بنیاد رکھا۔

۵ر اپریل: حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دفتر کا افتتاح فرمایا۔

مئی: خلافت لائبریری کا قیام عمل میں آیا جو قصر خلافت کے ساتھ ایک پختہ عمارت میں قائم کی گئی۔

۳۰ر جون: حضور مسجد مبارک سے ملحق قصر خلافت عمارت میں منتقل ہوئے۔

اکتوبر: رسالہ ''خالد'' جاری ہوا۔

۲۸ر دسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر ''تعلق باللہ'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۱۹۵۳ء

۲۷ر فروری: حضور نے ''الشركة الاسلاميه'' کے قیام کا اعلان کیا۔

۲۸ر فروری: حضور نے مسجد مبارک میں سورہ مریم سے درس قرآن کا آغاز فرمایا۔ جو بعد میں تفسیر کبیر جلد چہارم کی شکل میں شائع ہوا۔

یکم اپریل: حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو گرفتار کرلیا گیا۔

۲۰ر اپریل: حضور نے ''اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن'' قائم فرمائی۔

۱۴ر مئی: سواحیلی ترجمہ قرآن کی اشاعت ہوئی۔ پہلا مجلد نسخہ حضور کی خدمت میں بھیجا گیا۔

۲۵ر جون: حضور نے فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ کا افتتاح فرمایا۔

۲۶ر جون: حضور نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور اس کے ہوسٹل کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور کالج کی بنیاد میں دارالمسیح قادیان کی اینٹ نصب فرمائی۔

۱۹ر نومبر: حضور نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر کا افتتاح فرمایا۔

۲۰ر نومبر: حضور نے خطبہ جمعہ میں تحریک جدید کے انیس سالہ دور اول کے اختتام اور دوسرے انیس سالہ دور ثانی کے شروع ہونے کا اعلان فرمایا۔

نومبر: ڈچ ترجمہ قرآن شائع ہوا۔

۲۸ر دسمبر: حضور نے جلسہ سالانہ پر ''سیر رُوحانی'' کے سلسلہ کی تقریر عالم روحانی کا نوبت

خانہ" کے عنوان پر تقریر فرمائی۔
اسی سال برما میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔

۱۹۵۴ء

۲۲؍فروری: حضور نے مسجد احمدیہ دارالذکر لاہور کا سنگ بنیاد رکھا۔
۱۰؍مارچ: مسجد مبارک ربوہ میں بعد نماز عصر حضور پر ایک شخص عبدالحمید نے قاتلانہ حملہ کیا۔
۱۵؍مارچ: حکومت پاکستان کی طرف سے ایک سال کے جبری تعطل کے بعد لاہور سے "الفضل" کا اجراء دوبارہ عمل میں آیا۔
۱۲؍مئی: حضور نے قاتلانہ حملہ کے بعد پہلا جمعہ پڑھایا۔
۷؍اکتوبر: چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ عالمی عدالت کے صدر منتخب ہوئے۔
۷؍نومبر: حضور نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا صدر مقرر فرمایا۔
۔۔دسمبر: حضور نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی عمارت کا افتتاح فرمایا۔
۲۶؍دسمبر: حضور نے سیر روحانی کے سلسلہ میں جلسہ سالانہ پر عالم روحانی کے دفاتر کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۱۹۵۵ء

۳؍فروری: حضور نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تصنیف "حقیقۃ الوحی" کے اصل قلمی مسودہ کے آٹھ صفحات بطورِ تبرک جماعت ہائے احمدیہ انڈونیشیا کو بھجوائے۔
۲۹؍اپریل: حضور دُوسرے دورۂ یورپ کے سلسلہ میں کراچی سے روانہ ہوئے۔
۳۰؍اپریل: حضور دمشق کے ہوائی اڈہ پر اُترے۔
۲۲؍مئی: حضور نے مولوی دوست محمد صاحب کو تاریخ احمدیت لکھنے کا ارشاد فرمایا۔
۱۸؍جون: حضور ہیگ (ہالینڈ) پہنچے۔
۲۶؍جون: جرمنی کے ایک بہت بڑے مستشرق Kamaour نے حضور کے ہاتھ پر احمدیت قبول کی۔ حضور نے اُن کا نام زُبیر رکھا۔
۲۲؍جولائی: لندن میں مبلغین کی عالمی کانفرنس حضور کی زیر صدارت شروع ہوئی۔ اور ۲۴ جولائی کو ختم ہوئی۔
۲۷؍جولائی: مالٹا کے ایک انجینئر نے حضور کی بیعت کر کے مالٹا میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔
۳۰؍جولائی: حضور نے لندن میں ڈسمنڈ شا سے ملاقات فرمائی۔
۲۵؍ستمبر: حضور دُوسرے سفر یورپ کے بعد ربوہ واپس تشریف لائے۔
۹؍دسمبر: ہیگ (ہالینڈ) میں مسجد کا افتتاح۔
اسی سال سوئزرلینڈ میں تحریکِ جدید کے تحت مشن قائم ہوا۔

۱۹۵۶ء

۱۶؍اکتوبر: حضور نے مجلس خُدام الاحمدیہ کا موجودہ عہد نامہ تجویز فرمایا۔
اکتوبر: تفسیر کبیر سورۃ الکافرُون تا سورۃ الناس شائع ہوئی۔
۲۷؍دسمبر: جلسہ سالانہ پر "نظام آسمانی کی مخالفت اور اُس کا پس منظر" کے عنوان پر حضور کا خطاب۔
اسی سال برما میں مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر ہوئی۔ لائبیریا اور فلپائن میں تبلیغی مراکز کا قیام ہوا۔ حضور نے دفتر انصار اللہ مرکزیہ اور فضلِ عمر ہسپتال کا سنگِ بُنیاد رکھا۔

۱۹۵۷ء

۲۲؍فروری: ہمبرگ میں مسجد کا سنگِ بُنیاد رکھا گیا۔
۱۵؍مارچ: مسجد احمدیہ دارالسلام (تنزانیہ) کا افتتاح۔
۲۲؍جون: مسجد احمدیہ ہمبرگ کا افتتاح۔
جون: ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" کا ربوہ سے اجراء۔
۷؍جولائی: جامعۃ المبشرین کو جامعہ احمدیہ میں مُدغم کر دیا گیا۔
۲۷؍جولائی: مسجد احمدیہ جنجہ (یوگنڈا) کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔
جولائی: فلپائن میں احمدیت کی اشاعت ہوئی۔
۹؍اگست: مسجد احمدیہ کمپالا (یوگنڈا) کا سنگِ بُنیاد رکھا گیا۔
دسمبر: حضور نے "وقفِ جدید" کی تحریک کا اعلان فرمایا۔
دسمبر: تفسیر کبیر سورۃ حج تا سورۃ نور شائع ہوئی۔
دسمبر: جلسہ سالانہ پر "خلافتِ حقہ اسلامیہ" کے عنوان سے حضور نے خطاب فرمایا۔
اسی سال تفسیر صغیر شائع ہوئی۔
حضور نے "ادارۃ المصنفین" کا ادارہ قائم فرمایا۔

۱۹۵۸ء

۲۰؍مارچ: تفسیر کبیر سُورۃ مریم تا سورۃ طٰہٰ کی اشاعت۔
اگست: حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی صدارت سنبھالی۔
ستمبر: مسجد نور فرینکفرٹ کا افتتاح ہوا۔
اسی سال سیرالیون میں مختلف مقامات پر تین مساجد کی تعمیر ہوئی۔
رومن کیتھولک فرقہ کے نئے سر براہ کو دعوت اسلام۔ فضلِ عمر ہسپتال کا افتتاح ہوا۔
سعودی عرب کے شہزادہ فواد الفیصل اور ہالینڈ کی ولی عہد شہزادی کو ترجمہ قرآن کا تحفہ دیا گیا۔

۱۹۵۹ء

جون: تحریک جدید کے پانچ ہزاری مُجاہدین کی فہرست شائع ہوئی۔
۳۰؍نومبر: تفسیر کبیر سورۃ فرقان وشُعراء کی اشاعت: اسی سال
مسجد احمدیہ جنجہ (یوگنڈا) اور مشن ہاؤس کی تعمیر مکمل ہوئی۔

...قرآن کریم کے جرمن ترجمہ کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت ہوئی۔
...انڈونیشین زبان میں ترجمہ قرآن کی تکمیل یادگاری مسجد ربوہ تعمیر ہوئی۔
...افریقہ کے نو آزاد ممالک کے ستر راہ نماؤں کو جماعتی لٹریچر کا تحفہ دیا گیا۔

۱۹۶۰ء

حضور نے نگران بورڈ قائم فرمایا۔ صدر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ مقرر ہوئے۔ فیجی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا آغاز۔
اکرہ (گھانا) میں مشن ہاؤس کی نئی عمارت کی تعمیر۔
...رنگون میں مشن ہاؤس اور مسجد کی تعمیر۔
...جامعہ نصرت ربوہ میں ڈگری کلاسز کا اجراء ہوا۔
...امریکہ کے صدر آئزن ہاور، والئی اُردن شاہ حُسین، صدر آسٹریلیا، وزیر اعظم کانگو اور دیگر اہم شخصیات کو قرآن کریم کا تحفہ دیا گیا۔

۱۹۶۱ء

...آئیوری کوسٹ میں احمدیہ مشن کا اجراء۔
...ڈینش ترجمہ قرآن کے حصہ اول کی اشاعت۔
...کیکمہ اور لوئین زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی تکمیل۔
...جامعہ احمدیہ کی نئی عمارت کا افتتاح۔
...شہنشاہِ حبشہ، صدر لائبیریا، صدر سومالیہ کو ترجمہ قرآن مجید اور جماعتی لٹریچر کا تحفہ دیا گیا۔
نیروبی (کینیا) میں شیخ مبارک احمد صاحب کی طرف سے ڈاکٹر بلی گراہم کو رُوحانی مقابلہ کا چیلنج
ماریشس مشن کی طرف سے پندرہ روزہ The Message کا اجراء

۱۹۶۲ء

...یتامیٰ اور مساکین کے لئے اقامۃ النصرت کا قیام۔
...مسجد محمود زیورچ کا سنگِ بنیاد از دستِ مبارک حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا۔
...مسجد نور راولپنڈی کی تکمیل۔
...مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں مجالس خُدام الاحمدیہ کا پہلا سالانہ اجتماع۔
...تعلیم الاسلام کالج میں ایم.اے. عربی کا اجراء
...نُصرت گرلز اسکول کی نئی عمارت کی تعمیر۔
...خُدام الاحمدیہ کے مرکزی ہال کا سنگِ بنیاد۔
...آل پاکستان فضلِ عُمر بیڈ منٹن ٹورنامنٹ کا آغاز
...تھائی لینڈ کے بادشاہ اور ملکہ الزبتھ کو ترجمہ قرآن کی پیشکش۔

۱۹۶۳ء

...دفتر وقفِ جدید کی عمارت کا سنگِ بنیاد اور تعمیر۔
...مینڈے زبان میں ترجمہ قرآن کی اشاعت۔
...تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ کے بشیر ہال کی تعمیر۔
...سیرالیون میں اسلامک بک ڈپو کا اجراء۔
...صدرِ مملکت کے ریلیف فنڈ میں جماعتِ احمدیہ کی طرف سے چھ ہزار روپیہ کا عطیہ۔
...حکومتِ پاکستان کی طرف سے "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی ضبطی اور بحالی۔
...دی ڈیوک آف ایڈنبرا اور شاہِ کمبوڈیا کو تبلیغ اور قرآن کریم کا تحفہ۔

۱۹۶۴ء

...جزائر فجی میں مشن ہاؤس کی تعمیر۔
...قمر الانبیاء فنڈ کا اجراء۔
...شمالی بورنیوؐ میں سر بر آوردہ اصحاب کی تبلیغ احمدیت۔
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے پچاس سال پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار تشکر اور دُعائیں۔ دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیوں کی طرف سے تجدید عہد۔
۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر: حضرت مُصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کا آخری جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

۸-نومبر ۱۹۶۵ء تک

یکم جنوری: مسجد احمدیہ ٹانگانیکا کا سنگِ بنیاد۔
۴ر فروری: خلافتِ ثانیہ کی آخری عید الفطر مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھائی۔
۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ: خلافتِ ثانیہ کی آخری مجلسِ مشاورت تعلیم الاسلام کالج کے ہال میں منعقد ہوئی۔
...ربوہ سے ماہنامہ "تحریک جدید" کا اجراء ہوا۔
...فری ٹاؤن (سیرالیون) میں مشن ہاؤس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔
۷، ۸، نومبر: کی درمیانی شب پیشگوئی مُصلح موعود کا مظہر اپنے مولائے حقیقی سے جاملا، وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا۔

خلافت ثالثہ کا درخشندہ و تابندہ دور

عظیم کامیابیوں کے سترہ سال

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے سترہ سالہ بابرکت دور خلافت میں الٰہی تائیدات سے معمور عظیم کامیابیوں کی ایک جھلک ذیل میں ھدیۂ قارئین کی جارہی ہے۔

مساجد جو حضورؒ کے زمانہ مبارک میں

تعمیر ہوئیں:

مسجد ساؤتھ آل: ۱۹۶۵ء میں ساؤتھ آل میں ایک مکان خریدا گیا جسے بطور مسجد استعمال کیا گیا۔

مسجد کوپن ہیگن (ڈنمارک): ۶رمئی ۱۹۶۶ء کو کوپن ہیگن (ڈنمارک) میں محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے سب سے پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور ۲۱رجولائی ۱۹۶۷ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا افتتاح فرمایا۔

جامع مسجد ربوہ: ۲۸راکتوبر ۱۹۶۶ء کو ربوہ میں ایک عظیم جامع مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔

مسجد ڈائمنڈ ہاربر کلکتہ: ۲۴ردسمبر ۱۹۶۷ء کو مسجد ڈائمنڈ ہاربر کلکتہ کا سنگ بنیاد محترم میاں محمد حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ نے رکھا۔

مسجد احمدیہ شموگہ: ۳۱رجنوری ۱۹۶۹ء کو محترم مولوی حکیم محمد دین صاحب مبلغ انچارج احمدیہ مشن نے مسجد کا افتتاح فرمایا اور مسجد کے ساتھ ایک کوارٹر بھی تعمیر کیا گیا۔

مسجد محمود زیورچ: ۱۹۶۹ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس مسجد کا افتتاح فرمایا۔

مسجد اجیبو اوڈے: ۱۹۷۰ء میں حضورؒ نے جماعت احمدیہ نائیجیریا کی تعمیر شدہ تیسری مسجد کا افتتاح فرمایا جس کا سارا خرچ ایک احمدی عورت الحاجہ فاطمہ نے برداشت کیا۔

مسجد اکرا: ۹راپریل ۱۹۷۰ء میں حضورؒ نے گھانا کے دارالحکومت اکرا میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

مسجد ٹیچی مان: ۲۱راپریل ۱۹۷۰ء میں غانا کے شہر ٹیچی مان میں ایک نو تعمیر شدہ مسجد کا افتتاح فرمایا۔

مسجد ٹیچی مان (۲): ۲۱راپریل ۱۹۷۰ء میں غانا کے شہر ٹیچی مان میں ہی حضورؒ نے ایک مسجد کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

مسجد سالٹ پانڈ (گھانا) ۲۴راپریل ۱۹۷۰ء سالٹ پانڈ گھانا سے واپسی پر گوموآ منگوازی گاؤں کی ایک مسجد میں حضورؒ نے اپنے دست مبارک سے ایک یادگاری تختی نصب فرمائی۔

مسجد باتھرسٹ: ۳رمئی ۱۹۷۰ء کو حضورؒ نے گیمبیا کے دارالحکومت باتھرسٹ کے مضافات میں اپنے دستِ مبارک سے ایک نئی مسجد کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

مسجد نذیر علی: ۸رمئی ۱۹۷۰ء کو حضورؒ نے فری ٹاؤن (نائیجیریا) کے مضافات میں لڈنامی مقام پر ایک نئی مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اور اُس مسجد کا نام حضورؒ نے جماعت احمدیہ کے جانباز مجاہد اسلام مولانا نذیر احمد علی مرحوم کے نام پر مسجد نذیر علی رکھا۔

مسجد تنزانیہ: تنزانیہ (مغربی افریقہ) کے شہر مورو گورو میں فروری ۱۹۷۰ء میں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا اور ۲۳راگست ۱۹۷۰ء کو اس کا افتتاح ہوا۔ مولوی محمد منور صاحب انچارج مشن نے اس کا افتتاح فرمایا۔

مسجد فضل عمر چنتہ کنٹہ: اکتوبر ۱۹۷۰ء میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مسجد فضل عمر چنتہ کنٹہ کا افتتاح فرمایا۔

مسجد احمدیہ عمر تریوے (ماریشس): جولائی ۱۹۷۱ء میں ماریشس کے ایک شہر تریوے میں مسجد احمدیہ عمر کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور ۲۷ردسمبر ۱۹۷۲ء کو اس کا افتتاح ہوا۔

مسجد جکارتہ (انڈونیشیا): ۱۴رمارچ ۱۹۷۱ء میں مولانا ابو بکر صاحب انچارج مشن جکارتہ نے اس کا افتتاح فرمایا۔

مسجد مانلو (کشمیر): ۱۹۷۱ء میں مکرم مولوی منظور احمد صاحب گھنوکے نے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

مسجد جبروک: ۲رجنوری ۱۹۷۲ء کو کسولی سے ۱۵ میل دور بمقام جبروک مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رفیق انچارج کینیا مشن نے ایک مسجد کا افتتاح فرمایا۔

مسجد اقصیٰ ربوہ: ۳۱رمارچ ۱۹۷۲ء کو حضورؒ نے مسجد اقصیٰ ربوہ کا شاندار افتتاح فرمایا۔

مسجد محمود (جزائر فجی) ۶رمئی ۱۹۷۲ء کو جزائر فجی میں مسجد محمود کا افتتاح مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری انچارج جزائر فجی نے کیا۔

احمدیہ مسجد بو (سیرالیون): ۱۰رمئی ۱۹۷۰ء کو حضورؒ نے بو سیرالیون کی مرکزی احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

مسجد کاٹھ پورہ (کشمیر): ۴رستمبر ۱۹۷۲ء کو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ نے بمقام کاٹھ پورہ کشمیر ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

مسجد احسان (تنزانیہ): اپریل ۱۹۶۶ء میں تنزانیہ میں اس مسجد کا افتتاح ہوا۔

مسجد مری پیڈا (آندھرا پردیش): علاقہ مری پیڈا میں ایک مسجد کا افتتاح جنوری ۱۹۷۴ء کو ہوا۔

مسجد نوبینا (غانا): ۱۸راگست ۱۹۷۴ء کو غانا میں بمقام نوبینا ایک مسجد کا سنگ بنیاد نصب کیا گیا۔

احمدیہ مسجد مدراس: فروری ۱۹۷۵ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مدراس میں اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

مسجد احمدیہ برہ پورہ (بہار): مارچ ۱۹۷۵ء میں اس مسجد کی توسیع کی غرض سے مولوی محمد حمید صاحب کوثر نے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

مسجد احمدیہ حیفا: اس مسجد کا پورا نام مسجد سیدنا محمود کبابیر حیفا ہے جو حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے یہ مسجد شرق اوسط میں فنِ تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے۔

مسجد احمدیہ وا: غانا میں بمقام وا اپریل ۱۹۷۵ء میں اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مسجد ناصر سویڈن: ستمبر ۱۹۷۵ء کو حضورؒ نے گوٹن برگ سویڈن میں احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور افتتاح ۲۰راگست ۱۹۷۶ء کو ہوا۔

مسجد احمدیہ نرگاؤں (اڑیسہ): اڑیسہ میں بمقام نرگاؤں ایک مسجد قائم ہوئی۔

مسجد احمدیہ ناویٹا: مشرقی افریقہ ناویٹا میں ۱۹۷۵ء میں ایک نئی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

ارکھ پٹنہ (اڑیسہ): ارکھ پٹنہ اڑیسہ میں ایک مسجد کا افتتاح ستمبر ۱۹۷۵ء میں ہوا۔

مسجد پینگاڈی (مالابار): پینگاڈی (مالابار) میں ایک مسجد کا افتتاح اپریل ۱۹۷۶ء میں ہوا۔

مسجد احمدیہ روز گنال: ۱۲رنومبر ۱۹۷۶ء کو گیانا (جنوبی امریکہ) میں مسجد کا افتتاح ہوا۔

مسجد ہڈرز فیلڈ: جنوری ۱۹۷۷ء میں حضورؒ نے

اس مسجد کا افتتاح انگلینڈ میں فرمایا۔

مسجد احمدیہ سرینگر: ۱۹؍جولائی ۱۹۷۷ء کو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مسجد احمدیہ سرینگر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور افتتاح ۲۰؍اگست ۱۹۸۰ء کو ہوا۔

احمدیہ سنٹرل مسجد بینن: ۱۹۷۶ء میں نائیجیریا کی بینڈل سٹیٹ کے دارالخلافہ بینن میں اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور ۲۰؍اکتوبر ۱۹۷۹ء کو افتتاح ہوا۔

غانا، انڈونیشیا، فجی میں مزید مساجد کی تعمیر: ۱۹۷۸ء میں غانا، انڈونیشیا، مشرقی افریقہ اور فجی میں نئی مساجد تعمیر ہوئیں جن کی کل تعداد ۳۵ ہے۔

مسجد احمدیہ ابادان (نائیجیریا): یکم اپریل ۱۹۷۹ء کو ابادان (نائیجیریا) میں ایک مسجد کا افتتاح ہوا یہ مسجد صرف چھ ہفتہ میں تیار ہوئی۔

مسجد سری لنکا: ۶؍جولائی ۱۹۷۹ء میں سری لنکا میں ایک مسجد کا افتتاح ہوا۔

جنوبی تنزانیہ (افریقہ): ۱۹۷۹ء میں جنوبی تنزانیہ میں چار نئی مساجد کی تعمیر بمقام منامہ، مینگاکا، اولنڈی، کسمانی۔

مسجد انڈونیشیا: ۱۹۷۹ء میں انڈونیشیا میں دو مساجد "چی سالوا" اور جزیرہ بالی میں تعمیر ہوئیں۔

مسجد لیگوس (افریقہ) ۲۰؍اگست ۱۹۸۰ء کو لیگوس میں دو مساجد کا افتتاح ہوا۔

مسجد سپین: اس عظیم الشان مسجد کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۹؍اکتوبر ۱۹۸۰ء کو رکھا۔ اور ۱۰؍ستمبر ۱۹۸۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اس مسجد کا افتتاح فرمایا۔

مسجد ساؤتھ آل و برمنگھم: ۱۸؍اکتوبر ۱۹۸۰ء کو ان ہر دو مساجد کا افتتاح ہوا۔

مسجد نور (اوسلو)۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ناروے کے دارالحکومت اوسلو میں سب سے پہلی مسجد کا افتتاح یکم اگست ۱۹۸۰ء کو فرمایا۔

مسجد ناصر (گیمبیا)۔ ۴؍مئی ۱۹۸۱ء کو احمدیہ سیکنڈری سکول گیمبیا کی مسجد ناصر کا افتتاح ہوا۔

مسجد احمدیہ بھاگلپور۔ مارچ ۱۹۷۵ء کو اس کا ایک حصہ مکمل ہوا۔

مسجد احمدیہ کینیا۔ ۱۹۷۵ء میں مشرقی افریقہ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی۔

مسجد محمود آباد کیرنگ (اڑیسہ) ستمبر ۱۹۷۵ء کو مکمل ہوئی۔ جس کی چھت دو قار عمل کے ذریعہ ڈالی گئی۔

مسجد احمدیہ گیمبیا۔ اپریل ۱۹۷۶ء میں گرپیلسی اور ٹمالی میں دو مساجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مسجد احمدیہ منا۔ نائجیریا میں اس مسجد کا افتتاح جولائی ۱۹۷۶ء میں ہوا۔

مسجد احمدیہ بڈھانوں (پونچھ کشمیر) ۲۸؍مارچ ۱۹۷۷ء کو اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مسجد احمدیہ سیرالیون۔ جولائی ۱۹۷۵ء میں یہاں ایک مسجد تعمیر ہوئی۔

مسجد محمود فجی۔ نومبر ۱۹۶۵ء کو اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مسجد احمدیہ (دھومی) ۲۷ جنوری ۱۹۷۴ء کو اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مسجد احمدیہ (منگی) ۶ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مسجد احمدیہ کوکلون (مالابار) اکتوبر ۱۹۷۸ء کو اس مسجد کا افتتاح ہوا۔

مسجد احمدیہ جاپان۔ جاپان میں ناگویا کے مقام پر ایک عظیم عمارت کو فی الحال مسجد کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

نوٹ:۔ عالمگیر مساجد احمدیہ کی مذکورہ فہرست آخری فہرست نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ریکارڈ میں تلاش کرنے سے بعض ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہوں۔ بہر حال اس فہرست کو ایک نمونہ سمجھنا چاہیے۔

اشاعتِ قرآن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانہ مبارک میں

تفسیر صغیر عکسی۔ ۱۹۶۶ء میں تفسیر صغیر عکسی دوبارہ شائع ہوئی۔ جو کہ نایاب ہو چکی تھی۔

تفسیر سورۃ فاتحہ ۱۹۶۹ء میں تفسیر سورۃ فاتحہ فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

خلاصہ مفصل تفسیر القرآن انگریزی۔ ۱۹۶۳ء میں مفصل تفسیر القرآن انگریزی پانچ جلدوں میں جو تین ہزار تین صد صفحات پر مشتمل تھی شائع ہوئی۔ پھر اس تفسیر کا خلاصہ قریباً ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

جرمن۔ انڈونیشین اور ڈینش تراجم۔ یہ تراجم بھی وقتاً فوقتاً ان ممالک سے شائع ہوتے رہے ہیں۔

ترجمہ قرآن مجید بزبان سپرانٹو۔ سپرانٹو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ۱۹۶۹ء میں پہلی مرتبہ جماعت نے ہالینڈ سے طبع کرایا۔

ترجمہ قرآن بزبان سواحیلی۔ سواحیلی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۱ء میں پاکستان میں اور جون ۱۹۸۱ء میں مشرقی اور وسطی افریقہ میں شائع ہوا۔

تفسیر صغیر: تفسیر صغیر کا ایک اور ایڈیشن ۱۹۷۱ء میں جلسہ سالانہ پر شائع ہوا۔

ڈچ ترجمہ قرآن مجید۔ ۱۹۶۸ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن پاکستان سے شائع ہوا۔

لوگنڈا ترجمہ قرآن کریم۔ یوگنڈا میں بولی جانے والی زبان لوگنڈا میں ترجمہ قرآن کریم ۱۹۷۴ء میں یوگنڈا سے ہی شائع ہوا۔

انگریزی ترجمہ قرآن کریم۔ ۱۹۷۷ء میں کلکتہ (بھارت) سے اور ۱۹۷۹ء میں غانا (مغربی افریقہ) سے انگریزی ترجمہ قرآن مجید مع عربی متن شائع ہوا۔

یوروبا زبان۔ ۱۹۷۶ء میں پورا ترجمہ یوروبا زبان میں قرآن مجید کا نائجیریا مشن کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

☆۔ ان کے علاوہ ہندی۔ گورمکھی۔ چینی۔ فرنچ۔ روسی اور دیگر کئی اور زبانوں میں تراجم قرآن مجید شائع ہو چکے ہیں۔

قرآن مجید کا تحفہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مبارک دور میں عظیم شخصیتوں کو قرآن مجید پیش کیا گیا نیز بڑی بڑی ہوٹلوں میں جو قرآن مجید کے تحفے رکھے

گئے ان میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ جن عظیم شخصیتوں کو قرآن مجید کا تحفہ پیش کیا گیا ان میں صدر لائبیریا (افریقہ) وزیر اعظم ماریشس۔ وزیر خزانہ وزیر اطلاعات ماریشس گورنر جنرل سیرالیون (افریقہ) وزیر اعظم سیرالیون۔ گیمبیا (افریقہ) کے سربراہ مملکت۔ وزیر اعظم ہند اندرا گاندھی ملکہ ایلزبتھ ثانی برطانیہ۔ پوپ اعظم (روم) چیف منسٹر پنجاب (انڈیا) چیف منسٹر میسور اسٹیٹ (انڈیا) آئیوری کوسٹ (افریقہ) کے وزیر خارجہ سفیر سعودی عرب برائے بھارت جاپان میں مقیم آسٹریا کے سفیر۔ تامل ناڈو اور پنجاب (بھارت) کے گورنر۔ برطانیہ میں غانا کے سفیر۔ برطانیہ میں مقیم مراکو کے سفیر۔ تنزانیہ۔ الجیریا۔ ملیشیا۔ آئیوری کوسٹ کے سفراء۔ سعودی عرب میں مقیم بھارت کے سفیر اور چیف جسٹس پنجاب ہریانہ ہائی کورٹ قابل ذکر ہیں۔ مختلف ممالک کے وزراء۔ یونیورسٹیوں کے چانسلرز۔ ڈاکٹرز۔ وکلاء اور دانشوران انکے علاوہ ہیں تفصیل درج کرنے کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ دُنیا کی عظیم لائبریریوں اور ہوٹلوں میں جو قرآن مجید ہزاروں کی تعداد میں رکھوائے گئے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ ریکارڈ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؒ کے دور سعید کو اشاعتِ قرآن اور تعلیم القرآن سے خاص تعلق رہا ہے۔

دار التبلیغ

جن کا اجراء حضورؒ کے دَورِ سعید میں ہوا

احمدیہ جوبلی ہال (حیدر آباد) جولائی ۱۹۷۱ء میں احمدیہ جوبلی ہال کی از سر نو تعمیر ہوئی۔ اس کا سنگ بنیاد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے رکھا۔ اور جون ۱۹۷۳ء کو اس کا افتتاح فرمایا۔

احمدیہ ہاؤس کماسی۔ ۲۱ ر اپریل ۱۹۷۰ء میں کماسی (گھانا) میں احمدیہ مشن ہاؤس کی دو منزلہ نئی عمارت احمدیہ مشن ٹیچی مان ۲۲ ر اپریل ۱۹۷۰ء میں احمدیہ مشن ٹیچی مان (غانا) کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

احمدیہ مشن ہاؤس عبد الرحیم۔ مئی ۱۹۷۵ء میں میلاپالیم (تامل ناڈو) میں ایک نئے مشن ہاؤس کا قیام عمل میں آیا۔

احمدیہ مشن ہاؤس نیوالا ۴ ر اپریل ۱۹۷۷ کو تنزانیہ کے جنوبی صوبہ نیوالہ میں مشن ہاؤس کا قیام ہوا۔

احمدیہ مشن ہاؤس مدراس۔ ۳ نومبر ۱۹۷۸ء کو احمدیہ دار التبلیغ مدراس کا افتتاح حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے فرمایا۔

احمدیہ مشن ہاؤس قرطبہ۔ ۶ ر مارچ ۱۹۷۹ کو قرطبہ اُندلس میں نئے مشن ہاؤس کا قیام ہوا۔

احمدیہ مشن ہاؤس انڈونیشیا۔ ۱۹۷۹ء میں انڈونیشیا میں ایک مشن ہاؤس کا قیام۔

احمدیہ مشن ہاؤس ہڈرز فیلڈ (انگلینڈ) ۳۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کو برطانیہ میں بمقام ہڈرز فیلڈ ایک مشن کا قیام ہوا۔

احمدیہ مشن ہاؤس مانچسٹر۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کو برطانیہ میں بمقام مانچسٹر فیلڈ ایک مشن کا قیام ہوا۔

احمدیہ مشن ہاؤس بریڈ فورڈ۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کو برطانیہ میں بمقام بریڈفورڈ فیلڈ ایک مشن کا قیام ہوا۔

احمدیہ مشن ہاؤس ساؤتھ آل۔ ۱۸ ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو برطانیہ میں بمقام ساؤتھ آل فیلڈ ایک مشن کا قیام ہوا۔

احمدیہ مشن ہاؤس برمنگھم۔ ۱۸ ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو برطانیہ میں بمقام برمنگھم ایک مشن کا قیام ہوا۔ انگلینڈ کے ان تمام مشنوں کا افتتاح حضور رحمہ اللہ نے بنفس نفیس فرمایا۔

احمدیہ مشن ہاؤس جمشید پور۔ ۱۶ ر جولائی ۱۹۸۰ کو بین الاقوامی اہمیت کے حامل ٹاٹا سٹی جمشید پور میں احمدیہ مسلم مشن کا قیام ہوا۔

بھوبنیشور۔ یہ مشن ہاؤس بھی حضورؒ کے دورِ سعید میں جاری ہوا۔

جاپان۔ ۱۹۸۰ میں ہی جاپان کے شہر ناگویا میں ایک نہایت ہی خوبصورت نو تعمیر مکان برائے احمدیہ سنٹر خریدا گیا۔

کیلگری (کینیڈا) ۱۹۸۰ء میں کینیڈا کے کیلگری مقام پر ۴۰ ایکڑ زمین مشن ہاؤس کیلئے خریدی گئی۔

ناروے۔ اگست ۱۹۸۰ء کو اس مشن ہاؤس کا قیام اوسلو میں عمل میں آیا۔

سویڈن۔ سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں ۱۹۷۶ء میں اس مشن ہاؤس کا قیام عمل میں آیا۔

ڈنمارک ۱۹۶۶ء میں کوپن ہیگن کے مقام پر اس مشن ہاؤس کا قیام عمل میں آیا۔

سکول وکالج جو حضورؒ کے زمانہ میں تعمیر ہوئے اور نہایت کامیابی سے چل رہے ہیں

تعلیم الاسلام سنڈے سکول۔ ۱۹۶۶ء میں ساؤتھ آل میں تعلیم الاسلام سنڈے سکول کا آغاز کیا گیا۔

سیکنڈری سکول جورو۔ افریقہ میں جورو میں جماعت کا ایک سیکنڈری سکول قائم ہوا۔

آجے بواوڈے سکول۔ نائجیریا کے ایک اہم شہر آجے بواوڈے میں وہاں کی ترقیاتی کونسل نے ۱۲۰ ایکڑ زمین سکول اور ہیلتھ سنٹر کیلئے بطور عطیہ دی۔

نصرت جہاں گرلز اکیڈمی وا (غانا) یکم نومبر ۱۹۷۰ء میں مغربی افریقہ میں وا (غانا) کے مقام پر نصرت جہاں گرلز اکیڈمی کا ایک سیکنڈری سکول کھولا گیا۔ اسی طرح دوسرا سکول خوینہ (غانا) میں کھولا گیا۔

سیکنڈری سکول باتھرسٹ (گیمبیا) ۳ ر مئی ۱۹۷۰ کو گیمبیا کے دار الحکومت باتھرسٹ کے مضافات میں حضورؒ نے اپنے دست مبارک سے ایک سیکنڈری سکول کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

احمدیہ ہائر سیکنڈری سکول منا کے۔ ۱۸ جولائی ۱۹۷۱ء کو نائجیریا میں منا کے مقام پر ایک احمدیہ ہائر سیکنڈری سکول کا افتتاح نائجیریا کے ایجوکیشن کمشنر نے کیا۔

سیکنڈری سکول روکوپور (سیرالیون)

سیرالیون (مغربی افریقہ) میں روکوپور سیکنڈری سکول کا افتتاح اس صوبہ (شمالی) کے پریذیڈنٹ منسٹر نے ۴ستمبر ۱۹۷۱ء کو کیا۔

فضل عمر احمدیہ سیکنڈری سکول گساؤ۔ ۳۱مارچ ۱۹۷۲ء میں نائجیریا میں نارتھ ویسٹرن سٹیٹ میں گساؤ مقام پر ایک فضل عمر احمدیہ سیکنڈری سکول کا سنگ بنیاد سٹیٹ کے ایجوکیشنل کمشنر حاجی ابراہیم گساؤ نے رکھا۔

مغربی افریقہ میں گیارہ تعلیمی سنٹر۔ نصرت جہاں سکیم کے تحت مغربی افریقہ میں گیارہ تعلیمی سنٹرز کا قیام ہوا۔

ناصر الدین احمدیہ سیکنڈری سکول۔ نائجیریا میں سنا مقام پر ناصرالدین احمدیہ سیکنڈری سکول کا اجراء ہوا۔

نصرت ہائی سکول (گرلز) ستمبر ۱۹۷۱ء کو گیمبیا باتھرسٹ میں نصرت ہائی سکول کا اجراء ہوا۔ سیکنڈری سکول روکو پوڑ ستمبر ۱۹۷۱ء میں سیرالیون میں بمقام روکوپوڑ سیکنڈری سکول کا اجراء ہوا۔

غانا (فومینہ) ستمبر ۱۹۷۰ء میں غانا میں بمقام فومینہ سکول کا اجراء ہوا۔

سلاگا (غانا) ستمبر ۱۹۷۱ء میں غانا میں بمقام سلاگا سکول کا اجراء ہوا۔

سوکولے (غانا) ۱۹۷۲ء میں غانا میں بمقام سوکولے سکول کا اجراء ہوا۔

مائسن (غانا) ۱۹۷۲ء میں غانا میں بمقام مائسن سکول کا اجراء ہوا۔

ایساچر (غانا) ۱۹۷۲ء میں غانا میں بمقام ایساچر سکول کا اجراء ہوا۔

گساؤ (نائجیریا) ۱۹۷۱ء میں نائجیریا میں بمقام گساؤ نصرت جہاں سکیم کے تحت کھلنے والے سب سے پہلے سکول کا افتتاح ہوا۔

گیمبیا نصرت ہائی سکول (گرلز) ستمبر ۱۹۷۱ء میں گیمبیا باتھرسٹ میں احمدیہ سکول جاری ہوا۔

احمدیہ سیکنڈری سکول اُمیشہ۔ ۲۳ جون ۱۹۷۶ء کو نائجیریا میں بمقام اُمیشہ اس سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

احمدیہ مسلم ہائی سکول لائبیریا۔ ۳ر ستمبر ۱۹۷۶ء کو سالوئے لائبیریا میں احمدیہ مسلم ہائی سکول کی عمارت کا افتتاح ہوا۔

احمدیہ ہائی سکول ایکنسلے۔ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کو اس سکول کا افتتاح ہوا۔

احمدیہ ہائی سکول اونڈا۔ ۱۶ر مارچ ۱۹۸۱ء کو نائجیریا میں اس سکول کا افتتاح ہوا۔

نصرت گرلز اکیڈمی (غانا) ستمبر ۱۹۷۰ء میں اس کا قیام عمل میں آیا۔

مشنری ٹریننگ کالج (غانا) مارچ ۱۹۶۶ء میں غانا میں اس کا افتتاح ہوا۔

احمدیہ سیکنڈری سکول (فری ٹاؤن) مئی ۱۹۶۷ء میں اس سکول کا سنگ بنیاد سیرالیون میں رکھا گیا۔

منگھی (سیرالیون) ۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مسلم گرلز سیکنڈری سکول منگھی۔ ۱۰ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو ٹمبوڈو مقام پر اس کا اجراء ہوا۔

احمدیہ مشنری کالج انڈونیشیا۔ ۱۹۸۲ء میں اس کالج کا اجراء ہوا۔

ہیلتھ کلینک جو حضور کے زمانہ میں تعمیر ہوئے اور نہایت کامیابی سے چل رہے ہیں

ہیلتھ کلینک آجے بواوڈے۔ نائجیریا کے ایک شہر آجے بواوڈے میں وہاں کی ترقیاتی کونسل نے ۱۲۰ ایکڑ زمین ہیلتھ سنٹر اور سکول کیلئے بطور عطیہ دی۔

ہیلتھ سنٹر غانا (کوکوفو) یکم نومبر ۱۹۷۰ء کو غانا کے ایک قصبہ کوکوفو میں ایک ہیلتھ سنٹر کا افتتاح ہوا۔

ہیلتھ سنٹر غانا اسکوارلے (غانا) یکم مارچ ۱۹۷۱ء کو غانا کے ایک قصبہ اسکوارلے میں دوسرے ہیلتھ سنٹر کا افتتاح ہوا۔

احمدیہ نصرت جہاں ہیلتھ سنٹر سیرالیون۔ ۳ جولائی ۱۹۷۱ء کو سیرالیون میں ایک احمدیہ ہیلتھ سنٹر کا افتتاح سیرالیون کے وزیر صحت نے کیا۔

احمدیہ ہسپتال موشیان (ماریشس) دسمبر ۱۹۶۸ء میں ماریشس میں جانوروں کا ایک ہسپتال تعمیر ہوا جس کا افتتاح گورنر جنرل ماریشس نے کیا ۱۹۶۹ء میں۔ نائجیریا میں ایک وسیع ہسپتال کی تعمیر ہوئی جس کا سنگ بنیاد گورنر آف کانو سٹیٹ نے رکھا۔

احمدیہ میڈیکل سنٹر کماسی (گھانا) ۳ر نومبر ۱۹۷۰ء کو کماسی (گھانا) میں نصرت جہاں ریزروفنڈ سکیم کے تحت پہلے احمدیہ میڈیکل سنٹر کا افتتاح ہوا۔

نصرت جہاں کلینک سیرالیون۔ ۴ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو سیرالیون میں نصرت جہاں کلینک کا افتتاح اس صوبہ کے پریذیڈنٹ منسٹر نے کیا۔

احمدیہ کلینک نائجیریا۔ ۱۹ر مئی ۱۹۷۱ء کو نائجیریا میں کابا مقام پر احمدیہ کلینک کا اجراء ہوا۔

احمدیہ نصرت جہاں کلینک (روکوپڑ) ۲۰ جولائی ۱۹۷۱ء میں سیرالیون میں بمقام روکوپڑ میں نصرت جہاں کلینک کا اجراء ہوا۔

احمدیہ ہسپتال ٹیچی مان (غانا) ستمبر ۷۱ء کو گھانا میں احمدیہ ہسپتال ٹیچی مان کی افتتاحی تقریب عمل میں آئی۔

احمدیہ ہیلتھ سنٹر کوکوفو (غانا) یکم نومبر ۷۰ء کو غانا کے شہر کوکوفو میں احمدیہ ہیلتھ سنٹر کا افتتاح ہوا۔

احمدیہ ہیلتھ سنٹر ٹیچی مان (غانا) یکم مارچ ۷۱ء کو غانا کے شہر ٹیچی مان میں اس ہسپتال کا افتتاح عمل میں آیا۔

سویڈرو۔ ۱۱ر اگست ۷۱ء کو اس ہیلتھ کلینک کا افتتاح ہوا۔

باتھرسٹ (گیمبیا) یکم مئی ۷۱ء کو اس ہیلتھ کلینک کا افتتاح ہوا۔

باتھرسٹ (گیمبیا) یکم نومبر ۷۱ء کو اس ہیلتھ کلینک کا افتتاح ہوا۔

جوارا اور سالکین۔ اگست ۷۲ء کو گیمبیا کے مقام جوارا اور سالکین کے ہیلتھ سنٹر کا افتتاح ہوا۔

سوما (گیمبیا) یکم اگست ۷۲ کو اس کلینک کا

افتتاح ہوا۔

گنجور (گیمبیا) یکم ستمبر ۷۱ کو اس کلینک کا افتتاح ہوا۔

بوجے پور (سیرالیون) یکم جولائی ۷۱ء کو اس کلینک کا افتتاح ہوا۔

جورو (سیرالیون) یکم جون ۷۱ء کو افتتاح ہوا

روکوپڑ (سیرالیون) یکم اگست ۷۲ء کو اس کلینک کا افتتاح ہوا۔

بکرو (نائجیریا) جنوری ۷۳ء کو اس کلینک کا افتتاح ہوا۔

اکارے (نائجیریا) جنوری ۷۳ء کو اس کلینک کا افتتاح ہوا۔

کابا (نائجیریا) ۲۰ مئی ۷۲ء کو اس کلینک کا افتتاح ہوا۔

لیگوس (نائجیریا) جون ۷۲ء کو اس کلینک کا افتتاح ہوا۔

بواجے بو (نائجیریا) ۱۶ ستمبر ۷۳ کو اس ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

اباداں (نائجیریا) جولائی ۷۵ء کو اس کلینک کا قیام عمل میں آیا۔

غانا۔ ۹ مارچ ۷۴ء کو غانا کے کسی مقام پر اس کلینک کا افتتاح ہوا۔

اموسان۔ ۲۵ر فروری ۷۹ء کو ہیلتھ سنٹر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

لیگوس۔ اگست ۸۰ء کو اس ہسپتال میں توسیع کی غرض سیلیبارٹری اور آپریشن تھیٹر کی توسیع کی گئی۔

سبنکی (سیرالیون) ۲۷ر اگست ۷۲ء کو اس ہسپتال کا افتتاح ہوا۔

تعلیمی منصوبہ
اور اس کے حیرت انگیز نتائج

۲۷ مارچ ۱۹۷۹ء کو حضورؒ نے جماعت کے سائنسی میدان میں بلندیوں پر پہنچانے کیلئے عظیم پروگرام کا اعلان فرمایا اور وظائف کمیٹی کی تشکیل فرمائی۔ حضورؒ نے نوبل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کو اس کمیٹی کا صدر نامزد فرمایا۔ پھر حضورؒ نے ۷ مارچ ۱۹۸۰ء کو بمقام کراچی نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کیلئے خصوصی انعامات کا اعلان فرمایا۔

بجٹ۔ ایک موازنہ

حضورؒ نے اپنی خلافت کے پہلے سال ۱۹۶۶ء میں درج ذیل بجٹ منظور فرمایا۔

☆۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۔۳۹۰۳۹۲۱ روپے

☆۔ تحریک جدید۔۔۳۸۱۳۲۸۰ روپے

☆۔ وقف جدید۔۔۱۷۷۰۰۰ روپے

اور پھر اپنی زندگی کے آخری سال ۱۹۸۲ میں حضورؒ نے درج ذیل بجٹ منظور فرمایا۔

☆۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ایک کروڑ انچاس لاکھ چھتیس ہزار نو سو بیاسی روپے۔

☆۔ تحریک جدید۔ پانچ کروڑ انتالیس لاکھ ستر ہزار

☆۔ وقف جدید۔ دس لاکھ پندرہ ہزار۔

مرکز احمدیت قادیان اور عالمگیر جماعتہائے احمدیہ کے سالانہ بجٹ اور جماعت کی ذیلی تنظیموں کے بجٹ ان کے علاوہ ہیں۔

ستارہ احمدیت

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا آئینہ دار اپنے بابرکت دورِ خلافت کے آخری جلسہ سالانہ کے موقع پر ۲۷/ دسمبر ۱۹۸۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ستارہ احمدیت سے نوازا۔ حضورؒ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف کشتی نوح کا درج ذیل حوالہ پڑھا۔

"تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق و صفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو تا خدا اس میں اُترے ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو۔ خدا تمہاری مدد کرے۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لئے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اس نور سے منور ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے"۔

پھر فرمایا:۔ "یہ دیکھ کر پڑھ کر غور کر کے اور دُعا کر کے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آج میں آپ کو" ستارہ احمدیت " دوں جو نشان ہو اُن برگزیدہ احمدیوں کا جو پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے"۔ (روزنامہ الفضل ربوہ ۶ جنوری ۱۹۸۲ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
ابتدائی زندگی

ہمارے پیارے امام حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ حضرت المصلح موعود رضی اللہ عنہ کی حرم ثالث حضرت سیدہ مریم بیگم (اُم طاہر) صاحبہ کے بطن سے ۱۸ر دسمبر ۱۹۲۸ء (۵ رجب ۱۳۴۷ھ) کو پیدا ہوئے حضور کے نانا حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ کلر سیداں تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے ایک مشہور سید خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بڑے عابد زاہد مستجاب الدعوات بزرگ تھے جنہوں نے ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی والدہ حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ بھی نہایت پارسا اور بزرگ خاتون تھیں۔ جو اپنے اکلوتے بیٹے کی تعلیم و تربیت کا بیحد خیال رکھتی تھیں۔ اور اُسے نیک صالح اور عاشق قرآن دیکھنا چاہتی تھیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے ۱۹۴۴ء میں تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان سے میٹرک پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور ایف ایس سی تک تعلیم حاصل کی۔ ۷ دسمبر ۱۹۴۹ء کو

جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۳ء میں نمایاں کامیابی کے ساتھ شاہد کی ڈگری لی۔ اپریل ۱۹۵۵ء میں حضرت المصلح الموعود کے ساتھ یورپ تشریف لے گئے اور لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں تعلیم حاصل کی۔ ۴؍اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ربوہ واپس تشریف لائے۔

۱۲؍نومبر ۱۹۵۸ء کو حضرت المصلح الموعودؓ نے آپ کو وقفِ جدید کی تنظیم کا ناظم ارشاد مقرر فرمایا۔ آپ کی نگرانی میں اس تنظیم نے بڑی تیز رفتاری سے ترقی کی۔ حضرت المصلح الموعودؓ کی زندگی کے آخری سال میں اس تنظیم کا بجٹ ایک لاکھ ۷۰ ہزار روپے تھا۔ جو خلافت ثالثہ کے آخری سال میں بڑھ کر دس لاکھ پندرہ ہزار تک پہنچ گیا۔ نومبر ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۶ء تک آپ نائب صدر خدام الاحمدیہ رہے۔ ۱۹۶۰ء کے جلسہ سالانہ پر آپ نے پہلی مرتبہ اس عظیم اجتماع میں خطاب فرمایا۔ اس کے بعد قریباً ہر سال ہی جلسہ سالانہ کے موقع پر خطاب فرماتے رہے۔ ۱۹۶۱ء میں آپ افتاء کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۶ء سے نومبر ۱۹۶۹ء تک مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر رہے۔ یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کے نمائندہ پانچ رکنی وفد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی قیادت میں پاکستان اسمبلی کے سامنے جماعت احمدیہ کے موقف کی حقانیت کو دلائل و براہین سے واضح کیا۔ آپ اس وفد کے رکن تھے۔ یکم جنوری ۱۹۷۹ء کو آپ صدر مجلس انصار اللہ مقرر ہوئے اور خلیفہ منتخب ہونے تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۹۸۰ء میں آپ احمدیہ آرکیٹکٹس اینڈ انجینئرز ایسوسی ایشن کے سرپرست مقرر ہوئے۔

دورِ خلافت

۹ جون ۱۹۸۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے بعد ۱۰ جون ۱۹۸۲ء کو حضرت المصلح الموعودؓ کی مقرر کردہ مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں زیر صدارت حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل الاعلیٰ تحریک جدید منعقد ہوا۔ اور آپ کو خلیفۃ المسیح الرابع منتخب کیا گیا اور تمام حاضرین مجلس نے انتخاب کے معاً بعد حضور کی بیعت کی۔

حضور ۲۸ جولائی ۱۹۸۲ء کو یورپ کے دورہ پر روانہ ہوئے۔ آپ کے پروگرام کا بڑا مقصد بیرونی مشنوں کی کارکردگی کا جائزہ لینا اور مسجد بشارت سپین کا معینہ پروگرام کے مطابق افتتاح کرنا تھا۔ اس سفر میں حضور نے ناروے۔ سویڈن۔ ڈنمارک۔ جرمنی۔ آسٹریا سوئٹزرلینڈ۔ ہالینڈ۔ سپین اور انگلستان کا دورہ کیا اور وہاں کے مشنوں کا جائزہ لیا۔ سفر کے دوران اصلاح و ارشاد اور مجلس عرفان کے علاوہ استقبالیہ تقاریب ۱۸ پریس کانفرنسوں اور زیورک میں ایک پبلک لیکچر کے ذریعہ اہل یورپ کو پیغام حق پہنچایا۔ انگلستان میں دو نئے مشن ہاؤسز کا افتتاح کیا۔ یورپ کے ان ممالک میں ہر جگہ حضور نے مجلس شوریٰ کا نظام قائم فرمایا۔ نیز حضور نے تمام ممالک کے احمدیوں کو توجہ دلائی کہ وہ شرح کے مطابق لازمی چندوں کی ادائیگی کریں۔

۱۰؍ستمبر ۱۹۸۲ء کو حضور نے مسجد بشارت۔ سپین کا تاریخ ساز افتتاح فرمایا اور واضح کیا کہ احمدیت کا پیغام امن و آشتی کا پیغام ہے۔ اور محبت و پیار سے اہل یورپ کے دل اسلام کے لئے فتح کئے جائیں گے۔ مسجد بشارت پیڈرو آباد کے افتتاح کے وقت مختلف ممالک سے آنے والے قریباً دو ہزار نمائندوں اور دو ہزار کے قریب اہالیان سپین نے شرکت کی۔ ریڈیو ٹیلی ویژن اور اخبارات کے ذریعہ مسجد بشارت کے افتتاح کا سارے یورپ بلکہ دوسرے ممالک میں بھی خوب چرچا ہوا اور کروڑوں لوگوں تک سرکاری ذرائع سے اسلام کا پیغام پہنچ گیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

حضور نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کے فضل سے یورپ میں اب ایسی ہوا چلی ہے کہ اہل یورپ دلیل سننے کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ ۲۲؍اگست ۱۹۸۳ء کو مشرق بعید اور آسٹریلیا کے دورہ کیلئے تشریف لے گئے اور اسی دورہ میں ۳۰ ستمبر ۱۹۸۳ء کو آپ نے آسٹریلیا کے بلیک ٹاؤن شہر میں مسجد الہدیٰ کا سنگ بنیاد رکھا اور اسے اس علاقہ میں اشاعت دین اسلام اور اشاعتِ قرآن کا بہت بڑا مؤثر ذریعہ قرار دیا۔ اس دورہ سے ۱۴؍اکتوبر ۱۹۸۳ء کو آپ واپس پاکستان تشریف لے آئے۔

۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو حکومتِ پاکستان نے جماعت کے خلاف آرڈی ننس جاری کیا جس کے تحت جماعت کو اذان دینے اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے اور آزادانہ طور پر اپنے عقائد کو پھیلانے سے روک دیا گیا۔ چنانچہ اشاعتِ دین کے کام کو جاری و ساری رکھنے کیلئے ۲۹ اپریل ۱۹۸۴ء کو حضور ربوہ سے ہجرت کر کے برطانیہ تشریف لے گئے۔ اور لندن میں قیام فرمایا جہاں اب تک آپ رہائش پذیر ہیں حضور کی زیر ہدایات اور آپ کی راہنمائی میں ساری دنیا میں اشاعت انوار قرآنی اور شمع ہدایت کو روشن کرنے کا کام انتہائی شاندار طریق سے کامیابی کے ساتھ جاری و ساری ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس عرصہ قیام میں جماعت احمدیہ پر برکات و انوار کی وہ بارش نازل کی ہے کہ جسے شمار کرنا مشکل ہے۔ ۱۹۸۹ء میں جو احمدیہ صد سالہ جشن تشکر کا سال تھا ایک لاکھ ۸ ہزار افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے ہیں اور یہ ایک ریکارڈ کامیابی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے دور خلافت میں ایک سال کے عرصہ میں عطا فرمائی ہے اور اس طرح فتوحات کا یہ شاندار سلسلہ جاری ہے۔

آپ کے دورِ خلافت میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کے مطابق کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ افریقہ کے علاقہ کے چار بادشاہ جماعت احمدیہ میں داخل ہو کر اس پیشگوئی کی سچائی کا مصداق بنے اور آپ کے دور میں ہی "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

کاالہام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا۔ اور وہ تنہا آواز جو ایک سو سال پہلے قادیان کی گمنام بستی سے اُٹھی تھی آج دنیا کے ایک صد ستر ممالک میں پھیل چکی ہے اور وہ وجود جو ایک سو سال پہلے ایک تھا آج کروڑوں میں تبدیل ہو چکا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ کام کرنے والی لمبی عمر عطا فرمائے اور کاروانِ احمدیت اپنی پوری شان کے ساتھ آپ کے دور خلافت میں رواں دواں رہے۔ (آمین ثم آمین)

قدرتِ ثانیہ کے دورِ رابعہ کی چند اہم جھلکیاں

۱۰ جون ۱۹۸۲ء۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز منصبِ خلافت پر فائز ہوئے۔

۱۳؍ جون ۱۹۸۲ء فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کیلئے دعا کی تحریک۔

۲۸؍ جولائی ۱۹۸۲ء دورہ یورپ کیلئے روانگی۔

۱۰ ستمبر ۸۲: مسجد بشارت سپین کا افتتاح۔

۱۳؍ اکتوبر ۱۹۸۲ء مرکز سلسلہ میں کامیاب مراجعت۔

۲۹؍ اکتوبر ۱۹۸۲ء بیوت الحمد منصوبہ کا اجراء اور اس کے فنڈ کی تحریک۔

۲۵؍ دسمبر ۱۹۸۲ء مرکزی مجلس صحت کا قیام۔

۲۷ دسمبر ۱۹۸۲ء قدرتِ ثانیہ کے دورِ رابعہ کا پہلا جلسہ سالانہ تعلیمی انعامی تمغہ جات کی تقسیم کی آٹھویں تقریب۔

۱۲؍ جولائی ۱۹۸۳ء عید کے دن غرباء کے ساتھ خوشیاں بانٹنے کی تحریک۔

۱۲؍ جولائی ۱۹۸۳ء قرآن کریم کے گورمکھی ترجمے کی اشاعت۔

۲۲؍ اگست ۱۹۸۳ء دورۂ مشرق بعید اور آسٹریلیا کیلئے ربوہ سے کراچی روانگی۔

۳۰؍ ستمبر ۱۹۸۳ء بلیک ٹاؤن آسٹریلیا میں مسجد الہدیٰ کا سنگِ بنیاد۔

۱۴؍ اکتوبر ۱۹۸۳ء کامیاب مراجعت۔

۲۶؍ دسمبر ۱۹۸۳ء جماعت احمدیہ کے ۹۱ویں جلسہ سالانہ ربوہ میں ۱۸ ممالک کے ۸۷ نمائندگان نے شرکت کی۔

۲؍ جنوری ۱۹۸۴ء عرب بھائیوں کیلئے دعا کی تحریک۔

۲۶؍ اپریل ۱۹۸۴ء جماعت کے خلاف آرڈیننس کا نفاذ۔

۲۹؍ اپریل ۱۹۸۴ء سفر یورپ کیلئے ربوہ سے روانگی۔

۲۹؍ جون ۱۹۸۴ء ٹلفورڈ (اسلام آباد) میں جماعت انگلستان کے عظیم تاریخی جلسہ کا انعقاد۔

دسمبر ۱۹۸۴ء امریکہ میں ڈوئی کے شہر زائن میں جماعت احمدیہ کے مرکز کا قیام۔

اپریل ۱۹۸۵ گلاسکو مشن کیلئے عمارت کی خرید۔

۱۰؍ مئی ۱۹۸۵ء پاکستان کیلئے خصوصی دعاؤں کی تحریک۔

جون ۱۹۸۵ء یورپی مراکز میں جماعت کی نمایاں قربانی۔ ۲ کروڑ روپے سے زیادہ کی وصولی۔

۱۲؍ جولائی ۱۹۸۵ء نستعلیق کتابت کے کمپیوٹر کیلئے ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی تحریک۔

۱۳؍ ستمبر ۱۹۸۵ء ہالینڈ میں نئے مرکز بیت النور کا افتتاح دستِ مبارک سے فرمایا۔

۱۵؍ ستمبر ۱۹۸۵ء بلجیم میں نئے مرکز کا افتتاح اپنے دست مبارک سے فرمایا۔

۱۲؍ اکتوبر ۱۹۸۵ء دستِ مبارک سے جماعت انگلستان کے نئے مرکز اسلام آباد کا افتتاح فرمایا۔

۶؍ اپریل ۱۹۸۶ء لندن میں جدید کمپیوٹرائزڈ پریس کا افتتاح اور نائجیریا میں تین مقامی بادشاہوں کا قبول احمدیت۔

دسمبر ۱۹۸۶ء دورۂ امریکہ کے دوران تین مساجد کا افتتاح اور پانچ مساجد کا سنگ بنیاد۔

۱۰؍ جون ۱۹۸۸ء حضور ایدہ اللہ کی طرف سے دنیا بھر کے مکذبین و مکفرین کو مباہلہ کا چیلنج۔

۱۷؍ اگست ۱۹۸۸ء کو ضیاء الحق صدر پاکستان کی ہلاکت۔ پاکستان میں خدا تعالیٰ کے ایک قہری نشان کا ظہور۔

۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء جماعت احمدیہ کے قیام پر ۱۰۰ سال پورے ہوئے پوری دنیا میں احباب جماعت نے صد سالہ احمدیہ جشن تشکر پورے جوش و خروش سے منایا۔

۹ تا ۱۱؍ اگست ۱۹۸۹ء اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں جماعت احمدیہ انگلستان کا عظیم الشان جلسہ اور متعدد حکومتوں کے نمائندگان کی شمولیت۔

قدرتِ ثانیہ کے مظہر رابع کے بابرکت دور کی بابرکت تحریکات

☆ تدوین تاریخ شعبہ ہائے صدر انجمن احمدیہ۔

☆ شرک جھوٹ اور بد رسوم کے خلاف جہاد

☆ دفتر اوّل تحریک جدید تاقیامت جاری۔

☆۔ اہل عرب اور اہل سپین کیلئے دعائے خاص

☆ لجنہ اماء اللہ کا دعوۃ الی اللہ کا عالمی منصوبہ

☆ سائنس میں آگے بڑھو

☆ غیر ملکی زبانیں سیکھنے کا منصوبہ

☆ دینی و تربیتی ٹیپس کی تیاری

☆ تعمیر بیوت الحمد

☆ وقف بعد از ریٹائرمنٹ برائے انصار

☆ صد سالہ جشن تشکر تک سو جماعتوں کا قیام

☆ وقف عارضی برائے سپین

☆ زینتِ ربوہ

☆ وقف برائے ریسرچ

☆ رفع تنازعات

☆ ریویو آف ریلیجنز کی دس ہزار اشاعت

☆ دعوۃ الی اللہ

☆ رابطہ بذریعہ خلیل الرحمٰن کلب

☆ عید کے دن غرباء کو تحائف دیئے جائیں

☆احمدی عورتیں عالمی دورے کریں
☆مہمانان جلسہ کیلئے زائد راشن
☆وقفِ عارضی برائے فضل عمر ہسپتال
☆جلسہ سالانہ کیلئے دیگیں
☆سات دعائیں خاص طور پر پڑھی جائیں
☆تعمیر مراکز امریکہ ویورپ۔
☆افریقہ ریلیف فنڈ
☆حفظ قرآن
☆ نستعلیق کمپیوٹر کی خریداری
☆ تحریک جدید دفتر چہارم کا اجراء
☆سیدنا بلال فنڈ
☆توسیع مکانات بھارت
☆ سو زبانوں میں تراجم قرآن مجید بذریعہ سیدنا بلال فنڈ
☆نئی شدھی تحریک کے خلاف جہاد
☆تربیت والدین (ذیلی تنظیمیں بچوں کی تربیت کیلئے ماں باپ کی تربیت کریں)
☆ تحریک برائے تعمیر دفاتر و ہال لجنہ اماء اللہ
☆ ایک خاندان مزید ایک خاندان احمدی بنائے
☆وقف نو
☆وقف جدید کی عالمی توسیع
☆ تحریک تعطیل جمعہ
☆نصرت جہاں سکیم نو
☆وقف ہومیوپیتھک ڈاکٹرز
☆وقفِ نو بچوں کو عربی اور اردو پڑھائی جائے
☆کفالت یتامیٰ
☆عالمی منصوبے
☆ تاریخ فتح یاب بزرگان سلسلہ
☆جرمنی میں سو مساجد کی تعمیر
☆ آئندہ ذیلی تنظیموں کے صدور اپنے اپنے ملک کے صدور ہوں گے جو براہ راست امام جماعت سے رابطہ رکھیں گے
☆پانچ بنیادی اخلاق اور قیام عبادات
☆افریقہ و بھارت فنڈ
☆ ۱۹۹۰ء کا رمضان بطور شکرانہ سال تشکر

☆ صاحب لقاء اصحاب پیدا کرنے کیلئے دعائے خاص کی تحریک۔

بیوت الحمد تحریک

اسپین میں سات سو سال بعد تعمیر ہونے والی پہلی مسجد کے افتتاح سے واپسی پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۹ر اکتوبر ۱۹۸۲ء کو مسجد اقصیٰ ربوہ میں اس مالی تحریک کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس سلسلہ میں مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مضمون بھی سمجھایا جس کا اب میں یہاں اعلان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ کا گھر بنانے کے شکرانے کے طور پر خدا کے غریب بندوں کے گھروں کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اس طرح یہ حمد کی عملی شکل ہوگی"۔ ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ جلسہ جوبلی تک ہم کم از کم ایک کروڑ روپے کی لاگت سے مکان بنا کر غرباء کو مہیا کر دیں"۔

یہ تحریک خدائے ذوالمجد والعطاء کے فضلوں کی منادی بن گئی اور سرسبز شاداب درختوں میں گھری ہوئی۔ ۸۰ مکانوں پر مشتمل بیوت الحمد کالونی اس تحریک کا شیریں ثمر ہے۔ دو سو کے قریب مستحقین کو لاکھوں روپے کی جزوی امداد اس کے علاوہ ہے۔ نیز والدین کی شفقت سے محروم بچوں کیلئے دارالاکرام کے نام سے ایک ہوسٹل کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے۔

امریکہ میں نئے مشنوں اور مساجد کی تحریک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مساجد اور مشنوں کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۲ء کو احباب جماعت کے نام اپنے ایک پیغام میں اڑھائی ملین ڈالر جمع کرنے کی تحریک کی حضور نے فرمایا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم پانچ مشن ہاؤسز کی تعمیر کو پیش نظر رکھ کر کام شروع کریں اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے توفیق بڑھانے کی کوششیں کریں تو بعید نہیں کہ ہم ان پانچ مشن ہاؤسز کا بوجھ برداشت کر سکیں۔

(روزنامہ الفضل مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۸۳ء)

دو نئے یورپی مراکز بنانے کی تحریک

۱۸ر مئی ۱۹۸۴ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے دو نئے یورپین مراکز کے قیام کی تحریک کی جن میں سے ایک انگلستان میں اور ایک جرمنی میں بننا تھا۔

تحریک جدید کے دفتر اوّل اور دفتر دوم کے احیاء کی تحریک

اس تحریک کا آغاز ۱۹۳۴ء میں ہوا اور ابتداء اس میں شامل ہونے والے احباب دفتر اوّل میں شمار کئے گئے۔ دفتر اوّل ۱۹۴۴ء تک جاری رہا۔ ۱۹۴۴ء میں دفتر دوم کا آغاز ہوا۔ حضور نے ان دونوں دفتروں کے وفات یافتہ مجاہدین کی قربانیوں کو تسلسل دینے کیلئے ورثاء کو ان کے کھاتے زندہ رکھنے کی تحریک فرمائی۔

تحریک جدید دفتر چہارم کا آغاز

دفتر اوّل۔ دفتر دوم۔ دفتر سوم کے بعد تحریک جدید کے دفتر چہارم کے آغاز کا اعلان فرمایا۔

وقفِ جدید

پہلے یہ تحریک صرف پاکستان تک محدود تھی وقف جدید کے ۲۰ ویں مالی سال میں حضور نے وقفِ جدید کی دینی خدمات کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس کو پوری دُنیا پر وسیع کرنے کا اعلان فرمایا۔

سیدنا بلال فنڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے سیدنا بلالؓ فنڈ کی تحریک کا اعلان کیا۔

تعمیر مکان بھارت

بھارت میں مقامات مقدسہ کی تعمیر و مرمت کیلئے حضور انور نے ۲۸ مارچ ۹۸ء کو تعمیر مکانات بھارت فنڈ کی تحریک فرمائی۔

سابق روسی ریاستوں میں وقف کی

تحریک

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کو سابق روسی ریاستوں میں وقف کی تحریک فرمائی۔

بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کی تحریک

۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کو حضور انور نے بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کی تحریک فرمائی۔

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل

۷ر جنوری ۱۹۹۴ء کے سال کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت بھی عطا فرمائی ہے کہ اسلام کے بصیرت افروز پیغام کو تمام دنیا میں پہنچانے کیلئے اور اسلام کی خوبیوں کو تمام دنیا پر واضح کرنے کیلئے جماعت احمدیہ کو اپنا سیٹلائٹ ٹیلی ویژن سٹیشن چلانے کی توفیق ملی الحمد للہ اس سے قبل سیٹلائٹ کے ذریعہ حضور کا خطبہ ۳۱ جولائی سے نشر ہونا شروع ہو چکا تھا۔

جھوٹ کے خلاف جہاد

۳ر فروری ۱۹۹۵ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے جماعت احمدیہ کو جھوٹ کے خلاف جہاد کی تحریک فرمائی۔

صد سالہ تقریبات

خلافت رابعہ کے دور کو یہ ایک امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہ دور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دور ماموریت ۱۸۸۲ء کے عین سو سال بعد یعنی ۱۹۸۲ء سے شروع ہوا اس لحاظ سے اس مبارک دورِ خلافت میں درج ذیل صد سالہ تقریبات منعقد ہوئیں۔

☆۔ ۱۹۸۶ء میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے پورے ہونے کی سو سالہ تقریب۔

☆۔ ۱۹۸۹ء میں جماعت احمدیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے پر جماعت نے نہایت شاندار عالمگیر جشن تشکر منایا۔

☆۔ ۱۹۹۱ء میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت پر اور جلسہ سالانہ پر سو سال پورے ہونے پر سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنفس نفیس ہندوستان تشریف لائے اس طرح تقسیم ہند کے ۴۴ سال بعد کسی خلیفہ کو پہلی بار قادیان آنے کی توفیق عطا ہوئی۔

☆۔ ۱۹۹۴ء کو پیشگوئی کسوف و خسوف پر سو سال پورے ہونے پر جماعت نے صد سالہ تقریبات منعقد کیں۔

☆۔ ۱۹۹۶ء میں لیکچر اسلامی اصول کی فلاسفی کی صد سالہ تقریب منائی گئی۔

تراجم قرآن مجید

اب تک جماعت احمدیہ دنیا کی ۵۳ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کر چکی ہے۔ جن میں سے نصف سے زائد حضور انور کے مبارک دور میں ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا معرکۃ الآراء لٹریچر

حضور اقدس کے دور خلافت میں آپ کی کئی کتب منظر عام پر آچکی ہیں چند ایک کے نام نمونے کے طور پر درج ہیں۔

۱۔ خلیج کا بحران اور نظام نو۔

۲۔ Islam Response to Contemporary issues

۳۔ ذوق عبادت اور آداب دُعا۔

۴۔ حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ۔

۵۔ Christianity from facts to fiction

۶۔ زھق الباطل

۷۔ Absolute Justice

۸۔ ہومیو پیتھی یعنی علاج بالمثل۔

۹۔ Revelation Rationality Knowledge and Truth

عالمی درس القرآن

۱۲ر فروری ۱۹۹۴ء کا دن ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ اس روز حضور اقدس نے عالمی درس القرآن کا آغاز فرمایا۔

عالمی بیعت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جانب سے ۸۳ء سے لگاتار جماعت کو دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے جس کے نتیجہ میں ہر سال لاکھوں سعید روحیں جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے:۔

☆۔ ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۳ء تک چار لاکھ سعید روحیں حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں۔

☆۔ ۱۹۹۴ء میں چار لاکھ اٹھارہ ہزار دو صد آٹھ۔

☆۔ ۱۹۹۵ء میں آٹھ لاکھ اکتالیس ہزار تین صد پچیس۔

☆۔ ۱۹۹۶ء میں سولہ لاکھ دو ہزار سات صد اکیس۔

☆۔ ۱۹۹۷ء میں تیس لاکھ چار ہزار پانچ سو افراد۔

☆۔ ۱۹۹۸ء میں پچاس لاکھ سے زائد نفوس احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ الحمد للہ۔

☆ ۱۹۹۹ میں ایک کروڑ سے زائد نفوس احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوئے۔ الحمد للہ

☆ ۲۰۰۰ء میں چار کروڑ سے زائد سعید روحیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوئیں۔ ماشاء اللہ۔

۱۳ر دسمبر ۹۸:۔ رمضان المبارک کے درس القرآن میں "سید الاستغفار" بکثرت پڑھنے کی احباب جماعت کو تلقین۔

یکم جنوری ۹۹:۔ دنیا کو فضول خرچی سے بچانے کیلئے جہاد کی تحریک۔

۱۶ر اپریل ۹۹:۔ صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب شہید کی شہادت کا ایمان افروز تذکرہ (شہید مرحوم کو ۱۴ر اپریل کو پاکستان کی بدنام زمانہ

انتہاپسند تنظیم لشکر جھنگوی کے چار اشتہاری بدمعاشوں نے شہید کردیاانااللہ واناالیہ راجعون۔

۱۲ر فروری ۹۹ء: آیت الکرسی کے فضائل اور اس میں موجود مضامین کانہایت روح پرور بیان۔

۱۴ر ستمبر ۱۹۹۸ء عمل الترب پر تمام احمدی سائنسدانوں کو تجربات اور اسے سائنسی بنیادوں پر ثابت کرنے کی تحریک۔

۱۹۹۴ء: جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۴ء کے اختتامی خطاب میں تمام غیر احمدی ملاؤں کو ایک ایک کروڑ روپے کاانعامی چیلنج اگر وہ عیسی مسیحؑ کو زندہ آسمان سے اتار دیں۔

۵مارچ ۹۹ء: درود شریف کو بکثرت پھیلانے کی تلقین۔

۲۲ر اگست ۹۸ء: احباب جماعت کو قناعت اختیار کرنے کی اہم نصیحت۔

۱۲ر مئی تا ۲۴ مئی ۹۹: حضور پرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کادورہ جرمنی۔

۲۳ر اپریل ۹۹ء: صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب شہید کی شہادت کے نتیجہ میں حضور پرنور نے اس کے بعد پھر جماعت احمدیہ کے شہداء کے ایمان افروز واقعات پر خطبات کاسلسلہ شروع کیا۔

۱۹۸۹ء: صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کاویڈیو ریکارڈ شدہ پیغام تمام عالم میں مشتہر کیا گیا۔

۲۹ر جولائی ۹۹: انٹرنیشنل تربیتی سیمینار سے حضور ایدہ اللہ کا خطاب

۵ر نومبر ۹۹: حضور پرنور نے حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ غائب لندن میں پڑھائی۔

۱۹ر اکتوبر ۹۹: حضور پرنور نے موورڈن (سرے) برطانیہ کی دوسری مسجد "مسجد بیت الفتوح" (جو یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہوگی) کا سنگ بنیاد رکھا۔

۳۱ر مارچ ۲۰۰۰: احمدیوں کو شہد کے متعلق تحقیق کی تحریک۔

۱۹ جون ۲۰۰۰: حضور پرنور انڈونیشیا کے تاریخی سفر پر روانہ ہوئے انڈونیشیا کی تاریخ میں کسی بھی خلیفہ وقت کا یہ پہلا دورہ ہے۔

۲۳جون ۲۰۰۰: انڈونیشیا کی سرزمین پر حضور پرنور کا پہلا خطبہ جمعہ۔

۳۰ر جون ۲۰۰۰: انڈونیشیا کی سرزمین پر حضور پرنور کادوسرا خطبہ جمعہ بمقام پارنگ (جکارتہ)

۵ر جون ۲۰۰۰: جرمنی میں ۱۰۰ مساجد سکیم کے تحت تعمیر ہونے والی پہلی مسجد "بیت الحمد" کا افتتاح۔ حضور پرنور نے نماز پڑھاکر مسجد کا افتتاح فرمایا۔

خلافت رابعہ کے دور کی عظیم برکت

M.T.A کا سفر

یکم جنوری ۱۹۸۵ء: ناروے کے سٹیٹ ریڈیو سٹیشن سے جماعت احمدیہ کا مستقل پروگرام نشر ہونا شروع ہوا۔

۲۴ر مارچ ۱۹۸۹ء: احمدیت کی دوسری صدی کا پہلا خطبہ جمعہ ماریشس اور جرمنی میں بذریعہ ٹیلی فون براہ راست سنایا گیا۔

۱۸ر جنوری ۱۹۹۱ء: حضور کا خطبہ انگلستان سمیت ۶ ممالک میں سنایا گیا یعنی جاپان۔ جرمنی۔ ماریشس۔ امریکہ اور ڈنمارک۔

۲۳ر جون ۱۹۹۱: حضور ایدہ اللہ کا خطبہ عید الاضحیہ ۲۴ ممالک میں سنا گیا۔

جولائی ۱۹۹۱ء: جلسہ سالانہ انگلستان پر حضور کے خطبات ۱۱ ممالک میں براہ راست سنے گئے ان کا ۷ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔

جولائی ۱۹۹۲ء: جلسہ سالانہ انگلستان براہ راست ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔

۲۱ر اگست ۱۹۹۲ء: حضور کے خطبات جمعہ سیٹلائیٹ کے ذریعہ چار براعظموں میں نشر ہونا شروع ہوئے یعنی یورپ۔ ایشیاء۔ افریقہ آسٹریلیا۔

۷ر جنوری ۱۹۹۴ء: سے باقاعدہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کی روزانہ سروس کا آغاز ہوا اور یورپ میں تین گھنٹے روزانہ اور ایشیاء اور افریقہ میں روزانہ ۱۲ گھنٹے کے پروگرام نشر ہونا شروع ہوئے۔

یکم اپریل ۱۹۹۶ء: اس تاریخی دن **M.T.A International** کی 24 گھنٹے کی نشریات کا آغاز ہوا۔ اس موقعہ پر لندن میں ایک بہت ہی پرمسرت تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا اور M.T.A کی تاریخ مقاصد اور درپیش مشکلات اور افضال الٰہی پر جذب وکیف کے عالم میں وجد آفریں خطاب فرمایا۔ یہ خطاب تمام دنیا کی جماعتوں نے براہ راست سنا۔ اور اس دن کو جشن کے طور پر منایا۔

۲۱ر جون ۱۹۹۶ء

اس نادر نظام نے ایک اور اہم موڑ لیا حضور کے سفر کینیڈا کے موقع پر دو طرفہ رابطوں کا سلسلہ شروع ہوا اس طرح کہ انگلستان میں حضور کا خطبہ نشر ہو رہا تھا اور لندن کی تصاویر کینیڈا پہنچ رہی تھیں۔ اور تمام دنیا کے احمدی ان دونوں تصاویر کو بیک وقت دیکھ کر حمد وثنا کر رہے تھے۔ حضور نے اس موقع پر فرمایا:۔

"گذشتہ ایک موقعہ پر میں نے جماعت سے یہ گذارش کی تھی کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ دن آئیں گے جب ہم دو طرفہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے پس آج کے مبارک جمعہ سے اِس دن کا آغاز ہو رہا ہے اس وقت انگلستان میں مختلف مراکز میں بیٹھے ہوئے احمدی ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ان کی تصاویر یہاں پہنچ رہی ہیں۔ اور بیک وقت ہم ایک دوسرے دیکھ سکتے ہیں"۔

☆۔ شہادت محترم مولانا عبدالرحیم صاحب نو احمدی بتاریخ ۲۰۰۰-۴-۱۵

☆۔ پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر سیالکوٹ کے قریب قلع کلاور والا گاؤں میں صبح عبادت کے دوران چار احمدیوں کو مسلح افراد نے گولی چلاکر شہید کر دیا۔ تاریخ شہادت ۳۰-۱۰-۲۰۰۰

صوبہ کشمیر میں جماعت احمدیہ کی تعلیمی مساعی

مکرم عبد الحمید صاحب ٹاک امیر صوبائی جماعت احمدیہ جموں کشمیر

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت اور دُعاؤں کے طفیل اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے جہاں ملک کے دوسرے حصوں میں ہمارے تعلیمی ادارے بلا تمیز مذہب و ملت خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہاں وادی کشمیر میں بھی تین ہائی سکول، دو مڈل سکول اور دس سے زائد جز وقتی دینی مدارس اور چار کوٹ جموں میں ایک مڈل سکول کام کررہے ہیں۔ الحمدللہ یہ تمام تعلیمی ادارے محترم ناظر صاحب تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان کی زیر نگرانی چل رہے ہیں۔ ان اداروں میں قریباً تین ہزار سے زائد طلباء و طالبات تعلیم کے زیور سے آراستہ ہورہے ہیں اور قریباً ڈیڑھ سو معلمین قلیل معاوضہ پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان معلمین میں اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ پوسٹ گریجویٹ ہیں۔اور ٹرینڈ گریجویٹ ہیں۔

یہ تمام تعلیمی ادارے مقامی انتظامیہ کمیٹیوں کی نگرانی میں کام کررہے ہیں۔ان کمیٹیوں میں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے اور ہر طبقہ سے وابستہ تجربہ کار احباب شامل ہیں۔ ہر انتظامیہ کمیٹی کا چیئرمین مقامی صدر جماعت ہوتا ہے۔ صوبائی سطح پر بھی ایک تعلیمی بورڈ قائم ہے۔ جس کا چیئرمین امیر صوبائی جماعت احمدیہ ہوتا ہے۔ یہ تعلیمی بورڈ وقتاً فوقتاً مشورہ دیتا رہتا ہے۔ تاکہ ان سکولوں کا معیار تعلیم بہتر بنایا جا سکے۔ ہر ایک سکول کیلئے ایک ٹرینڈ اکاؤنٹنٹ اور صوبائی سطح پر ایک ریٹائرڈ اکاؤنٹنٹ آفیسر حسابات کی جانچ کرتا ہے۔اس کے علاوہ تین اعلیٰ تعلیم یافتہ تجربہ کار ذمہ داران کو ان سکولوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ سبھی بلا معاوضہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ان سکولوں میں بلا تمیز مذہب وملت قابلیت کی بنیاد پر داخلہ دیا جاتا ہے۔ تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والے طلباء و طالبات فائدہ اُٹھارہے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ دیگر فرقوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ، سنجیدہ اور تجارت پیشہ لوگوں کے بچے اچھی تعداد میں ان سکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ جبکہ ان کے اپنے بھی اچھے سکول موجود ہے۔ ہمارے سکولوں میں مشہور ماہر تعلیم ٹنڈل بسکو صاحب کا نصاب پڑھایا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ ابتدائی دینی تعلیم و قرآن کریم بھی پڑھایا جاتا ہے غریب و یتیم ذہین بچوں کو تعلیم جاری رکھنے کیلئے مالی امداد بھی دی جاتی ہے سکول میں زیر تعلیم طلباء و طالبات میں سے کئی ایک نے مقابلہ کے امتحانات میں نمایاں کامیابیاں حاصل کرکے سکولوں کا نام اونچا کر دیا۔ اسی طرح کھیل کود کے میدان میں بھی یہ سکول بہت ہی اچھی کارکردگی دکھا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ جماعت کی نیک نامی کا باعث بن رہا ہے۔ ناصر آباد، ریشی نگر اور آسنور میں کھیل کے میدان نہ ہونے کے باعث کھیلوں کی کارکردگی کو کئی لحاظ سے مشکلات کا سامنا ہے۔

یہ سکول ۱۹۸۶ء سے جاری ہیں۔ ابتداء میں تھوڑے سے طلباء و طالبات ہی داخل ہوئے اور ماہوار صرف چند ہزار روپے کے اخراجات تھے۔ لیکن اب ہزاروں کی تعداد میں طلباء و طالبات ان سکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ اور لاکھوں روپے کے اخراجات ہیں۔ اسی طرح جہاں پہلے چند بوسیدہ یا کرایہ کے کمروں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ وہاں اب آسنور اور ہاری پاریگام کو چھوڑ کر باقی سبھی جگہوں پر لاکھوں روپے کی مالیت کی عمارات میں سکول چل رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ اور اب تو طلباء و طالبات کی تعداد میں اضافہ کے باعث یہ عمارات بھی ناکافی ہو رہی ہیں۔ آسنور کی سکول کی عمارت بہت پرانی ہے۔ ان سکولوں کی قدرے تفصیل اسطرح ہے:-

تعلیم الاسلام احمدیہ ہائی سکول ناصر آباد: ناصر آباد کے مقام پر تعلیم الاسلام احمدیہ سکول ۱۹۸۶ء میں قائم ہوا۔ ابتداء میں صرف ۳۷ طلباء و طالبات نے داخلہ لیا اور چار اساتذہ تعینات کئے گئے۔ چند کمرے کرایہ پر لئے گئے اور لگ بھگ دو ہزار روپے ماہوار کے اخراجات تھے۔ محترم حاجی مبارک احمد صاحب ظفر چیرمین اور مکرم غلام نبی صاحب منور پرنسپل مقرر کئے گئے۔ ان دونوں ذمہ داران نے اپنے ساتھیوں اور سٹاف کے ہمراہ نہایت محنت اور جانفشانی سے سکول کو آگے لیجانے کے سلسلہ میں بہت کام کیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ۲۰۰۰ء میں اس سکول میں ۶۸۸ طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ اور تیس کے قریب کارکنان بحیثیت استاد خدمات انجام دے رہے ہیں۔ سکول کی اپنی عمارت موجود ہے۔ ماہوار اخراجات لگ بھگ ۴۵ ہزار روپے سے زائد ہیں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۹۵ء سے مختلف جماعتوں کے نتائج سو فی صد رہے ہیں۔ ۱۹۹۹ء میں دسویں جماعت کے ۳۹ طلباء طالبات "سرکاری ریاستی سکول بورڈ" کے امتحان میں شامل ہوئے اور سب کے سب کامیاب ہوئے۔ الحمد للہ اس وقت محترم غلام نبی صاحب پڈر صدر جماعت چیر مین اور مکرم محمد عبد اللہ صاحب آہنگر بحیثیت پرنسپل تعینات ہیں اس بستی میں ایک سرکاری ہائی سکول اور ایک سرکاری گرلز سکول بھی موجود ہے۔ ہمارے سکول کے بچے بہت دور دور سے بھی آتے ہیں۔

تعلیم الاسلام احمدیہ ہائی سکول آسنور: ریاست کی ایک خوبصورت سیر گاہ اَہر بل کے نزدیک احمدیوں کی یہ بستی آسنور کے نام سے جانی جاتی ہے، جو ناصر آباد کی طرح پوری کی پوری احمدی بستی ہے۔ آسنور کے مقام پر ۱۹۸۷ء میں ایک تعلیم الاسلام احمدیہ سکول کا قیام ہوا۔ ابتداء میں ۳۲ طلباء طالبات نے داخلہ لیا اور تین اساتذہ تعینات ہوئے۔ مکرم ماسٹر عبد الحکیم صاحب وانی چیئر مین اور مکرم محمد الیاس صاحب لون پرنسپل مقرر کئے گئے۔ ان دونوں ذمہ داران نے اپنے ساتھیوں اور سٹاف کے ہمراہ نہایت محنت اور جانفشانی سے سکول کو آگے لے جانے کے سلسلہ میں بہت کام کیا۔ جزاھم اللہ۔ سکول جماعت کی پرانی بوسیدہ عمارت میں شروع کیا گیا اور اب بھی اِسی عمارت میں چل رہا ہے۔ ماہوار صرف ایک ہزار روپے کے اخراجات تھے۔ آج ۲۰۰۰ء میں اِس سکول میں ۴۱۲ طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ اور اس کے کارکنان بحیثیت اُستاد خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس وقت مکرم عبد المنان صاحب نائک چیئر مین اور مکرم سید عبد الشکور صاحب بحیثیت پرنسپل تعینات ہیں۔ ماہوار اخراجات لگ بھگ تمیں ہزار روپے کے قریب ہیں۔ جماعت نے اس دوران اپنے وسائل سے اس پرانی بوسیدہ عمارت کے علاوہ دو چار چھوٹے چھوٹے کمرے تعمیر کئے ہیں۔ عمارت کی کمی کو دور کرنے کے لئے جماعت نے ایک وسیع پلاٹ دیا ہے اور کچھ سامان بھی جمع کر لیا ہے۔ اور ضرورت کے مطابق عمارت کے لئے تعمیر کا کام شروع کرنے کا منصوبہ ہے۔

۱۹۹۹ء میں دسویں جماعت کے ۲۱ طلباء ریاستی سرکاری بورڈ کے امتحان میں شامل ہوئے۔ اور سب کے سب کامیاب ہوئے۔ الحمد للہ۔ نتیجہ سو فیصد آرہا ہے بستی میں ایک سرکاری بوائیز ماڈل سکول اور ایک گرلز ماڈل سکول بھی موجود ہیں۔

تعلیم الاسلام احمدیہ ہائی سکول یاری پورہ: یاری پورہ کے مقام پر تعلیم الاسلام احمدیہ سکول کا قیام ۱۹۸۷ء میں ہوا۔ ابتداء میں کل ۴۰ بچے داخل ہوئے۔ تین اساتذہ مقرر کئے گئے۔ لگ بھگ بارہ سو کے ماہوار اخراجات تھے سکول کرایہ کے دو تین کمروں میں شروع کیا گیا۔ خاکسار عبد الحمید ٹاک چیر مین اور مکرم مظفر احمد ٹاک صاحب پرنسپل مقرر ہوئے۔ اس وقت اس سکول میں ۴۴۹ طلبا و طالبات زیر تعلیم ہیں اور ۲۰ کارکنان بحیثیت استاد خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ماہوار لگ بھگ ۲۵ ہزار روپے کے اخراجات ہیں۔ اور ایک وسیع پلاٹ پر گیارہ کمروں والی عمارت میں یہ سکول چل رہا ہے۔ مزید تین چار کمروں کی تعمیر کا بھی منصوبہ ہے۔ ایک وسیع کھیل کا میدان بھی موجود ہے۔ خاکسار عبد الحمید ٹاک بحیثیت چیر مین اور محترم غلام رسول صاحب راتھر (ریٹائرڈ لیکچرار) بحیثیت پرنسپل کام کر رہے ہیں امتحانات کے نتائج بہت ہی اطمینان بخش ہیں۔ سکول کی بہبودی تعمیر و ترقی میں احباب جماعت یاری پورہ چیک ایمر چھ وغیرہ نے بھر پور تعاون دیا بستی میں ایک سرکاری ہائر سیکنڈری سکول، ایک گرلز ہائی سکول، فرقہ اہلحدیث کا ایک ہائی سکول اور انجمن تبلیغ الاسلام کا ایک مڈل سکول بھی ہیں۔ لیکن ان سب میں سے ہمارے سکول کا معیار سب سے بہتر اور نتائج سب سے بڑھ کر ہیں۔

تعلیم الاسلام احمدیہ مڈل سکول ریشی نگر: دریائے ویشنو کے کنارے ریشی نگر کی احمدی بستی میں ۱۹۸۸ء میں تعلیم الاسلام احمدیہ سکول کا قیام ہوا۔ ابتداء میں ۳۴ بچے داخل ہوئے اور لگ بھگ ۴ کارکنان بحیثیت اساتذہ مقرر ہوئے۔ مکرم حاجی عبد السلام صاحب لون چیرمین اور مکرم عبد الرشید صاحب پڈر پرنسپل بنے۔ سکول کرایہ کے چند کمروں میں شروع کیا گیا۔ اور ماہوار لگ بھگ بارہ سو روپے کے اخراجات تھے۔ اسوقت اس سکول میں ۲۹۷ طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ نتائج سو فیصد ہیں۔ جماعت نے اپنے وسائل سے بارہ کمروں والی ایک پکی عمارت تعمیر کی ہوئی ہے۔

بستی میں ایک سرکاری ہائی سکول اور ایک گرلز سکول بھی موجود ہیں۔ سکول میں محترم عبد العزیز صاحب میر چیئرمین اور مکرم محمد حسین صاحب پڈر پرنسپل تعینات ہیں۔

تعلیم الاسلام احمدیہ مڈل سکول باری پارہ گام: باری پاریگام کے مقام پر ۱۹۸۸ء میں تعلیم الاسلام احمدیہ سکول قائم ہوا۔ ابتداء میں ۱۱۰ طلباء و طالبات نے داخلہ لیا۔ قریب پانچ کارکنان بحیثیت اساتذہ تعینات کئے گئے۔ سکول مسجد احمدیہ کے ساتھ والے دو تین کمروں میں شروع کیا گیا۔ چند

روپے کے ماہوار اخراجات تھے۔ مکرم محمد یوسف صاحب شیخ چیئرمین اور پنڈت پریم ناتھ جی بحیثیت پرنسپل تعینات کئے گئے۔ اسوقت ۲۰۰۰ء میں طلباء کی تعداد ۱۱۰ ہے۔ نو اساتذہ تعینات ہیں۔ درمیان میں طلباء کی تعداد کچھ بڑھ گئی تھی لیکن مقابلہ میں حالات کی وجہ سے ایک سکول کھولنے کی وجہ سے اکثر طلباء وطالبات کو مجبوراً سکول چھوڑنا پڑا۔ اس وقت چھ کمروں والی عمارت نامکمل ہے اور اسطرح سے سکول کی مکانیت کی کمی ہے۔ ماہوار لگ بھگ پانچ ہزار روپے سے زائد کے اخراجات ہیں۔ اس تحصیل میں یہ جماعت کا واحد سکول ہے۔ نتائج سو فیصد ہیں سکول میں تعداد طلباء میں اضافہ کے روشن امکانات ہیں صدر جماعت چیرمین اور محترم پنڈت پریم ناتھ جی بحیثیت پرنسپل کام کر رہے ہیں۔

تعلیم الاسلام احمدیہ مڈل سکول چارکوٹ (جموں): چارکوٹ راجوری میں ایک تعلیم الاسلام احمدیہ مڈل سکول قائم ہے۔ جو کامیابی کے ساتھ مقامی انتظامیہ کمیٹی کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔ طلباء وطالبات کی تعداد بھی اچھی ہے اور نتائج بھی اطمینان بخش ہیں۔ ماہوار ہزاروں روپے کے اخراجات ہیں لیکن مکانیت کی کمی ہے۔ سکول ایک خوبصورت مقام پر واقع ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری بستی احمدی ہے۔ سٹاف اور انتظامیہ نہایت محنت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جزاھم اللہ۔

دینی مدارس: وادی کشمیر میں مختلف جماعتوں میں لگ بھگ دس جزوقتی مدارس مقامی مساجد میں قائم ہیں۔ معلمین وقفِ جدید کے علاوہ نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان بھی تھوڑا وظیفہ دے کر مدرسین کے ذریعہ تعاون دے رہی ہے۔ اسی طرح مقامی جماعتیں بھی اپنے طور سے خرچہ کر کے مقامی خدام وانصار کو قرآن مجید ناظرہ وباترجمہ پڑھائے جانے کے ساتھ ساتھ ضروری بنیادی دینی مسائل، نماز وغیرہ سے بھی روشناس کرایا جاتا ہے۔ اسطرح ہزاروں بچے اور بچیاں تعلیم قرآن اور دینی تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ بھدرواہ میں بھی ایک مدرسہ قائم ہے۔

ان تعلیمی اداروں کے ممبران انتظامیہ، حسابات دیکھنے والے، تعلیمی جائزہ لینے والے، تعمیری کاموں میں مالی معاونت کرنے والے اور دیکھ بھال کرنے والے احباب جماعت نے ہمیشہ بھرپور تعاون دیا ہے۔ پرنسپل صاحبان جنہوں نے وقتاً فوقتاً خدمات انجام دی ہیں صوبائی انتظامیہ ان سب کی شکر گذار ہے مولا کریم سب کو جزائے خیر دے۔ اُنہیں دینی و دینوی ترقیات سے نوازتا رہے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین۔

آخر پر حضور انور ایدہ اللہ اور احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ مولا کریم ان حقیر خدمات کو قبول فرماتے ہوئے ان اداروں کو خدمتِ انسانیت کے لئے روشنی کے مینار بنا دے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

تحریر فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام

اوّل : بیعت کنندہ سچے دِل سے عہد اِس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم : یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت سے اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

سوم : یہ کہ بلاناغہ پنج وقت نماز موافق حکم خدا اور رسولؐ کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتّی الوسع نمازِ تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اُس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائے گا۔

چہارم : یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اَور طرح سے۔

پنجم : یہ کہ ہر حال رنج و راحت عُسر اور یُسر اور نعمت اور بَلا میں خدائے تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ بہر حال راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلّت اور دُکھ کے قبول کرنے کیلئے اُس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ قدم آگے بڑھائے گا۔

ششم : یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آئے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے اوپر قبول کرلے گا اور قال اللہ اور قال الرسولؐ کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم : یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خُلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم : یہ کہ دین اور دین کی عزّت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اَولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم : یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم : یہ کہ اِس عاجز سے عقدِ اُخوّت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقتِ مرگ قائم رہے گا۔ اور اِس عقدِ اُخوّت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رِشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

"اشتہار تکمیلِ تبلیغ" ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء

اب تک شائع ہونے والے ۵۳ زبانوں میں تراجم قرآن مجید کی فہرست

البانین - اسامی - بنگالی - بلگارین - چینی - CZECH - ڈینش - ڈچ - انگلش - اسپرانٹو - فنٹی - فجین - فرنچ - جرمن - یونانی - گجراتی - گورمکھی - ہاؤسا - ہندی - اگبو - انڈونیشین - اٹالین - جاپانی - کشمیری - کیکویو - کورین - لوگینڈا - مالائے - ملیالم - منی پوری - مراٹھی - مینڈے - نارویجین - اڑیہ - پشتو - فارسی - پولش - پرتگیزی - پنجابی - رشین - سرائیکی - سندھی - سواہیلی - سویڈش - سپینی - تگالو - تامل - تیلگو - ترکش - توالو - اردو - (تفسیر صغیر) ویتنامی - یوربا -

جزوی طور پر مطبوعہ: سنڈانیسی - جلد ایک پارہ ایک سے دس تک سنڈانیسی - جلد دوئم: پارہ گیارہ سے بیس - تھائی - جلد اوّل - پارہ ایک تا دس - (بشکریہ وکالت تصنیف لندن)

حج کی فرضیت ساقط ہے اور ادائیگی لازم نہیں

بریلوی علماء کے فتوے

کتنے ہی خوش نصیب وہ حضرات ہیں جن کو کہ فرمانِ رسولؐ کی تعمیل میں فریضہ حج بیت اللہ کی بجاآوری کی سعادت و توفیق ملتی ہے۔ زہِ نصیب۔ لیکن مفتیوں کے درج ذیل حیرت انگیز فتووں پر بھی ایک نظر ڈالئے اور ان کی عقل و خرد پر ماتم کیجئے۔

پچھلے دنوں جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے صاحبزادے مفتی مصطفےٰ رضا صاحب بریلوی کا ایک فتویٰ حج کی فرضیت ساقط ہونے کے تعلق سے شائع ہوا۔ اس فتویٰ پر پچاس کے قریب بریلوی اکابر کے دستخط بھی ہیں۔ جن میں حشمت علی قادری، حامد رضا ابن احمد رضا بریلوی نعیم الدین مُراد آبادی اور سید دلدار علی وغیرہ شامل ہیں۔ اس فتویٰ میں درج ہے:-

نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر مشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے.... ان کے اس عقیدے کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط اور عدم لازم ہے"۔ (تنویر الحجۃ صفحہ ۱۰ مطبوعہ بریلی) اسی فتویٰ کے آخر میں درج ہے:-

"اے مسلمانو! ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں۔ تاخیر رَوا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ماعلیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آ جائیں۔ نجدی سخت نقصان عظیم اُٹھائیں۔ ان کے پاؤں اُکھڑ جائیں۔ آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے۔ یہی ایک ایسی تدبیر ہے۔ جو انشاء اللہ کارگر ہوگی"۔ (دہلی کے ایک بریلوی عالم اس فتوے کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"حج کے ملتوی ہونے سے نجدیہ کے ناپاک قدم سے انشاء اللہ حرمین طیّب و طاہر ہو جائیں گے"۔

(تنویر الحجۃ صفحہ ۳۱ بحوالہ کتاب "بریلویت" صفحہ ۲۹۲ تا صفحہ ۲۹۳ تصنیف امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر ترجمہ عطاء الرحمٰن ثاقب)

اس فتویٰ اور مفتیوں کے بارہ میں کیا کہا جائے کیا رائے قائم کی جائے اس کا فیصلہ ہم پاسبان اسلام اور اظہار حق کے علم برداروں پر چھوڑتے ہیں۔

(سید قیام الدین برقؔ مبلغ سلسلہ بنارس)

محترم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم مینجر اخبار بدر قادیان و نگران دعوت الی اللہ یو. پی. جو امسال بحیثیت نمائندہ قادیان سے جلسہ سالانہ یو. کے. میں شریک ہوئے۔ حضور انور ایدہ اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے ہوئے حضور انور نے اب موصوف کو ناظر دعوت الی اللہ بھارت مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے یہ عہدہ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور بیش از بیش خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہندوستان سے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر تشریف لے جانے والے نمائندگان محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد لندن کے ہمراہ۔ (دائیں سے بائیں) ۱- محترم مولوی جلال الدین صاحب نیّر ناظر بیت المال آمد۔ ۲- مکرم ڈاکٹر چوہدری محمد عارف صاحب ناظر بیت المال خرچ و تعلیم۔ ۳- مکرم مولوی محمد نسیم خاں صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت و نیشنل سیکرٹری وقف نو بھارت۔ ۴- مکرم مولوی برہان احمد صاحب ظفر ناظر نشر و اشاعت۔ ۵- مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد فضل لندن۔ ۶- مکرم مولوی بشارت احمد صاحب حیدر، نمائندہ مجلس انصار اللہ بھارت۔ ۷- مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب امیر جماعت احمدیہ بنگال و آسام۔ (مکرم چوہدری نسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ یو. پی.)

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R. N6.1/57

Subscription
Annual Rs/-200
Foreign
By Air :
20 Pound of 40$ U.S.A
60 Mark German
By Sea :
10 Pound or 20$ U.S.A.

The Weekly BADR

Qadian - 143516, Distt. Gurdaspur
Punjab (INDIA)

☎ : (0091) 01872-70757
01872-71702
Fax : (0091) 01872-70105

Vol. -49 Thursday, 16/23 Nov. 2000 Issue No. 46/47